آیاتِ بینات

تردید شیعہ میں وہ مشہور اور عظیم کتاب جس کا صحیح جواب آج تک علمائے شیعہ
دے سکے جس میں خود شیعہ مذہب کی کتب اور اُنکے علماء کے اقوال سے صحابہ کے فضائل
اور خلافت راشدہ کو ثابت کیا ہے اور مسئلہ نکاح اُم کلثوم و باغِ فدک پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے

تالیف محسن الملک

سید محمد مہدی علی خان

دار الاشاعت
مقابل مولوی مسافرخانہ۔ کراچی ۱

Marfat.com

Marfat.com

آیاتِ بیّنات

حصّہ سوم و چہارم

شیعہ عقائد کے بطلان میں وہ عظیم اور مشہور کتاب جس کا صحیح جواب آج تک علمائے شیعہ نہ دے سکے اور جس نے ہزارہا انسانوں کے شکوک و شبہات کو ختم کر دیا جس میں خود شیعہ مذہب کی کتب اور ان کے علما کے حوالوں سے سنی مذہب کا احقاق اور شیعہ مذہب کا باطل ہونا ثابت کیا ہے۔ اور جس میں باغ فدک کی حقیقت اور اس کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اور اس اہم مسئلہ پر اور دوسرے سیکڑوں ضمنی مسائل پر نہایت متین اور سنجیدہ انداز میں کلام کیا گیا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہر شخص خصوصاً شیعہ حضرات تعصب سے ہٹ کر اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں

تالیف

نواب محسن الملک سیّد محمد مہدی علی خانصاحب

ناشر

دار الاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

جملہ حقوق طباعت واشاعت ترجمہ وحواشی محفوظ

اصلاح واضافہ شدہ جدید عکسی ایڈیشن

باہتمام محمد رضی عثمانی اشاعت مارچ ۱۹۷۶ء

تعداد ایک ہزار مطبوعہ مشہور پریس کراچی

اشاعت۔ جولائی ۱۹۸۲ء

135253

ملنے کے پتے

دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱

ادارۃ المعارف ڈاکخانہ دارالعلوم کراچی ۱۴

مکتبہ دارالعلوم ڈاکخانہ دارالعلوم کراچی ۱۴

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

Marfat.com

فہرست مضامین آیات بیّنات حصہ سوم وچہارم

حصہ سوم

عرض ناشر	۴
تمہید بحث فدک	۵
پہلا مقدمہ	״
دوسرا مقدمہ	۷
فضیلت صحابہ بہ شہادت سر ولیم میور مؤرخ نصرانی	۱۳
فضیلت صحابہ بہ شہادت گاڈفری ہیکنس مورخ نصرانی	۱۴
مورخ گبن کا بیان	״
بیان تحریری سر ولیم میور	۱۶
تیسرا مقدمہ	۲۶
چوتھا مقدمہ	۹۱
پانچواں مقدمہ	۱۳۸
خاتمہ حصہ سوم	۱۷۰

حصہ چہارم

بحث فدک	۱۷۱
فدک کی حقیقت اور اسکے حدود اور اس کی آمدنی	״
فدک کیونکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آیا؟	۱۷۴
فئے کے معنی اور اس کا مصرف	۱۷۹
بحث متعلق ہبہ فدک	۱۹۲
آیا فدک پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کیا تھا یا نہیں؟	۱۹۹
شیعوں کی ان احادیث واخبار میں تناقض جو اس باب میں بیان کی گئی ہیں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کر دیا تھا	۲۳۷
آیۂ وآت ذاالقربی حقہ کے موقع نزول اور طرز بیان پر غور کرنے سے ہبہ فدک کا ثابت نہ ہونا	۲۴۷
کیا یہ بات قیاس میں آسکتی ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک جس کی آمدنی چوبیس ہزار دینار کہی جاتی ہے حضرت فاطمہؓ کو ہبہ دے دیا ہو	۲۶۲
کیا فدک حضرت فاطمہؓ کے قبضہ میں تھا	۲۷۸
آیا فدک کے ہبہ کا دعوی حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے کیا یا نہیں	۲۸۱
اب ہم ان روایتوں اور اقوال سے جو اوپر بیان کئے گئے ہیں بحث کرتے ہیں	۳۰۵
تناقض اور اختلاف جو شیعوں کی ان روایتوں میں ہے جس میں ہبہ فدک کے دعوی کا ذکر کیا گیا ہے۔	۳۲۲
خاتمہ حصہ سوم وچہارم	۳۶۵

Marfat.com

عرض ناشر

زیرِ نظر کتاب آیات بینات، جناب محسن الملک مولوی سید محمد مہدی علی خاں رح کی وہ عظیم اور مشہور کتاب ہے جس نے ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ کتاب اہل تشیع کے بطلان عقائد میں ایسی متین اور سنجیدہ کتاب ہے جس کا صحیح جواب آج تک علمائے شیعہ نہ دے سکے اور جس نے ہزارہا انسانوں کے شکوک وشبہات ختم کر دیئے۔

اہل علم خوب جانتے ہیں کہ یہ کتاب اس موضوع پر کس درجہ کی ہوگی اور فاضل مصنف نے اس میں کس قدر صحیح اور سچی باتیں لکھی ہوں گی کیونکہ فاضل مصنف پہلے خود شیعہ مذہب کے بڑے عالم رہ چکے ہیں۔ اس کتاب کی پہلی جلد کے دونوں حصے ہم پہلے شائع کر چکے ہیں۔ یہ دوسری جلد آپ کے پیش نظر ہے۔ جس کے دونوں حصے بحث باغ فدک اور اس موضوع سے متعلق سینکڑوں اہم مسائل پر مشتمل ہیں۔ جس میں فدک کی تاریخ اس کی حقیقت واہمیت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ضرورت ہے کہ ہر شخص خصوصاً شیعہ حضرات تعصب سے ہٹ کر اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ یہ جلد عرصہ پچاس سال سے نایاب تھی۔ ہم نے بڑی تلاش کے بعد یہ جلد حاصل کی، اور اب یہ اہم کتاب ہدیۂ ناظرین ہے۔

اس اشاعت کی خصوصیت

اصل کتاب میں جابجا عربی اور فارسی عبارتیں بطور حوالہ وسند کے درج تھیں لیکن اس کا اردو ترجمہ نہ تھا جس کی وجہ سے اردو خواں حضرات کو مطالعہ میں دشواری ہوتی تھی۔ ہم نے ایسی تمام عبارتوں پر نمبر ڈال کر حاشیہ میں اردو ترجمہ درج کر دیا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کتاب ہر خاص وعام کے لئے مفید ہو گئی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اہل علم حضرات ان بیش بہا خزینہ ہائے علم سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

محمد رضی عثمانی

۲۶ر جنوری سنہ ۱۹۶۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توحید ذات باری کی حقیقت کا سمجھنا اسماء وصفات کے معانی کے سمجھنے پر موقوف ہے۔ قرآن مجید میں جن اسماء وصفات کا ذکر آیا ہے وہ سب کے سب علیحدہ علیحدہ مختلف مسائل علم عقائد کے لئے بمنزلہ اصل اصول کے ہیں۔ سلف صالحین ان اسماء وصفات کے معانی کو خوب سمجھتے اور اس لئے انہیں علیحدہ علم عقائد کی تعلیم کی ضرورت نہ پڑتی اسلام میں جس قدر عقائد تسلیم کئے گئے ہیں ان کا منبع یہی اسماء وصفات ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ جب تک اسماوصفات کا علم نہ ہو۔ کوئی شخص عقائد صحیحہ حاصل نہیں کر سکتا اور نہ معانئے آیات کے سمجھنے کی اس کو قدرت ہو سکتی ہے۔ چونکہ موجودہ زمانہ میں لوگوں کی ہمتیں بہت پست ہو گئی ہیں۔ اور حقایق علمیہ کے سمجھنے پر محنت اور وقت کا صرف کرنا دشوار ہو گیا ہے لہذا خاکسار نے برادرانِ اسلام کی دینی خدمت کو مدنظر رکھ کر بطور اختصار اسماء وصفات ذات باری کی یہ شرح لکھی ہے۔ تاکہ انہیں بہت سے مذہبی مسائل مشکلہ کے حل کرنے میں مفید ثابت ہو۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ اسماء وصفات کی علمی تحقیق کو لفظوں میں ظاہر کیا جا سکتا ہے مگر یہ ناممکن ہے۔ کہ وہ حقایق جن کا انکشاف تصفیہ وتزکیہ باطن پر موقوف ہے اور جو محض وجدان سلیم اور ذوق صحیح سے حاصل ہوتے ہیں بذریعہ الفاظ ظاہر کئے جائیں کیونکہ یہ بات صرف صاحب مقام ہونے پر منحصر ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید بحث فدک

اگرچہ بعد بیان کرنے فضائل صحابہ کرام کے اور خدا کی شہادت اور رسول کی گواہی اور آئمہ کے اقوال سے اسے پایۂ ثبوت پر پہونچا دینے کے مطاعن کا ذکر کرنا اور اس کی تردید پر متوجہ ہونا غیر ضروری ہے۔ مگر اس خیال سے کہ حضرات شیعہ نے اس کے متعلق ہماری روایتوں اور اقوال کو سنداً پیش کیا ہے۔ اور عوام کو اپنی کتابوں کا نام سن کر اور اپنے یہاں کی روایتیں دیکھ کر خلجان پیدا ہوتا ہے اور شک و شبہ کرنے لگتے ہیں۔ اس لئے ہمارے علماء کرام نے اسے ضروری خیال کیا ہے کہ ان مطاعن کی تردید کی جائے۔ اور مغالطہ اور دھوکے کا وہ لباس جو اس قسم کے اقوال اور روایتوں کو پہنایا گیا ہے دور کر دیا جائے۔ اور اصلی حقیقت انکی بتا دی جائے۔ ہم بھی تقلیداً للعلماء الکرام مطاعن صحابہ سے بحث کرتے ہیں۔ اور چونکہ ان مطاعن میں فدک اور قرطاس کی بہت شہرت ہے۔ اس لئے سب سے اول انہیں دو ضروری بحثوں کو ہم لکھتے ہیں مگر قبل اس کے کہ اصل بحث کی طرف متوجہ ہوں چند مقدمات کا لکھنا ضروری اور مفید سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہیں وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

پہلا مقدمہ

کوئی نبی اور کوئی امام اور کوئی بزرگ کسی مذہب میں بلکہ کوئی نامور آدمی کسی قوم میں ایسا نہیں ہوا۔ جس پر معاندین نے اعتراض نہ کئے ہوں اور اس کی نیک باتوں اور عمدہ کاموں کو عداوت کی نظر سے دیکھ کر برا نہ جانا ہو۔ اور ان کے دوستوں کے دلوں میں شبہ پیدا کرنے کے لئے ان کی بعض غلطیوں اور لغزشوں کو نہایت آب و تاب سے بیان کر کے اسے ان کی بدنیتی سے منسوب کیا ہو یہودیوں کو دیکھو کہ وہ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ التحیۃ والسلام پر کیسے طعنے کرتے ہیں۔ ان کی ولادت کی نسبت اپنی ناپاک زبانوں سے کیا کچھ کہتے ہیں۔ ان کے معجزات کو کس طرح سحر و افسون

Marfat.com

اُنہے منسوب کرتے ہیں۔ اور ان کے تواریخ کو کیسا بکار جاہل، دغا باز جانتے ہیں۔ عیسائیوں کو دیکھو کہ وہ سرورِ کائنات علیہ الصلوات والتحیات پر عیاری اور طمع دنیاوی کی کیسی تہمتیں لگاتے ہیں۔ اور آپ سے متمم مکارم اخلاق کی نسبت کیسی زبان درازی کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ عیاذاً باللہ ایسے ہادی اور دنیا کے رہنما کو گمراہ کنندۂ عالم سمجھتے ہیں۔ خوارج و نواصب پر خیال کرو کہ وہ اہل بیت کرام علیہم السلام کو کیسا برا جانتے ہیں جناب امیر المومنین اور حضرت سیدۃ النساء اور حضرت حسنین علیہم السلام کو جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ اور خدا اور اس کے محبوب کے پیارے۔ انہیں کو معاذاللہ کافر کہتے ہیں۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ۝ اور ان سے عداوت رکھنے اور ان پر تبرا کرنے کو ذریعہ نجات خیال کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان اشقیا میں سے بعض نے ابن ملجم ملعون کی شان میں جو اشقی الاولین والآخرین تھا قصیدے لکھے۔ اور جناب امیر کے شہید کرنے کو افضل ترین عبادت جانا۔ جیسا کہ عمران بن حطان جو خوارج کا سردار اور ان کا بڑا شاعر تھا ابن ملجم کی نسبت کہتا ہے ؎

یا ضربۃ تقی ما اراد بھا الا لیبلغ من ذی العرش رضوانا

انی لاذکرہ حینا فاحسبہ اوفی البریۃ عند اللہ میزانا

یعنی "کیا اچھی ضرب ہے ایک مرد متقی (ابن ملجم) کی جس سے کوئی غرض اس کی سوائے اس کی نہ تھی کہ صاحب عرش بریں کی خوشنودی حاصل کرے۔ میں جب اسے یاد کرتا ہوں تو ساری خلق سے اس کے ثواب کا پلہ خدا کے نزدیک بھاری پاتا ہوں"۔ غرضکہ یہ ایک معمولی بات ہے کہ دشمن ہنر کو عیب سمجھتا ہے ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

یہی حال حضرات شیعہ کا ہے۔ تعصب اور تقلیدی خیالات سے انصاف اور غور کا مادہ گویا ان سے سلب ہو گیا ہے۔ اور زبانی محبت اہل بیت کے غلو سے ان کے قدم جادۂ اعتدال سے نکل گئے ہیں۔ وہ کوئی خوبی اور کوئی صفت صحابہ کی نہیں دیکھتے۔ ان کی اچھی بات بھی ان کو بری معلوم ہوتی ہے۔ اور ان کے ہنر بھی انہیں عیب نظر آتے ہیں۔

۱؎ کیا بڑی بات ہو کر نکلتی ہے ان کے منہ سے سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں ۱۲ موضح پارہ ۱۵ سورۂ کہف رکوع اول

اگر کوئی تعجب کرے کہ باوجود آیات و احادیث و اقوال ائمہ کے کیونکر ایک فرقہ مسلمانوں کا اصحاب کے فضائل کا منکر ہوا۔ اسے چاہئے کہ یہود و نصاریٰ نواصب و خوارج کے حال پر نظر کرے۔ کیا وجہ ہے کہ یہودی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف توریت میں دیکھتے تھے۔ اور آپ کی آمد کے منتظر تھے۔ اور آپ کو ایسا پہچانتے تھے كَمَا يَعْرِفُونَ اَبْنَآءَهُمْ[1] مگر جب آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو دشمن بن گئے۔ اور آپ کی صفات کے چھپانے۔ اور آپ کی نسبت غلط الزام لگانے میں کوئی دقیقہ عداوت کا باقی نہ رکھا۔ اور کیا سبب ہے کہ عیسائی باآنکہ انجیل میں جناب سرور کائنات علیہ التحیات والصلوٰت کی بشارت بہ تفصیل تمام دیکھتے۔ اور يَّاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ[2] حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی زبان سے سن چکے تھے۔ اور دن رات اپنی کتاب میں اُسے پڑھتے تھے۔ مگر جب آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا۔ تو ان بشارتوں کو چھپانے اور انجیل کی ان آیات کی جن میں آپ کا نام اور خبر تھی۔ غلط تاویلیں کرنے لگے اور اپنے نبی کے قول سے بھی پھر گئے۔ اور کیا باعث ہے اس کا کہ خوارج باوجود جاننے اس بات کے کہ اہل بیت کرام پیغمبر کی جان و جگر ہیں۔ قرآن اور حدیثیں ان کی فضیلتوں سے بھری ہوئی ہیں۔ ان کے دشمن ہو گئے۔ اور ان کو جو بہترین خلق خدا تھے۔ نعوذ باللہ سب سے بُرا جاننے لگے۔ یہاں تک کہ ان پر کفر و فسق کے الزام لگانے سے بھی باز نہ رہے۔ پس جو سبب ان گمراہ فرقوں کی گمراہی کا ہے، وہی سبب حضرات امامیہ کا صحابہ کرام سے عداوت رکھنے اور ان پر عیوب لگانے کا ہے

ذالم یکن للمرء عین صحیحۃ فلا عزوان یرتاب والصبح مسفر

دوسرا مقدمہ

وہ باتیں جو حقوق اہل بیت کے غصب کے متعلق امامیہ بیان کرتے ہیں۔ اگر صحیح سمجھی جائیں تو اسی سے تمام مہاجرین و انصار اور کل اصحاب نبوی کا اسلام اور ایمان اور اخلاق بلکہ انسانی صفات سے بے بہرہ ہونا لازم آتا ہے کیونکہ اگر وہ شیخین کو غصب حقوق سے باز رکھتے اور اہل بیت الطہار پر ظلم کرنے میں ان کے شریک و معین نہ ہوتے۔ یا دیدہ دانستہ اعانت آل رسول ؐ سے چشم پوشی نہ

---

[1] جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو ۱۲ موضع پارہ ۲۔ سورۂ بقر رکوع ۱۷

[2] جو آوے گا مجھ سے پیچھے اس کا نام احمد ۱۲ موضع۔ پارہ ۲۸ سورۂ صف رکوع اول

Marfat.com

کرتے۔ تو دو شخص اور چند ان کے ساتھی کیونکر ایسی جرأت کر سکتے تھے۔ اور انہیں اپنے ظلم و ستم میں کس طرح کامیابی حاصل ہو سکتی تھی۔ رہا تمام مہاجرین و انصار اور صحابہ کرام کو اسلام سے اور ایمان و اخلاق سے بے بہرہ سمجھنا۔ گویہ منتہائے مقصود حضرات امامیہ کا ہے۔ مگر ان خوفناک نتیجوں پر غور نہیں کرتے جو اس بات کے ماننے سے پیدا ہوتے ہیں بلکہ اسے صرف صحابہ کی ذات تک محدود سمجھ کر اس کے دعوی کرنے میں کچھ پس و پیش نہیں فرماتے۔ مگر وہ شخص جس کو خدا نے تھوڑی سی بھی سمجھ دی ہے۔ اور جس کے قوائے عقلی تعصب و تقلید کے بوجھ میں دب نہیں گئے۔ ضرور ان خوفناک نتیجوں کے خیال سے ڈرے گا اور اسلام پر اس کا نہایت ہی برا اثر دیکھ کر الامان الامان پکارے گا۔ اس لئے کہ قرآن کے کلام الٰہی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤید من اللہ ہونے کا بڑا ثبوت جو کچھ دیا جاتا ہے۔ اور جسے زندہ معجزہ کہتے ہیں۔ وہ صرف یہ ہے کہ قرآن نے لوگوں کے دلوں پر بہت بڑا روحانی اثر کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے عرب کی حالت میں ایک عظیم تبدیلی پیدا ہو گئی۔ قرآن مجید میں لوگوں کے دلوں کی تسخیر اور روحانی اور اخلاقی تعلیم کی وہ قوت تھی جس نے حیرت انگیز ربانی کرشمے دکھائے اور دائم الاثر حقانی نتیجے پیدا کئے۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ جس کلام کے ایسے عظیم الشان اور قوی اور قائم نتیجے ہوں۔ وہ بلاشبہ خدا کا کلام ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کی نسبت یہی دعوی کیا جاتا ہے کہ آپ ایسے زمانے میں پیدا ہوئے جبکہ دنیا ایک عجیب روحانی سکتے کے عالم میں تھی۔ اور آپ ایسے ملک میں مبعوث ہوئے جہاں اخلاقی تعلیم کا کچھ سامان نہ تھا۔ اور ایسی قوم کی اصلاح آپ کے ذمے کی گئی۔ جو سوائے اوہام اور فاسد عقیدوں اور باطل خیالات اور غلط رایوں اور وحشیانہ اعمال اور بداخلاقی اور نفاق اور جنگ جوئی کے کسی قسم کی اخلاقی خوبی نہ رکھتے تھے۔ مگر آپ کے الہامی بیان اور خدائی قوت نے ان پر ایسی عجیب و غریب تاثیر کی کہ اس سے ان کی تمام ظاہری و باطنی حالتیں بدل گئیں۔ برسوں کے بہکے ہوئے خدا کی راہ پر چل نکلے اور مدتوں کے سوئے ہوئے غفلت کی نیند سے چونک پڑے۔ جو مشرک تھے وہ موحد ہو گئے۔ جو کافر تھے وہ ایمان لے آئے۔ جو بت پرست تھے وہ بت شکن بن گئے۔ جو گمراہ تھے وہ خدا کی راہ دکھانے لگے۔ جاہلانہ حمیت اور وحشیانہ عصبیت کا ان میں نام نہ رہا۔ خاندانی جھگڑے اور پشتینی عداوتیں جاتی رہیں۔ دماغ غرور و نخوت سے خالی ہو گئے۔ اور ان کے دل صبر و توکل، حلم و بردباری، زہد و پرہیزگاری اور جمیع اخلاقی صفات سے بھر گئے۔ آپ کی تعلیم

ے جس کی آنکھ میں بینائی نہیں اس کے نزدیک صبح نہیں ہے۔ ی ۱۲

Marfat.com

اور ہدایت نے ایک ایسا گروہ خدا پرست، پاک طبیعت، راستباز، نیک دل لوگوں کا قائم کر دیا۔ جن کی کوششوں سے شرک و بت پرستی کی آواز جو تمام جزیرہ نمائے عرب میں گونج رہی تھی بند ہو گئی۔ اور اس کے بدلے ایک بے چون و بے چگون، بے شبہ و بے نمون خدا کی منادی پھر گئی۔ بتوں نے عدم کا راستہ لیا۔ بتخانوں کا نشان مٹ گیا۔ آتشکدے ٹھنڈے پڑ گئے۔ تثلیث کا طلسم ٹوٹ گیا۔ اوہام پرستی کا باطل خیال باطل ہو گیا جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا[1] ۝ اور اس سے اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ آپ حقیقت میں سچے رسول اور خدا ہی کی طرف سے مؤید تھے۔ ورنہ انسان کا کام نہ تھا کہ وہ ایسا انقلاب عظیم عرب کی روحانی اور اخلاقی حالت میں پیدا کر دیتا اور ایسے جنگ جو اور ستم پیشہ لوگوں کو جو بات بات پر لڑتے اور جھگڑتے تھے۔ اخوت کے ایک رشتے میں باندھ دیتا۔ اور ان کی پشتینی عداوتوں اور کینوں سے ان کے دلوں کو ایسا صاف کر دیتا کہ اس کا کچھ اثر باقی نہ رہتا۔ بلکہ دنیا میں ان کو اخلاق اور انسانیت کا نمونہ بنا دیتا۔

قرآن مجید کے اس حیرت انگیز نتیجے اور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوات کی ہدایت کی ایسی عجیب و غریب تاثیر کو دیکھ کر منکرین بھی اس بات کے معترف ہیں کہ درحقیقت یہ بات بشری قدرت سے خارج تھی۔ چنانچہ کوئی ان میں سے کہتا ہے کہ وہ پیام جو آپ لائے وہ ایک سچا اور حقیقی پیام تھا جس کا مخرج وہی ہستی تھی جس کی تھاہ کبھی کسی نے نہیں پائی۔ کوئی لکھتا ہے کہ "قرآن ہی کی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ عرب کے رہنے والے ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو"۔ متعصب سے متعصب عیسائیوں میں سے سخت سا سخت متعصب یہ اقرار کرتا ہے کہ "دین مسیحی کی ابتدا سے آنحضرت کے وقت تک کبھی ہیجان روحانی ایسی برانگیختہ نہ ہوئی تھی جیسی کہ اسلام کی تعلیم سے ہوئی"۔ مگر یہ دائم الاثر تاثیر قرآن کی اور یہ غیر زوال پذیر اثر آنحضرت صلعم کی صحبت و ہدایت کا اسی وقت تک مانا جا سکتا ہے جبکہ ہمارے عقائد کے موافق صحابۂ کرام خصوصاً مہاجرین و انصار سب سے اوّل ایمان لانے والے اسلام میں پکے، اخلاق میں انسانیت کا نمونہ، پاک دلی اور نیک نیتی اور راستبازی میں کامل مانے جائیں مگر شیعوں کے اصول کے مطابق یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ عجیب و غریب انقلاب جو آپ کی صحبت اور ہدایت سے صحابہ کی حالت میں ہوا تھا عارضی تھا اور وہ اثر جو قرآن کی تعلیم نے ان پر کیا تھا ناپائیدار تھا۔ وہ دل جو وحی والہام کی برکت سے پاک ہو گئے تھے جلد ارتداد کے نوٹ سے ملوث ہو گئے۔ اور وہ لوگ جو شمع

---

[1] آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ بیشک جھوٹ ہے نکل بھاگنے والا ۱۲ موضح پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹۔

نبوت کے پروانہ تھے۔ اسلام اور ایمان کو جلد خیرباد کہہ بیٹھے۔ وہ خدائی روشنی جس نے سینکڑوں دل روشن کر دیئے تھے جلد بجھ گئی۔ وہ حجاب نفاق و کفر کا جو ان کے دل سے اُٹھ گیا تھا پھر ان کے دلوں پر پڑ گیا اور مشکوٰۃ نبوت کی وہ شعاعیں جو مہاجرین و انصار کے دماغ پر پڑی تھیں جلد زائل ہو گئیں۔ اور وہ خدائی آواز جو بارانِ نبوی نے دل کے کانوں سے سنی تھی جلد بند ہو گئی۔ ایسی حالت میں میں نہیں سمجھتا کہ وہ عظیم اور حیرت انگیز نتیجے جو خدا کے کلام کے بیان کئے جاتے ہیں۔ اور وہ عجیب تاثیر آپ کی وعظ و ہدایت کی جس کی دنیا میں دھوم ہے کیونکر صحیح سمجھی جائے گی۔ اور اسلام کی وہ خوبی جس کا غلغلہ زمین سے آسمان تک پہونچا کہاں باقی رہے گی۔ ؎ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝

شیعوں کے اس خیال کے مطابق اگر خدا کے کلام کو دیکھیں تو معاذ اللہ وہ جھوٹا نظر آتا ہے اور جن کے محامد و صفات اس میں بیان کئے گئے ہیں وہ بدترین خلائق پائے جاتے ہیں۔ جب ہم خدا کے کلام پر نظر کرتے ہیں تو اسے اس خیال کے مطابق پاتے ہیں جو صحابہ کرام کی نسبت ہمارا ہے۔ اور انہیں خوبیوں سے انکو متصف پاتے ہیں جن کا ہم انکی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ کہیں خدا ان کے ایمان اور عبادت کی نسبت فرماتا ہے ؎ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۝ کہیں ان کی شان میں کہتا ہے ؎ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ کہیں ان کی نسبت اپنی رضامندی ان لفظوں سے ظاہر کرتا ہے ؎ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ

---

۱ کہاں ہو سکتا ہے کہاں ہو سکتا ہے ۱۲ موضح، پارہ ۱۸، سورہ مومنون، رکوع ۳

۲ کہاں سے پھیرے جاتے ہیں ۱۲ موضح، پارہ ۱۰، سورہ توبہ، رکوع ۵۔

۳ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر زور آور ہیں اور آپس میں نرم دل ہیں تم ان کو دیکھتے ہو رکوع اور سجدے میں کہ چاہتے ہیں اللہ سے اسکا فضل اور رضامندی ۱۲ منہ پارہ ۲۶ سورہ فتحنا، رکوع ۴

۴ نشانی انکی انکے منہ پر ہے سجدے کا اثر یہی مثل ہے ان کی توریت و انجیل میں ۱۲ منہ، پارہ ۲۶، سورہ فتحنا رکوع ۴

۵ جو لوگ کہ پہلے مہاجرین و انصار ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے ان کا اتباع اچھی طرح کیا۔ ان سب سے اللہ راضی ہے اور وہ سب اللہ سے راضی ہیں اور خدا نے مہیا کی ہیں ان کیلئے جنتیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۱۲ منہ، پارہ ۱۱، سورہ توبہ، رکوع ۱۳

Marfat.com

اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنت تجری تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا ط کہیں ان کے مصائب و تکلیف پر صبر کی بشارت اس طرح سناتا ہے فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی وقتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم سیاتھم ولادخلنھم جنت تجری من تحتھا الانھر[1] کہیں ان کے ایمان کی تصدیق فرما کر ان کو مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ ان لفظوں سے فرماتا ہے والذین امنوا وھاجروا وجھدوا فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولئک ھم المؤمنون حقا لھم مغفرۃ ورزق کریم[2] کہیں ان کی فضیلت تمام انبیا کی امتوں پر ان لفظوں سے ظاہر فرماتا ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ[3] ط کہیں ان کے مصائب اور تکلیف پر انہیں خلافت کا وعدہ دے کر یوں تسلی فرماتا ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض[4] کہیں ان کی قلت سے کثرت پر پہونچنے کی ان دل خوش کن لفظوں سے تمثیل دیتا ہے۔ کزرع اخرج شطئہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار[5] ط کہیں ان کی کثرت پر

---

[1] جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے وطنوں سے نکالے گئے اور میری راہ میں وہ تکلیف دیئے گئے اور انہوں نے جہاد کیا اور مارے گئے ہیں اُن سے ان کی برائیاں دور کروں گا اور ان کو جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی ۱۲ منہ پارہ ۴، سورہ آل عمران، رکوع ۲۰

[2] جو لوگ کہ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے کہ ان کو جگہ دی اور نصرت کی یہی لوگ ہیں سچے ایمان والے، انہیں کے لئے ہے مغفرت اور رزق کریم ۱۲ منہ، پارہ ۱۰ سورہ انفال، رکوع ۱۱

[3] تم ہو بہترین امت کہ چن لئے گئے ہو آدمیوں میں سے تم بھلی بات کا حکم کرتے ہو اور بُری بات سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔ ۱۲ منہ، پارہ ۴، سورہ آل عمران، رکوع ۱۲

[4] اللہ وعدہ کرتا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے عمل کئے کہ ان کو خلیفہ بنائیگا زمین میں ۱۲ منہ پارہ ۱۸، سورہ نور رکوع ۷

[5] جیسے کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا پھر اس کی کمر مضبوط ہوئی پھر موٹا ہوا اور اپنی نال پر کھڑی ہو گئی خوش معلوم ہوتا ہے کھیتی والوں کو تا کہ جلا دے ان سے کافروں کو ۱۲ منہ، پارہ ۲۶، سورہ فتحنا، رکوع ۴

Marfat.com

یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ؕ[۱] اور ان کے غلبہ و نصرت پر وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۙ وَّمَغَانِمَ کَثِیْرَۃً یَّاْخُذُوْنَھَا ؕ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ؕ[۲] فرما کر دنیا میں اسلام کی خوبی اور استحکام کا اشتہار دیتا ہے۔ لیکن اگر شیعوں کے عقیدے سچ ہیں اور انکے خیالات صحابہ کرام کی نسبت صحیح ہیں تو ان آیتوں کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اور اگر یہ صرف اہل بیت کی شان میں سمجھی جائیں۔ یا ان کی نسبت جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے انتقال کر گئے تھے۔ یا ان کی شان میں جو حسب زعم شیعہ پچیس ۲۵ برس تک مرتد رہ کر پھر امیر المومنین کے شریک ہو گئے تھے۔ تو اس سے خدا کے کلام میں گویا تحریف معنوی کا اقرار کرنا پڑتا ہے وکیت یجوز لاحد من المسلمین ان یتکلم بمثل ھذا و یبدل کلام اللہ من تلقاء نفسہ ویحرفہ عن موضعہ فیا حسرۃ علیھم لم لا یتفکرون فی ھذہ الآیات الیس فیھم رجل رشید اور اگر ہم آیات قرآنی اور مذہبی خیالات سے درگذر کریں اور صرف انسانی عقل کو کام میں لائیں تو شیعوں کے عقیدے کے موافق مذہب اسلام سب مذہبوں سے زیادہ کمزور۔ اور اس کے بانی کے وعظ و ہدایت کا اثر دیگر مذاہب کے بانیوں کی بہ نسبت زیادہ ضعیف معلوم ہو۔ کیونکہ جب ہم اس بات کو مانیں کہ وہ لوگ جنہوں نے بلا واسطہ قرآن سنا اور جبرئیل کا آنا دیکھا۔ اور آپکی صحبت کا فیض حاصل کیا۔ اور سب سے اوّل ایمان لائے۔ اور آپ کے بعد بھی ساری عمر اشاعت اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ میں صرف کرتے رہے وہ سب کے سب اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْہُمْ اپنے پیشوا کے انتقال فرماتے ہی بدترین افعال کی طرف جھک پڑے۔ اور دیانت و صداقت کے وہ اخلاقی جوہر جس سے ان کے دل مزیب اور مزین ہو گئے تھے۔ انکے سینوں سے یک لخت جاتے رہے۔ تو سوا اس کے کیا نتیجہ اس سے ہم نکال سکتے ہیں کہ مذہب اسلام جو بہترین مذہب کہا جاتا ہے۔ سب مذہبوں میں ذلیل۔ اور امت محمدی جو سب امتوں میں افضل سمجھی جاتی ہے۔ دیگر امتوں سے بدتر ہے۔ اس لئے کہ جب ہم دوسرے مذہبوں پر نظر کرتے ہیں یہاں تک کہ بدھ اور ہنود اور جین اور پارسی فرقہ کے ابتدائی معتقدین کے حالات سنتے ہیں تو ہم کسی مذہب میں نہیں دیکھتے کہ ان مذاہب کے ابتدائی معتقدین نے اپنے پیشواؤں کی ہدایت اور نصیحت کو اس قدر جلد بھلا دیا ہو۔ اور ان کے احکام سے ایسی سرتابی کی ہو جیسے کہ اسلام کے ابتدائی ماننے والوں کی نسبت حضرات شیعہ بیان کرتے ہیں جب ہم مشرکین اور کفار کے مذہب میں یہ مثال نہیں پاتے۔ اور انکے طبقہ اولیٰ کو اپنے رہنما کے بتائے ہوئے رستہ

---

[۱] داخل ہوتے ہیں اللہ کے دین میں فوج فوج ۱۲ منہ پارہ ۳۰، سورۂ نصر

[۲] اور پہونچائے گا انکو فتح قریب اور بہت سی غنیمت کہ وہ لیں گے اسکو اور اللہ عزیز و حکیم ہے ۱۱ منہ پارہ ۲۶ سورۂ فتحنا، رکوع ۲

سے ایسا بھٹکتا اور گمراہی کے قعر میں ایسا گرتا ہوا انہیں دیکھتے۔ اور شیعوں کے قول کے موافق اس قسم کی ضلالت اور بداخلاقی اور بداعمالی کو اسلام ہی کے پہلے طبقے میں پاتے ہیں۔ تو سوا اس کے کیا چارہ ہے کہ ان کے اصول کے موافق مذہب اسلام کو قدرت کے اس عام قاعدے سے بھی مستثنیٰ سمجھیں۔ اور اسکے بانی کے وعظ و ہدایت کو ایسا کمزور و ضعیف مانیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمانوں میں سے سوائے تین چار کے کسی پر وہ اپنا اثر قائم نہ رکھ سکا اور نہ بجز چند عزیزوں اور دو چار اغیار کے کسی کو ارتداد اور رجعت الی الکفر سے روک سکا۔ اور یہ وہ باتیں ہیں کہ مسلمان تو ایک طرف مخالفین اسلام بھی غلط سمجھتے ہیں۔ ان کو بھی صحابہ کے حالات نے اس کہنے پر مجبور کیا ہے کہ وہ ان کو نہ صرف پکا مومن سمجھیں بلکہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے اصحاب و حواریین پر بھی فضیلت دیں۔

فضیلت صحابہ بہ شہادت سر ولیم میور مؤرّخ نصرانی

اگر کوئی شخص ان تحریروں کو دیکھے جو منکرین نبوت نے باوجود انکار نبوت کے اسلام کی نسبت اور صحابہ کرام کے متعلق کی ہیں تو بے اختیار اس کے دل سے یہی آواز نکلے گی کہ ان مسلمانوں سے جو صحابہ کو مرتد و کافر و منافق سمجھتے ہیں وہی زیادہ منصف اور سمجھدار ہیں جو صحابہ کی نسبت غیر متعصبانہ رائے ظاہر کرتے ہیں دیکھو سر ولیم میور ایسے متعصب عیسائی کیا لکھتے ہیں۔ اور واقعات نے ان کو کس چیز کی تحریر پر مجبور کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب لیف آف محمدؐ کی جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ "ہجرت سے تیرہ برس پہلے مکہ ایک ذلیل حالت میں بے جان پڑا تھا۔ مگر ان تیرہ برسوں میں کیا ہی اثر عظیم پیدا ہوا کہ سینکڑوں آدمیوں کی جماعت نے بت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش اختیار کی اور اپنے اعتقاد کے موافق وحی الٰہی کی ہدایت کے مطیع و منقاد ہو گئے۔ اسی قادر مطلق سے بکثرت و بشدت دعا مانگتے اسی کی رحمت پر مغفرت کی امید رکھتے۔ اور حسنات و خیرات اور پاک دامنی اور انصاف کرنے میں بڑی کوشش کرتے تھے۔ اب انہیں شب و روز اسی قادر مطلق کی قدرت کا خیال تھا۔ اور یہ کہ وہی رزاق ہماری ادنیٰ حوائج کا بھی خبر گیراں ہے۔ ہر ایک قدرتی اور طبعی عطیہ میں ہر ایک امر متعلقہ زندگانی میں۔ اور اپنی خلوت و جلوت کے ہر ایک حادثے اور تغیر میں۔ اسی کے ید قدرت کو دیکھتے تھے۔ اور اس سے بڑھ کر اس نئی روحانی حالت کو جس میں خوشحال اور حمد کناں رہتے تھے۔ خدا کے فضل خاص و رحمت با اختصاص کی علامت سمجھتے تھے۔ اور اپنے کور باطن اہل شہر کے کفر کو خدا کے تقدیر کئے ہوئے خذلان کی نشانی جانتے تھے۔ محمدؐ کو جو ان کی ساری امیدوں کے ماخذ تھے۔ اپنا حیات تازہ بخشنے والا سمجھتے تھے۔ اور ان کی ایسی کامل طور پر اطاعت کرتے تھے جو ان کے رتبہ عالی کے لائق تھی (حرابی ۱۲) ایسے تھوڑے

ہی زمانہ میں مکہ اس عجیب تاثیر سے دو حصوں میں منقسم ہو گیا تھا جو بلالحاظ قبیلہ و قوم ایک دوسرے کے درپے مخالف و ہلاکت تھے مسلمانوں نے مصیبتوں کو تحمل و شکیبائی سے برداشت کیا۔ اور گویا ایسا کرنا انکی مصلحت تھی مگر تو بھی ایسی عالی ہمتی کے بردباری سے وہ تعریف کے مستحق ہیں ایک سو مرد اور عورتوں نے اپنا گھر بار چھوڑا لیکن ایمان عزیز سے اپنا مونہہ نہ موڑا۔ اور جب تک کہ یہ طوفان مصیبت فرو ہوے حبش کو ہجرت کر گئے۔ پھر اس تعداد سے بھی زیادہ آدمی کہ ان میں نبی بھی شامل تھے اپنے عزیز شہر اور مقدس کعبہ کو جو ان کی نظر میں تمام روئے زمین پر سب سے زیادہ مقدس تھا چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر آئے۔ اور یہاں بھی اسی جادو بھری تاثیر نے دو یا تین برس کے عرصہ میں ایک برادری واسطے ان لوگوں کے جو نبی اور مسلمانوں کی حمایت میں جان دینے کو مستعد ہو گئے تیار کر دی۔

فضیلت صحابہ بہ شہادت گاڈفری ہیگنس مورخ نصرانی

ایک دوسرا عیسائی فاضل گاڈفری ہیگنس اپنی کتاب موسوم بہ "اپالوجی فار محمدؐ" میں لکھتا ہے کہ "باوجودیکہ محمدؐ اور عیسیٰ کی ابتدائی سوانح عمری میں ایسے حالات ہیں جن میں عجیب مشابہت پائی جاتی ہے۔ لیکن بہت سے ایسے ہیں جن میں بالکل اختلاف ہے۔ مثلاً عیسیٰ کے اول بارہ مریدوں کو نا تربیت یافتہ و کم رتبہ مانا گیا ہے۔ بخلاف محمد کے اول مریدوں کے کہ بجز اس کے غلام کے سب لوگ بڑے ذی وجاہت تھے۔ اور جب وہ خلیفہ اور افسر فوج اسلام ہوئے تو اس زمانے میں جو کچھ انہوں نے کام کئے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں اول درجہ کی لیاقتیں تھیں۔ اور غالباً ایسے نہ تھے کہ بآسانی دھوکہ کھا جاتے۔ عیسیٰ کے اول مریدوں کی کم رتبگی کو مولشیم صاحب دین عیسائی کی خوبی سمجھتے ہیں۔ مگر سچ پوچھو تو میں بمجبوری مقر ہوں کہ اگر لاک اور نیوٹن جیسے اشخاص مذہب عیسوی کے اول محققین میں سے ہوتے تو مجھ کو بھی اطمینان کامل ویسا ہی ہوتا پس اس سے ثابت ہے کہ ایک ہی شے مختلف شخصوں کو کیسی مختلف معلوم ہوتی ہے۔

مورخ گبن کا بیان

بڑے مشہور مورخ گبن نے بیان کیا ہے کہ "پہلے چاروں خلیفوں کے اطوار یکساں صاف اور ضرب المثل تھے۔ ان کی سرگرمی دلدہی اخلاص کے ساتھ تھی۔ اور ثروت و اختیار پا کر بھی انہوں نے اپنی عمریں ادائے

Marfat.com

فرائض اخلاقی و مذہبی میں صرف کیں۔ پس یہی لوگ محمدؐ کے ابتدائی جلسہ کے شریک تھے جو پیشتر اس سے کہ اس نے اقتدار حاصل کیا یعنی تلوار پکڑی اس کے جانب وار ہو گئے۔ یعنی ایسے وقت میں کہ وہ ہدف آزاد ہوا۔ اور جان بچا کر اپنے ملک سے چلا گیا۔ ان کے اوّل ہی اوّل تبدیلی مذہب کرنے سے ان کی سچائی ثابت ہوتی ہے اور دنیا کی سلطنتوں کے فتح کرنے سے انکی لیاقت کی قوت معلوم ہوتی ہے۔

" اس صورت میں کوئی یقین کر سکتا ہے؟ کہ ایسے شخصوں نے ایذائیں سہیں اور اپنے ملک سے جلاوطنی گوارہ کی اور سرگرمی سے اس کے پابند ہوئے۔ اور یہ سب امور ایک ایسے شخص کی خاطر ہوئے ہوں جس میں ہر طرح کی برائیاں ہوں۔ اور اس سلسلۂ فریب اور سخت عیاری کے لئے ہوں جو انکی تربیت کے بھی خلاف ہو اور ان کی ابتدائی زندگی کے تعصّبات کے بھی مخالف ہو۔ اس پر یقین نہیں ہو سکتا یہ خارج از حیطۂ امکان ہے،،

" عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد کے مسائل نے اس درجہ نشۂ دینی اس کے پیرووں میں پیدا کیا کہ جس کا عیسےٰ کے ابتدائی پیرووں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے۔ اور اس کا مذہب اس تیزی کے ساتھ پھیلا جس کی نظیر دین عیسوی میں نہیں چنانچہ نصف صدی سے کم میں اسلام بہت سے عالیشان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آگیا۔ جب عیسےٰ کو سولی پر لے گئے تو اس کے پیرو بھاگ گئے۔ اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجے میں چھوڑ کر چل دیئے۔ اگر بالفرض اس کی حفاظت کرنے کی ان کو ممانعت تھی تو اسکی تشفی کیلئے تو موجود رہتے۔ اور صبر سے اس کے اور اپنے ایذا رسانوں کو دھمکاتے۔ برعکس اس کے محمدؐ کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد و پیش رہے۔ اور اس کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر کل دشمنوں پر اس کو غالب کر دیا،، انتہی قولہ۔

کیسی حالت بدل جائے اور کس قدر اصلاح مذہبی حالات میں حضرات لامیہ کے ہو جائے اگر وہ اس بات کو یاد رکھیں جس کے یاد رکھنے کی نصیحت یہ عیسائی مورخ اپنے بھائی عیسائیوں کو کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے اصحاب حضرت عیسیٰ کے حواریوں سے زیادہ دل کے قوی۔ اور ایمان میں زیادہ پکے۔ اور اخلاص میں زیادہ ثابت۔ اور اپنے نبی کی حفاظت میں جان کے قربان کرنے والے تھے۔ مگر افسوس کہ وہ ان تاریخی واقعات کو جسے منکرین اسلام تک مانتے ہیں نہیں مانتے۔ اور اسلام کے ان نتائج سے جس سے اس کی عظمت اور صداقت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے انکار کرتے ہیں۔

سر ولیم مورخ پھر اپنی کتاب لیف آف محمدؐ میں جہاں انہوں نے حضرت عیسیٰ کے حواریین اور مہاجرین و

Marfat.com

انصار کے حالات کا مقابلہ کیا ہے لکھتے ہیں کہ "جس زمانے تک مقابلہ کرنا ممکن ہے اس میں تکلیفات کی برداشت کرنے اور دنیاوی لالچوں کے قبول نہ کرنے میں دونو (حضرت مسیح اور آنحضرت) برابر ہیں۔ لیکن محمدؐ کے تیرہ برس کے موعظہ نے بمقابلہ کل زمانہ زندگی کے ایک ایسا انقلاب پیدا کیا جو ظاہر میں لوگوں کی نظر میں بہت بڑا معلوم ہوتا ہے۔ مسیح کے تمام پیرو خوف کی آہٹ معلوم ہوتے ہی بھاگ گئے۔ اور ہمارے خداوند کی تعلیم نے ان پانچ سو آدمیوں کے دل پر جنھوں نے ان کو دیکھا تھا خواہ کیسا ہی گہرا اثر پیدا کیا ہو۔ مگر ظاہر میں اسکا کچھ نتیجہ دکھائی نہیں دیا۔ ان میں سے کسی نے بھی اپنی خوشی سے اپنا گھر نہیں چھوڑا۔ اور نہ سیکڑوں نے مسلمانوں کی طرح بالاتفاق مہاجرت اختیار کی۔ اور نہ ویسا پرجوش ارادہ ہی کسی سے ظاہر ہوا جیساکہ ایک غریب شہر (یثرب) کے نومسلموں نے اپنے خون کے عوض اپنے پیغمبر کے بچانے میں کیا۔"

بیان تحریری سر ولیم میور

یہ چند روایتیں جوکہ اوپر ہم نے نقل کیں وہ عام مہاجرین و انصار اور اصحاب نبوی کی نسبت تھیں اب ہم بالتفصیل اس رائے کو بیان کرتے ہیں جو حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت سر ولیم میور نے ظاہر کی ہے چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی نسبت وہ اپنی کتاب موسوم بہ ازلی خلافت میں یہ لکھتے ہیں۔

"آخری دم تک ابوبکرؓ کے دل و دماغ کی صفائی اور طاقت کا مطلع مکدر نہ ہونے پایا جیساکہ ہم ذکر کر چکے ہیں انہوں نے اپنی زندگی کے آخری دن باریابی دی اور معاملات کی نازک صورت کو جانچ کر عمرؓ کو حکم فرمایا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے ایک دستہ فوج تیار کر کے جانب عراق روانہ کریں۔ بیماری کی حالت میں زندگی کی بے ثباتی اور ناپائیدار زینت کے متعلق ان اشعار کا مضمون ان کی زبان پر جاری رہا (یہ ترجمہ سر ولیم میور کی کتاب سے انگریزی اشعار کا نظم میں کیا گیا ہے) ؎

کون ایسا ہے یہاں جو حشمت و مال و متاع — اپنے وارث کو نہیں جاتا ہے چھوڑ انجام کار
ایک دن اس شخص کا بھی مال لوٹا جائے گا — جس نے ہو کر بے دھڑک کی ہے بہت سی لوٹ مار
لوٹ کر آجائے گا ایک دن سفر سے بالضرور — گر مسافر نے سفر کوئی کیا ہے اختیار
موت کے رستہ سے لیکن لوٹنا ممکن نہیں — سخت جاں فرسا ہے اور ہیبت بھرا یہ راہگذار

ایک شخص نے جو آپ کے بستر مرگ کے پاس بیٹھا ہوا تھا زمانہ جاہلیت کے ایک شاعر کے کچھ اشعار مناسب

حال پڑھے۔ آپ ناراض ہوئے اور فرمانے لگے کہ ایسا مت کہو بلکہ یوں کہو وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذَٰلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۝ آخری کام جو انہوں نے کیا وہ یہ تھا کہ عمرؓ کو اپنے پاس بلایا اور انہیں ایک طول طویل نصیحت کی۔ اور فرمایا کہ یہ میری آخری وصیت ہے کہ درشتی اور سختی کو نرمی اور لینت کے ساتھ ملائے رکھنا۔ تھوڑی دیر کے بعد ان پر غشی کا عالم طاری ہونے لگا اور نزع کے وقت کو قریب پہنچتا دیکھ کر ان الفاظ کو زبان پر لا کر جان بحق تسلیم ہوئے۔ یا اللہ ایسا کر کہ میں سچا مومن مروں۔ یا اللہ مجھے ان لوگوں کے گروہ میں اٹھا جن کو تو نے برکت بخشی ہے۔ ابوبکرؓ نے دو برس اور تین مہینے عہد حکومت کے بعد ۲۲ اگست ۶۳۴ء کو رحلت فرمائی۔ آپ کی خواہش کے بموجب غسل میت انہیں ان کی بی بی اسما اور آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن نے دیا۔ تکفین آپ کی انہیں کپڑوں میں ہوئی جو وفات کے وقت وہ پہنے ہوئے تھے۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا کہ نئے کپڑے زندوں کے لئے موزوں ہیں۔ اور پرانے کپڑے جسم بے جان کیلئے جسے کرموں کا طعمہ ہونا ہے۔ جن اصحاب نے رسول اکرمؐ کے جنازے کو کندھا دیا تھا۔ وہی ابوبکرؓ کے جنازہ بردار ہوئے۔ انہیں اس مزار میں دفن کیا جس میں رسول اللہؐ آرام فرما تھے۔ خلیفہ مغفور کا سر اپنے آقا کے بازو کے برابر تکیہ زن تھا عمرؓ نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ جنازے کو بہت دور رجانا نہیں تھا صرف مسجد نبوی کا صحن طے کرنا تھا کیونکہ ابوبکرؓ نے اسی مکان میں انتقال فرمایا جو رسول اللہؐ نے ان کے رہنے کیلئے اپنے مکان کے سامنے تجویز فرمایا تھا۔ اور جہاں سے مسجد نبوی کے کشادہ صحن پر نگاہ پڑتی تھی۔ ابوبکرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے کا اکثر حصہ اسی مکان میں بسر کیا۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد چھ مہینے تو البتہ پہلے کی طرح زیادہ تر سنح میں ان کا قیام رہا جو مدینے کے نواح میں واقع ہے۔ یہاں پر ان کا مسکن ایک سادہ سا مکان تھا جو کھجور کے تختوں سے پٹا تھا۔ اس مکان میں وہ اپنی بی بی حبیبہ کے اعزہ و اقارب کے ساتھ رہتے تھے۔ حبیبہ سے ان کی شادی اس وقت ہوئی جبکہ وہ مدینے میں تشریف لائے تھے۔ ان کی وفات پر ان کی یہ بی بی حمل سے تھیں اور کچھ تھوڑے عرصہ بعد ان کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

ہر صبح ابوبکرؓ سوار ہو کر یا پیادہ پا مسجد نبوی کی طرف جہاں رسول اللہؐ اپنی عین حیات میں فرمانروا رہے تشریف لے جاتے تھے تاکہ امور مملکت کو انجام دیں۔ اور ان کی غیر حاضری میں عمرؓ ان کے قائم مقام ہوتے تھے ہاں جمعہ کے دن جبکہ کوئی خطبہ یا وعظ کہنا ہوتا تھا تو وہ دوپہر تک گھر میں رہتے تھے۔ اس دن وہ اپنے سر اور

ے اور آئی بیہوشی موت کی تحقیق یہ وہ ہے جس سے تو ٹل رہا کرتا تھا۔ موضع پارہ ۲۶ سورہ ق رکوع ۲۔

داڑھی کو خضاب لگاتے تھے۔ اور لباس کے پہننے میں ذرا زیادہ احتیاط اور صفائی کو مدنظر رکھتے تھے۔ اس سیدھے سادے مکان میں اپنے اوائل عمر کی سادگی اور روکھی پھیکی طرز زندگی کو مرعی رکھا گھر کی بکریوں کیلئے چارہ آپ خود لاتے تھے اور ان کا دودھ آپ خود دوہتے تھے۔ اوّل اوّل تو آپ نے اپنی خانگی اخراجات کے کفالت کے لئے تجارت کا سلسلہ جاری رکھا مگر جب آپکو معلوم ہوا کہ ایسا کرنے سے انتظام سلطنت میں فرق آتا ہے۔ آپنے اور سب کاموں کو چھوڑ دیا اور اپنے گھر کے خرچ کے لئے چھ ہزار درہم سالانہ کی رقم قبول کرنا منظور فرمالیا

چونکہ سنح مسجد نبوی سے بہت فاصلے پر واقع تھا اور مسجد نبوی میں رسول اللہ کے زمانے سے سلطنت کے امور طے ہوتے چلے آتے تھے اس لئے آپ نے یہاں نقل مکان کر لیا۔ اور ساتھ ہی بیت المال کو بھی یہیں لے آئے۔ اسلام کا بیت المال ان دنوں میں نہایت سادہ سا ہوتا تھا۔ نہ تو اس کے لئے پہرہ اور چوکیدار کی ضرورت ہوتی تھی۔ نہ حساب کے دفتر کی احتیاج۔ خراج کی آمدنی غربا میں تقسیم کردی جاتی تھی یا سامان جنگ اور اسلحہ پر صرف ہوتی تھی مالِ غنیمت اور سونا چاندی خواہ وہ کانوں سے آتا خواہ اور کہیں سے آتے ہی یا آنے کے بعد دوسری صبح کو تقسیم کر دیا جاتا۔ اس تقسیم میں سب کا حصہ برابر ہوتا تھا۔ نو مسلم اور دیرینہ مسلم ذکور واناث غلام و احرار سب مساوی حصّہ کے مستحق تھے۔ بیت المال اسلام پر ہر مومن عرب کا ایک سا دعویٰ ہوتا تھا جب کوئی یہ کہتا کہ اسلام پہلے قبول کرنے کے باعث مجھے ترجیح حاصل ہے اور اس لئے مجھے زیادہ حصّہ ملنا چاہئے۔ تو ابوبکرؓ فرماتے کہ یہ اللہ کا کام ہے۔ اللہ ہی ان لوگوں کو جنھوں نے ترجیح حاصل کی ہے دوسری دنیا میں نیک اجر عطا فرمائے گا۔ یہ انعام واکرام محض موجودہ زندگی سے علاقہ رکھتے ہیں۔ آپ کی وفات پر عمرؓ نے بیت المال کو کھلوایا تو معلوم ہوا کہ صرف ایک دینار باقی ہے جو شاید باتفاق تھیلیوں میں سے گر پڑا تھا یہ دیکھ کر سب کے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ اور انہوں نے آپ کیلئے دعا مغفرت مانگی اور برکت بھیجی آپ نے بیت المال میں سے جو کچھ بطور وظیفہ لیا تھا۔ اسے بھی آپ کی کانشینس نے روانہ رکھا۔ لہذا وفات کے وقت آپ نے حکم صادر فرمایا کہ بعض حصص اراضی جو میری ملکیت سے ہیں فروخت کی جائیں اور جو قیمت وصول ہو اس میں سے بقدر اس روپے کے جو میں نے بیت المال میں سے لیا ہے بیت المال میں واپس داخل کر دیا جائے۔

ابوبکرؓ کی طبیعت نہایت ہی حلیم اور نرم واقع ہوئی تھی۔ عمرؓ کا قول تھا کہ ایسا اور کوئی شخص نہیں جس پر لوگ اپنی جان اس شوق سے نثار کر دیں گے جیسی ابوبکرؓ پر۔ آپ یہاں تک نرم دل تھے کہ لوگوں نے آپ

Marfat.com

کو "ٹھنڈی سانس بھرنے والا" کا خطاب دے رکھا تھا۔ باستثنا ایک دفعہ کے جب کہ آپ نے ایک مفسد قزاق کو آگ میں جلوا دیا اور جس کا آپ کو ہمیشہ افسوس رہا۔ اور کوئی بے رحمی آپ سے کبھی ظہور میں نہیں آئی

ابوبکرؓ کی زندگی دربار میں بھی اسی سادگی اور قناعت کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی جیسے حضرت محمدؐ کی آپ کے دربار پر یہ مصرعہ صادق آتا ہے ع

گیر و دار حاجب و دربان درین درگاہ نیست

تزک و احتشام اور عظمت و شان جو درباروں کے ساتھ لازمی طور پر وابستہ ہوا کرتے ہیں انکے دربار میں نام کو نہ تھے۔ امور مملکت کے طے کرنے میں وہ نہایت مستعد اور سرگرم تھے۔ وہ اکثر راتوں کو اکیلے نکل جایا کرتے تاکہ محتاجوں اور ستم رسیدوں کو حاجت براری اور شنوائی کریں۔ اور عمرؓ نے ایک دفعہ انہیں ایک اندھی غریب بیوہ کا پرسان حال پایا۔ جس کی حاجت برآری کے لئے خود تشریف لائے تھے محکمہ عدالت عمرؓ کے سپرد کیا گیا۔ مگر روایت ہے کہ سال بھر کے عرصے میں مشکل سے دو مدعی بھی مقدمے کے لئے نہیں آئے ریاست کی مہر پر الفاظ نعم القادر اللّٰہ کندہ تھے۔ خط و کتابت کا کام علیؓ کے سپرد تھا۔ اور ابوبکر زید (رسول اللّٰہ کے میرمنشی اور جامع قرآن) اور عثمان سے یا کسی اور اہل قلم سے جو وقت پر پاس ہوتا مدد لیا کرتے تھے۔ اعلیٰ عہدوں اور اعلیٰ فوجی خدمتوں کے لئے اپنے نائبوں کے انتخاب میں آپ نے کبھی طرفداری یا رعایت کو مدنظر نہیں رکھا۔ اور چال چلن کے اندازہ لگانے میں ان کی رائے ہمیشہ سلیم اور صائب ہوتی تھی۔

ابوبکرؓ میں عزیمت اور استقلال کی کچھ کمی نہیں ہوتی تھی۔ اسامہ کے زیر کمان فوج روانہ کرنا اور مشرک قوموں کے برخلاف مدینہ کو محفوظ رکھنا اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ آپ تن تنہا تھے اور چاروں طرف گویا ایک کالی گھٹا چھا رہی تھی اس عزم اور جرأت کا شاہد ہے جو فتنہ و فساد کی آگ بجھانے اور بغاوت کے فرو کرنے میں بہ نسبت کسی بات کے زیادہ کارآمد ثابت ہوا۔ ابوبکرؓ کی قوت کا راز وہ ایمان راسخ تھا جو آپ حضرت محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم پر لائے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے خلیفہ خدا مت کہو۔ میں رسول خدا کا خلیفہ ہوں۔ آپ کو ہمیشہ یہی سوال مدنظر رہتا تھا کہ حضرت محمد صلے اللّٰہ علیہ وسلم کا کیا حکم تھا؟ یا اس وقت وہ ہوتے تو کیا کرتے؟ اس سوال کے جواب پر عمل کرتے وقت وہ سرمو تجاوز نہ فرماتے تھے۔ اور اس طرح پر آپ نے شرک اور بت پرستی کو پائمال کر دیا اور اسلام کی بنیاد

Marfat.com

استوار قائم فرمائی۔ آپ کا عہد مختصر تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کوئی ایسا نہیں ہوا جس کا اسلام کو ان سے زیادہ ممنون اور مرہون احسان ہونا چاہئے۔ چونکہ ابوبکرؓ کے دل میں رسول اکرمؐ کا اعتقاد نہایت راسخ طور پہ متمکن تھا۔ اور یہی عقیدہ خود رسول اکرمؐ کے خلوص اور سچائی کی ایک زبردست شہادت ہے۔ لہذا ہمیں نے آپ کی حیات وصفات کے تذکرے کے لئے کچھ زیادہ جگہ وقف کی ہے۔ اگر حضرت محمدؐ کو ابتدا سے اپنے کذاب ہونے کا یقین ہوتا تو وہ کبھی ایسے شخص کو دوست اور عقیدت مند نہ بنا سکتے۔ جو نہ صرف دانا اور ہوشمند تھا بلکہ سادہ مزاج اور صفائی پسند بھی تھا ابوبکرؓ کو نفسانی عظمت وشوکت کا کبھی خیال نہیں آیا۔ انہیں شاہانہ اقتدار حاصل تھا اور وہ بالکل خود مختار تھے۔ مگر وہ اس طاقت واقتدار کو صرف اسلام کی بہتری اور کافۂ انام کے فائدہ پہونچانے میں عمل میں لایا کئے۔ ان کی ہوشمندی اس امر کی مقتضی نہ تھی کہ خود فریب کھالیں۔ اور وہ خود ایسے متدین تھے کہ کسی کو دھوکا نہ دے سکتے تھے،، انتہی قولہ

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نسبت سر ولیم میور یہ لکھتے ہیں۔

”۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ ہجری کو عمرؓ نے ساڑھے دس سال کی عہد حکومت کے بعد انتقال فرمایا رسول اللہؐ کے بعد سلطنت اسلام میں سب سے بڑے شخص عمرؓ تھے، کیونکہ یہ انہیں کی دانائی واستقلال کا ثمرہ تھا کہ ان دس سال کے عرصے میں شام، مصر اور فارس کے علاقے جن پہ اس وقت سے اسلام کا قبضہ رہا ہے تسخیر ہو گئے۔ ابوبکرؓ نے مشرک اقوام کو مغلوب تو کر دیا تھا لیکن ان کے عہد میں افواج اسلام صرف شام کی سرحد تک ہی پہونچی تھیں۔ عمرؓ جب مسند خلافت پہ بیٹھے تو اس وقت ان کے قبضے میں صرف عرب تھا مگر جب آپ نے انتقال فرمایا تو آپ ایک بڑی سلطنت کے خلیفہ تھے۔ جو فارس، مصر، شام یا فلسطین اپنے سلطنت کے بعض نہایت ہی زرخیز اور دلکش صوبوں پر مشتمل تھی۔ مگر باوجود ایسے عظیم الشان سلطنت کے فرمانروا ہونے کے آپ کو کبھی اپنی فراست اور قوت فیصلہ کی متانت کے میزان میں پاسنگ رکھنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ آپ نے سردار عرب کے سادہ اور معمولی لقب سے کسی زیادہ عظیم الشان لقب سے اپنے آپ کو ملقب نہیں کیا۔ دور دراز صوبوں سے لوگ آتے اور مسجد نبوی کے صحن کے چاروں طرف نظر دوڑا کر استفسار کرتے کہ خلیفہ کہاں ہیں؟ حالانکہ شاہنشاہ یعنی خلیفہ سادہ لباس میں ان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

Marfat.com

عمرؓ کی سوانح عمری کا نقشہ کھینچنے کے لئے صرف چند خطوط کی ضرورت ہے سادگی اور پابندی فرائض ان کے اصول کے اعلیٰ ارکان تھے۔ اپنی اہم خدمت کے بجا لانے میں کسی کی رعایت نہ رکھنا اور سرگرمی سے کام لینا آپ کا خاصہ ہو گیا تھا۔ اور اس بڑی جواب دہی کا بار آپ کو ایسا گراں معلوم ہوتا تھا کہ بسا اوقات آپ فرماتے کہ ع

کاشکے مادر نزادے مرا

اے کاش بجائے اس کے میں گھاس کا تنکا ہوتا۔ آپکا مزاج ناصبور اور جلد مشتعل ہو جانے والا تھا۔ اور ایام جوانی میں بلکہ رسول اللہ کی زندگی کے آخری حصہ میں بھی آپ انتقام کے سخت مؤید اور حامی خیال کئے جاتے تھے تلوار کو نیام سے نکالنے کے لئے آپ ہر وقت تیار رہتے تھے۔ اور آپ ہی نے جنگ بدر کے خاتمے پر یہ صلاح دی تھی کہ تمام قیدیوں کو تہ تیغ کیا جائے۔ لیکن عمر اور رتبے نے ان کے مزاج کی تندی اور درشتی کو مبدل بہ حلم کر دیا تھا۔ عدل اور انصاف ان میں بحدّ کمال تھا اور سوائے اس سلوک کے جو آپ نے غیر فیاضانہ اشتعالک کے ساتھ خالد سے کیا۔ اور وہ بھی اس لئے کہ آپ کو خالد کی وہ نامعقول حرکت جو اس سے ایک مغلوب دشمن سے بدسلوکی کرنے میں سرزد ہوئی نہایت قابل نفرین معلوم ہوئی اور کسی ایسے فعل کا آپ سے ظہور میں آنے کا پتا نہیں چلتا جس سے بے انصافی یا ظلم مترشح ہو۔

فوج کے سرداروں اور گورنروں کا انتخاب آپ نے بلا رو رعایت کیا۔ اور مغیرہ اور عمار کو چھوڑ کر باقی سب کا تقرر نہایت مناسب اور موزوں ہوا سلطنت کی متفرق قومیں اور جماعتیں جو مختلف الاغراض اور مختلف المقاصد تھیں۔ آپ کی قوت اور دیانت پر کامل بھروسہ رکھتی تھیں۔ اور آپ کے تنومند بازو نے قانون کے قواعد کو جاری اور سلطنت کو نہایت عمدگی سے سنبھالے رکھا۔

بصرہ اور کوفہ کی مخاصمت آئین مقامات کے گورنروں کے تغیر و تبدل میں البتہ آپ کی کچھ کمزوری ظاہر ہوتی ہے لیکن پھر بھی بدوؤں اور قریش کی متضاد عادی پر آپ نے ایک دباؤ ڈالے رکھا۔ اور انہوں نے اسلام میں آپ کی حین حیات میں کبھی فتنہ برپا کرنے کی جرأت نہ کی صحابہ میں سے جو زیادہ ممتاز تھے۔ انہیں آپ اپنے پاس مدینے میں رکھتے تھے۔ جس کی وجہ کچھ تو بلا شبہ یہ تھی کہ صلاح و مشورہ سے آپ کو تقویت دیں اور کچھ اس لئے (جیسا کہ آپ کا قول تھا) کہ میں نہیں چاہتا کہ ان کو اپنے سے کم رتبہ دیکر ان کی شان و عزت میں فرق لاؤں۔

Marfat.com

ہاتھ میں تازیانہ لے کر آپ مدینے کی گلیوں اور بازاروں میں پھرا کرتے۔ اور جو قصور وار ہوتا اُسے وہیں سزا دیتے۔ یہ بات ضرب المثل ہو گئی تھی کہ عمرؓ کا تازیانہ دوسرے کی تلوار سے زیادہ خوفناک ہے۔ مگر با ایں ہمہ آپ نہایت نرم دل تھے۔ اور بے تعداد واقعات آپ کے حلم اور مہربانی کے مذکور ہیں۔ مثلاً بیواؤں اور یتیموں کی حاجت براری کرنا۔ ایک مثال ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ قحط کے سال میں عرب میں سفر کر رہے تھے۔ آپکا گذر ایک غریب نادار عورت پر ہوا۔ جو بچوں کو لئے ہوئے چولہے کے پاس بیٹھی تھی اور بچے بھوک کے مارے بلبلا رہے تھے۔ چولہے پر ایک خالی ہنڈیا بچوں کی تسلی کے لئے بیچاری عورت نے چڑھا رکھی تھی۔ عمرؓ نے جب یہ دیکھا تو آپ بھاگتے ہوئے دوسرے گاؤں میں گئے۔ گوشت اور روٹی لائے۔ گوشت خود ہنڈیا میں چڑھایا اور خوب سا کھانا پکا کر بچوں کو کھلایا اور انہیں ہنستا کھیلتا چھوڑ کر تب آگے روانہ ہوئے،، انتہی قولہ

مجھے امید ہے کہ ناظرین حق پسند ان تحریروں کو دیکھ کر تسلیم کریں گے کہ واقعات نے عیسائیوں تک کو اسلام کی تعریف اور صحابہ کرام کے مکارم اخلاق اور محامد اوصاف کے ظاہر کرنے پر مجبور کیا ہے مگر تعجب ہے کہ خود اسلام کے مدعی ان واقعات سے انکار کریں اور عموماً صحابہ کرام کو اسلام اور اخلاق سے بے بہرہ بتائیں افسوس انسان کیسا ہی دانشمند اور عالم ہو مگر مذہبی تعصب اور آبائی تقلید اس کو سچ بات کے قبول کرنے اور کم سے کم اس کے اقرار کرنے سے ہمیشہ مانع ہوتی ہے۔ آفتاب کو دیکھتے ہیں کہ روشن ہے مگر اس کا اقرار نہیں کرتے۔ آنکھوں پر کچھ ایسا پردہ پڑ جاتا ہے کہ اسے دیکھتے ہی نہیں بعینہ یہی حال حضرات امامیہ کا ہے کہ صحابہ کا اسلام اور ان کا اخلاص آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہے قرآن بآواز اس کا اشتہار دے رہا ہے اسلام کے دشمن تک اس کی تصدیق کر رہے ہیں مگر وہ ہیں کہ اپنے تعصب اور ضد پر قائم ہیں۔ اور ایک لاکھ چودہ ہزار اصحاب نبوی کے مرتد اور منافق کہنے میں سرگرم بلکہ اس پر نازاں ہیں۔

135253

کیا اسلام کی بنیاد صرف اس بات سے مضبوط اور مستحکم مانی جاسکتی ہے کہ تئیس برس کی مدت میں جو کوشش رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان اور اخلاق کی تعلیم پر فرمائی۔ اور جس خدائی قوت اور آسمانی مدد سے آپ نے لوگوں کو ہدایت کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے اپنی وفات کے بعد قریب سوا لاکھ آدمیوں کے اسلام کے نام لینے والے چھوڑے مگر ان میں چند عزیزوں کے سوائے چار آدمیوں سے زیادہ کوئی سچا مسلمان اور پکا مومن اور دل سے خدا اور رسول کا ماننے والا اور ان کے حکموں پر چلنے والا نہ تھا۔ باقی نہ صرف منافق اور ایمان سے

Marfat.com

بے بہرہ تھے بلکہ ایسے ظالم سفاک سنگدل بے رحم تھے کہ آپ کے وفات فرماتے ہی سب نے اسی سردار کے گھر کو لوٹنا شروع کیا جس کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی تھی اور اسی کی اولاد پر ظلم و ستم کرنے لگے جن سے محبت رکھنا اور جن کی اطاعت کرنے کا انہوں نے بارہا اقرار اور دعویٰ کیا تھا اور ظلم بھی ایسے کئے کہ کبھی چشم فلک نے نہ دیکھے تھے۔ اس قسم کے خیالات سے جو خود مسلمانوں کا ایک فرقہ رکھتا ہے منکرین نبوت کو اس بات کے کہنے کا موقع ملے گا کہ رسالت کا مقصد صرف دنیاوی سلطنت کا قائم کرنا تھا اور لوٹ مار کی طمع اور امارت اور ریاست کی حرص نے ایک گروہ خود غرض، بدنفس، طماع اور حریصوں کا اس کے بانی کے ارد گرد جمع کر دیا تھا۔ ان ہزاروں آدمیوں کے دلوں پر جو رات دن پیغمبر خدا صلعم کی صحبت میں رہتے تھے نہ قرآن کی تعلیم کا کچھ اثر ہوا تھا نہ خدا کے رسول کے وعظ و نصیحت نے ان پر کچھ تاثیر کی تھی۔ نہ بانی اسلام اور اسلام کے ماننے والوں میں کوئی رشتہ اخلاص اور اطاعت اور ایمان اور محبت کا جیسا کہ کسی سچے پیغمبر اور اس کے ایمان لانے والوں میں ہوتا ہے قائم تھا بلکہ دونوں اپنے اغراض کے حاصل کرنے میں سرگرم اور مستعد تھے اور دو مختلف و متناقض قوتیں اپنے اپنے مقاصد کے پورا کرنے میں کام کرتی تھیں۔ سردار تو یہ چاہتا تھا کہ جو سلطنت اور ریاست اس کی قوت بازو سے قائم ہو وہ اسی کے گھر میں رہے کسی دوسرے کا تسلط نہ ہونے پاوے۔ اور اس کے ساتھی اس فکر میں تھے کہ ان کی محنت اور کوشش کا صلہ خود ان کو حاصل ہو اور ریاست کی مسند پر اپنے سردار کے بعد خود قابض ہوں۔

میرا یہ کہنا حقیقت میں نہ مبالغہ ہے نہ شیعوں کے عقائد پر بیجا الزام لگانا بلکہ ان واقعات اور حالات سے جن کو حضرات امامیہ سچ سمجھتے اور جن پر ان کے مذہب کی بنیاد قائم ہے یہی نتیجہ نکلتا ہے ان کے خیال کے موافق سوا اس کے اور کیا بات معلوم ہوتی ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرزو بعثت کے روز سے وفات کے وقت تک یہ تھی کہ جناب امیر ان کے بعد خلیفہ ہوں اور الی یوم القیام نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن دینی اور دنیاوی سلطنت پر انہیں کے خاندان کا قبضہ رہے۔ چنانچہ شیعوں کے اعتقاد کے موافق اس آرزو کو آپ نے طرح طرح سے ظاہر کیا اور اس کے لئے کوئی دقیقہ سعی اور کوشش کا اٹھا نہ رکھا کوئی موقع خلوت میں اور جلوت میں، سفر میں اور حضر میں، صلح اور جنگ میں، صحت میں اور بیماری میں ایسا نہیں چھوڑا۔ جس میں اپنی یہ خواہش اشارۃً یا صراحۃً ظاہر نہ فرمائی ہو۔ اور خدا کے احکام اور اس کے پیام اس کے متعلق نہ سنائے ہوں۔ اور اس حکم کے ماننے والوں کے فضائل اور ان کے لئے انواع و اقسام کے ثواب۔ اور اس سے عدول کرنیوالوں کے معائب اور انکے واسطے طرح طرح کے عذاب بیان نہ کئے ہوں۔ یہانتک کہ آخری کوشش آپ کی وہ تھی جو

Marfat.com

خم غدیر میں ظاہر فرمائی کہ ایک لاکھ آدمیوں کے مجمع میں اس کا اعلان صاف صاف لفظوں میں فرما دیا۔ اور جناب امیر کی امامت اور خلافت کا اشتہار دیکر سب سے اقرار لے لیا۔ اور اپنے سامنے اپنی جانشینی کو ہر طرح سے قوی اور مستحکم کر دیا۔ چنانچہ اس پر مبارک سلامت کی آوازیں بھی چاروں طرف سے بلند ہوگئیں اور خوشی کے شادیانے بھی بج گئے مگر اللہ رے بغض و نفاق اور اتفاق صحابہ کا کہ تین چار آدمیوں کے سوا ایک نے بھی اس کا خیال نہ رکھا۔ اور کسی نے بھی امیر المومنین کی خلافت اور امامت کا جو اس زور شور سے قائم کی گئی تھی اقرار نہ کیا۔ بلکہ آپ کی آنکھ بند ہوتے ہی سب کے سب اس عہد سے پھر گئے۔ اور اس پر غضب یہ ہے کہ اصل واقعہ کے واقع ہونے سے بھی ناواقفیت جتانے لگے۔ سب نے کچھ ایسا اتفاق کر لیا کہ گویا وہ مہتم بالشان واقعہ واقع ہی نہ ہوا تھا۔ اور خم غدیر میں علی رؤس الاشہاد برسر منبر آپ نے اپنی جانشینی کا اعلان فرمایا ہی نہ تھا۔ اس تمام واقعہ کی یادگار میں اگر کسی کی زبان پر کچھ باقی رہا تو صرف آپ کا یہ ارشاد کہ انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی[1] اور اس تمام تقریر میں اگر کسی نے اقرار کیا تو صرف آپ کے اس قول کا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ[2] اس کا مقصود اور ماحصل بیان کیا تو صرف یہ کہ ان سے محبت رکھنا اور انکی خاطر داری کرنا چاہیئے۔ مگر اس پر بھی عمل نہ کیا۔ اور بجائے محبت کے کھلم کھلا عداوت ظاہر کرنے لگے۔ اور پرانے کینے اور پشتینی رنج کے بدلے لینے لگے اور رسول خدا کی وصیت کو بھلا دیا۔ اور قرآن کو پس پشت ڈال دیا۔ اور جو عہد کئے تھے انہیں توڑ دیا۔ اور اس طرح سے وہ دین سے خارج اور اسلام سے باہر ہو گئے

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی حالت میں رسالت اور شریعت پر کیا اطمینان رہے گا۔ اسلئے کہ یہی لوگ جن کے اخلاق اور خصائل ایسے بُرے تھے وہی اسلام کے ارکان تھے۔ انہیں کے سلسلہ سے ہم کو قرآن پہونچا انہیں کے ذریعہ سے رسول خدا صلعم کے حالات ہم کو معلوم ہوئے۔ اور انہیں کے وسیلہ سے وحی کا آنا اور جبرئیل ع کا نازل ہونا اور پیغمبر خدا صلعم کا ملکوتی صفات سے منصف ہونا ثابت ہوا۔ تو کیا تعجب ہے کہ ایسے بددین اور بداخلاق ستم پیشہ۔ سفّاک۔ ناخدا ترس۔ بدعہد۔ بدباطن۔ بدطینت طماع اور حریص لوگوں نے باہم سازش کر کے دنیا کمانے اور خلق خدا لوٹنے کیلئے کسی کو سردار بنا لیا ہو۔ اور لوگوں کو دھوکا دینے کیلئے اس کے جھوٹے حالات مشہور کر دیئے ہوں۔ اور اس کے نام سے جھوٹے احکام جاری کئے اور جھوٹے قواعد و ضوابط بنائے ہوں

---

[1] میں چھوڑنے والا ہوں تم میں دو بھاری چیزیں ایک کتاب اللہ دوسری عترت اپنی ۱۲

[2] میں جس کا مولا ہوں علی اس کے مولا ہیں ۱۲

Marfat.com

اور لوگوں کو دام میں پھنسانے کے لئے اس کی رسالت و نبوت کو شہرت دیدی ہو۔ اور قرآن کو چند لائق فصیح و بلیغ لوگوں سے لکھوا کر اس کی طرف منسوب کر دیا ہو۔ کیونکہ جس گروہ کا یہ حال ہو کہ بد اخلاقی کے علاوہ سازش میں بھی ایسے پکے ہوں کہ جو بات عمر بھر ان کا سردار بیان کرتا رہا۔ اور جس کے لئے ہمیشہ قرآن کا نازل ہونا بیان فرماتا رہا۔ اور جس کی تاکید سراً و جہراً ہمیشہ ان کا پیشوا کرتا رہا ہو۔ اور اپنی وفات سے چند روز پہلے اس کا اعلان ستر ہزار یا ایک لاکھ چودہ ہزار آدمیوں کے سامنے اس طور پر کر دیا ہو کہ زمین۔ ملک و فلک۔ شجر و حجر جن و انسان سب نے سنا ہو۔ اور نہایت فصیح و بلیغ اور پُر زور اور پرجوش خطبے میں آخری حجت پوری کرنے کے لئے جانشینی کا مسئلہ پورے طور پر کر دیا ہو۔ اور سب کے سامنے خم غدیر میں اپنے جانشین کے خلافت کی بیعت بھی لے لی ہو۔ اور خدا نے آیہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ[1] کی مہر بھی خلافت کی سند پر کر دی ہو۔ باوجود اس کے ایسے متواتر اور غیر پوشیدہ رہنے والی بات کو انہوں نے چھپا ڈالا۔ اور اس پر عمل کرنا ایک طرف اس کے ہونے اور اس واقعہ کے وقوع میں آنے سے ہی انکار کر دیا۔ اور ایسی امامت کی نسبت جو نہایت شد و مد کے ساتھ قائم کی گئی تھی نص جلی بلکہ نص خفی سے بھی منکر ہو گئے تو ایسے لوگوں سے جن کی سازش خلاف انسانی فطرت کے ہو اور جو ایسی متواتر اور مشہور بات کو جو ستر ہزار آدمیوں کے سامنے ہوئی ہو پوشیدہ رکھ سکتے ہوں۔ کیا بعید ہے کہ انہوں نے رسالت کے نام سے ایک جھوٹا کارخانہ کھڑا کیا ہو۔ اور بے بنیاد باتوں کو مشہور کر کے کسی کو رسول اور نبی بنا لیا ہو۔ اور اگر ہم تسلیم بھی کر یں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم خود ان سے بیزار تھے اور ان کے احکام و شریعت کے جاری کرنے والے انکے اہل بیت اور چند خاص لوگ تھے تو ایسے لوگ اتنے کم تھے کہ ان کی تعداد عشرات کے درجہ سے بھی زیادہ نہیں تھی اور ان کے ذریعہ سے جو کچھ لوگوں کو معلوم ہوا وہ نہایت قلیل گروہ پر محدود رہا۔ تمام دنیا میں جو اسلام پھیلا۔ اور جو حقیقت اسلام کی اور بانیٔ اسلام کی لوگوں کو معلوم ہوئی وہ انہیں لوگوں کے ذریعہ سے جو مہاجرین و انصار اور اصحاب نبوی کہلاتے تھے۔ اور جب کہ ان کی یہ کیفیت تھی کہ جو چاہتے وہ ظاہر کرتے۔ اور جو چاہتے وہ جاری کرتے اور ان میں سے چند لوگوں کا رعب داب ایسا تھا کہ باقی تمام لوگ ان کی اطاعت کرتے یا ان کے دھوکے میں آجاتے تھے تو جس طرح ان سے یہ ہو سکا کہ انہوں نے بسبب حسد یا عداوت کے امیر المؤمنین کے امامت کی نص جلی کو چھپا ڈالا اور حقوق اہلبیت کے غصب کرنے کیلئے جھوٹی حدیثیں بنا کر لوگوں کو اپنا ساتھی کر لیا یہ بھی ان سے ہو سکتا تھا۔

---

[1] آج میں پورا کے چکا تم کو دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا ۱۲ موضح۔ پارہ ۶۔ سورہ مائدہ۔ رکوع اول

Marfat.com

کو شریعت کو بدل دیا ہو۔ اور جو کچھ پیغمبر نے فرمایا ہو اس کے خلاف شہرت دی ہو۔ قرآن میں کمی و زیادتی کر دی ہو نمازیں بڑھا یا گھٹا دی ہوں۔ حج و زکوٰۃ کے اصلی احکام چھپا کر اپنی مرضی کے موافق اور بنا دئے ہوں۔ اور اگر یہ باتیں جائز سمجھی جائیں۔ اور کیونکر نہ جائز سمجھی جائیں اس لئے کہ جن باتوں کو ہم بالفرض والتسلیم بیان کرتے ہیں۔ شیعوں کے عقائد میں داخل ہیں۔ تو انجام اس کا سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ شرع پر سے بالکل بھروسہ اُٹھ جائے گا۔ اور اسلام کی کوئی بات بھی قابل وثوق اور یقین کے باقی نہ رہے گی۔

اگر حضرات شیعہ صحابہ کو بد اخلاق اور مرتد سمجھ کر اس نتیجہ پر راضی ہیں تو خیر وہ جانیں اور ان کا خدا۔ مگر اسلام پر اعتقاد رکھنے والے کے بدن پر تو صرف اس خیال سے لرزہ آتا اور الحذر الحذر پکارتا۔ اور اسلام کے ساتھ ان خیالات کا جمع ہونا ناممکن سمجھتا ہے۔

تیسرا مقدمہ

اگر فدک کے غصب کرنے اور جناب سیدۃ النسا پر ظلم و ستم کرنے کی وہ روایتیں صحیح مانی جائیں جو اس باب میں حضرات امامیہ بیان فرماتے ہیں تو اس سے حضرت امیر المومنین ؑ پر اور تمام بنی ہاشم پر جو شجاعت اور عصبیت اور غیرت و حمیت میں ضرب المثل تھے سخت الزام آتا ہے۔ اور ان کے مقابلہ بلکہ مقابلہ نہ کرنے اور نہایت عاجزی اور بیکسی سے تمام باتوں کی برداشت کرنے پر حیرت ہوتی ہے اس لئے کہ جو ظلم و ستم حضرت سیدہ پر کئے گئے وہ کچھ معمولی نہ تھے۔ نہ اس پر صبر و تحمل کرنا۔ شرعاً و عقلاً و اخلاقاً و عرفاً قابل ستائش تھا تا بامکان اس کا روکنا اور مقابلہ کرنا واجبات میں سے تھا۔ اگر صرف فدک غصب کر لیا جاتا یا مال کو وہ چھین لیتے تو اس پر صبر ہو سکتا تھا۔ مگر جبکہ حضرت سیدہ کو جسمانی ایذائیں پہونچائیں۔ انہیں طمانچے لگائے۔ اور لاتیں ماریں۔ اور محسن کو شہید کیا۔ اور بعد سیدہ کی وفات کے ام کلثوم کو غصب کیا۔ تو یہ وہ باتیں ہیں جن پر سکوت کرنا ہرگز جائز نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب حضرات امامیہ چند طرح سے دیتے ہیں۔ ایک یہ کہ جو کچھ آپ نے عمل کیا اس پر آپ مجبور تھے اس لئے کہ خدا کا حکم یہی تھا۔ اور آپ کو خدا کی طرف سے اسی بات کی وصیت تھی اور وصیت بھی ایسی شدید اور سخت کہ آپ اس سے انحراف نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے کہ[1] اصول کافی کلینی میں صریح روایت

---

[1] اصل عبارت یہ ہے۔ حدثنی موسیٰ بن جعفرؑ قال قلت لابی عبداللہؑ الیس کان امیر المومنین کاتب الوصیۃ و رسول اللہ صلعم المملی علیہ و جبریل والملائکۃ المقربون علیہم السلام شہود قال فاطرق طویلاً ثم قال یا ابا الحسن قد کان ما قلت ولکن حین باقی صفحہ ۲۷ پر

موجود ہے کہ جبرئیل ع خدا کی طرف سے ایک لکھا ہوا نامہ جس پر مہریں تھیں اور جس کے ساتھ ملائکہ مقربین تھے آنحضرت صلعم کے پاس لائے اور کہا کہ اے محمدؐ سب آدمیوں کو باہر کر دو اور سوائے تمہارے اور تمہارے وصی علی بن ابی طالب کے کوئی نہ رہے تاکہ وہ فرمان الٰہی ہم سے لیں اور آپ کا وصی ہمیں گواہ کرے کہ آپ نے وہ نامہ انکو دیدیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶ - نزل برسول اللہ صلعم الامر نزلت الوصیۃ من عند اللہ کتابا مسجلا نزل بہ جبرئیل ع مع امناء اللہ تبارک و تعالیٰ من الملائکۃ فقال جبرئیل یا محمدؐ باخراج من عندک الا وصیک لیقبضہا منا وتشہدنا بدفعک ایاہا الیہ ضامنا لہا یعنی علیا فامر النبی صلعم باخراج من کان فی البیت ما خلا علیا و فاطمہ فیما بین الستر والباب فقال جبرئیل ع یا محمدؐ ربک یقرئک السلام و یقول ہذا کتاب ما کنت عہدت الیک وشرطت علیک وشہدت بہ علیک و اشہدت بہ علیک ملائکتی وکفی بی یا محمد شہیدا قال فارتعدت مفاصل النبی صلعم و قال یا جبرئیل ربی ہو السلام ومنہ السلام والیہ یعود السلام صدق عزوجل برکات الکتاب فدفعہ الیہ وامرہ بدفعہ الی امیر المومنین ع فقال لہ اقرءہ فقرءہ حرفا حرفا فقال یا علی ہذا عہد ربی تبارک و تعالیٰ الی وشرطہ علی وامانتہ وقد بلغت و نصحت و ادیت فقال علی وانا اشہد لک بابی انت وامی بالبلاغ والنصیحۃ والتصدیق علی ما قلت ویشہد لک بہ سمعی وبصری ولحمی ودمی فقال جبرئیل ع وانا لکما علی ذالک من الشاہدین فقال رسول اللہ صلعم یا علی اخذت وصیتی وعرفتہا وضمنت للہ ولی الوفاء بما فیہا فقال علی نعم بابی انت وامی علی ضمانہا وعلی اللہ عونی وتوفیقی علی ادائہا فقال رسول اللہ صلعم یا علی انی ارید ان اشہد علیک بموافاتی بہا یوم القیامۃ فقال علی نعم اشہد فقال النبی صلعم ان جبرئیل ومیکائیل فیما بینی وبینک الآن وہما حاضران معہما الملائکۃ المقربون لاشہدہم علیک فقال نعم لیشہدوا وانا بابی وامی اشہدہم فاشہدہم رسول اللہ صلعم وکان فیما اشترط علیہ النبی بامر جبرئیل فیما امر اللہ عزوجل ان قال لہ یا علی تفی بما فیہا من موالاۃ من والی اللہ ورسولہ والبراءۃ والعداوۃ لمن عادی اللہ ورسولہ والبراءۃ منہم علی الصبر منک علی کظم الغیظ وعلی ذہاب حقک وغصب خمسک و انتہاک حرمتک فقال نعم یا رسول اللہ فقال امیر المومنین ع والذی فلق الحبۃ وبرء النسمۃ لقد سمعت جبرئیل یقول النبی صلعم یا محمد عرفہ انہ ینتہک الحرمۃ وہی حرمۃ اللہ وحرمۃ رسولہ صلعم وعلی ان تخضب لحیتہ من راسہ بدم عبیط قال امیر المومنین ع فصعقت حین فہمت الکلمۃ من الامین جبرئیل حتی سقطت علی وجہی وقلت نعم قبلت ورضیت وان انتہک الحرمۃ وعطلت السنن ومزق الکتاب وہدم الکعبۃ وخضبت لحیتی من راسی بدم عبیط صابرا محتسبا ابدا حتی اقدم علیک ثم دعی رسول اللہ صلعم فاطمہ والحسن والحسین واعلمہم مثل ما اعلم امیر المومنین فقالوا مثل قولہ فختمت الوصیۃ بخواتیم من ذہب لم تمسہ النار ودفعت الی امیر المومنین ع فقلت لابی الحسن بابی انت وامی الا تذکر ما کان فی الوصیۃ فقال سنن اللہ وسنن رسولہ فقلت اکان فی الوصیۃ توثبہم وخلافہم علی امیر المومنین ع فقال نعم واللہ شیئا شیئا وحرفا حرفا اما سمعت قول اللہ عزوجل انا نحن نحیی الموتی ونکتب ما قدموا وآثارہم وکل شیء احصیناہ فی امام مبین واللہ لقد قال رسول اللہ صلعم لامیر المومنین و فاطمہ ع الیس قد فہمتما ما قدمت بہ الیکما وقبلتماہ فقالا بلی وقبلناہ وصبرنا علی ما ساءنا وغاظنا ۱۲

Marfat.com

اور وہ ضامن ہوں کہ جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے اس پر عمل کریں گے چنانچہ آنحضرت صلعم نے سب لوگوں کو باہر کر دیا سوائے علی ابن ابی طالب کے۔ اور حضرت فاطمہ پردے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب گھر اغیار سے خالی ہو گیا اس وقت جبرئیلؑ نے کہا کہ اے محمدؐ آپ کا پروردگار آپ کو سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ وہ نامہ ہے کہ جس کا شب معراج وغیرہ میں میں نے عہد کیا تھا اور آپ سے شرط کی تھی۔ اور اپنے ملائکہ کو اس بات پر گواہ کیا تھا گو کہ میں گواہی کے لئے کافی تھا۔ یہ الفاظ حضرت جبرئیلؑ سے سنکر حضرت خوف الٰہی سے کانپنے لگے اور آپکے بدن کے اعضا پر لرزہ پڑ گیا اور کہا کہ اے جبرئیلؑ میرا خدا تمام نقصوں سے سالم ہے۔ اور اس نے اپنے عہد کو وفا کیا ہے۔ اب آپ وہ نامہ دیجئے۔ جبرئیلؑ نے وہ نامہ آپ کو دیا اور کہا کہ امیرالمومنینؑ کو حوالہ کرو۔ پیغمبر خدا صلعم نے اس کے موافق جناب امیر کو دیا اور فرمایا کہ پڑھو۔ حضرت امیرالمومنین نے اسے حرف بحرف پڑھا تب رسول خدا نے فرمایا کہ یہ خدا کا عہد ہے اور اس کی شرط ہے جو مجھ سے لی ہے اور اس کی امانت ہے جو مجھے دی ہے اور میں نے اسے پہونچا دیا۔ اور جو کچھ امت کی خیر خواہی تھی اسے عمل میں لایا۔ اور خدا کی رسالت ادا کی۔ حضرت امیر نے بھی اس کی تصدیق کی۔ اور کہا کہ میرے کان اور آنکھ اور گوشت وخون اس پر گواہ ہیں۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ میں بھی ان باتوں کا گواہ ہوں جو تم دونوں نے کیں۔ پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یا علی تم نے یہ وصیت مجھ سے لی اور اسے سمجھ لیا اور اس کی ضمانت کرتے ہو خدا کے واسطے کہ ایسا ہی کرو گے۔ اور اس عہد پر پورے پورے طور پہ عمل آور ہو گے۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں اس کا ضامن ہوں اور میں اقرار کرتا ہوں کہ اس پر عمل کروں گا اور خدا مجھے اس پر عمل کرنے کی یاری و توفیق دے۔ پھر رسول خدا نے فرمایا کہ اے علی میں چاہتا ہوں کہ اس پر تم سے گواہی لوں کہ جب قیامت کے دن تم میرے پاس آؤ تو وہ گواہ گواہی دیں کہ میں نے تم پہ حجت تمام کر دی۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ جبرئیلؑ و میکائیلؑ اور یہ ملائکہ مقربین جو اس کے ساتھ آئے ہیں اس پہ گواہ ہیں پیغمبر خدا نے ان کو گواہ کیا۔

اور منجملہ ان باتوں کے جن پر جبرئیلؑ نے خدا کی طرف سے آنحضرت سے شرط لی تھی کہ اے علی اس بات کو قبول کرتے ہو اور اس پر عمل کرو گے کہ جو خدا اور رسول کا دوست ہے اس سے دوستی کرنا اور جو ان کا دشمن ہے اس سے دشمنی کرنا اور جو حق تمہارے چھینے جائیں اور تمہارا خمس غصب کیا جائے اور تمہاری حرمت ضائع کی جائے ان سب پر صبر کرو گے اور غصہ نہ کرو گے۔ جناب امیر نے کہا ہاں یا رسول اللہ پھر حضرت امیر نے فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس نے خلائق کو پیدا کیا میں نے جبرئیلؑ سے یہ سن لیا جو انہوں نے آپ سے کہا کہ ان کو آپ آگاہ کر دیں کہ ان کی

Marfat.com

حرمت کو برباد کریں گے۔ حالانکہ ان کی حرمت حرمت خدا اور رسول ہے۔ اور ان کی ریش مبارک ان کے سر کے خون سے رنگین کریں گے۔ اور یہ کہہ کر حضرت امیر نے فرمایا کہ جب میں نے یہ کلمے جبرئیل سے سنے تو میں بیہوش ہو گیا اور منہ کے بل گر پڑا اور کہنے لگا کہ ہاں یا رسول اللہ میں نے اسے قبول کیا اور میں راضی ہوا گو وہ میری حرمت کی ہتک کریں اور آپ کی سنت کو معطل۔ اور خدا کی کتاب کو پارہ پارہ۔ اور کعبہ کو خراب اور میری داڑھی سر کے خون سے رنگین کریں۔ ہر حال میں صبر کروں گا۔ اور اس کے جزا کی امید سوائے پروردگار کے کسی سے نہ رکھوں گا جب تک کہ مظلوم اس کے پاس آؤں۔ پھر حضرت رسول خدا نے فاطمہؑ اور حسنین کو بلایا اور ان کو بھی آگاہ کیا جس طرح پر کہ حضرت امیر کو کیا تھا۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ اس کے بعد اس وصیت نامے پر بہشت کی مہروں سے مہر کی جن کو آگ نے نہ چھوا تھا۔ اور پھر وہ مہر شدہ نامہ حضرت امیر کو سپرد کر دیا حضرت امام موسیٰ بن جعفر جب یہاں تک فرما چکے تو راوی نے پوچھا کہ آیا اس وصیت میں یہ بھی لکھا تھا کہ منافقین خلافت کو غصب کریں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں قسم خدا کی جو کچھ انہوں نے کیا سب اس میں لکھا تھا کیا تم نے نہیں سنا خدا کا یہ کلام اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝[۱] پھر رسول خدا نے کہا کہ اے علیؑ و فاطمہؑ تم سمجھے جو میں نے تم سے کہا اور اُسے قبول کیا اور اس پر عمل کرو گے۔ ان دونوں نے کہا بَلٰی وَصبرنا علی ما ساءنا وغاظنا کہ ہاں ہم نے قبول کیا اور صبر کریں گے جو کچھ کہ ہم کو ایذا پہونچے گی اور جو رنج دیا جائے گا۔

ہم اس جواب کو تسلیم کر لیتے اگر ہم کو اس کے خلاف کوئی عمل حضرت امیر المومنین اور جناب سیّدہ کا معلوم نہ ہوتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو حضرات امامیہ نے جناب امیر کے صبر و سکوت اور تحمّل و برداشت کے درجے کو اعلیٰ درجے پر پہونچانے کے لئے وصیت نامہ تحریری اور مہری خدا کا پیش کیا۔ اور اس سے گویا ان تمام جاہلانہ اعتراضات کے جواب دیدئے جو سُنی ناصبی اپنی بیوقوفی اور جہالت سے کر سکتے تھے کہ حضرت امیر نے باوجود شجاعت اور عصبیت کے ایسے مظالم کو کیوں جائز رکھا۔ اور بضعہ رسول پر ایسی تکلیفیں دیکھ کر کیوں سکوت اختیار کیا۔ اور دوسری طرف بعض مواقع پر وہ روایتیں بیان کی ہیں جن سے گو شیر خدا کی حیدری صولت اور غضنفری سطوت اچھی طرح ثابت ہوتی ہے مگر خدا کی مہری و دستخطی وصیت نامہ باطل ہوا جاتا ہے۔ اور مثل دیگر

[۱] ہم ہیں جو جلاتے ہیں مردے اور لکھتے ہیں جو آگے بھیج اور ان کے پیچھے نشان رہے اور ہر چیز گن لی ہے ہم نے ایک کھلی اصل میں ۱۲ موضح۔ پارہ ۲۲۔ سورہ یٰسین۔ رکوع اوّل۔

Marfat.com

روایات کے اس قسم کی روایتوں کا تناقص دیکھنے والے کو خلجان میں ڈالتا ہے۔

چنانچہ منجملہ ان روایات کے ایک یہ ہے کہ جب فدک[1] سے ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت فاطمہؓ کے کارندے کو موقوف کر دیا اور اس کی جگہ اشجع کو مقرر کیا۔ اس شخص نے رعایا کو ستایا اور وہ حضرت امیر کے پاس فریادی آئے حضرت امیر کو ایسا غصہ آیا کہ چند عزیزوں اور ہمراہیوں کے وہاں گئے اور اس کو بلا کر قتل کرا دیا اور خالد بن ولید سے اسی موقع پر ایسی گفتگو کی کہ ان کے بدن پر لرزہ آگیا اور انہوں نے منت سماجت کر کے پیچھا چھڑایا۔ اس موقع پر آپ نے نہ خلیفہ وقت کا خیال کیا نہ خالد سے جنگ ہونے کا اندیشہ فرمایا بلکہ اپنا ہاشمی دبدبہ اور قریشی جوش اور حیدری سطوت اور اسد اللہی ہیبت ایسی دکھائی کہ نہ صرف خالد بلکہ ابوبکر رضؓ وعمر رضؓ بھی دم بخود ہو گئے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضؓ نے خالد بن ولید کو حکم دیا تھا کہ جب علیؓ فجر کی نماز میں مشغول ہوں تم ان کو قتل کر دینا مگر عین نماز میں سلام پھیرنے سے قبل، ابوبکر رضؓ نے کچھ سوچ سمجھ کر خالد کو منع کر دیا اور دوسرے موقع پر اس کام کو محول رکھا اور جب علی سلام سے فارغ ہوئے تو علی نے خالد سے کہا کہ کیا تم اس کام کو پورا کرنے جو تم سے کہا گیا ہے انہوں نے کہا بلاشک اس پر حضرت علی نے اپنی دونوں انگلیوں سے ایسا دبایا کہ قریب تھا ان کی آنکھیں نکل پڑیں مگر شفاعت سے لوگوں کی آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔ لیکن خالد ایک دوسرا موقع ڈھونڈنے اور چاہتے تھے کہ اگر علی اتفاقاً کہیں مل جائیں تو انہیں قتل کر دیں۔ اور آخر ان کو ایسا موقع ملا۔ مگر شیر خدا نے خالد کی جس طور پر خبر لی اور جس طرح ان کو اپنے ارادے کی سزا دی وہ بحار الانوار اور ارشاد القلوب میں منقول ہے۔ چونکہ بغیر کل قصے کے نقل کرنے کے ناظرین اس کا لطف نہیں اٹھا سکتے اس لئے ہم اسے بجنسہ نقل کرتے ہیں۔ ملا باقر مجلسی کتاب الفتن میں لکھتے ہیں کہ ابوبکر نے ایک لشکر خالد کے ہمراہ کہیں کو روانہ کیا جب سب لوگ مدینے سے نکل کر باہر آگئے۔ خالد مسلح تھے اور ان کے آس پاس شجاع لوگ تھے جن کو حکم دیا تھا کہ جو خالد کہیں وہ کریں اتنے میں خالد نے حضرت علی کو دیکھا کہ اپنی زمین مزروعہ پر سے تنہا بے ہتھیار آرہے ہیں جب قریب پہونچے اس وقت خالد کے ہاتھ میں ایک لوہے کا گرز تھا۔ انہوں نے گرز اٹھا کر حضرت علی کے سر پر مارنا چاہا لیکن حضرت علی نے ان کے ہاتھ سے چھین کر گردن میں خالد بن ولید کی لپیٹ دیا اور ہار کی طرح پہنا دیا تب خالد ابوبکر کے پاس لوٹ کر آئے لوگوں نے ہر چند اس کے توڑنے کے ذریعہ پیدا کئے۔ لیکن نہ

---

[1] یہ روایت بحث دعویٰ فدک میں نقل کی گئی ہے وہاں دیکھنا چاہیئے ۱۲ منہ

ٹوٹ سکا۔ اس کے بعد بہت سے لوہاروں کو بلایا ان سب نے کہا کہ بغیر آگ میں گلانے کے اس کا نکلنا ممکن نہیں ہے اور اس سے ان کے مرجانے کا اندیشہ ہے۔ جب لوگوں نے ان کی یہ کیفیت دیکھی تو کہا کہ حضرت علی ہی اس سے نجات دے سکتے ہیں جیسے انہوں نے ان کی گردن میں اس کو ڈال دیا ہے۔ اور خدا نے تو ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا ہے جیسے حضرت داؤدؑ کے لئے نرم کر دیا تھا۔ تب ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ سے سفارش کی اور حضرت علی نے ہاتھ سے پکڑ کر گرز کا ایک ایک ٹکڑا الگ کر دیا۔ (بحار الانوار صفحہ ۹۶)

ارشاد القلوب میں جابر بن عبداللہ انصاری اور عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ہم ابوبکر کے پاس ان کے زمانہ حکومت میں بیٹھے ہوئے تھے اور دن خوب چڑھ گیا تھا دفعتہً خالد بن ولید مخزومی ایک ایسے لشکر کے ساتھ آئے جس کا غبار بلند تھا اور بکثرت اس لشکر کے گھوڑے ہنہنا رہے تھے کہ ایک چکی کا پاٹ خالد کی گردن میں لپٹا ہوا ہے خالد سامنے آتے ہی اپنے گھوڑے سے اتر کر مسجد کے اندر آگئے اور ابوبکر کے سامنے آکھڑے ہوئے لوگوں نے اپنی آنکھیں انکی طرف بلند کیں کہ اس کے دیکھنے سے خوب معلوم ہوا۔ پھر خالد نے کہا اے ابو قحافہ کے بیٹے انصاف کر اسلئے کہ خدا نے تجھ کو ایسی جگہ بٹھایا ہے جس کے تو لائق نہیں ہے اس جگہ پر تو اسی طرح بلند ہوا ہے جیسے پانی پر مچھلی ابھر آتی ہے وہ جبھی ابھرتی ہے کہ جب اس میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رہتی اس کے بعد خالد نے طائف سے اپنے لوٹنے کی کیفیت اور حضرت علی کے ملنے کی کیفیت کے بعد یہ بیان کیا کہ حضرت علی نے اپنا ہاتھ میرے حلقوم پر مارا۔ اور مجھ کو گھوڑے سے نیچے اتار لیا۔ اور مجھ کو گھسیٹتے ہوئے لے گئے۔ اور حارث بن کلاہ ثقفی کی چکی منگائی اور اس کا موٹا سا پاٹ اٹھایا اور میری گردن کھینچ کر دونوں ہاتھوں سے اس پاٹ کو گردن میں لپیٹ دیا اور وہ ایسا لپٹتا جاتا تھا جیسے گرم کی ہوئی لاکھ۔ اور سب میرے ہمراہی کھڑے ہوئے تھے ان سے کچھ نہ ہو سکا خدا ان کو سزا دے۔ یہ حضرت علی کو ایسا دیکھتے تھے جیسے اپنے ملک الموت کو۔ اس کی قسم جس نے آسمانوں کو بغیر کھمبوں کے بلند کیا کہ قریب سو آدمیوں کے بلکہ زیادہ نہایت مضبوط مضبوط عرب لوگ اس پاٹ کے علیحدہ کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے لیکن ان سے وہ جدا نہ ہو سکا تب لوگوں کے عاجز ہونے سے معلوم ہوا کہ اس نے جادو کیا ہے یا اس میں فرشتے کی قوت ہے۔ اس کے بعد ابوبکر نے عمر کو بلایا اور پھر قیس بن عبادہ انصاری کو اس چکی کے پاٹ جدا کرنے کے لئے بلایا مگر قیس سے بھی جدا نہ ہو سکا۔ اور خالد اسی حالت سے کہ پاٹ انکی گردن

Marfat.com

میں پڑا ہوا تھا۔ مدتوں تک مدینے میں پھرتے رہے۔ چند روز کے بعد پھر ابو بکر کے پاس آئے اور کہا کہ حضرت علیؓ ابھی سفر سے آئے ہیں۔ ان کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا ہے۔ اور چہرہ سُرخ ہے۔ یہ سن کر ابو بکرؓ نے اقرع بن سراقہ باہلی کو اور اشوش بن اشجع ثقفی کو بھیجا کہ حضرت علیؓ کو ہمارے پاس مسجد میں بلا لاؤ۔ وہ دونوں حضرت علی کے پاس گئے۔ اور پیام دیا کہ ابو بکرؓ تم کو ایک خاص امر کے لئے بلاتے ہیں۔ جس کے سبب سے ان کو رنج ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ آپ مسجد نبوی میں ان کے پاس چلیں۔ حضرت علیؓ اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ اس کا کچھ جواب نہیں دیتے۔ جس کے لئے ہم آئے ہیں۔ حضرت علی نے کہا کہ تمہارا بُرا طریقہ ہے۔ مسافر پہلے اپنے مکان کو جاتا ہے۔ پھر کسی سے ملتا ملاتا ہے۔ بہرحال وہ دونوں حضرت علیؓ کے پاس سے لوٹ آئے اور پھر ابو بکرؓ ایک جماعت کے ساتھ حضرت علیؓ کے مکان پر گئے۔ ان میں خالد بن ولید بھی تھے۔ ان کو دیکھ کر حضرت علیؓ نے کہا کہ اے ابو سلیمان تمہاری گردن میں کیا عمدہ ہار ہے۔ اور پھر ان دونوں میں دیر تک گفتگو کدورت آمیز ہوتی رہی تب ابو بکرؓ نے کہا کہ ہم اس لئے نہیں آئے ہیں۔ ہم تم سے کہتے ہیں کہ خالد کی گردن میں سے اس لوہے کو کھول تو اس کے بوجھ سے ان کو تکلیف ہے۔ اور ان کے حلق پر اس کا اثر ہو گیا ہے۔ اور تم نے تو اپنے سینے کی سوزش بجھالی ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ اگر میں سینے کی سوزش بجھانا چاہتا تو تلوار میں بیماری کا پورا علاج تھا۔ اور یہ لوہا جو اس کی گردن میں ہے اس کو جدا نہیں کر سکتا۔ اس کو خالد خود جدا کریں یا تم لوگ اس کو جدا کر لو۔ بہرحال بریدہ اسلمی اور عامر بن اشجع اور عمار وغیرہ نے التجائیں کیں۔ لیکن کسی کا کہنا حضرت علی نے نہ مانا اور آخر میں ابو بکر نے کہا کہ خدا کے واسطے اور اپنے بھائی مصطفےٰ رسول اللہ صلے اللہ وسلم کے واسطے خالد پر رحم کر کے یہ لوہا علیحدہ کر دو۔ جب اس طرح پر ابو بکرؓ نے درخواست کی تو حضرت علی شرمندہ ہو گئے۔ کیونکہ ان میں حیا بہت تھی۔ تب خالد کو اپنی طرف کھینچا اور اس طوق کا ٹکڑا توڑ کر اپنے ہاتھ پہ لپیٹتے جاتے تھے۔ وہ موم کی طرح لپٹتا جاتا تھا۔ پہلے ٹکڑے کو انہوں نے خالد کے سر پہ مارا۔ اور پھر دوسرے کو جب ان کے سر پہ مارا تو خالد نے کہا یا امیر المومنین۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ تو نے ناخوشی سے اس لفظ کو کہا ہے۔ اگر تو اس کو نہ کہتا تو میں تیسرے ٹکڑے کو تیرے نیچے سے نکالتا اور وہ ایسے ہی برابر لوہے کو توڑتے رہے۔ یہاں تک کہ سب کو کھول دیا۔ سب حاضرین

Marfat.com

تکبیر اور تہلیل کرنے لگے اور ان کی قوت سے سب کو تعجب ہوا۔

ایک اور موقع پر غالب علے کل غالب مطلوب کل طالب امیر البررۃ قاتل الکفرۃ شیر خدا علی المرتضٰے نے وصیت کے خلاف اپنے چچا عباسؓ کی حمایت میں اپنی ہاشمی قوت اور قریشی وبدبہ دکھایا اور تلوار لے کر قتل و جہاد پر مستعد ہو گئے۔ اور یہ وہ موقع ہے .... جب[1] حضرت عباس کے مکان کا پرنالہ حضرت عمر نے نکلوا دیا۔ اس لئے کہ جب جمعہ کی نماز کو وہ جایا کرتے تو اس

---

[1] یہ روایت عماد اسلام میں اس طور پر لکھی ہے فلما کان بعد ایام دخل علیہ العباس فقال یارسول اللہ قد علمت ما بینی وبینک من القرابۃ والرحم الماسۃ وانا ممن یدین اللہ بطاعتک فاسال اللہ تعالیٰ ان یجعل لی بابا الی المسجد اتشرف بعلی من سوای فقال صلعم یا عم لیس لی الی ذالک سبیل قال فمیزابا یکون من داری الی المسجد اتشرف بہ علی القریب والبعید فسکت النبی صلعم وکان کثیر الحیاء لایدری مایعید من الجواب خوفا من اللہ تعالیٰ وحیاء من عمہ العباس فہبط جبرئیلؑ فی الحال علی النبی صلعم وقد علم اللہ من نبیہ مافی نفسہ من ذالک فقال یا محمد ان اللہ یامرک ان تجیب سوال عمک وامرک ان تنصب لہ میزابا الی المسجد کما اراد فقد علمت مافی نفسک وقد اجبت الی ذلک کرامۃ لک ونعمۃ منی علیک وعلی عمک العباس فکبر النبی صلعم وقال ابی اللہ الا اکرامکم یا بنی ہاشم وتفضلکم علی الخلق اجمعین ثم قام ومعہ جماعۃ من الصحابۃ والعباس بین یدیہ حتی صار علی سطح بیت العباس فنصب لہ میزابا الی المسجد وقال معاشر المسلمین ان اللہ قد شرف عمی العباس بہذا المیزاب فلا تؤذونی فی عمی فانہ بقیۃ الآباء والاجداد فلعن اللہ من آذانی فی عمی او بخسہ حقہ او اعان علیہ ولم یزل المیزاب علی مدۃ ایام النبی صلعم وخلافۃ ابی بکر وثلاث سنین من خلافۃ عمر ابن الخطاب فلما کان فی بعض الایام وعمک العباس ومرض مرضا شدیدا وصعدت الجاریۃ تغسل قمیصہ فجری الماء من المیزاب الی صحن المسجد فانال بعض الماء ثوب مرقعۃ الرجل فغضب غضبا شدیدا وقال لغلامہ اصعد واقلع المیزاب فصعد الغلام فقلعہ ورمی بہ الی سطح العباس وقال واللہ لئن ردہ احد الی مکانہ لاضربن عنقہ فشق ذلک علی العباس ودعا بولدیہ عبد اللہ وعبید اللہ ونہض یمشی متوکیا علیہما وہو یرتعد من شدۃ المرض وسار حتی دخل علی امیر المومنین فلما نظر الیہ امیر المومنین انزعج لذلک وقال یا عم ماجاء بک انت علی ہذہ الحالۃ فقص علیہ القصۃ وما فعل معہ عمر من قلع المیزاب وتہددہ لمن یعیدہ الی مکانہ وقال لہ یا ابن اخی انہ قد کان لی عینان انظر بہما فمضت احدیہما وہی رسول اللہ صلعم وبقیت الاخری وہی انت یا علی وما انی اظن ان اظلم ویزول ماشرفنی بہ رسول اللہ صلعم وانت لی فانظر فی امری فقال لہ یا عم ارجع الی بیتک فتری مایسرک اللہ ان شاء اللہ تعالیٰ ثم نادی یا قنبر علی بذی الفقار فتقلدہ ثم خرج (باقی بر صہ ۳۴ پر)

پرنالے کے پانی سے ان کے کپڑے خراب ہو جاتے۔ حالانکہ یہ پرنالہ بحکم خدا خاص آنحضرت صلعم نے لگا دیا تھا حضرت عباس کو جب یہ معلوم ہوا کہ عمر نے اس پرنالہ کو اکھڑوا دیا ہے اور یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اگر کوئی پھر اسے لگائے گا تو میں اس کی گردن مار دوں گا۔ وہ اپنے دونوں بیٹوں عبداللہ اور عبیداللہ پر تکیہ کئے ہوئے بیماری کی حالت میں لرزتے کانپتے حضرت امیر کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے کہ میں دو آنکھیں رکھتا تھا۔ ایک تو جاتی رہی یعنی پیغمبر خدا صلعم اور دوسری باقی ہے۔ یعنی تم۔ اور میں نہیں گمان کرتا کہ تمہاری زندگی میں میں مصیبت میں پڑوں۔ جناب امیر نے فرمایا کہ آپ آرام سے گھر میں تشریف رکھئے اور دیکھتے رہیئے کہ کیا ہونا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے قنبر کو حکم دیا یا قنبر علی بذی الفقار کہ اے قنبر ذوالفقار حاضر کرو۔ اور آپ ذوالفقار حمائل فرما کر اور چند آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر مسجد میں تشریف لائے۔ اور قنبر کو حکم دیا کہ یا قنبر اصعد ورد المیزاب الی مکانہ کہ اے قنبر چڑھ جاؤ اور میزاب کو اپنی جگہ پر لگا دو قنبر نے ایسا ہی کیا۔ اور پھر حضرت علی نے فرمایا وحق صاحب هذا القبر والمنبر لئن قلعه قالع لاضربن عنقه وعنق الآمر له بذلك ولا صلبته في الشمس حتى يتقدد کہ قسم کھاتا ہوں صاحب قبر و منبر یعنی رسول خدا

(بقیہ ص ۳۳) الی المسجد وانس حولہ قال یا قنبر اصعد ورد المیزاب الی مکانہ فصعد قنبر فردہ الی موضعہ فقال علی وحق صاحب ہذا القبر والمنبر لئن قلعہ قالع لاضربن عنقہ وعنق الآمر لہ بذلک ولاصلبتہ فی الشمس حتی یتقدد فبلغ ذلک عمر بن الخطاب فنہض ودخل المسجد ونظر الی المیزاب وہو فی موضعہ فقال لا یغضب احد ابا الحسن فیما فعلہ ونکفر عنہ عن الیمین فلما کان من الغداۃ مضی علی بن ابی طالب الی عمہ العباس فقال لہ کیف اصبحت یا عم قال بافضل النعمۃ ما دمت لی یا ابن اخی فقال لہ یا عم طب نفسک وقر عینا فواللہ لو خاصمنی اہل الارض فی المیزاب لخصمتہم ثم لقتلتہم بحول اللہ وقوتہ ولا ینالک ضیم وغم فقام العباس فقبل بین عینیہ و قال یا ابن اخی ما خاب من انت ناصرہ فکان ہذا فعل عمر بالعباس عم رسول اللہ صلعم وقد قال فی غیر موطن وصیۃ منہ فی عمہ ان عمی العباس بقیۃ الاباء والاجداد فاحفظونی فیہ کل فی کنفی وانا فی کنف عمی العباس فمن اذاہ فقد اذانی ومن عاداہ فقد عادانی فسلمہ سلمی وحربہ حربی وقد اذاہ عمر فی ثلاث مواطن ظاہرۃ غیر خفیۃ منہا قصۃ المیزاب ولولا خوفہ من علی علیہ السلام لم یترکہ علی حالہ انتہی بلفظ ازالۃ الغین۔

Marfat.com

کی کہ اگر کسی نے اس پرنالے کو پھر اپنی جگہ سے نکالا تو میں اُس کی اور نیز حکم دینے والے کی گردن مار دونگا اور جلتی ہوئی دھوپ میں صلیب پر چڑھا دوں گا۔ یہ خبر عمر کو پہونچی وہ مسجد میں آئے اور دیکھا کہ میزاب پھر اپنی جگہ پر لگا ہوا ہے۔ مگر دیکھ کر کچھ نہ کر سکے اور ڈر کے مارے صرف یہ کہتے لگے کہ خدا نہ کرے کہ کوئی ابوالحسن کو غصے میں لائے۔ صبح کے وقت امیر المومنین نے حضرت عباس سے پوچھا کیف اصبحت یا عم کہ آج کیسی گذری۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ جب تک تم زندہ ہو میں چین و آرام سے ہوں۔ اس پر جناب امیر نے فرمایا یا عم طب نفسك وقر عينا فواللہ لو خاصمنى اهل الارض فى الميزاب لخصمتهم ثم لقتلتهم بحول اللہ وقوته کہ اے چچا قسم ہے خدا کی اگر تمام اہل زمین اس میزاب کے معاملے میں مجھ سے جھگڑا کریں۔ تو میں سب کا مقابلہ کروں اور سب کو مار دوں آپ بے فکر رہیے حضرت عباس نے آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ جس کے تم پروردگار ہو اُسے کیا غم ہے۔

ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے جس میں حضرت علی کے مقابلے و مقاتلے کیلئے آمادہ ہونا بیان کیا گیا ہے کہ جب[1] حضرت فاطمہ کا انتقال ہو گیا اور حضرت علی نے رات ہی میں آپ کو دفن کر دیا۔ اس کی صبح کو ابوبکر و عمر اور کچھ مہاجرین۔ انصار حضرت علی کے مکان پر آئے تاکہ جنازے کی نماز پڑھیں مقداد بن اسود نے کہا کہ فاطمہ کو کل رات ہی میں دفن کر دیا۔ عمر نے ابوبکر کی طرف منہ کر کے

---

[1] یہ مضمون ناسخ التواریخ جلد ۴ احوالات حضرت فاطمہؓ مطبوعہ بمبئی کے صفحہ ۱۷۱ میں اس طرح پر لکھا ہے کہ بامدادان ابوبکر و عمر و گروہے از مہاجر و انصار بر در سرای علی حاضر شدند تا بر فاطمہ نماز گزارند مقداد بن اسود گفت فاطمہ را دوش باخاک سپردند عمر روئے باابوبکر آورد وقال الم اقل لک انہم سیفعلون گفت نگفتم چنین خواہند کرد عباس گفت فاطمہ وصیت کرد کہ شما بر وے نماز نہ گذارید فقال عمر لا تترکون یا بنی ہاشم حسدکم القدیم لنا ابدا ان ہذہ الضغائن التی فی صدورکم لن تذہب واللہ لقد ہممت ان انبشہا فاصلی علیہا فقال علی واللہ لو رمت ذاک یا ابن صہاک لا رجعت الیک یمینک لئن سللت سیفی لا غمدتہ دون ازہاق نفسک عمر گفت ای بنی ہاشم این حقد حسد دیرینہ کہ از ما در خاطر دارید ہرگز ترک نخواہید کرد این کینہ دیرینہ کہ در سینہ نہفتہ دارید ہیچ گاہ بیرون نخواہید گذاشت سوگند باخدائے اگر بخواہم او را از قبر برآرم و بر وے نماز گذارم [illegible]

کہا الم اقل لک انکم سیفعلون ذلک کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ یہ ایسا ہی کریں گے عباس نے کہا کہ حضرت فاطمہ کی وصیت یہی تھی کہ تم ان پر نماز نہ پڑھو۔ عمر نے کہا کہ اے بنی ہاشم اپنے پرانے کینے تم نہیں چھوڑتے قسم خدا کی اگر ہم چاہیں تو قبر سے نکال کر فاطمہ پر نماز پڑھلیں۔ یہ سن کر اسد اللہ غضب میں آئے اور فرمانے لگے واللہ لو رمت ذلک یا ابن ضحاک لارجعت الیک یمینک لئن سللت سیفی لاغمدتہ دون ازھاق نفسک کہ اے پسر ضحاک قسم ہے خدا کی اگر تم ایسا ارادہ کرو تو پھر تم اپنے آپ کو نہ پاؤ اس لئے کہ اگر میں تلوار نکالوں تو جب تک تمہارا خون نہ بہالوں پھر اسے میان میں نہ کروں۔ عمر یہ سمجھ کر کہ ضرور علی اپنی قسم پوری کریں گے چپ رہ گئے اور کچھ نہ بولے اور اسی خبر کو دوسرے طور پر یوں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کو دفن کر دیا تو مہاجرین و انصار بقیع میں گئے وہاں چالیس

(بقیہ صفحہ ۳۵) ای پسر ضحاک سوگند باخدا اگر این قصد کنے دست راست تو باتو باز نگردد چہ اگر شمشیر برانگیزم تا خون تو نریزم جائے در غلاف ندہم عمر دانست کہ علی سوگند خویش را راست کند دم فرو بست۔ در خبر ست کہ مہاجر و انصار در بقیع غرقد انجمن شدند و چہل قبر یافتند کہ ہمگان بہ مانند بودند و قبر فاطمہ شناختہ نمی شد از مردمان نالہ و نحیب بر آمد یک دیگر را مورد ملامت ساختند و بسر زنش و شناعت گرفتند و گفتند پیغمبر شما جز دختر ے مخلف نگذاشت و او بمرد و مدفون گشت و حاضر نشدید و نماز بر وے نگذاشتید و قبر او را نشناختید چہ بے حمیت مردم کہ شمائید بعضے از بزرگان قوم گفتند زنان مسلمین حاضر اند این قبور را نبش می کنند چند کہ فاطمہ را در یابند آنگاہ بر وے نماز می کنیم و دیگر بارہ بخاک می سپاریم و قبر او شناختہ می گردد این خبر با امیر المومنین بردند آنحضرت چون شیر خشمناک از خانہ بیرون شد چشمہائے مبارکش گونہ طیر خون داشت و رگہائے و در جشن وا گندہ از خون بود و جامہ اصفر کہ خاص روز مقاتلہ و یوم کریہہ بود در بر داشت با حمائل ذوالفقار طی طریق می فرمود تا در بقیع در آمد مردمان یک را دیگر ہمی آگہی نمودند کہ اینک علی ابن ابی طالب ست کہ باین صفت کہ مے نگرید در میرسد و سوگند یاد مے کند کہ اگر کسے ازین قبور سنگی را جنبش دہد این جماعت را تا بآخر با تیغ در میگذرانم این وقت عمر با گروہے آنحضرت را دیدار کرد و قال لہ مالک یا ابا الحسن واللہ النبشن قبرہا و نصلین علیہا فضرب علی بیدہ الی جوامع ثوبہ فہزہ ثم ضرب بہ الارض وقال لہ یا ابن اسودا اما حقی فقد ترکتہ مخافۃ ان یرتد الناس عن دینہم واما قبر فاطمہ فوالذی نفس علی بیدہ لئن رمت واصحابک لشئی من ذلک لاسقین الارض من دماءکم فان شئت فاعرض یا عمر فتلقاہ ابوبکر فقال یا ابا الحسن بحق رسول اللہ وبحق من فوق العرش الا خلیت عنہ فانا غیر فاعلین شیئا تنکرہ ۱۲۔

Marfat.com

قبریں ایک قسم کی پائیں اور ان میں حضرت فاطمہ کی قبر پہچانی نہ جاتی تھی۔ اس میں بعضے کہنے لگے کہ ہم ان سب قبروں کو کھود کر فاطمہ کی نعش باہر نکالیں گے اور نماز پڑھیں گے۔ جب یہ خبر حضرت علی کو پہونچی تو آپ مثل شیر خشمناک گھر میں سے آئے۔ آپ کی آنکھیں غصے سے سرخ تھیں۔ اور گردن کی رگوں پر خون۔ اور وہ زرد جامہ کہ خاص لڑائی کے دن آپ پہنا کرتے تھے پہنے ہوئے۔ اور ذوالفقار حمائل کئے ہوئے بقیع میں تشریف لائے۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھ کر ایک دوسرے سے کہا کہ دیکھتے ہو کس جوش اور کس حالت سے علی آرہے ہیں۔ اور قسم کھائی ہے کہ اگر کسی نے ایک پتھر کو بھی قبر سے اُٹھایا تو تمام جماعت کو از اول تا آخر قتل کر دوں گا۔ پھر جب عمر معہ اور لوگوں کے آپ کے سامنے آئے تو عمر نے کہا کہ یا ابوالحسن آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ ہم تو فاطمہ کو قبر سے نکال کر جنازے کی نماز ضرور پڑھیں گے۔ آپ نے یہ سُن کر عمر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ان کے کپڑے پکڑ کر ان کو ایسی جنبش دی کہ وہ زمین پر گر پڑے اور زمین پر گرا کر آپ نے کہا کہ اے سیاہ لونڈی کے بچے خلافت جو میرا حق تھا تم نے لے لیا اور میں کچھ نہ بولا اس خیال سے کہ لوگ مرتد ہو جائیں گے۔ اور دین سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ لیکن قسم ہے اُس کی جس کے قبضے میں علی کی جان ہے کہ اگر تم نے فاطمہ کی قبر کھودنے کا ارادہ کیا تو زمین کو تم لوگوں کے خون سے سیراب کر دوں گا۔ اب اگر چاہتے ہو تو اچھا آگے بڑھو اور قبر کو ہاتھ لگاؤ۔ اس پر ابوبکر نے آگے بڑھ کر آپ کو قسم دلائی کہ اے ابوالحسن آپ کو رسول خدا اور عرش کے پیدا کرنے والے کی قسم ہے۔ عمر کو چھوڑ دیجئے۔ ہم کوئی کام ایسا نہ کریں گے جو آپ کو ناگوار خاطر ہو۔ اس پر جناب امیر نے ان کو چھوڑ دیا۔ اور لوگ چلے گئے اور علی اپنے گھر کو تشریف لے آئے۔

یہ روایتیں اگرچہ جناب امیرالمومنین کی شجاعت اور ہمت اور غیرت اور حمیت اور اسداللٰہی کی شان کے مطابق ہیں اور اس سے آپ کا سطوت و جمال بلا شبہ ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اُسی کے ساتھ وصیت نامہ خدا کا بھیجا ہوا جا دانشور اہوا جاتا ہے اور وہ اقرار اور عہد جو جناب امیر نے رسول خدا سے کیا تھا اور جس پر جبریل و میکائیل اور ملائکہ مقربین کی گواہی ہوئی تھی کہ میں صبر کروں گا اگرچہ میری حرمت کو ہتک کریں اور میرا ننگ وناموس برباد ہو اور خانہ کعبہ خراب کیا جائے باطل ہوتا ہے اس لئے کہ گو اُن مواقع پر جہاں شرعاً و عقلاً غیظ و غضب ظاہر کرنے کی ضرورت تھی۔ آپنے ایسا تحمل فرمایا جو انسانی طاقت سے باہر ہے مگر دوسرے موقعوں پر جو بمقابل اس کے نہایت ہی خفیف تھے آپ نے ایسی اسداللٰہی دکھائی کہ زمین و آسمان میں لرزہ پڑ گیا۔ اور تمام مہاجرین

Marfat.com

والنصار کانپ اُٹھے اور فقط غیظ و غضب اظہار ہی نہیں کیا بلکہ بعض موقع پر ذوالفقار علی کے جوہر دکھانے اور خون بہانے سے بھی دریغ نہیں فرمایا۔ یہ مختلف حالتیں جناب امیر کی جو مختلف روایتوں سے شیعوں کی پائی جاتی ہیں ہماری انسانی سمجھ سے باہر ہیں۔ درحقیقت یہ اُن اسرار امامت سے ہیں جن کو نہ فرشتے سمجھ سکے نہ انبیا اولوالعزم، پھر دوسرے لوگ کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔ ہم تو اگر کچھ سمجھ سکتے ہیں تو صرف یہ کہ یہ روایتیں محض بے بنیاد ہیں اور ہر موقع اور ہر محل کے مناسب بنائی گئی ہیں اور الف لیلی کی کہانیوں اور امیر حمزہ کی داستانوں سے کچھ کم نہیں ہیں۔ اور اگر عقل کو ذرا بھی دخل دیا جائے تو خدا اور اس کے رسول اور ائمہ کی شان سے یہ تمام باتیں نہایت بعید معلوم ہوتی ہیں۔ اور ہرگز قیاس نہیں آتا کہ جس خدا نے پیغمبر خدا صلعم کو تبلیغ رسالت کے لئے مامور فرمایا ہو۔ اور جس نے صیانت اسلام اور حفاظت مسلمین کے لئے سیف و سناں سے کام لینے کا حکم دیا ہو وہ خلیفہ بلا فصل اور وصی رسول اور ابو الائمہ اور اسد اللہ کو تاکید پر تاکید کرے کہ خلفا کی مخالفت نہ کرنا اور وہ کیسے ہی ظلم و ستم کریں۔ یہاں تک کہ اہل بیت نبوی کی ناموس برباد کریں خانہ کعبہ کو ڈھادیں قرآن کو پارہ پارہ کریں مگر چوں نہ کرنا اول تو اسلام کے اصول اور خدا کی عام ہدایتوں اور رسول خدا کے طرز عمل اور امامت کے مقصود اس وصیت کو کچھ مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ وصیت سراسر اُس کے مخالف پائی جاتی ہے۔ اور بالفرض اگر یہ وصیت صحیح ہو اور جس شان سے اور جس اہتمام سے وصیت نامہ بھیجا گیا جو کہ تنزیل قرآن سے بھی بڑھ کر ہے۔ یعنی قرآن کی کوئی سورت یا ایک آیت نہ لکھی ہوئی نازل ہوئی نہ مہر شدہ۔ اور یہ وصیت نامہ اس اہتمام سے بھیجا گیا کہ جبریل پر بھی خدا نے اطمینان نہ کیا شاید یہ خیال کیا ہو کہ وہ کچھ بدل نہ دیں لکھا لکھایا عرش سے نازل کیا۔ اور اس لئے کہ کوئی کھول نہ لے اور قرآن کی طرح اُس میں تحریف نہ کر دے اُس پر مہریں بھی جنت کی لگائی گئیں اور ملائکہ مقربین حفاظت کے لئے اُس کے ساتھ کئے گئے اور پیش کرنے کے وقت سوائے وصی رسول کے تمام لوگ خواہ وہ اہل بیت ہی میں سے ہوں ہٹا دیئے گئے۔ اور بجز علی کے کوئی حاضر نہ رکھا گیا۔ اور پھر اس کی تمہید ایسے لفظوں سے جبریل امین نے شروع کی کہ رسول خدا کانپ اُٹھے اور ایک ایک جوڑ آپ کے بدن کا ہلنے لگا۔ اور پھر جب علی مرتضیٰ وصی رسول اور شیر خدا نے اُسے سُنا تو مارے دہشت اور خوف کے زمین پر گر پڑے اور بیہوش ہو گئے۔ اور خداوند تعالیٰ کو اس وصیت نامے کی شدت اور سختی اور غیر ممکن التعمیل ہونے پر خود اس قدر خیال تھا کہ فقط رسول خدا کا کہہ دینا اور جناب امیر کا اقرار کر لینا کافی نہ سمجھا بلکہ جبریل کو

میکائیل وملائکہ مقربین کی اُس پر شہادت لی اور بغیر شہادت لئے اُس اقرار کے وفا کرنے کے عہد کو کافی نہ خیال کیا جبکہ ایسے اہتمام سے اس وصیت نامے پر عہد لیا گیا۔ اس کی تعمیل غصب فدک اور غصب خلافت پر محدود رہی۔ اور دیگر مواقع پر اُس کا کچھ بھی خیال نہ رکھا گیا۔ نہ وہ عہد پورا کیا گیا۔ عہد تو ایسا سخت تھا کہ غصہ کرنے کی بھی اجازت نہ تھی۔ اور بڑے سے بڑے واقعات پر چون وچرا کرنے کی ممانعت تھی۔ مگر کس آسانی سے خلاف اُس کے کرنا اور اُس عہد کا توڑنا بیان کیا جاتا ہے خفیف سے خفیف معاملات پر نہ صرف اظہار غیظ وغضب پر جناب امیر نے کفایت فرمائی بلکہ ذوالفقار علی سے بھی کام لیا اور کام لینے کا ڈر دکھایا اور اُن عہود ومواثیق کا جن پر ملائکہ عرش بریں کی شہادت تھی کچھ خیال نہ کیا۔ افسوس ہے کہ اس قسم کی روایتیں بیان کرنے اور ہر موقع کے لئے ایک روایت گڑھ لینے سے بجز مذہب کی ہنسی کرانے اور خدا ورسول پر تہمت لگانے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور تناقض اور اختلاف ان روایتوں کا اس طرح پر ان کا کذب ظاہر کر دیتا ہے کہ دوسرے کو اس کی تردید اور تکذیب کی وجہ پیش کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

پھر یہ بات بھی خیال میں نہیں آتی کہ اُس وصیت نامے کا مضمون کلاً یا جزءاً کیونکر ظاہر ہوا۔ اور کس طرح راویوں کو معلوم ہوا کہ اُس مہری اور دستخطی وصیت نامے کا یہ مضمون تھا جو اوپر بیان کیا گیا۔ اُس کے مضمون کا افشا کرنا بد عہدی تھا اور اس لئے یہ نہیں مانا جا سکتا کہ ائمہ نے کسی سے اس کا ذکر کیا ہو۔ اس لئے کہ جیسا کہ روایت مذکورۂ بالا سے معلوم ہوا۔ یہ وصیت خود ایک راز سربستہ تھی اور اُس کے پوشیدہ رکھنے اور کسی پر ظاہر نہ ہونے کے لئے خاص اہتمام خدا کی طرف سے کیا گیا تھا۔ اوّل یہ کہ وہ لکھا ہوا تھا۔ اور سوائے خدا کے کوئی دوسرا اُس کا لکھنے والا نہ تھا۔ دوسرے سربمہر تھا۔ اور گو جبریلؑ امین اور ملائکہ مقربین اُسے لائے اور کوئی اندیشہ اُس کے مضمون کے ظاہر ہونے کا نہ تھا جس کے لئے مہر کی ضرورت ہوتی مگر مزید احتیاط سے اُس پر جنت کی مہر لگائی گئی تھی اور پھر جب جبریلؑ امین رسول خدا کے پاس پہونچے تو سب کو ہٹا دیا اور خدا کی طرف سے اوّل ہی یہ حکم سُنایا کہ سوائے علی کے کوئی نہ رہنے پاوے۔ البتہ حضرت فاطمہؓ پس پردہ بیٹھی تھیں اور اُن سے بھی آخر یہ عہد لیا گیا تھا جبکہ ایسی پوشیدہ کارروائی اس وصیت نامے کے متعلق کی گئی تو اس وصیت نامے کا مضمون کس نے فاش کیا اور حضرات امامیہ تک کیونکر پہونچا۔ جناب امیر یا حضرت فاطمہؓ یا حسنین کی نسبت تو کوئی خیال بھی نہیں۔

Marfat.com

کر سکتا کہ وہ ایسے سر مکتوم اور وصیت مختوم کو کسی پر ظاہر کریں۔ اور بعد اُن کے یہ وصیت نامہ صرف ائمہؑ کرام کے ہاتھ میں رہا وہ بھی اس کے اخفا پر ویسے ہی مامور تھے جیسے کہ جناب امیر پھر امام موسیٰ کاظم یا امام جعفر صادق نے کسی شخص سے گو وہ ان کے شیعیان خاص ہی میں سے کیوں نہ ہو کس طرح ظاہر کیا اور کیونکر ایسی عہد شکنی گوارا کی۔ غرضیکہ یہ روایت ایسی لطیف اور دلکش اور دل خوش کن ہے کہ جس پہلو کو اس کے دیکھئے عجیب تماشا نظر آتا ہے۔ اور جس بات پر نظر کیجئے تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے۔

جناب امیر نے جس طرح پر اس وصیت نامے پر عمل کیا اس کا حال تو ناظرین کو معلوم ہو گیا اب سُنئے کہ جناب سیدہ نے کہ وہ بھی اس کے عمل کرنے پر مامور تھیں کس طرح پر تعمیل کی۔ اس کا حال یہ ہے کہ کافی میں عبدؐ اللہ بن محمد جعفی نے امام باقر اور امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ان دونوں اماموں نے فرمایا کہ جب ہوا جو کچھ ہونے والا تھا تو حضرت فاطمہ نے عمر کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور کہا کہ اے ابن خطاب واللہ اگر مجھ کو یہ پسند نہ ہوتا کہ بے گناہ بھی مصیبت میں پڑ جائیں گے تو میں خوب جانتی ہوں کہ اگر خدا کی قسم کھا بیٹھونگی تو وہ میری دعا فوراً قبول کرے گا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف اس خیال کے کہ بے گناہ بھی عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں حضرت فاطمہ رضؓ نے بد دعا نہیں کی مگر صبر کے درجہ پر بھی قدم ثابت نہیں رکھا اس لئے کہ غیر محرم کا گریبان پکڑ کر کھینچنا شان سے حضرت سیدہ کی نہایت بعید ہے اور اسی وجہ سے ہم اس روایت کو غلط کہہ سکتے ہیں۔

ایک روایت میں اس سے بڑھ کر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہ حسنینؑ کا ہاتھ پکڑ کر فریاد کیلئے مرقد مبارک پر پہونچیں۔ حضرت امیر نے سلمان سے کہا کہ جاؤ دختر محمدؐ کی خبر لو میں دیکھتا ہوں کہ مدینے کی دیواریں ہلنے لگی ہیں۔ اور اگر وہ بالوں کو کھول اور گریبان کو پھاڑ کر رسول کی قبر پر فریاد کریں گی۔ تو فوراً مدینہ معہ اُس کے رہنے والوں کے زمین میں دھنس جائے گا۔ اور ان لوگوں کو بالکل مہلت نہ ملے گی۔ پس سلمان فوراً اُن کے پاس پہونچے اور کہنے لگے کہ حضرت امیر نے فرمایا ہے کہ آپ واپس جائیں اور صبر کریں۔ اور

سلہ عن عبد اللہ بن محمد الجعفی عن ابی جعفر وابی عبد اللہ قالا ان فاطمۃ لما کان من امرہم ما کان اخذت بتلابیب عمر فجذبتہ الیہا ثم قالت اما واللہ یا ابن الخطاب لولا انی اکرہ ان یصیب البلاء من لا ذنب لہ لعلمت سأقسم علی اللہ ثم اجدہ سریع الاجابۃ ۱۲۰

سلہ یہ روایت حق الیقین میں ہے جو چاہے اصل سے مقابلہ کرے ضرورت نقل اصل عبارت کی معلوم نہ ہوئی۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

اس امت پر عذاب کا باعث نہ بنیں۔ فاطمہ نے کہا کہ اگر انہوں نے کہا ہے تو اچھا میں لوٹی جاتی ہوں اور صبر کروں گی۔ اور ایک دوسری روایت میں حضرت امام جعفر صادق سے یہ منقول ہے کہ جب حضرت فاطمہ نے اپنے سر کے بال کھولنے کا ارادہ کیا تو سلمان کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس موجود تھا اور بخدا میں نے دیکھا کہ مسجد کی دیواریں جڑ سے اُکھڑ گئیں اور اتنی اونچی ہو گئیں کہ اُن کے نیچے سے آدمی گذر سکتا تھا پس میں ان کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ سیدہ من وخاتون من خدا نے تمہارے والد بزرگوار کو جملہ عالم کیلئے رحمت بنایا تھا تم سبب نزول عذاب مت بنو۔ اس پر حضرت فاطمہ مسجد سے باہر چلی گئیں اور دیواریں اپنی جگہ پر آگئیں دیواروں کے بلند ہو جانے اور اپنی جڑ چھوڑ دینے اور پھر اپنی اصلی حالت پر آنے سے جو خاک اُڑی اس کی گرد ہماری ناکوں میں پہونچی فقط۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدہ نے اپنی طرف سے نہ صبر فرمایا اور نہ وصیت کا کچھ ذکر کیا اور نہ اس کی رعایت کی بلکہ یا تو الناس یا حضرت علی کے کہنے یا سلمان کے عرض کرنے سے اپنے ارادے سے باز رہیں اور لوگوں کو ہلاک کرنے اور عذاب نازل کرنے کی دعا نہ کی۔ اگر وصیت کی روایت صحیح ہوتی تو جناب سیدہ خود ہی صبر فرماتیں اور اس قسم کا ارادہ ہی نہ کرتیں۔ یا وصیت کی یاد کر کے اس ارادے سے باز رہتیں۔ نہ کہ دیگر وجوہ سے۔

علاوہ بریں بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی[ف] تو صحابہ کا ظلم دیکھ کر صبر کر چکے تھے اور محزون اور مظلوم بیٹھے رہتے تھے۔ مگر حضرت فاطمہ اُن کے اس سکوت اور خانہ نشینی کو اپنے حق طلب نہ فرمانے کو پسند نہ کرتی تھیں اور اس پر غصہ کیا کرتیں۔ یہاں تک کہ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت فاطمہ امیر المومنین سے اس بات پر رنج کا اظہار کر رہی تھیں کہ یکایک مؤذن نے اذان دی اور اشہد ان محمدا رسول اللہ کی آواز سنائی دی تو حضرت علی نے فاطمہ سے کہا ایسرک زوال ھذا النداء من الارض قالت لا قال فانہ لا اقول لک کہ کیا آپ اس بات کو پسند کرتی ہیں کہ

ف چون آنحضرت را دستیاری دپای مردے نبود دل برصبر نہاد و محزون و مظلوم بہ نشست یک روز چنان افتاد کہ فاطمہ از تقاعد امیر المومنین در طلب حق خویش اظہار زجرتے میفرمود کہ گاہ بانگ اذان بالا گرفت و مؤذن گفت اشہد ان محمدا رسول اللہ فقال لہا الیسرک زوال ہذا الندا من الارض قالت لا قال فانہ لا اقول لک چون بانگ اذان فرا رسید و نام رسول خدا گوش زد فاطمہ گشت علی فرمود دوست داری کہ این نام از زبانہا مہجور افتد عرض کرد دوست ندارم فرمود من بیم دارم کہ چون دست بشمشیر کنم یکبارہ مردمان مشرک شوند۔ از ناسخ التواریخ صفحہ ۵۲ جلد ۴

Marfat.com

یہ نام زبان پر نہ آوے اور یہ ندا سنائی نہ پڑے۔ حضرت فاطمہ نے کہا نہیں تب آپ نے فرمایا کہ اسی کا تو مجھے خوف ہے کہ اگر میں اپنے حق کے لئے مقابلہ اور مقاتلہ کروں تو خوف ہے کہ یکبارگی سب آدمی مشرک ہو جائیں۔

اور سب سے بڑھ کر وصیت کی روایت کو جو چیز باطل کرتی ہے۔ وہ جناب امیر المومنین کا خطبۂ شقشقیہ ہے۔ اور یہ وہ خطبہ ہے جس کو امامیہ قرآن مجید کی برابر سمجھتے ہیں۔ اور اس کی صحت میں شبہ کرنا گویا قرآن مجید میں شبہ کرنا خیال کرتے ہیں۔ اس میں حضرت امیر فرماتے ہیں کہ

اما واللہ لقد تقمصہا فلان وانہ لیعلم ان محلی منہا محل القطب من الرحی ینحدر عنی السیل ولا یرقیٰ الی الطیر فسدلت دونہا ثوبا وطویت عنہا کشحا وطفقت ارتئی بین ان اصول بید جذاء او اصبر علی طخیۃ عمیاء یہرم فیہا الکبیر ویشیب فیہا الصغیر ویکدح فیہا مومن حتیٰ یلقی ربہ فرایت ان الصبر علی ہاتا احجی فصبرت وفی العین قذی وفی الحلق شجی جس کا ماحصل یہ ہے کہ جب ابوبکر نے خلافت لے لی باوجودیکہ وہ خوب جانتے تھے کہ نظام خلافت کا مدار مجھ پر ہے اور تمام علوم اور حکمتیں اور تدبیرات اور تصرفات مجھ سے خلق پر ایسے نازل ہوتے ہیں جس طرح کسی بلند پہاڑ سے پانی گرتا ہو میرے کمالات کو کوئی نہیں پہونچ سکتا اور جب میرے اس درجے کو جان کر خلعت خلافت خود پہن لیا تو میں نے صبر کا جامہ پہنا اور اس کی طلب سے ہاتھ کھینچا اور اس کی طرف التفات نہ کیا کیونکہ میں نے اس معاملے میں خوب فکر کی اور اچھی طرح اس پر غور کیا کہ دو کاموں میں سے مجھے ایک کام کرنا چاہئے یا تو کٹے ہوئے ہاتھ سے حملہ کرنا یعنی بے معاون و ناصر کے اُن سے مقابلہ کرنا یا صبر و شکیبائی اختیار کر کے چپ رہ جانا۔ اور صبر بھی اُس تاریکی کی حالت پر جس میں امور خلافت مشتبہ ہو رہے ہوں، اور لوگ قعر ضلالت میں مثل اندھوں کے گر رہے ہوں۔ اور نیز ایسے زمانے تک کہ جس میں جوان بوڑھا اور بچہ جوان ہو جائے اور مومن رنج و مصیبت اٹھاتا رہے۔ یہاں تک کہ اپنے خدا سے ملے۔ ان دو راہوں پر جب میں نے غور کیا تو مجھے یہی مناسب معلوم ہوا کہ اس شدت و ظلمت میں صبر کرنا قرین عقل ہے۔ اس لئے میں نے صبر کیا اور منازعت اور محاربے کو چھوڑا حالانکہ میری آنکھوں میں خار کھٹکتا تھا اور یہ حالت دیکھ

Marfat.com

کہ میرا عیش منغص تھا۔

ملا فتح اللہ شرح فارسی نہج البلاغت میں فسدلت دونہا ثوبا اور اس کے بعد کے فقروں کے ترجمہ اور شرح میں لکھتے ہیں کہ پس فرو گذاشتم نزد آں خلافت جامۂ صبر را و دست از طلب آں باز داشتم و در نور دیدم ازاں تہی گاہ را و بیک جانب شدم یعنی اعراض نمودم ازاں و اصلا التفات بجانب او نکردم و در ایستادم بفکر کردن در امر خود و جولان دادن فکر میاں آنکہ حملہ آرم بدست بریدہ۔ این کنایت ست از عدم معاون و ناصر چہ در ملازمت او بیش از دوازدہ کس نبودند۔ یا صبر نمایم و شکیبائی پیشہ کنم بر ظلمتی کہ متصف بصفت کوری ست۔ و این کنایت ست از شدت التباس در امور خلافت۔ یعنی با شکیبائی دزرم بر تاریکی التباس امور خلافت کہ خلق بآں مہتدی نمی شوند بحق و بواسطہ آں در وادی ضلالت می افتند مثل کوری کہ بآں راہ نبرند و در چاہ ہلاکت افتند، و آں چناں ظلمتی کہ بہ نہایت پیری میرسد در آں بزرگ سال، بحال پیری میرسد و آں خورد سال بسبب عدم انتظام امور معاش. و تعب و رنج می کشد دراں مومن بجہت سعی و اجتہاد در حصول حق و دفع فساد و نمی رسد بآں تا برسد بہ پروردگار خود و چوں حال بریں منوال بود پس دیدم کہ صبر کردن دریں شدت ظلمت اقرب ست بعقل و اولی و الیق ست بآں بسبب انتظام اسلام بواسطۂ عدم معاون و کثرت معاند پس صبر کردم و ترک منازعت و محاربہ نمودم در حالتیکہ در چشم من خاشاک بود و غبار ازاں ایذا می یافتم و متاذی می شدم و در گلو استخوان گرفتہ بود کہ ازاں منغص بود عیش من۔ این ہر دو فقرہ کنایت انداز شدت غصہ و غم و مرارت صبر و الم انتہی بلفظہ۔

ل خلافت اول میں میں نے جامۂ صبر پہن لیا۔ اور مطالبہ سے ہاتھ کھینچ لیا اور ادھر التفات نہ کرکے ایک جانب ہو بیٹھا۔ اور اس سے اعراض کرکے اس جانب بالکل توجہ نہ دی۔ اور غور و خوض کیا کہ کٹے ہوئے ہاتھ سے حملہ کیا جائے جبکہ میرا کوئی ہمدرد و مددگار نہیں ہے اور اس وقت آپ کے پاس بارہ آدمیوں سے زیادہ نہ تھے یا پھر یہ کروں کہ صبر و شکیبائی اختیار کروں اس ظلمت پر جس میں تاریکی ہے اور یہ کنایہ ہے اس کیفیت کا کہ اس تاریک حالت میں جنگ کرنے کی بہ نسبت صبر کروں جس میں امور خلافت مشتبہ ہو رہے ہیں اور ان سے مخلوق کو ہدایت حق حاصل نہ ہوگی اور لوگ وادی گمراہی میں رہ کر ہلاکت کے گڑھے میں گر رہے ہوں اور یہ تاریکی کا زمانہ اتنا طویل نظر آ رہا ہے کہ اقتصادی بدحالی اور خرابی انتظام کے سبب جوان بوڑھے اور بچے جوان ہو جائیں گے۔ رفع فساد و حصول حق کیلئے مومن کوشش کرتے ہوئے اللہ کو پیارے (باقی صفحہ ۴۳ پر)

Marfat.com

اور ابن میثم بحرانی و طفقت بین ان اصول کی شرح میں فرماتے ہیں یرید انی جعلت اجیل الفکر الخ یعنی جناب امیر کا مقصود یہ ہے کہ امر خلافت کی تدبیر میں میں نے اپنی رائے کو دو نقیضوں کے درمیان پایا یا تو یہ کہ جو لوگ میرے سوا امامت کے غاصب ہیں اُن سے لڑوں یا امامت کو چھوڑ دوں اور ان دونوں باتوں میں بڑا خطرہ دیکھا اس لئے کہ کٹے ہوئے ہاتھ سے یعنی بے معاون و معین کے مقابلہ کرنا جائز نہیں کیونکہ اس میں علاوہ اپنے نفس کو ایذا دینے کے نظام مسلمین کو بے فائدہ تشویش میں ڈالنا ہے اور اسکو چھوڑ دینے میں حق و باطل کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ اور معاملات کا التباس اور اختلاط میں پڑ جانا اور اس کا دیکھنا نہایت تکلیف دہ ہے پھر آپ نے اپنی ترجیح رائے کا اظہار دوسرے امر کے اختیار کرنے یعنی امامت سے صبر کرنے اور اس کے چھوڑ دینے پر آپ نے اس قول سے فرمایا کہ امامت پر صبر کرنے کو میں نے زیادہ اچھا خیال کیا اور انتظام اسلام کے لئے زیادہ مناسب جانا تاکہ دین قائم رہے اور اس کے قواعد قانون مستقیم پر جاری رہیں اور امور خلق کا انتظام جو شارع علیہ کا مقصود ہے بنا رہے۔ اور بے یار و مددگار کے آپ کا لڑنا امامت کے قائم رہنے کیلئے مفید نہ تھا کیونکہ اگر لڑائی ہوتی تو اس سے مسلمانوں کے امور پراگندہ ہو جاتے اور ان کی ایک بات بنی نہ رہتی اور ان میں فتنہ و فساد بڑھتا اس لئے کہ اسلام کی محبت اکثر لوگوں کے دلوں میں راسخ نہ ہوئی تھی اور ابھی وہ حلاوت اسلام سے واقف نہ ہوئے تھے۔ اور منافق اور اعدا اور مشرکین اپنی نہایت قوت کے ساتھ اقطار عالم اور مسلمانوں میں موجود تھے تو باوجود ان حالات کے ملاحظہ کرنیکے امامت کے لئے لڑائی اور منازعت پر جسارت کرنا کسی طرح ممکن نہ تھا اور صبر کرنا اور امامت کیلئے نہ لڑنا اگرچہ اس میں بھی آپ کی رائے کے موافق دین کا خلل اور اپنے مقصود کے برخلاف تھا اس لئے کہ اگر آپ امامت پر قائم رہتے تو انتظام و قوام دین پوری طرح پر ہوتا مگر یہ خلل بہ نسبت اُس خلل کے جو امامت کیلئے

(بقیہ ص۴۳) ہو جائیں گے۔ ان حالات میں یہی مناسب معلوم ہوا کہ اس سخت تاریک دور میں صبر کرنا ہی قرین عقل ہے و مناسب ہے اس طرح اسلام کو ٹھیک رکھ سکتا ہوں اور حالت یہ ہے کہ میرے دوست ندارد اور دشمنوں کی کثرت ہے۔ اسلئے میں نے صبر کیا جنگ و جدال نہیں کیا۔ حالانکہ یہ سب امور میری آنکھ میں اس طرح کھٹک رہے تھے جن سے مجھے سخت تکلیف ہو رہی تھی گویا میرے گلے میں ایک ہڈی پھنس گئی تھی۔ یہ وہ حالات تھے جن میں میری زندگی منغص اور برباد تھی۔ یہ دونوں شدت غم و غصہ اور صبر و رنج کی کیفیات کو بطور کنایہ ظاہر کرتے ہیں۔

Marfat.com

لڑائی کرنے اور آپ کی طلب امامت میں ہوتا کم ہے کیونکہ بعض لڑائی دوسری لڑائی سے آسان ہوتی ہے۔
فقط ان الفاظ سے جو جناب امیر نے اس خطبہ میں فرمائے وصیت کی روایت کی پوری پوری تردید ہوتی ہے۔ اس لئے کہ آپ نے مقابلہ اور مقاتلہ سے اس لئے ہاتھ نہیں اٹھایا کہ اس کے نہ کرنے کی وصیت تھی اور نہ اس معاملے میں خلافت کے آپ کے لئے خدا کی طرف سے کوئی ہدایت تھی کیونکہ اس خطبہ میں آپ صاف صاف فرماتے ہیں۔ کہ میں نے دونوں پہلو پر نظر کی اور دونوں میں خرابیاں پائیں مگر ترک منازعت کو زیادہ آسان پایا اور مقابلے میں اسلام کی خرابی دیکھی اور اس لئے آسان تر خرابی یعنی ترک منازعت کو اختیار کیا۔ پس یہ فیصلہ آپ نے صرف اپنی رائے سے کیا۔ اور جس طرح ایک دانشمند اور دور اندیش نیک طینت خیر خواہ خلق اور بے نفس و بے غرض آدمی معاملات کے ہر ایک جانب اور ہر ایک پہلو کو دیکھ کر اہون اور اسہل چیز کو اختیار کرتا ہے آپ نے بھی ترک مخالفت کو اختیار کیا اگر خدا کا حکم ہوتا اور آپ کیلئے کوئی خاص وصیت خدا کی طرف سے ہوتی تو پھر رائے اور قیاس کو دخل دینے کی نہ ضرورت تھی اور نہ دخل دینا جائز تھا کیونکہ خدا کے حکم اور وصیت میں رائے اور قیاس کا کیا کام ہے پس اس خطبے سے جس کو حضرات امامیہ معتبرین کلام جناب امیر کا سمجھتے ہیں اور جس کے کسی ایک لفظ اور ایک حرف میں شک نہیں رکھتے وصیت نامے کی روایت غلط ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو آپ کی خلافت ہونے سے انتظام دین زیادہ مستحکم ہوتا مگر دوسروں کے خلیفہ ہو جانے سے بھی انتظام اسلام کا قائم رہا اور لوگ مسلمانی پر ثابت قدم رہے اور منافقین اور اعدا اور مشرکین کی قوت کا اثر اسلام پر نہ پڑنے پایا۔

دوسری وجہ جناب امیر کے مقابلہ اور مقاتلہ نہ کرنے اور ہر طرح کے ظلم و ستم سہنے کی یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ آپ کے اعوان و انصار نہ تھے۔ اور گو کوئی شخص کیسا ہی شجاع اور دلیر اور باہمت اور باغیرت ہو مگر اس کا ساتھ دینے والے اور اس کی اعانت و مدد کرنے والے لوگ نہ ہوں تو اس سے کچھ نہیں ہو سکتا اگر جناب امیر کا ساتھ دینے والے اہل بدر کی تعداد کے برابر بھی ہوتے تو آپ بلاشبہ مقابلہ اور مقاتلہ کرتے اور وجہ معاون و انصار کے نہ ہونے کی یہ ہے کہ تمام مہاجرین و انصار اور سارے اصحاب پیغمبر خدا صلعم کے وفات پاتے ہی مرتد ہو گئے تھے۔ بحار الانوار میں رجال الکشی سے یہ روایت سدیر امام باقر سے یہ روایت لکھی ہے کہ تمام آدمی بعد نبی کے مرتد ہو گئے الا تین شخص اور وہ مقداد بن اسود اور ابوذر غفاری اور سلمان فارسی تھے۔ ان تین میں عمار بن یاسر کا نام نہیں ہے۔ مگر ایک

Marfat.com

اور روایت میں اخیر کو ان کا نام بھی مرتدین سے خارج کیا گیا ہے۔ ابوبکر حضرمی نے امام باقر سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بجز تین شخصوں سلمان و ابوذر و مقداد کے سب مرتد ہو گئے تھے۔ میں نے کہا کہ عمار کا کیا حال ہوا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ پہلے انہوں نے حق سے عدول کیا تھا لیکن پھر حق کی طرف رجوع کر گئے۔ بعد اس کے امام نے فرمایا کہ اگر تو ایسا شخص چاہتا ہے کہ جس نے بالکل شک نہ کیا ہو اور اس کے دل میں کوئی وسوسہ نہ آیا ہو تو صرف مقداد ہیں اور سلمان کے دل میں عارضی طور پر یہ بات آئی تھی کہ حضرت علی کے پاس اسم اعظم ہے اگر وہ اس کو اپنی زبان سے نکالیں تو سب مخالف زمین میں دھنس جائیں اور یہ بات بھی ٹھیک تھی۔ پھر اسی روایت میں آگے چل کر یہ لکھا ہے کہ اس کے بعد ابو ساسان انصاری اور ابو عمرہ اور شتیرہ تین آدمیوں نے حضرت علی کی طرف رجوع کیا غرضکہ جن لوگوں نے حضرت امیرالمومنین کا حق پہچانا وہ سات آدمی تھے (بحارالانوار کتاب الفتن صفحہ ۱۴۱، ۴۲) عبدالملک بن اعین سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق سے صحابہ کے ارتداد کے متعلق سوال کرنا شروع کیا اور برابر سوال کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے آپ سے کہا کہ اس صورت میں تو سبھی ہلاک ہو گئے۔ امام نے فرمایا ہاں بخدا اے ابن اعین سب ہلاک ہو گئے۔ میں نے کہا کیا جو شرق کے رہنے والے تھے وہ بھی اور جو غرب کے رہنے والے تھے وہ بھی ہلاک ہوئے۔ آپ نے جواب دیا کہ ہاں خدا کی قسم سوائے تین کے سب ہلاک ہو گئے۔ لیکن بعد کو ابو ساسان اور عمار اور شبیرہ اور ابو عمرہ آملے تھے اور سب مل کر سات شخص ہو گئے تھے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بعد بیعت ابوبکر کے مہاجرین انصار نے جناب امیر سے بیعت کرنے کی خواہش ظاہر کی مگر ثابت قدم نہ رہے جیسا کہ ابوبصیر نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ بعد اس کے مہاجرین وانصار حضرت علی کے پاس آئے اور کہا کہ آپ ہی امیرالمومنین ہیں اور خلافت کے مستحق آپ ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ حضرت علی نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو کل سر کے بال منڈوا کر میرے پاس آؤ مگر سوائے سلمان اور مقداد اور ابوذر کے کسی نے بال نہ منڈائے اور پھر دوسری مرتبہ آئے اور بیعت کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کی پھر حضرت نے وہی فرمایا اور پھر بھی انہوں نے اس کی تعمیل نہ کی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت سے پوچھا کہ کیا عمار ان لوگوں میں داخل نہ تھے جنہوں نے حضرت کے حکم کی تعمیل کی تھی فرمایا نہیں پھر میں نے کہا کہ عمار بھی مرتدین میں داخل ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بعد اس کے حضرت علی کی طرف سے لڑے اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ گو وہ اس وقت مرتد ہو گئے تھے مگر پیچھے حضرت علی کے ساتھ دینے

ان کی طرف سے لڑنے کے سبب اُن کا ایمان قائم رہا۔

اور کافی میں ابوالہیثم بن تیہان سے روایت ہے کہ امیرالمومنین علی نے مدینے میں لوگوں کے سامنے ایک خطبہ پڑھا جس میں بعد حمد کے آنحضرت صلعم کے فضائل بیان کئے اور یہ فرمایا کہ آپ نے اپنی پیغمبری کا کام پورا کیا اور رہنمائی کے راستے مقرر کئے۔ اے لوگو جن کو فریب دیا گیا۔ اور وہ فریب میں آ گئے اور فریب دینے والے کے مکر کو پہچان گئے۔ اور جان بوجھ کر اُسی پر اڑے رہے اور ہوائے نفس کا اتباع کرتے رہے حق ان کے لئے ظاہر ہوا لیکن وہ اُس سے باز رہے اور کھلا ہوا راستہ اُن کے سامنے تھا اور وہ اس سے پھر گئے۔ اُس ذات کی قسم جس نے دانے کو اگایا۔ اور بچے کو پیدا کیا اگر تم علم کو معدن علم سے حاصل کرتے اور شیریں پانی پیتے اور نیکی کی توقع سے نیکی کا ذخیرہ کرتے اور صاف صاف راستے اختیار کرتے اور کھلے ہوئے حق کے راستے پر چلتے تو صاف صاف راستے تم پر کھل جاتے اور تمہارے نشانیاں ظاہر ہو جاتیں۔ اور اسلام تمہاری نظر میں روشن ہو جاتا خوشی اور مزے سے تم کھاتے اور کوئی شخص تم میں سے تنگ حال نہ ہوتا۔ اور کوئی مسلمان اور وہ شخص جس سے عہد کیا گیا ہوتا ستم رسیدہ نہ ہوتا۔ لیکن تم لوگ ظلم کے راستے پر چلے اس واسطے باوجود فراخی کے دنیا تم پر تاریک ہو گئی اور علم کے دروازے تمہارے سامنے سے بند ہو گئے تم نے اپنی خواہشوں سے گفتگوئیں کیں اور اپنے دین میں مختلف ہو گئے۔ اور بغیر علم کے دین الٰہی میں فتوٰی دیئے اور کج طبع لوگوں کا تم نے اتباع کیا انہوں نے تم کو گمراہ کر دیا اور تم نے اماموں کا ساتھ چھوڑا۔ انہوں نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا۔ تم عنقریب اپنی بوئی ہوئی چیزوں کو قطع کرو گے اور اُس کی ناگواری معلوم کرو گے۔ جو تم نے گناہ کئے اُن کا ناگوار مزہ چکھو گے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانے کو اُگایا اور بچے کو پیدا کیا۔ کہ بے شک تم جانتے ہو کہ میں تمہارا صاحب اور حاکم اور عالم ہوں۔ میں وہ شخص ہوں کہ تمہاری نجات میرے علم پر موقوف ہے۔ تمہارے پیغمبر سرور عالم صلعم کا وصی ہوں۔ تمہارے پروردگار نے مجھ کو منتخب کیا ہے۔ عنقریب آہستہ آہستہ وہ مصیبتیں تم پر نازل ہوں گی جن کا وعدہ کیا گیا ہے اور پہلی امتوں پر وہ نازل ہو چکی ہیں۔ واللہ اگر میرے پاس طالوت کے ساتھیوں کی برابر یا اہل بدر کی تعداد کی برابر لوگ ہوتے تو میں تم کو تلوار سے ایسا مارتا کہ تم حق کی طرف سب رجوع کرتے اور صدق کی طرف متوجہ ہوتے اُس وقت میں بندوبست کرتا اور لطف اور نرمی سے کام لیتا۔ اے بار خدایا تو ہم میں حق بات کا فیصلہ کر دے۔ تو سب حاکموں میں بہتر ہے۔ اس خطبے کے پڑھنے کے بعد حضرت علی مسجد سے باہر آئے۔ اور ان کا گذر ایک

Marfat.com

بکریوں کے گلے پر ہوا جس میں تیس بکریاں تھیں۔ تب حضرت علی نے کہا کہ اگر میرے پاس ان بکریوں کی تعداد کی برابر خدا اور رسول کے خاص دوست ہوتے تو میں اکلۃ الذبان کے بیٹے (ابوبکر) کو حکومت سے نکال دیتا۔ پھر شام کے وقت تین سو ساٹھ آدمیوں نے مرجانے پر ان سے بیعت کی حضرت علی نے کہا تم صبح کے وقت مقام احجار الزیت میں (نام مقام قریب مدینہ) سر منڈوا کر آؤ حضرت علی نے سر منڈا لیا لیکن اُن لوگوں میں سے سوائے ابوذر اور مقداد اور حذیفہ اور عمار کے کسی اور کو سر منڈا ہوا نہ پایا۔ اخیر میں سب کے سلمان آئے۔ پھر حضرت علی نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر کہا یا رخدایا اُن لوگوں نے ہم کو کمزور پالیا ہے جیسے کہ بنی اسرائیل نے حضرت ہارونؑ کو ضعیف پالیا تھا۔ بار خدایا تو اُن چیزوں کو بھی جانتا ہے جن کو ہم چھپاتے ہیں اور ان کو بھی جن کو ظاہر کرتے ہیں۔ کوئی چیز زمین و آسمان کی تجھ پر مخفی نہیں ہے۔ تو مجھ کو اسلام پر موت دے اور نیک لوگوں سے مجھ کو ملا دے قسم ہے بیت اللہ کی اور حج کے لئے بیابان میں نکلنے والے کی اور مزدلفہ کی کہ اگر مجھ کو اس عہد کا خیال نہ ہوتا جو آنحضرت نے مجھ سے لیا تھا تو میں مخالفوں کو موت کی خلیج تک پہونچا دیتا۔ اور میں اُن پر موت کی بدلی موسلا دھار پانی برساتی ہوئی اور گرجتی ہوئی بھیجتا۔ اور بیشک بہت جلد ان کو معلوم ہو جائے گا۔

عمرو بن ثابت سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبداللہ سے سنا کہ آنحضرت کا انتقال ہو گیا تو سب لوگ مرتد ہو گئے صرف تین مسلمان رہے سلمانؓ، مقدادؓ اور ابوذر۔ اور نیز روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد چالیس آدمی حضرت علی کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا واللہ ہم تمہارے بعد کسی کی کبھی اطاعت نہ کریں گے۔ حضرت علی نے کہا کیا وجہ۔ انہوں نے کہا کہ روز غدیر ہم نے تمہارے حق میں سنا ہے حضرت علی نے کہا ہے ہم ایسا کروگے۔ انہوں کہا ہاں۔ حضرت علی نے کہا تو کل تم میرے پاس سر منڈا کر آجاؤ۔ ابو عبداللہ نے کہا کہ بجز ان تینوں کے اور کوئی نہیں آیا۔ ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ عمار بن یاسر بعد ظہر کے آئے تو ان کے سینے پر حضرت علی نے ہاتھ مارا اور فرمایا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم غفلت کی نیند سے جاگو۔ جاؤ مجھ کو تمہاری کوئی حاجت نہیں ہے۔ تم نے سر منڈانے میں تو میرا کہنا مانا نہیں۔ لوہے کے پہاڑوں سے جنگ کرنے میں تم میرا کیا کہنا مانو گے تم چلے جاؤ مجھے تمہاری کچھ حاجت نہیں۔ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے تین کے سب لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ مگر کافی میں ایک اور روایت ہے جو اس کے مخالف ہے۔ اور جس

Marfat.com

سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف مرتد نہ ہو جانے کے خیال سے حضرت علی نے اپنے حقوق کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور نیز ما للناس تمام مصائب اپنے اوپر گوارا کئے۔ زرارہ نے امام باقر سے بیان کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ جب لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کر لی اور کیا جو کچھ کیا تو حضرت علی نے لوگوں کو رحمدلی کی وجہ سے اپنی طرف نہیں بلایا ان کو اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ اسلام سے پھر جائیں اور بت پرستی کرنے لگیں اور کلمۂ شہادت ترک کر دیں۔ بلکہ آپ کو یہی پسند ہوا کہ لوگ اسلام سے مرتد نہ ہوں۔ اور اپنی حالت پر قائم رہیں۔ اس لئے جن لوگوں نے قصداً بیعت آپ کی نہیں کی تھی۔ اور لوگوں کی دیکھا دیکھی بغیر علم اور بغیر عداوت امیرالمومنین کے ابوبکر کی بیعت کر لی تھی وہ لوگ اس بیعت کی وجہ سے کافر نہیں ہو سکتے۔ اور نہ دائرہ اسلام سے نکل سکتے ہیں۔ اسی واسطے حضرت علی اپنی حالت کو چھپایا کئے۔ اور بالکراہ خود بھی بیعت کر لی۔ چونکہ یہ حدیث بالکل منافی اور مناقض احادیث سابقہ کے ہے کیونکہ اُن سے تمام مسلمانوں کا مرتد ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس حدیث سے حضرت علی کا دعویٰ نہ کرنا اور مقابلہ نہ فرمانا صرف اس خیال سے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو اندیشہ تھا کہ ایسا کرنے سے لوگ مرتد ہو جائیں گے۔ اس لئے جناب ملا باقر مجلسی اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔ کہ اسلام سے مرتد نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ظاہر اسلام کی پابندی کریں۔ اور کلمہ پڑھتے رہیں۔ اس لئے کہ امت کی بھلائی اسی میں تھی کہ وہ اسلام پر باقی رہیں۔ تاکہ مدتوں کے بعد اُن کو یا اُن کی اولاد کو حق کے قبول کرنے اور ایمان میں داخل ہونے کا موقع مل سکے۔ اس صورت میں یہ قول اُس قول کے منافی نہیں ہے کہ صرف تین ہی آدمی ارتداد سے بچ گئے تھے۔ اس لئے کہ مرتد ہونے کے وہاں یہ معنی ہیں کہ انہوں نے عموماً دین کو فی الحقیقت چھوڑ دیا تھا۔ اور یہاں اس کے معنی یہ ہیں کہ اُن میں اسلام کی صورت باقی تھی اگرچہ وہ اکثر احکام واقعی کے لحاظ سے کافروں کے حکم میں داخل تھے۔ اور یہ بھی اُن لوگوں کے لئے ہے۔ جنہوں نے حضرت علی کی امامت کے نص کو نہ سُنا ہو اور اُسے حضرت علی سے بغض و عداوت نہ ہو۔ مگر جس شخص نے ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی کی وہ گویا پیغمبر کے قول کا منکر ہو گیا۔ اور ظاہر میں بھی کافر اور کوئی حکم احکام اسلام اس کے لئے باقی نہ رہا اور وہ واجب القتل ہے۔

جناب عمدۃ المتکلمین و زبدۃ المتاخرین مولوی سید حامد حسین صاحب استقصا کی جلد دوم میں بھی

Marfat.com

اسی کی تائید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حدیث ارتدت الصحابة کلھم الا ثلاثة وامثالہ ہرگز اہل حق محمول بر ردت شرعی وکفر ظاہری نمی سازند چنانچہ در عبارت بحار کہ آنفا منقول شد صریح مذکور ست کہ مراد از ارتداد دریں احادیث ارتداد در دین واقع ست یعنی نہ ارتداد از دین وظاہر بالجملہ مراد از ارتداد در امثال این احادیث ارتداد بمعنی عام ست کہ منافی اسلام ظاہری نیست و در معنی عام ارتداد ہمہ ہا داخل می توانند شد ہم مرتدین شرعی وہم کسانیکہ بر اسلام ظاہری باقی ماندو از ایمان بدر رفتند۔ پھر آگے اس کے مولوی صاحب ممدوح فرماتے ہیں کہ وتوضیح مقام این ست کہ ارتداد را دو معنی ست یکی عام ویکی خاص۔ اما ارتداد عام پس بمعنی لغوی ست یعنی برگشتن از چیزی واین معنی شامل ست جمیع انواع ارتداد را۔ خواہ ارتداد از اسلام باشد خواہ ارتداد از ایمان۔ خواہ ارتداد از اخلاق حسنہ وعادات جمیلہ وامثال ذلک۔ واما ارتداد خاص پس ارتداد شرعی ست یعنی برگشتن از اسلام واختیار کردن کفر کہ موجب جریان احکام کفار در دار دنیا بر صاحب آن تواند شد۔ اور اس کے بعد جناب ممدوح نے خلفاء ثلثہ کی نسبت دونوں قسم کے ارتداد کا دعویٰ کیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ فان کفرھم وارتدادھم واضح لاسترة فیہ

لہ اہل حق شرعی مرتد اور ظاہری کافر نہ تھے۔ جیسا کہ بحار الانوار میں صاف لکھا ہے کہ احادیث ارتداد سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے دین میں کمی وبیشی کی اور ہرگز ہرگز یہ لوگ ظاہری طور پر خود مرتد نہ تھے۔ غرضکہ اسی قسم کی احادیث میں ارتداد سے وہ عمومیت مراد ہے جو ظاہری مسلمان ہونے کے منافی نہیں ہے اور اس عام ارتداد میں یہ سب داخل ہو سکتے ہیں۔ عام ازیں کہ شرعی مرتد ہوں یا ظاہری مسلمان ہوں اور ایسے لوگ ایمان سے خارج ہیں

لہ اس کی وضاحت یہ ہے کہ ارتداد کے دو معنی ہیں۔ ایک عام دوسرا خاص۔ ارتداد عام کے معنی ہیں کسی چیز سے پھر جانا اور یہ معنی عام اقسام کے ارتداد پر حاوی وشامل ہیں۔ عام اس سے کہ اسلام سے ارتداد ہو یا ایمان سے کہ اخلاق حسنہ کا ترک ہو یا عمدہ عادات وخصائل سے کنارہ کشی وغیرہ وغیرہ۔ ارتداد خاص کے معنی ہیں ارتداد شرعی یعنی اسلام سے پھر جانا اور کفر اختیار کر لینا اور ایسے شخص پر دنیا میں کافروں جیسے احکام جاری ہو سکتے ہیں اور ان کا کافر ومرتد ہونا ایسا واضح ہے جس پر کوئی پردہ نہیں ہے۔

Marfat.com

غرضکہ حضرات امامیہ نے ارتداد کی دو قسمیں کی ہیں ارتداد حقیقی یعنی ظاہراً و باطناً مرتد ہو جانا اس میں خلفاء ثلثہ کو نعوذ باللہ من ذلک اور سامعین نص کو شریک کیا ہے۔ اور دوسری ارتداد باطنی یعنی بظاہر اسلام پر قائم رہنا اور اس میں اُن لوگوں کو داخل کیا ہے۔ جنہوں نے بغیر علم اور بغیر عداوت جناب امیر کے دھوکے میں آکر یا اور لوگوں کی دیکھا دیکھی خلفاء ثلثہ کی بیعت کی اور پھر اس قسم کے لوگوں کو جبکہ وہ شریک جناب امیر کے ہو گئے مسلمانوں اور مومنین میں داخل کر لیا ہے۔ اوّل تو یہ تقسیم ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اس لئے کہ ارتداد اصلی یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول اور ما جاء بہ النبی سے انکار کیا جائے۔ اور ایسا انکار صحابہ کی نسبت ثابت نہیں خصوصاً خلفاء ثلثہؓ۔ اور ان کے اعوان و انصار کی نسبت۔ اس لئے کہ اُن کے اسلام ظاہری پر قائم رہنے کی تصدیق خود حضرات امامیہ کے اکثر اقوال سے ہوتی ہے جیساکہ علم الہدیٰ صاحب مغنی کے جواب میں لکھتے ہیں کہ یہ کہنا قاضی کا کہ "جس طرح امام حسین نے یزید سے مخالفت کی اور اس کی برائیاں ظاہر کیں جناب امیر کو بھی چاہیئے تھا کہ اپنے مخالفین سے مخالفت کرتے اور نکیر یعنی اعتراض اور انکار ظاہر کرتے اور لوگوں کو اس کے خلاف میں برانگیختہ فرماتے" بعید از صواب ہے۔ اس لئے کہ جو خوف یزید سے تھا مثل اُس خوف کے نہیں تھا جو خلفاء سے کیا جاتا اس لئے کہ یزید فسق و فجور کا اعلان کرتا اور دینداری سے بے پرواہ تھا اور سب جانتے تھے کہ اُس میں امامت اور خلافت کی قابلیت نہیں ہے۔ اور کوئی شرط شرائط امامت میں سے اُس میں پائی نہیں جاتی۔ بخلاف خوف کرنے کے ایسے شخص سے جو بزرگ اور مقدم قوم ہو اور حسن ظاہر میں متصف اور جم غفیر اسے امامت کے لائق جانتے ہوں بلکہ اس کے رتبے کو خلافت سے بڑھ کر سمجھتے ہوں پس قیاس ایک کا دوسرے پر قیاس مع الفارق ہے۔ اس میں جناب علم الہدیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کی نسبت ان باتوں کو تسلیم کیا ہے کہ وہ مقدم اور معظم قوم تھے۔ اور بحسن ظاہر متصف اور امامت کو لوگ ان کے رتبے سے کم سمجھتے تھے چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں وکیف یکون الخوف من مظهر الفسق والخلاعة ولا شبهة فی ان امامته ملك وغلبة و انه لا شرط من شرائط الامامة فیه کالخوف من مقدم معظم جمیل الظاهر یری اکثر الامامة ان الامامة دونه وانها ادنی منازل وما الجمع بین الامرین الا کالجامع بین الضدین۔ اور محقق جیلانی فتح السبل میں لکھتے ہیں کہ:۔

Marfat.com

سببِ دیگر در تقویت حسن ظن مردم بعاقدین بیعت آن شد کہ آنہا نفوس خود را از اموال باز داشتند و شیوۂ زہد در دنیا پیش گرفتند و رغبت بدنیا و زینت آن را ترک کردند و قناعت بقلیل و اکل خشن و لباس کرباس ملک خود ساختند در حالیکہ اموال برائے ایشان حاصل و دینار و کردہ بود و آن را درمیان قوم قسمت می کردند و خود را بآن اصلاً آلودہ نمی کردند پس دلہای مردم بایشان مائل شد و ایشان را دوست داشتند و ظنون مردم بایشان نیک شد و ہر کس راکہ دربارۂ ایشان شبہہ در خاطر بود یا توقفی داشت باخود گفت کہ اگر ایشان بہوائے نفس مخالفت نص پیغمبر کردہ بودند بایست اہل دنیا باشند و ترک اموال و لذات نکنند تا خسران دنیا و آخرت ہر دو برای ایشان نباشد و اینہا اہل عقل و رای صحیح اند چگونہ خسران دنیا و عقبیٰ ہر دو را پسندیدہ باشند پس فعل ایشان صحیح است و کسی را شکی در صلاح ایشان باقی نماند و اعتقاد بولایت ایشان کردند و افعال ایشان پسندیدند انتہی بلفظہ
پس یہ تو کہا نہیں جا سکتا کہ خلفاء اور ان کے اعوان و انصار نے اسلام کو باین معنی ترک کر دیا

لہ دوسرا سبب یہ ہے کہ خلفاء کی بابتہ لوگوں کو پختہ حسن ظن تھا جس کی وجہ سے انہوں نے بیعت کی کہ انہوں نے اپنی ذات کو دولت دنیاوی سے باز رکھا دنیا میں زاہدوں کا شیوہ اختیار کیا۔ دنیا اور دنیا داری سے رغبت نہ کی اور تھوڑے پر ہی قناعت کی سوکھی غذا اور موٹا لباس اختیار کیا۔ اس دور خلافت میں جبکہ دولت و زر ان کے قبضے میں تھا۔ اور یہ لوگ آمدہ مال کو قوم میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اور اس میں سے کوئی حبہ خود نہ لیتے تھے۔ اور سرکاری مال سے خود کو انہوں نے بالکل بھی آلودہ نہیں کیا۔ اس کی وجہ سے لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہو گئے اور ان کو دوست رکھنے اور ان سے نیک گمان کرنے لگے اور جن لوگوں کو ان خلفاء کی بابت شک و شبہ تھا یا بیعت کرنے میں انہوں نے توقف کیا تھا۔ انہوں نے اپنے دل میں کہا اگر ان خلفاء نے رسول اللہ کے احکام کی مخالفت کی ہوتی تو یہ لازماً دنیا دار ہوتے اور لذات دنیاوی و دولت ترک نہ کرتے اور دنیاوی و اخروی ذلت ان کے لئے نہیں ہے اور یہ بات واضح ہے کہ یہ خلفاء چونکہ عقلمند اور صائب الرائے ہیں اس لئے دنیاوی و اخروی نقصان دونوں کو پسند نہیں کرتے۔ اس لئے بھی ان کے افعال صحیح و درست ہیں اور کسی شخص کو ان کی صلاحیت کے بارے میں شک و شبہ باقی نہ رہا اور لوگ ان کی ولایت و خلافت کے معتقد ہو گئے۔ اور ان کے اعمال و افعال کو بنظر پسندیدگی دیکھا۔

Marfat.com

کہ وہ خدا اور رسول کے منکر ہو گئے ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ امامت جو حق علی مرتضیٰ کا تھا وہ ان کو نہ دی اور نہ صرف منکر امامت بلکہ غاصب امامت ہو گئے۔ اس لحاظ سے اُن کو شیعہ اپنی اصطلاحی ارتداد کے مطابق مرتد کہیں تو کہیں۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ دوسرے صحابی جن کی تعداد ہزاروں سے کچھ کم نہ تھی۔ اور جو جناب امیر کے زمانے میں ان کے شریک ہوئے کیوں شروع میں علی مرتضیٰ سے پھر گئے۔ اور ان کی اعانت اور مدد نہ کی۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ دھوکہ میں آ گئے۔ تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس لئے کہ حضرت علی کی امامت کا معاملہ پیغمبر خدا صلعم نے اس اعلان کے ساتھ طے کیا تھا۔ اور اس کا اس خوبی سے اشتہار دیا تھا کہ کسی کو کوئی موقع عذر کا یا دھوکے میں آنے کا باقی نہ رہا تھا۔ خم غدیر میں صاف صاف لفظوں میں ستر ہزار آدمیوں کے سامنے آپ نے علی کو امام بنایا اور ان کو اپنا ولی عہد کیا۔ اور سب سے بیعت لی۔ اور سب نے مبارک باد دی۔ اور پھر پیغمبر خدا صلعم نے اس عہد پر قائم رہنے والوں کے درجے ثواب کے اور اس سے پھر جانے والوں کے عذاب جو خدا نے مقرر کئے ہیں وہ بھی صاف صاف بتا دیئے۔ اور مثل خدا پر ایمان لانے اور اُسے معبود مطلق سمجھنے کے امامت کے مسئلے کو بھی اسلام اور ایمان کے لئے لازمی قرار دیا۔ ایسی صورت میں سوائے دیوانوں اور بے سمجھ بچوں کے کوئی جاہل اور بدوی بھی دھوکے میں نہیں آ سکتا تھا۔ نہ ایسی نص جلی اور خبر متواتر بلکہ مشاہدے سے انکار کر سکتا تھا۔ بجز اُن لوگوں کے جن کو ایمان اور اسلام سے بہرہ نہ ہو۔ اور جن کو حرص دنیا نے غصب خلافت پر آمادہ کیا ہو یا اُن غاصبوں کے ساتھ دینے کو اپنے لئے مفید سمجھتے ہوں۔ اور ان تمام صورتوں میں جس طرح پر خلفاء اور اُن کے معاون و انصار مطابق اصول شیعوں کے دائرہ اسلام سے خارج ہیں اسی طرح پر تمام صحابہ اور سارے مسلمان جنہوں نے خلفا کا ساتھ دیا اور ان کی خلافت پر بیعت کی۔ اور کسی کا کوئی عذر مقبول نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اگر انہوں نے نص بھی نہ سنی ہوتی تاہم جناب امیر نے علی رؤس الاشہاد اپنی خلافت کا دعویٰ کیا اور خلفاء کو غاصب اور ظالم ٹھہرایا اور سب سے اعانت و مدد مانگی اور حسنین اور فاطمہ کو لئے لئے گھر گھر پھرا کئے۔ کوئی دقیقہ اپنے حق کے مطالبے کا بقول شیعوں کے باقی نہیں رکھا۔ ایسی صورت میں کسی کو دھوکے میں آنے کا موقع

باقی نہ تھا۔ اور نہ اُن کا یہ عذر سماعت ہو سکتا ہے۔ اور بالفرض اگر خلافت اولیٰ میں دھوکے سے بیعت کر لینے کا عذر قبول بھی کیا جائے۔ تو دوسری اور تیسری خلافت میں غاصبین خلافت سے بیعت کرنی اور اُن کی خلافت ماننے کے لئے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ بجز اس کے کہ تمام مہاجرین اور کل مومنین و مسلمین اُس زمانے کے سوائے تین کے مرتد قرار دیئے جائیں۔ مطابق اصول شیعوں کے کسی طرح ان کا اسلام ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور اس لئے اگر حضرات امامیہ اس دعوے پر ثابت قدم رہتے اور سب صحابہ کو سوائے تین چار کے خواص ہوں یا عوام مکی ہوں یا مدنی، حضری ہوں یا بدوی مرتد مانتے اور کسی کو کسی عذر سے خارج نہ کرتے تو بھی مقابلہ اور مقاتلہ نہ کرتے۔ اور ظلم و ستم سہنے کی وجہ کچھ خیال میں آتی۔ مگر تعجب یہ ہے کہ اس بات پر بھی تو حضرات امامیہ ثابت قدم نہیں رہتے۔ بلکہ اپنی شوکت اور اپنے مذہب کے حامیوں کی کثرت اور عظمت دکھانے کے لئے وہ روایتیں بیان کرتے ہیں جس سے یہ تمام اقوال باطل ہو جاتے ہیں۔ اور ان لوگوں کی جو اسلام اور ایمان پر ثابت قدم رہے بہت بڑی تعداد معلوم ہوتی ہے۔ اور نیز بہت سے قبیلے حامی اور مددگار حضرت علی کے پائے جاتے ہیں۔

چنانچہ ریاض السالکین شرح صحیفہ سجادیہ میں صدر الدین حسنی حسینی روضۂ چہارم میں جہاں ذکر حضرت امام زین العابدین کی اُس دعا کا ہے جو آپ نے اصحاب رسول پر کی ہے لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلعم کی وفات کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابی موجود تھے۔ اور بحوالہ کتاب الخصال رئیس المحدثین کے حضرت امام جعفر صادق سے نقل کرتے ہیں کہ بارہ ہزار اصحاب پیغمبر کے جن میں سے آٹھ ہزار مدنی اور دو ہزار غیر مدنی اور دو ہزار طلقاہیں سے ایسے تھے جن میں نہ کوئی قدری تھا نہ خارجی نہ معتزلی نہ صاحب الرائے۔ رات دن رویا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ قبل اس کے کہ ہم خمیری روٹی کھاویں خدایا ہماری روح قبض کرے۔ اور اوس اور خزرج اور بنو حنیف اور ہمدان اور مذحج اور ربیعہ اور مضر اور ازد اور وائل اور خزاعہ اور طی یہ سب قبیلے شیعیان علی میں سے تھے۔ اور ایسے صادق العقیدہ کہ جن کی خلوص عقیدت اور مددگاری و نصرت کا خود جناب امیر نے اپنے اشعار میں ذکر کیا ہے اور انکی تعریف کی ہے چنانچہ ملا باقر مجلسی مجالس المومنین کی مجلس دوم میں جس کا عنوان ہے "مجلس دوم دربیان عال طائفہ چند کہ بہ تشیع مشہور و در سلک ایمان مذکور اند" فرماتے ہیں کہ اوس اور خزرج دو بڑے

قبیلے انصار کے ہیں کہ ان کا حال غایت اشتہار کی وجہ سے محتاج اظہار نہیں ہے۔ اور اخلاص خصوصاً سعد بن عبادہ خزرجی اور ان کی اولاد امجاد کا نسبت علی مرتضٰی کے سب پر ظاہر ہے۔ چنانچہ شارح دیوان مرتضوی قاضی میر حسین شافعی کہتے ہیں کہ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ جب حضرت علی مرتضٰی متوجہ حرب معاویہ ہوئے تو نوے ہزار آدمی ہمراہ تھے۔ ان میں سے آٹھ سو انصار اور نو سو اہل بیعت رضوان سے اور جن کی نسبت حضرت علی نے فرمایا ؎

الاوس والخزرج القوم الذین ھم ۔۔۔ اووا فاعطوا فوق ما وھبوا

یعنی اوس و خزرج اس قوم کے لوگ ہیں کہ جن لوگوں کو اپنے یہاں پناہ دیں تو ان کے ساتھ اپنی استطاعت سے زیادہ سلوک کرتے ہیں۔ اور قبیلہ ہمدان کی نسبت حضرت امیر المومنین نے فرمایا ہے ؎

ونادی ابن ھند ذا الکلاع ویحصبا ۔۔۔ وکندۃ فی لخم وحی جزام

یتممت الھمدان الذین ھم ھم ۔۔۔ اذا ناب امر جنتی وسہامی

جزی اللہ الھمدان الجنان فانھم ۔۔۔ سہام العدی فی کل یوم خصام

فلوکنت بوابا علی باب جنۃ ۔۔۔ لقلت لھمدان ادخلی بسلام

کہ جب ابن ہندہ یعنی معاویہ نے ذوالکلاع اور یحصب اور کندہ کے قبیلوں کو بلایا میں نے ہمدان کے قبیلوں کو پکارا کیونکہ وہی لوگ ہیں کہ سخت وقت پر میری ڈھال اور تلوار ہیں۔ خدا قبیلہ ہمدان کو اس کے صلہ میں جنت دے کہ وہی ہر لڑائی کے دن دشمنوں کے تیر رہے ہیں۔ اگر میں جنت کا دربان ہوں گا تو ہمدان سے کہہ دوں گا کہ بے دھڑک چلے آؤ۔ اور قبیلہ ازد کی نسبت حضرت امیر المومنین نے فرمایا ہے ؎

الازد سیفی علی الاعداء کلھم ۔۔۔ وسیف احمد من دانت لہ العرب

قوم اذا ناجاء وا وفوا وان غلبوا ۔۔۔ لایجمعون ولا یدرون ما الھرب

ان اشعار کا ترجمہ ملا صاحب نے فارسی میں یہ کیا ہے ؎

یاران من اند اہل شمشیر ہمہ ۔۔۔ مائل بخدا از جہاں سیر ہمہ
معنی گریختن ندانند کہ چیست ۔۔۔ باشند بروز حرب چوں شیر ہمہ

اور نیز حضرت امیر المومنین کا اصل شعر قبیلہ ازد کی نسبت نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

Marfat.com

کہ حضرت امیر المومنین علی می فرماید۔ لـ اے جماعت ازد بدرستی کہ من از ہمہ شما خوشنودم وشما
مرہائی کار خلافت من آید ہرگز نا امید نشوید از راحت وآمرزیدن ۔ وخدا نگاہ دارد ایشان را
از ہر جا کہ روند۔ پاکید شما در حالیکہ تو آید چنان کہ پاک ست اوّل شما وخار چیدہ نشو داز سر شاخ
انگور۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تعریفیں جو قبائل انصار کی مجالس المومنین میں
بیان کی گئی ہیں یہ چونکہ انساب سمعانی وغیرہ کتب عامہ سے لی گئی ہیں۔ شیعوں کے مقابلے
میں پیش نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے کہ ملا باقر مجلسی نے ان تمام قبائل کو مخلصین اور شیعیان علی میں
داخل سمجھ کر ان اقوال کو اُس کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ اور ایسی حالت میں یہ اقوال حضرات
امامیہ پر اُسی طرح حجت ہو سکتے ہیں جس طرح خود ان کے مورخین کے اقوال۔ اور اس سے غرض
اصلی ملا باقر کی یہی ہے کہ وہ ثابت کریں کہ شیعیان علی کچھ کم نہ تھے۔ اور بہت سے قبائل حامی اور مددگار
جناب امیر کے تھے۔ لیکن اگر حضرات امامیہ جناب ملا باقر مجلسی کی تحریر کو رد کردیں اور اُسے نہ مانیں
اور جن قبائل کا شیعیان علی میں سے ہونا انہوں نے بیان کیا ہے اُسے غلط سمجھیں اور اُن کو
بھی اعداء اہل بیت میں شمار کریں۔ تاہم وہ اِسے تو رد نہیں کر سکتے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار صحابی
بعد پیغمبر خدا صلعم کے موجود تھے۔ اور اس کی بھی تکذیب نہیں کر سکتے کہ بارہ ہزار صحابی حسن اعتقاد
کی صفت سے موصوف تھے۔ اور رات دن خدا کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ اگر یہ سب
کے سب سوائے تین چار کے مرتد ہو گئے تھے تو بس اسلام پر فاتحہ پڑھنا چاہیئے اور کسی کیسا منے
اسلام کی خوبی کا نام نہ لینا چاہیئے۔ مگر اس بات کا کہ حضرت علی کی حمایت میں نہ صرف عام صحابہ
تھے۔ بلکہ اُن کے ساتھ بڑا لشکر جرار مہاجرین وانصار وتابعین باحسان کا تھا۔ حضرات امامیہ
انکار ہی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس کا ثبوت اُن کتابوں سے ہے۔ جن کو مثل خدا کی کتاب کے حضرات

لـ حضرت علیؑ کا ارشاد ہے اے گروہ قبیلہ ازد! میں تم سب سے راضی وخوش ہوں۔ تم میری خلافت
کے قیام کے کوشاں ہونا امید نہ ہو بروقت خلافت تمہیں راحت وآرام والنعام سے نوازا جائے۔ تم
جہاں جاؤ اللہ تمہاری حفاظت کرے۔ موجودہ حالت میں بھی اسی طرح پاک رہو جیسے کہ پہلے پاک تھے
واضح رہے کہ انگور کی شاخ پہ کانٹے نہیں ہوتے جو الگ کئے جائیں۔

امامیہ صحیح سمجھتے ہیں۔ دیکھو نہج البلاغت جناب امیرالمومنین معاویہ کو ایک خط میں لکھتے ہیں کہ تم نے اپنے خط میں یہ لکھا ہے کہ ہمارے بیچ میں شمشیر آبدار کے سوا اب دوسری چیز فیصلہ کرنیوالی نہیں ہے۔ اس نے مجھے بہت ہنسایا اور نہایت متعجب کیا۔ کہ کبھی بنی عبدالمطلب دشمنوں سے خائف ہوئے ہیں۔ اور تلوار سے ڈرے ہیں بلکہ وہ اس جنگل کے شیر ہیں اور میدان جنگ کے مرد اب تم دورمت سمجھو اسے کہ جسے تم طلب کرتے ہو وہ تمہیں طلب کرے اور جسے تم دور سمجھتے۔ ہو وہ تمہارے پاس پہونچے۔ یعنی میں تمہاری طرف آرہا ہوں ایک ایسے لشکر جرار اور فوج بے شمار کے ساتھ اور اُس لشکر بے شمار میں کون ہیں۔ وہ مہاجرین وانصار اور تابعین باحسان ہیں کہ جن کا گروہ قوی ہے اور جن کا غبار بلند ہے اور جو موت کے پیراہن پہنے ہوئے ہیں۔ اور جو خدا کی موت کو سب سے زیادہ چاہتے اور اُس کی آرزو رکھتے ہیں۔ اور اُن کے ساتھ ہیں۔ ذریہ بدریہ اور سیوف ہاشمیہ یعنی اہل بدر کی اولاد اور شمشیر ہائے ہاشمی۔ چنانچہ اس خط کے الفاظ کا ترجمہ فارسی میں جو ملا فتح اللہ نے کیا ہے یہ ہے بدے[ف] یاد کردہ در نامہ خود آنکہ نیست مرا و نہ مر اصحاب مرا نزد تو مگر شمشیر آبدار پس ہر آئنہ بخندہ آوردی مرا و یاران مرا پس از اشک فرو آوردن باین گفتار۔ یعنی ہر کہ شنید این گفتار ترا از مومنین خندید از روی تعجب بعد از گریستن ایشان بر دین بجہت تصرف بے وجہ تو دارو۔ کجا یافتہ شدند پسران عبدالمطلب کہ از دشمنان واپس رفتگان بودہ باشند از جہت جبانت و بشمشیر ترسانیدہ شدہ باشند و ہراسان چہ ایشان شیران بیشۂ رجولیت اند و از روباہ صفتان چہ اندیشہ دارند۔ پس درنگ کن اندکی تا ملحق شود بعث جنگ جمل بن بدر۔ و این مثلی ست برائے وعید اعدا الحرب۔ و قائل آن حمل بن بدر ست داد مردی بود از قشیر کہ شتران او را بغارت بردہ بودند او در میان ہیجا رفت بدلاوری و شتران خود را باز ستد از اعدا۔ پس زود باشد کہ طلب کند ترا کسیکہ طلب می کنی او را و نزدیک شد بتو آنچہ دوری میجوئی از و۔ و من شتابندہ ام بجانب تو در لشکر عظیم بے شمار از مہاجرین وانصار و تابعان بہ نیکوئی کہ سخت ست

ف تم نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ ہمارے تمہارے درمیان شمشیر آبدار فیصلہ کرے گی۔ تمہاری اس تحریر سے مجھے اور میرے دوستوں کو ہنسی آئی اور تعجب ہوا۔ یعنی اسلام پر تمہارے تصرف بیجا کرنے کے سبب تعجب کے رونے کے بعد ہنسی آئی (باقی ص۵۸ پر)

انبوہے ایشان مرتفع ست غبار ایشان. گویند کہ نود ہزار کس بودند در برکنندگان پیراہن ہائے مرگ را این کنایت ست از زرہ ہا و جوشنہا کہ در برداشتند ہمچو پوشش اکفان. دوست ترین ملاقات بسوئے ایشان ملاقات کردن ایشان ست برحمت پروردگار خود بہ تحقیق کہ ہمراہ ست ایشان را ذریہ بدریہ یعنی فرزندان بدری خونخوار و سیوف ہاشمیہ یعنی شمشیر ہائے ہاشمی آتشبار۔ انتہی ''

جبکہ خود جناب امیر مہاجرین و انصار اور اصحاب و تابعین کے ایک لشکر جرار کا اپنے ساتھ ہونا بیان فرماتے ہیں اور ان کے ثبات قدم اور شجاعت و مردانگی اور جہاد فی سبیل اللہ کی تعریف کرتے ہیں۔ اور شارحین نہج البلاغت نوے ہزار آدمیوں کا اس وقت آپ کے ساتھ ہونا بیان کرتے ہیں. تو کیوں کر سمجھ میں آوے کہ یہ لوگ مسلمان نہ تھے۔ اور ان کے دل ایمان کے نور سے اور اہل بیت کی محبت سے خالی تھے۔ یا کسی زمانے میں کسی سبب سے وہ مرتد یا دشمن اہل بیت ہو سکتے تھے۔ یا کسی کے دھوکے میں آکر وصی رسول کا ساتھ چھوڑ سکتے تھے۔ کیا یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ اگر حضرت علی نے خلفاء سابقین کی خلافت کو نہ قبول کیا ہوتا۔ اور اُن کو غاصب اور مرتد جانا ہوتا تو وہ مقابلے اور مقاتلے کا ارادہ نہ فرماتے۔ اور اگر ارادہ فرماتے تو کیا ایسے جانباز اور جان نثار جن کی تعریف اس خط میں جناب امیر نے کی ہے وہ جناب امیر کا ساتھ نہ دیتے اور ان کے دشمنوں سے مقابلہ نہ کرتے۔ اور حضرت علی

(بقیہ ص۵۶) کیا اولاد عبدالمطلب دشمنوں کے مقابلے سے واپس ہوئی ہے کیا کبھی بزدلی دکھائی اور کیا کبھی خائف و ترساں ہوئے؟ یاد رہے کہ ہمارے بزرگ مرد میدان اور شیر ہیں اور لومڑی صفتوں سے کوئی خوف نہیں رکھتے۔ تھوڑی دیر ٹھہر تاکہ حمل بن بدر جنگ کی صفوں میں نمودار ہو۔ اور یہ مثال ہے دشمنوں کو جنگ میں ہیبتناک کرنے کی۔ یہ حمل بن بدر کا قول ہے جو قشیری تھا۔ اور جس کے اونٹ لوگ بھگا لے گئے تھے۔ وہ فوراً ہی دشمنوں میں پہونچا اور جوانمردی سے دشمنوں سے چھڑا لایا۔ اب قریب سمجھو یہ کہ تم جسے طلب کر رہے ہو وہ تمہیں طلب کرے اور جسے تم دور سمجھ رہے ہو وہ تمہارے پاس پہونچے۔ اور اس عظیم الشان فوج کے ساتھ جس میں مہاجر و انصار و تابعین ہیں جلد تر تمہاری طرف آرہا ہوں۔ یہ فوج بے انتہا نیک کردار ہے۔ ان کی سواریوں وغیرہ کا غبار بلند ہے۔ یہ نوے ہزار جوانمرد کفن پوش زرہ و جوشن وغیرہ جیسے اسلحہ وغیرہ سے ملبس ہیں اور پروردگار کی رحمت حاصل کرنے کے لئے اللہ کو پیارا ہو جانا۔ ان کی سب سے بڑی خواہش ہے۔ یاد رہے کہ میرے ساتھ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو اہل بدر کی اولاد آتش بار ہاشمی تلواریں ہیں۔

Marfat.com

کی حمایت پر آمادہ نہ ہوتے۔ مگر بات یہ ہے کہ درحقیقت جناب امیر نے نہ اُن خلفا کو غاصب تصوّر کیا نہ ان کے ساتھ مقابلے اور مقاتلے کا ارادہ فرمایا بلکہ جو کچھ ہوا اُسے تسلیم کیا اور مثل دوسروں کے خود بھی خلفاء سابقین کی مدد دینے میں معین اور شریک رہے اور مہاجرین و انصار کے اتفاق کو ہمیشہ رضا الہٰی کے مطابق سمجھا۔ اور یہ خیال ہمارا کچھ قیاسی نہیں ہے۔ بلکہ خود جناب امیر کے اُن بیانات پر مبنی ہے جو آپ نے کئے اور جس پر اپنی خلافت کی حقیقت پر استدلال کیا۔ کیا حضرات امامیہ اُس خط پر غور نہیں فرماتے جو جناب امیر نے معاویہ کو لکھا تھا کہ میری بیعت کرنے والے وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے ابوبکر اور عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی۔ اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے اتفاق کر لینے پر نہ کسی اس شخص کو جو اس وقت موجود تھا۔ عدول کرنا جائز ہے۔ اور نہ کسی غائب اور غیر حاضر کو اختیار ہے کہ اُسے رد کرے بلکہ شوریٰ حق مہاجرین و انصار کا ہے۔ جب وہ کسی آدمی پر اجماع اور اتفاق کر لیں۔ اور اُسے امام بنالیں تو سمجھنا چاہئے کہ وہی مرضی خدا کی تھی اگر اُن کے اجماع کے بعد کوئی کس طعن یا بدعت کی وجہ سے باہر ہو جائے تو اُسے مردود سمجھو اور اگر وہ انکار کرے تو اس سے مقاتلہ کرو کیونکہ اُس نے وہ راہ اختیار کی جو مومنین کی نہیں ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ جو نہج البلاغت میں منقول ہیں وہ یہ ہیں ومن کتاب لہ علیہ السلام الی معاویۃ انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر و عمر و عثمان علی ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یردوا نما الشوریٰ للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذلک للہ رضی فان خرج من امرھم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ فان ابی قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین وولاہ اللہ ما تولی اور یہ کہنا شارحین نہج البلاغت کا کہ یہ خطاب آپ نے معاویہ سے مطابق اُن لوگوں کے خیال کے کیا تھا۔ جو خلافت کو شوریٰ پر مبنی سمجھتے تھے یا یہ کہ مدارت و تقیہ کے طور پر آپ نے یہ لکھا تھا۔ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ اوّل تو کوئی لفظ اس خیال کے ثبوت اور تصدیق کے متعلق پایا نہیں جاتا۔ اور اگر آپ کی خلافت پر نص ہوتی تو اُس کے اظہار کا یہ موقع تھا۔ اور آپ کے دعوے کے لئے وہ ایک عمدہ اور قوی دلیل تھی۔ اور آپ اپنے حق پر ہونے کے ثبوت میں یہ فرما سکتے تھے کہ میری خلافت منصوص ہے اور علی رؤس الاشہاد پیغمبر خدا صلعم غدیر خم میں مجھے اپنا خلیفہ کر گئے تھے۔ اس

Marfat.com

صحیح اور قوی دلیل کو تو آپ نے چھوڑ دیا۔ اور اس بات سے استدلال کیا جس کو آپ غلط اور جھوٹ جانتے تھے۔ اور جس سے خلفائے سابقین کی خلافت غصبی کی حقیقت کا ثبوت ہوتا تھا۔ ان ھٰذا الشئ عجاب۔

رہا یہ خیال کہ معاویہ اور اُن کے ساتھی اس استدلال کو نہ مانتے اس لئے جھوٹی اور غلط بات سے اُن کے عقیدے کے موافق آپ نے استدلال فرمایا قابل تسلیم نہیں ہے۔ اس لئے کہ آخر وہ لوگ پیغمبر خدا کی تصدیق فرماتے تھے اور اُن میں نص کے سننے والے بھی موجود تھے بالفرض اگر وہ نہ مانتے تو آپ کے ساتھ جتنے مہاجرین و انصار اور نوّے ہزار آدمی تھے۔ وہ تو آپ کی تصدیق فرماتے اور جبکہ یہ لوگ آپ کے ساتھ جان دینے اور خون بہانے پر آمادہ تھے۔ اور اپنے قول کو اپنے عمل سے ثابت کر رہے تھے تو کیا وہ آپ کے حق میں نص خلافت کی تصدیق نہ کرتے اور اس دلیل کو اپنے مخالفین کے سامنے پیش کرنے سے باز رہتے۔ بلکہ اگر ایسی نص صریح ہوتی تو حامیان جناب امیر بالضرور اسی کو آپ کے ساتھ دینے کیلئے اپنے حق پر ہونے کے ثبوت میں پیش کرتے اور کہتے کہ ہم نے جو ان کا ساتھ دیا ہے وہ صرف پیغمبر خدا صلعم کے حکم کی تعمیل ہے۔ اور جو کچھ ہم کرتے ہیں۔ اور ان کے ہمراہ ہوکر اپنی جانیں قربان کر رہے ہیں۔ وہ اسی لئے ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے جن پر ہم ایمان لائے اور جنہوں نے ہم کو ہدایت کی ان کے حکم کو پورا کریں۔ اور ان کے مقرر کئے ہوئے امام کے ساتھ دینے پر اپنا اسلام اور ایمان دکھاویں اس سے حضرت علی کے استدلال کو اور قوت ہوتی۔ اور ایک بڑے گروہ کثیر کی بات کے انکار پر ہمراہیان معاویہ کو جرأت نہ ہوتی۔ پس ایسے استدلال کو چھوڑنا اور جھوٹی اور غلط بات کو سند میں پیش کرنا۔ درحقیقت جناب امیر کی عصمت بلکہ صداقت میں شک پیدا کرنا ہے۔ رہا تقیہ تو اُس کا موقع اور محل ہی کیا تھا اس لئے کہ اگر وہ روایتیں حضرات امامیہ کی صحیح ہیں جن میں صحابہ کی برائیاں بر سر منبر اور علی رؤس الاشہاد جناب امیر نے بیان کیں تو پھر خوف کس کا تھا کہ جھوٹی اور غلط تعریفیں صحابہ کی کرتے اور مہاجرین و انصار کی شان میں ایسے فقرات تعریف کے لکھتے۔ غرضکہ اگر عقل سلیم کو دخل دیا جائے۔ تو اس میں کچھ شبہ نہیں رہتا کہ جناب امیر بھی خلافت کو غیر منصوص سمجھتے تھے۔ اور مہاجرین و انصار کبھی اُن کے مخالف نہ تھے۔ اور خلافت مہاجرین و انصار و اہل حل و عقد کے اتفاق پر مبنی تھی۔ جبکہ آپ کا وقت آیا مہاجرین و انصار نے آپ سے بیعت کی اور آپ کو خلیفہ قرار دیا۔

اور آپ کی مدد و اعانت میں کوئی دقیقہ سعی و کوشش کا اُٹھا نا رکھا۔ اور اسی سے ہر غیر منعصب منصف اس بات کو تسلیم کرے گا۔ کہ اگر لوگوں نے آپ کا حق چھینا اور فدک کو غصب اور حضرت فاطمہ پر ظلم و ستم کیا ہوتا تو بلاشبہ حضرت امیر مقابلے اور مقاتلے پر آمادہ ہوتے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے آپ کی خلافت میں آپ کا ساتھ دیا ضرور آپ کے ساتھ ہوتے۔ اور جس طرح امیر شام کے مقابلے میں اپنی جانیں علی مرتضیٰ پر قربان کیں۔ اُس سے بڑھ کر حضرت فاطمہ کا ساتھ دیتے اور اُن پر ظلم و ستم کرنے والوں سے مقابلہ کرتے۔ اور اپنی محبت اہل بیت کے ساتھ دکھاتے۔ اور اس سے ہر شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ وہ روایتیں جس میں ظلم و ستم کے واقعات نہایت مبالغے سے بیان کئے گئے ہیں۔ بے اصل اور غلط ہیں۔

علاوہ اُن امور کے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا یہ بات بھی بہت غور کرنے کے لائق ہے کہ صحابہ کے دو بڑے گروہ تھے۔ ایک مہاجرین دوسرے انصار۔ مہاجرین کی نسبت حضرات شیعہ کہتے ہیں کہ انہیں جناب امیر کے ساتھ اس لئے عداوت تھی کہ ان کے عزیز و قریب اکثر جہادوں میں حضرت علی کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ اور اسی بات کا رنج اُن لوگوں کے دلوں میں چلا آتا تھا۔ اسی لئے مہاجرین نے آپ کا ساتھ نہ دیا۔ اور آپ کے حقوق غصب کرنے والوں کے ساتھ ہو گئے۔ یہ بات بچوں کے ہنسنے کے لائق ہے۔ اس لئے کہ اوّل تو تنہا حضرت علی مرتضیٰ ہی جہاد کرنے والوں میں نہ تھے۔ اور نہ صرف ایک انہوں نے ہی سب لوگوں کو قتل کیا تھا۔ بلکہ خود مہاجرین نے اپنے عزیزوں اور قریبوں کو چھوڑ دیا تھا اور پیغمبر خدا صلعم کے ساتھ جہادوں میں شریک ہو کر اپنے خویش و اقارب کے قتل کرنے میں دریغ نہ کیا تھا۔ علاوہ بریں جو کچھ حضرت علی نے کیا اور جن کو جہادوں میں مارا وہ سب پیغمبر خدا صلعم کے حکم سے کیا۔ اس لئے چاہیئے تھا کہ مہاجرین سب سے زیادہ جناب سرور کائنات سے عداوت رکھتے۔ اور انہیں کی رسالت کے منکر ہوتے۔ نہ یہ کہ پیغمبر خدا پر تو اپنی جانیں نثار کرتے اور شمع رسالت پر پروانہ وار قربان ہوتے رہتے۔ اور حضرت علی سے جنہوں نے صرف پیغمبر خدا صلعم کے حکم سے اُن کی مدد کے لئے مہاجرین کے خویش و اقارب کو قتل کیا عداوت رکھتے۔ اس کے سوا [illegible] حضرت علی نے قتل بھی کیا تو مہاجرین کے خویش و اقارب کو کیا تھا۔ انصار کے گروہ میں سے تو کوئی ایسا نہ تھا جس کے عزیز اور رشتہ داروں کو حضرت علی نے قتل کیا ہو۔ پھر اُن کو آپ کے ساتھ عداوت رکھنے کا کیا

Marfat.com

سبب ہے۔ کیونکہ جو علت عداوت کی بیان کی جاتی ہے وہ انصار میں موجود ہی نہ تھی۔ بلکہ انصار کا وہ معزز فرقہ ہے کہ جس کو اپنی وفات کے آخیر وقت تک جناب پیغمبر خدا صلعم چاہتے رہے اور ان کی نصرت و مدد کا شکریہ ادا فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے انصار کی شان میں فرمایا کہ یہ میری عیال و فرزند ہیں۔ اور ان کے ساتھ نیکی کرنے اور اچھی طرح سے پیش آنے کی آخری دم تک وصیت فرمائی۔ ایسے لوگوں کو جناب امیر کے ساتھ خاص محبت اور ایک خصوصیت ہونی چاہئے تھی نہ کہ دشمنی اور عداوت۔

کیا حضرات امامیہ اپنے یہاں کی ان روایتوں کو ملاحظہ نہیں فرماتے جن میں انصار کے فضائل اور انصار کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت پیغمبر خدا نے فرمائی ہے۔ ذرا تفسیر منہج الصادقین اور مجمع البیان طبرسی ہی اٹھا کر دیکھئے کہ اس میں خود مفسرین امامیہ نے کیا لکھا ہے۔ یہ موقع نہیں ہے کہ میں تمام روایتیں اس کے متعلق یہاں نقل کروں۔ صرف ایک روایت منہج الصادقین کی بیان کرتا ہوں۔ مفسر منہج الصادقین آیہ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ وَّیَوْمَ حُنَیْنٍ۝[1] کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حنین واوطاس کی غنیمت سے پیغمبر خدا صلعم نے مؤلفۃ القلوب کو حصہ دیا اور مہاجرین کو زیادہ اور انصار کو کم۔ اس تقسیم سے انصار غمگین اور رنجیدہ ہوئے۔ اور بعضے کہنے لگے کہ پیغمبر نے تمام غنیمت کا مال اپنی قوم کو دیا۔ اور ہم کو محروم کیا۔ آنحضرت صلعم کو اس کے سننے سے نہایت رنج ہوا اور انصار کو جمع کر کے فرمایا کہ تم دوزخ کے کنارے پر تھے خداوند تعالیٰ نے میرے واسطے سے تم کو اس سے نجات دی کیا یہ سچ نہیں ہے۔ سب نے کہا یا رسول اللہ یہ سچ ہے۔ اسی طرح آپ نے چند اور باتیں فرما کر یہ کہا کہ تم بھی اس کے جواب میں کہہ سکتے ہو کہ میں تنہا آیا تھا اور تم نے میری مدد کی۔ اور میں خائف تھا تم نے امان دی۔ اور یہ لوگ میری تکذیب کرتے تھے، تم نے تصدیق کی۔ انصار یہ بات سن کر رونے لگے اور ہائے ہائے کرنے لگے۔ اور پیغمبر خدا صلعم کے پاؤں پر گر کر کہنے لگے۔ کہ یا رسول اللہ تن و جان و مال ہمارا آپ پر قربان ہے ہمارا مال بھی آپ کے اختیار میں ہے۔ اگر آپ چاہیں اپنی قوم کو عطا فرمائیں۔ اور جو کچھ آپ کی نسبت

---

[1] مدد کر چکا ہے اللہ تم کو بہت میدانوں میں اور دن حنین کے ۱۲ موضح، پارہ ۱۰، سورہ توبہ، رکوع ۴۔

ہم لوگوں میں سے بعض نے کہا ہے۔ وہ بے ادب اور ادنیٰ درجے کے لوگ ہیں۔ اور اب وہ توبہ کرتے ہیں۔ آپ ان کے لئے استغفار فرمائیے۔ تب آپ نے ہاتھ دعا کے لئے اٹھایا اور فرمایا۔ اللھم اغفر للانصار و ابناء الانصار و ابناء ابناء الانصار یا معشر الانصار اما ترضون ان ینصرف الناس بالشاۃ والنخر و فی سھمکم رسول اللہ قالوا بلی یا رسول اللہ یعنی شما راضی نیستند کہ مردمان باز گردند و نصیب ایشان گوسفند و چارپائے باشد و در نصیب شما رسول خدا باشد گفتند۔ بلی رَضِیْنَا بِاللّٰہِ وَعَنْہُ وَبِرَسُوْلِہٖ پس فرمود کہ الانصار کرشی[1] و عیبتی لو سلک الناس وادیا و سلک الانصار شعبا لسلکت شعب الانصار سر من اند و خواص من اند اگر مردمان بوادی سلوک کنند و انصار شعبی من بطریق انصار سلوک کنم (صفحہ ۸ جلد دوم مطبوعہ ایران) ماحصل اس کا یہ ہے کہ پیغمبر خدا نے انصار سے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ اور لوگوں کے حصے میں مویشی اور بکریاں ہوں۔ اور تمہارے حصے میں خدا کا رسول۔ انصار کہنے لگے کہ ہاں ہم راضی ہیں خدا سے اور اس کے رسول سے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ انصار میری عیال و فرزند اور صاحب اسرار ہیں اگر لوگ کسی راستے پر چلیں اور انصار دوسرے راستے پر تو میں اسی راہ پر چلوں گا جس پر انصار چلے ہوں۔ اور مجمع البیان طبرسی میں اسی روایت میں یہ الفاظ اور بیان کئے گئے ہیں کہ بعد اس کے آپ نے فرمایا ولولا الھجرۃ لکنت امرأ من الانصار اللھم ارحم الانصار و ابناء الانصار و ابناء ابناء الانصار فبکی القوم حتی اخضلت لحاھم کہ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی ایک آدمی منجملہ انصار کے ہوتا اور پھر آپ نے یہ دعا کی کہ خدایا رحم کر انصار پر اور ان کے بیٹوں اور پوتوں پر یہ سنکر انصار رونے لگے یہاں تک کہ اُن کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔

اور احتجاج طبرسی میں ابو المفضل محمد بن عبد اللہ شیبانی سے یہ روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی وفات کے قریب مرض کی حالت میں فضل بن عباس اور ان کے غلام ثوبان پر سہارا لگائے ہوئے نماز کے لئے آئے اور بعد نماز کے مکان کو واپس تشریف لے گئے۔ اور

---

[1] کرش عیال و فرزندان خورد یقال ہم کرش منثورۃ ای صبیان صغار والعیبۃ یقال عیبۃ فلان اذا کان موضع سرہ ۱۲ منتہی الارب۔

Marfat.com

ثوبان سے کہا کہ تم دروازے پر بیٹھے رہو۔ اگر کوئی انصار میں سے آوے تو انہیں اندر آنے سے منع نہ کرنا۔ اور پھر آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ اتنے میں انصار آئے اور کہا کہ ہم پیغمبر خدا کے پاس جانا چاہتے ہیں۔ حاجب نے جواب دیا کہ آپ پر اس وقت غشی طاری ہے۔ اور ازواج مطہرات آپ کے پاس ہیں یہ سن کر انصار رونے لگے۔ جب رسول خدا نے اُن کے رونے کی آواز سُنی پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جواب میں عرض کیا گیا کہ انصار ہیں آپ یہ سُن کر علی و عباس پر سہارا لگا کر باہر تشریف لائے اور یہ خطبہ فرمایا یا معاشر الناس انہ لم یمت نبی قط الا خلفت ترکۃ وقد ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ واہل بیتی فمن ضیعہم ضیعہ اللہ الا وان الانصار کرشی وعیبتی التی اوی الیہا وانی اوصیکم بتقوی اللہ والاحسان الیہم فاقبلوا من محسنہم وتجاوزوا عن مسیئہم یعنی اے لوگو کسی نبی نے دنیا سے انتقال نہیں کیا جس نے کچھ ترکہ نہ چھوڑا ہو میں تمہارے واسطے ترکے میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ اللہ کی کتاب اور اپنے اہل بیت کو جو انہیں چھوڑ دے گا۔ اللہ اُسے خراب کر دے گا۔ اور خبردار یہ انصار میرے عزیز اور میرے چھوٹے بچوں کی موافق ہیں اور میرے بھروسے کے لوگ اور میرے محرم اسرار ہیں۔ میں تم کو اللہ کے خوف اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کی وصیت کرتا ہوں جو ان میں نیک ہیں۔ ان کی نیکی قبول کرو اور جن سے خطا ہو ان سے درگذر کرو۔ یہ آپ کے آخری الفاظ ہیں جو شان میں انصار کے فرمائے۔ افسوس ہے اُن لوگوں پر کہ جو پیغمبر خدا کو خدا کا رسول سمجھیں اور اُس پر ایمان لانے کا دعویٰ کریں۔ اور ان کلمات کو آپ کی زبان مبارک سے خود ہی نقل فرما دیں اور انصار کی شان میں ایسی وصیت پیغمبر خدا کی طرف سے بیان کریں۔ اور پھر ان کو مرتد اور دشمن اہل بیت اور خارج از دائرۂ ایمان قرار دیں۔ کیا کوئی آدمی ایک لحظہ کے لیے مان سکتا ہے کہ یہ گروہ انصار کا جس کو رسول خدا نے اپنے عیال اور فرزندان خورد کہا ہو وہ جناب امیر سے عداوت رکھیں گے۔ اور بلا سبب اُن کا ساتھ چھوڑ کر دوسروں کے شریک ہوں گے اور نص جلی سُن کر اپنے گروہ میں سے سعد بن عبادہ کو امام بنانے کا ارادہ کریں گے اور جناب امیر کی شان میں جو نص جلی تھی۔ اُسے ایسا بھلا دیں گے کہ کسی وقت اُس کا ذکر بھی زبان پر نہ لا دیں۔ اور اسے ایسا نسیاً منسیا کر دیں کہ کسی موقع پر اُس کا خیال نہ رکھیں حاشا ثم حاشا۔

Marfat.com

اس کے جواب میں قاضی نور اللہ شوستری نے احقاق الحق میں یہ فرمایا ہے کہ انصارؓ نے حضرت علی کی شان میں جو نص ہے۔ اُسے سُنا تھا۔ اور آپس میں اس کا ذکر کیا تھا۔ لیکن انہوں نے بنی سقیفہ بنی ساعدہ میں اُسے ابوبکر پر بطور حجۃ کے بوجہ اُس شبہ کے پیش نہیں کیا۔ جو ابوبکر کے دوستوں وغیرہ نے لوگوں کے دلوں میں ڈال دیا تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ علی نے خلافت کا خیال چھوڑ دیا ہے۔ اور وہ گھر میں بیٹھ رہے ہیں۔ اور ان لوگوں نے جو علی سے منحرف تھے اُس وقت جبکہ آپ رسول خدا کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے۔ اوروں کے دلوں میں یہ بات جما دی۔ کہ آپ پر آنحضرت کی وفات کی مصیبت کا ایسا اثر ہوا ہے کہ آپ نے خلافت کا ارادہ ترک کر دیا ہے اور آپ نے خانہ نشینی اختیار کی ہے۔ چنانچہ خزیمہ بن ثابت انصاری آیا اور اس نے جو علی کا حال سُنا تھا۔ وہ اپنی قوم سے کہا اور یہ بھی ذکر کیا کہ خلافت کے لئے کوئی ہونا چاہیئے۔ اور علی کے سوا کوئی قریشی ایسا نہیں جو اس کے لائق ہو۔ اُس وقت انصار کو خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ

سلہ اصل عبارت یہ ہے: واما خامسا فلان قولہ فلو کان الانصار سمعوا آہ غیر مسموع لانہم سمعوا ذلک النص وتذاکروہ فیما بینہم لکنہم لم یجعلوا ذلک الیوم حجۃ علی ابی بکر لشبہۃ اوقعہا اولیاء ابی بکر وغیرہ فی قلوب الناس من ان علیا قد تقاعد عن تصدی الخلافۃ والتزم البیت وامسک عن احیاء ہذا المیت فان المذکور فی المعتبر من کتب السیر والتواریخ انہ لما توفی رسول اللہ واشتغل علی مع اصحابہ من بنی ہاشم وغیرہم بتجہیز النبی وتعزیتہ معتقدا ان احدا لا یطمع فی ہذا الامر مع وجودہ اوقع بعض المنحرفین عن علی فی قلوب الناس انہ قد تقاعد عن تصدی الخلافۃ لشدۃ ما اصابہ من مصیبۃ النبی وسکن فی بیتہ مشتغلا بالحزن والتعزیۃ فجاء خزیمۃ بن ثابت الانصاری وقال لقومہ من الانصار ما سمعہ من حال علی وذکر انہ لا بد من علی ہذا الامر ولیس سواہ قرشی یلیق بذلک فخاف الانصار ان یشتد علیہم البلیۃ ویلی ہذا الامر قرشی فظ غلیظ ینتقم منہم للثارات الجاہلیۃ والاضغان البدریۃ فتوجہوا الی سعد بن عبادۃ سید الانصار وحضروا السقیفۃ ملتمسا منہ قبول الخلافۃ فابی سعد عن ذلک لمکان علی وانہ المنصوص بالخلافۃ عن اللہ تعالی ورسولہ فلما سمع قریش بذلک وکانوا منتہزین للفرصۃ والسوانح الامر وعجلوا فی البیعۃ لابی بکر فبادروا الی السقیفۃ لتسکین نائرۃ الانصار والتمسوا بیعۃ ابی بکر منہم بالطوع والاجبار فقال لہم الانصار اذا ترکتم فعل اللہ ورسولہ فلیس احدنا ومنکم بعد علی بن ابی طالب اولی من غیرہ فمنا امیر ومنکم امیر فابی ابوبکر واصحابہ عند ذلک محتجین فی ذلک بان الائمۃ من قریش وابی سعد عن قبول امارتہم متمسکا بان المنصوص لذلک غیرہم فاضطرب الحال الی ان مال قلب بشر بن سعد بن ثعلبۃ الانصاری وہو ابن عم سعد بن عبادۃ الی ترجیح جانب قریش ووافقہم فقوی امر قریش وبادر عمر الی صفق یدہ علی یدی ابی بکر وبایعہ سود جماعۃ من اضرابہ فتنۃ کما اخبر عنہ ہو بعد ذلک بقولہ کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ وقی اللہ شرہا عن المسلمین ۱۲ احقاق الحق صفحہ ۶۵۔

ان پر بلوہ زیادہ ہو جائے اور خلافت کا متولی کوئی ایسا درشت خو قریشی ہو کہ اُن سے جاہلیت کے خونوں اور بدر کے کینوں کا بدلہ لے۔ اس خیال سے وہ سعد بن عبادہ سردار انصار کے پاس آئے۔ اور سقیفہ میں آکر اُن سے خلافت کے قبول کرنے کے لئے کہا۔ سعد نے بوجہ علی کے موجود ہونے کے انکار کیا اور یہ کہا کہ وہی اللہ اور رسول کی طرف سے منصوص بالخلافت ہیں۔ قریش نے یہ بات سُنی اور ابوبکر کی طرف رجوع کی اور انصار سے طوعاً و کرہاً ابوبکر کی بیعت کے لئے التماس کیا۔ تب انصار نے کہا کہ جب تم اللہ و رسول کی نص کو ترک کرتے ہو تو ہم میں اور تم میں علی بن ابی طالب کے بعد کوئی اور اولیٰ نہیں۔ اس لئے ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک تم میں سے۔ ابوبکر اور اُن کے یاروں نے اس سے انکار کیا اور یہ حجت بیان کی کہ امام قریش ہی میں سے ہوگا۔ الیٰ آخر القصہ۔ اور علامہ ابوالسعادات حلی نے شرح دعاء صنمی قریش میں یہ روایت کی ہے کہ سقیفہ کے دن ابوبکر و عمر و ابوعبیدہ ہر ایک اپنے لئے امارت چاہتا۔ اور بظاہر دوسرے کا نام لیتا تھا۔ اس پر انصار نے انکار کیا۔ اور باصرار تمام اس سے مخالفت کی

ے روی الشیخ الفاضل ابوالسعادات الحلی فی شرح دعاء صنمی قریش انہ اجتمع ابوبکر وعمر و ابوعبیدۃ واخوانہم فی سقیفۃ بنی ساعدۃ یطلبون الحکم والبیعۃ من غیر اکتراث باہل البیت وبنی ہاشم وکل واحد من ہولاء الثلاثۃ یرجو الامر والحکم لنفسہ و یعطف علی صاحبہ فانکر علیہم الانصار واصروا علی الدفاع والامتناع واحتجوا علیہم بما قال رسول اللہ فی علی من التوکید فی امامتہ فی مواطن شتی وامرایاہم بالتسلیم علیہ بامارۃ المومنین فقال ابوبکر قد کان ذلک لکن نسخہ النبی بقولہ ناہل بیت کرمنا اللہ واصطفانا بالنبوۃ ولم یرض لنا بالدنیا وان اللہ لا یجمع لنا النبوۃ والخلافۃ فصدقاہ عمر و ابوعبیدۃ فی ذلک وعلا تعود علی فی بیتہ والاشتغال بتجہیز النبی دون تصدی امر الخلافۃ بعلمہ بتحویل الامر عنہ فقالت الانصار اذا لا نرضی واللہ بامارۃ غیرنا علینا منا امیر ومنکم امیر فذکروا عن رسول اللہ الائمۃ من قریش وشہوا الامر علی الانصار و سائر الامۃ وقطعوا بذلک حجتہم واخذوا بیعتہم ولما فرغ علی واصحابہ عن تجہیز النبی ودفنہ وتکلموا فی ذلک اعتذروا تارۃ بان الناس بایعوا ولم یکن لہم علم بانک تنازعہم فی الامر ونکث البیعۃ الواقعۃ یورث مفاسد بین المسلمین وخلاء فی ارکان الدین وتارہ بانہم ظنوا انک لشدۃ مصیبۃ النبی طرحت الخلافۃ والامارۃ فاتفق اصحاب رسول اللہ علی تفویض الامر الی ابی بکر الی غیر ذلک من الاعذار الذی سیجی مع جوابہا فی الموضع اللائق بہا ۱۲۔ احقاق الحق صفحہ ۵۶۔

اور رسول اللہ نے علی کے باب میں اور اُن کی امامت کے لئے جو کئی مواقع پر تاکیدیں فرمائی تھیں۔ اُس سے احتجاج کیا اور یہ کہ رسول اللہ نے اُن کو حکم دیا ہے۔ کہ امارت مومنین کو علی کے سپرد کر دیں۔ ابو بکر نے کہا کہ ہاں ایسا ہی تھا لیکن رسول اللہ نے اپنے اس قول سے اُسے منسوخ فرما دیا ہے کہ ہم وہ اہل بیت ہیں کہ خدا نے ہم کو نبوت سے سرفراز کیا۔ اور دنیا کو ہمارے لئے ناپسند فرمایا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے نبوت اور خلافت کو جمع نہ کرے گا۔ عمر و ابو عبیدہ نے اُن کی تصدیق کی اور علی کے گھر میں بیٹھ رہنے اور تجہیز و تکفین میں مشغول رہنے کی یہی وجہ بیان کی کہ علی جانتے ہیں کہ خلافت اُن سے محول ہو چکی ہے۔ اس پر انصار نے کہا کہ منا امیر و منکم امیر انتہی۔

ان روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ انصار جناب امیر کے مخالفین میں سے نہ تھے نہ خود خلافت کے خواہاں۔ اور جو ارادہ سعد بن عبادہ نے کیا تو وہ صرف دھوکا تھا۔ اور علی کی نسبت جو نص انہوں نے سُنی تھی اُسے انہوں نے چھپایا نہیں تھا۔ بلکہ اُسے سقیفہ بنی ساعدہ میں پیش کیا تھا۔ اور اُس سے جناب امیر کی خلافت کا استحقاق بتایا تھا۔ مگر جب اُن کو یہ دھوکا دیا گیا۔ کہ علی نے فرطِ غم سے خلافت کا ارادہ چھوڑ دیا ہے تب انہوں نے کہا کہ ایسی حالت میں ہم کسی دوسرے قریش کی امامت منظور نہ کریں گے۔ اور اسی لئے مجالس المومنین میں اَوس و خزرج دونو قبیلہ انصار کو خاص شیعیان علی میں سے شمار کیا ہے۔ اور سعد بن عبادہ مدعی امامت کو جناب امیر اور اُن کی اولاد امجاد کے مخلصین خاص میں داخل فرمایا ہے جیسا کہ ملا باقر مجلسی فرماتے ہیں کہ الاوس والخزرج دو قبیلہ بزرگ اند از انصار کہ حال الیشان از غایت اشتہار حاجت باظہار ندارد و اخلاص این دو طائفہ خصوصا سعد بن عبادہ خزرجی و اولاد امجاد و نسبت بحضرت علویہ مرتضویہ غایت ظہور دارد۔ پس اگر حضرت علی درحقیقت مقابلے و مقاتلے کا ارادہ کرتے اور اپنے حقوق کے لئے غاصبین کی مدافعت چاہتے تو کیا انصار اُن کی اعانت نہ کرتے

لے اوس و خزرج یہ انصار کے وہ دو بڑے قبیلے ہیں جن کی جوانمردی وغیرہ کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ ان دو کی جماعت اور سعد بن عبادہ خزرجی کی اولاد کو حضرت علی مرتضیٰ رضی سے بے انتہا خاص خلوص ہے۔

Marfat.com

اور اُن کا ساتھ نہ دیتے۔

انصار کی کیفیت اور اُن کے ایمان اور اسلام کی حقیقت اور اہل بیت کرام کے ساتھ محبت کی حالت تو یہ ہے جس کو ہم حضرات امامیہ کی روایتوں سے دکھا چکے۔ رہا دوسرا گروہ قریش کا جن میں مہاجرین داخل ہیں۔ اور جن کو حضرات امامیہ اسلام اور ایمان دونوں سے خارج سمجھتے ہیں۔ خصوصاً حضرات شیخین اور اُن کے خاص معاونین کو۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان خلیفہ ہوئے، اور ان کے زمانہ خلافت میں اسلام نے بہت ترقی کی اور انہیں کے عہد میں بہت کثرت سے جہاد ہوئے۔ اور انہیں کے ہاتھوں کسریٰ اور قیصر کے ملک مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ یہ وہ واقعات ہیں کہ اِن کا کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا فرق یہ ہے کہ حضرات امامیہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان سے بے بہرہ تھے اور منافق اور مرتد۔ اور جو کچھ ان کے زمانے میں ہوا اُس سے اُن کا ایمان اور اسلام ثابت نہیں ہوتا۔ بہت سے دنیا دار اور ظالم بادشاہ ہوئے ہیں کہ باوجود اُن کے فاسق و فاجر ہونے کے مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اور کفار کے ملک میں اسلام پھیلا۔ اس لئے اُن کی لڑائیاں مثل اور دنیا طلب بادشاہوں کے دنیاوی لڑائیوں میں داخل ہیں نہ کہ جہاد فی سبیل اللہ میں۔ اور ہم اہل سنت وجماعت اُن کے جہاد اور فتوحات کو اُن کی خلافت کی حقیقت کی دلیل سمجھتے ہیں۔ اور بموجب خدا کے اُس وعدے کے کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ اِن فتوحات کو خدا کی بشارت اور وعدے کے موافق خیال کرتے ہیں۔ اب یہ امر دیکھنا باقی ہے کہ آیا حضرات امامیہ کی مستند اور معتبر کتابوں اور ائمہ کرام کے اقوال سے ہمارا اعتقاد صحیح ثابت ہوتا ہے یا حضرات امامیہ کا۔ اس کے لئے ہم ایک حدیث کافی کی پیش کرتے ہیں جس سے تمام معتقدات حضرات امامیہ کے جو نسبت خلفاء راشدین کے ہیں ہباءً منثوراً ہو جاتے ہیں۔ اور خلفاء راشدین کا ایمان اور اعمال حسنہ سے متصف ہونے کا ثبوت ایسا ہوتا ہے کہ اُس کا کوئی معقول جواب ہی نہیں دے سکتے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ فروع کافی میں باب من یجب علیہ الجہاد ومن لا یجب میں ابو عمیر زبیری[1] نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ میں نے امام سے پوچھا کہ خدا کی طرف بلانا اور

---

[1] اصل حدیث یہ ہے عن علی بن ابراہیم عن ابیہ عن بکیر بن صالح عن القاسم بن بزید عن ابی عمیر الزبیری عن ابی عبد اللہ و باقی صفحہ

اُس کی راہ میں جہاد کرنا کسی خاص قوم سے مخصوص ہے یا ہر موحد اور مومن اس کا مجاز ہے، آپ نے جواب دیا کہ نہیں وہ ایک خاص لوگوں سے مخصوص ہے۔ اور کوئی دوسرا نہیں کر سکتا میں نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ وہ لوگ جن میں وہ شرائط موجود ہوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٨) قال قلت اخبرنی عن الدعاء الی اللہ والجہاد فی سبیلہ ہو لقوم لا یحل الا لہم ولا یقوم الا من کان منہم ام ہو مباح لکل من وحد اللہ عزوجل وآمن برسول اللہ صلعم ومن کان کذا فلہ ان یدعو الی اللہ عزوجل والی طاعتہ وان یجاہد فی سبیلہ فقال ذلک لقوم لا یحل الا لہم ولا یقوم بذلک الا من کان منہم قلت من اولئک قال من قام بشرائط اللہ عزوجل فی القتال والجہاد علی المجاہدین فہو الماذون لہ فی الدعاء الی اللہ عزوجل ومن لم یکن بشرائط اللہ عزوجل فی الجہاد علی المجاہدین فلیس بماذون لہ فی الجہاد ولا الدعاء الی اللہ حتی یحکم اللہ فی نفسہ ما اخذ اللہ علیہ من شرائط الجہاد قلت فبین لی یرحمک اللہ تعالیٰ قال ان اللہ تبارک وتعالیٰ اخبر فی کتابہ الدعاء الیہ ووصف الدعاۃ الیہ فجعل ذلک لہم درجات یعرف بعضہا بعضاً ویستدل بعضہا علی بعض فاخبر انہ تبارک وتعالیٰ اول من دعا الی نفسہ فدعا الی طاعتہ واتباع امرہ فبدأ بنفسہ فقال واللہ یدعو الی دار السلام ویہدی من یشاء الی صراط مستقیم ثم ثنّٰی برسولہ فقال ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالتی ہی احسن یعنی بالقرآن ولم یکن داعیا الی اللہ عزوجل من خالف امر اللہ ویدعو الیہ بغیر ما امر فی کتابہ والذین امر لا یدعی الا بہ وقال فی نبیہ صلعم وانک لتہدی الی صراط مستقیم یقول یدعو ثم ثلث بالدعاء الیہ بکتابہ ایضاً فقال ان ہذا القرآن یہدی للتی ہی اقوم ای یدعو ویبشر المومنین ثم ذکر من اذن فی الدعاء الیہ بعدہ وبعد رسولہ فی کتابہ فقال ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون ثم اخبر عن ہذہ الامۃ وممن ہی وانہا من ذریۃ ابراہیم ومن ذریۃ اسمٰعیل من سکان الحرم ممن لم یعبدوا غیر اللہ قط الذین وجبت لہم الدعوۃ دعوۃ ابراہیم واسمٰعیل من اہل المسجد الذین اخبر عنہم فی کتابہ انہم اذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا الذین وصفناہم قبل ہذا فی صفۃ امۃ ابراہیم الذین عناہم اللہ تبارک وتعالیٰ فی قولہ ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی یعنی اول من اتبعہ علی الایمان بہ والتصدیق لہ وبما جاء بہ من عند اللہ عزوجل من الامۃ التی بعث فیہا ومنہا والیہا قبل الخلق ممن لم یشرک باللہ قط ولم یلبس ایمانہ بظلم وہو الشرک ثم ذکر اتباع نبیہ صلعم واتباع ہذہ الامۃ التی وصفہا فی کتابہ بالامر بالمعروف والنہی عن المنکر وجعلہا داعیۃ الیہ واذن لہ فی الدعاء الیہ فقال یا ایہا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین ثم وصف اتباع نبیہ من المومنین فقال عزوجل (باقی صفحہ ٦٩ پر)

جو خدا نے مجاہدین اور داعین الی اللہ کے مقرر فرمائے ہیں ۔ وہ شرائط نہ پائے جائیں نہ اُسے دعوت الی اللہ کی اجازت ہے ۔ نہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کے دون ہے ۔ تب میں نے کہا کہ ان شرائط کو بیان فرمائیے ، آپ نے فرمایا کہ خدائے عزوجل نے اُس کے : رجے مقرر کئے ہیں ۔

(بقیہ حاشیہ ص۲۶) محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراہم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود ذلک مثلہم فی التوراۃ ومثلہم فی الانجیل وقال یوم لایخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ نورہم یسعی بین ایدیہم وبایمانہم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علی کل شیٔ قدیر یعنی اولئک المومنین فقال قد افلح المومنون ثم حلاہم ووصفہم کیلا یطمع فی اللحاق بہم الامن کان منہم فقال فیما حلاہم ووصفہم الذین ہم فی صلوتہم خاشعون والذین ہم عن اللغو معرضون الی قولہ تعالیٰ اولئک ہم الوارثون الذین یرثون الفردوس ہم فیہا خالدون ثم حلاہم ووصفہم کیلا یطمع فی اللحاق بہم الامن کان منہم فقال فیما حلاہم بہ ووصفہم وقال فی وصفہم وحلیتہم ایضا الذین لایدعون مع اللہ الہا آخر الآیۃ ثم اخبرانہ اشتری من ہولاء المومنین ومن کان علی مثل صفتہم انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقرآن ثم ذکر وفائہم لہ بعہدہ ومبایعتہ فقال ومن اوفی بعہدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذلک ہو الفوز العظیم فلما نزل ہذہ الآیۃ ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ قام رجل الی النبی صلعم فقال یا نبی اللہ ارایتک الرجل یاخذ سیفہ فیقتل حتی یقتل الا انہ یقترف من ہذہ المحارم اشہید ہو فانزل اللہ عزوجل التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الامرون بالمعروف والناہون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ وبشر المومنین ففسر النبی صلعم المجاہدین من المومنین الذین ہذہ صفتہم وحلیتہم بالشہادۃ والجنۃ وقال التائبون من الذنوب العابدون الذین لایعبدون الا اللہ ولایشرکون بہ شیئا الحامدون الذین یحمدون اللہ علی کل حال فی الشدۃ والرخاء السائحون وہم الصائمون الراکعون الساجدون الذین یواظبون علی الصلوات الخمس الحافظون لہا والمحافظون علیہا برکوعہا وسجودہا والخشوع فیہا وفی اوقاتہا الامرون بالمعروف بعد ذلک والعاملون بہ والناہون عن المنکر والمنتہون عنہ قال فبشر من قتل وہو قائم بہذہ الشروط بالشہادۃ والجنۃ ثم اخبر تبارک وتعالیٰ انہ لم یامر بالقتال الا اصحاب ہذہ الشروط فقال عزوجل اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقدیر الذین اخرجوا من دیارہم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ وذلک ان جمیع ما بین السماء والارض اللہ عزوجل ولرسولہ ولاتباعہ من المومنین من اہل ہذہ الصفۃ فما کان من الدنیا فی ایدی المشرکین (باقی ص۲۷)

اوّل خدائے تعالیٰ نے اپنی طرف اس دعوت کا بیان فرمایا ہے کما قَالَ وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ ط وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ٥ کہ اللہ جنت کی دعوت دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ بعد اس کے پیغمبر خدا صلعم کو دعوت کے لئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ) والکفار والظلمۃ والفجار من اہل الخلاف الرسول اللہ صلعم والمولی عن طاعتہا مما کان فی ایدیہم ظلموا فیہ المومنین من اہل ہذہ الصفات وغلبوہم علیہ مما افاء اللہ علے رسولہ فہو حقہم افاء اللہ علیہم وردہ الیہم وانما معنی الفیٔ کلما صار الی المشرکین ثم رجع مما قد کان علیہ او فیہ فما رجع الی مکانہ من قول او فعل فقد فاء مثل قول اللہ عزوجل فان فاؤا فان اللہ غفور رحیم ای رجعوا ثم قال وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم وقال ان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احدیہما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ ای یرجع فان فاءت ای رجعت فاصلحوا بینہما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین یعنی بقولہ تفیٔ ترجع فذلک الدلیل علے ان الفیٔ کل راجع الی مکان قد کان علیہ او فیہ ویقال للشمس اذا زالت قد فاءت الشمس حین تفیٔ الفیٔ عند رجوع الشمس الے زوالہا وکذلک ما افاء اللہ علی المومنین من الکفار فانما ہی حقوق المومنین رجعت الیہم بعد ظلمہم ایاہم فذلک قولہ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا ما کان المومنون احق بہ منہم وانما اذن المومنین الذین قاموا بشرائط الایمان التی وصفناہا وذلک انہ لا یکون ماذونا لہ فے القتال حتے یکون مظلوما ولا یکون مظلوما حتی یکون مومنا ولا یکون مومنا حتی یکون قائما بشرائط الایمان التی شرط اللہ عزوجل علے المومنین والمجاہدین فاذا تکاملت فیہ شرائط اللہ عزوجل کان مومنا واذا کان مومنا کان مظلوما واذا کان مظلوما کان ماذونا فی الجہاد بقولہ عزوجل اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقدیر الاٰیۃ وان لم یکن مستکملا بشرائط الایمان فہو ظالم ممن یبغی ویجب جہادہ حتے یتوب ولیس مثلہ ماذونا فے الجہاد والدعاء الی اللہ عزوجل لانہ لیس من المومنین المظلومین الذین اذن لہم فے القتال فلما نزلت ہذہ الاٰیۃ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا فی المہاجرین الذین اخرجہم اہل مکۃ من دیارہم واموالہم احل لہم جہادہم بظلمہم ایاہم واذن لہم فے القتال فقلت فہذہ الاٰیۃ نزلت فے المہاجرین بظلم مشرکی اہل مکۃ لہم فما بالہم فی قتال کسری وقیصر ومن دونہم من مشرکی قبائل العرب فقال لو کان انما اذن لہم فے قتال من ظلمہم من اہل مکۃ فقط لم یکن لہم فے قتال جموع کسری وقیصر وغیر اہل مکۃ من قبائل العرب سبیل لان الذین ظلموہم غیرہم وانما اذن لہم فے قتال من ظلمہم من اہل مکۃ لاخراجہم ایاہم من دیارہم واموالہم بغیر حق ولو کانت الاٰیۃ انما عنت المہاجرین الذین ظلمہم اہل مکۃ (باقی صفحہ پر)

Marfat.com

ارشاد کیا کما قال اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ط کہ بلاؤ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی وعظ سے اور مجادلہ کرو اُن سے اچھے طریقے سے۔ پھر ایسی قوم کو دعوت کی اجازت دی ہے جو نیک ہوں۔ اور امر بالمعروف اور نہی منکر کرتے ہوں کما قال وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ط وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ یعنی تم میں سے ایسے لوگ ہونا چاہئیں کہ بھلی بات کی دعوت دیں اور اچھی بات کا حکم کریں۔ اور بُری بات سے منع کریں۔ اور یہی لوگ فلاح کو پہونچنے والے ہیں۔ پھر اس امت سے اُن لوگوں کو ماذون بدعوت فرمایا ہے جو ذریت ابراہیم ؑ اور ذریت اسمٰعیل ؑ سے ہوں حرم کے رہنے والوں میں سے جنہوں نے سوائے خدا کے کبھی

(بقیہ حاشیہ ص۷۱) کانت الآیۃ مرتفعۃ الغرض عمن بعدہم اذ لم یبق من الظالمین والمظلومین احد وکان فرضا مرفوعا عن الناس بعدہم ولیس کما ظننت ولا کما ذکرت ولکن المہاجرین ظلموا من جہتین ظلمہم اہل مکۃ باخراجہم من دیارہم واموالہم فقاتلوہم باذن اللہ تعالٰی لہم فی ذلک وظلمہم کسریٰ وقیصر ومن کان دونہم من قبائل العرب والعجم بما کان فی ایدیہم مما کان المومنون احق بہم منہم فقد قاتلوہم باذن اللہ عزوجل لہم فی ذلک والحجۃ ہذہ الآیۃ یقاتل مومنو کل زمان وانما اذن اللہ عزوجل للمومنین الذین قاموا بما وصف اللہ عزوجل من الشرائط التی شرطہا اللہ علی المومنین فی الایمان والجہاد ومن کان قائما بتلک الشرائط فہو مومن وہو مظلوم وماذون لہ فی الجہاد بذلک المعنی ومن کان علی خلاف ذلک فہو ظالم ولیس من المظلومین ولیس بماذون لہ فی القتال ولا بالنہی عن المنکر والامر بالمعروف لانہ لیس من اہل ذلک ولا ماذون لہ فی الدعاء الی اللہ عزوجل لانہ لیس ہذا کمثلہ وامر بدعائہ ولا یکون مجاہدا من قد امر المومنون بجہادہ او خطر الجہاد علیہ ومنعہ منہ ولا یکون داعیا الی اللہ عزوجل من امر بدعاء مثلہ الی التوبۃ والحق والامر بالمعروف والنہی عن المنکر ولا یامر بالمعروف من قد امر ان یومر بہ ولا ینہی عن المنکر من قد امر ان ینہی عنہ فمن کانت قد تمت فیہ شرائط اللہ عزوجل التی وصف بہا اہلہا من اصحاب النبی صلعم وہو مظلوم فہو ماذون فی الجہاد وکما اذن لہم لان حکم اللہ عزوجل فی الاولین والآخرین وفرائضہ علیہم سواء الا من علۃ او حادث یکون والاولون والآخرون ایضا فی منع الحوادث شرکاء والفرائض علیہم واحدۃ یسأل الآخرون من اداء الفرائض عما یسأل عنہ الاولون ویحاسبون عما بہ یحاسبون ومن لم یکن علی صفۃ من اذن لہ فی الجہاد من المومنین ولیس من اہل الجہاد ولیس بماذون لہ فیہ حتی یفیء (باقی حاشیہ

کسی کی عبادت نہ کی ہو۔ اور جن کی نسبت فرمایا ہے اَذْهَبَ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيرًا کہ اُن سے نجاست کو دور کیا۔ اور اُن کو خوب پاک کر دیا۔ بعد اس کے رسول خدا کے اتباع کرنے والوں کو دعوت کا اذن دیا گیا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی نسبت خدا نے فرمایا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ط وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ط ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ج وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ ج یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان والے ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں نرم ہیں۔ تو اُن کو رکوع اور سجدے میں دیکھتا ہے کہ وہ اُس سے اللہ کا فضل اور اُس کی رضا چاہتے ہیں۔ سجدوں کے اثر

(بقیہ حاشیہ صفحہ) بما شرط اللہ عزوجل علیہ فاذا تکاملت فیہ شرائط اللہ عزوجل علے المؤمنین والمجاہدین فہو من الماذونین لہم فے الجہاد فلیتق اللہ عزوجل عبد ولا یغتر بالامانی التی نہی اللہ عزوجل عنہا من ہذہ الاحادیث الکاذبۃ علی اللہ التی یکذبہا القرآن ویتبرا منہا ومن حملہا ورواتہا ولا یقدم علی اللہ عزوجل بشبہۃ لا یعذر بہا فانہ لیس وراء المعترض للقتل فے سبیل اللہ منزلۃ یوتی اللہ من قبلہا وہی غایۃ الاعمال فے عظم قدرہا فلیحکم امرا لنفسہ ولیریہا کتاب اللہ عزوجل ویعرضہا علیہ فانہ لا احد اعرف بالمراد من نفسہ فان وجدہا قائمۃ بما شرط اللہ علیہ فے الجہاد فلیقدم علے الجہاد وان علم تقصیر فلیصلحہا ولیقمہا علی ما فرض اللہ علیہا من الجہاد ثم لیقدم بہا وہی طاہرۃ مطہرۃ من کل دنس یحول بینہا وبین جہادہا یقول لمن اراد الجہاد وہو علی خلاف ما وصفنا من شرائط اللہ عزوجل علی المومنین والمجاہدین لا یجاہدوا ولکن یقول قد علمنا کم ما شرط اللہ عزوجل علے اہل الجہاد الذین بایعہم واشتری منہم انفسہم واموالہم بالجنان فیصلح امرا ما علم من نفسہ من تقصیر عن ذلک ولیعـ[illegible] علے شرائط اللہ فان رای انہ وفی بہا وتکاملت فیہ فانہ ممن اذن اللہ عزوجل فی الجہاد وان ابی لا[illegible] ہذا علی ما فیہ من الاصرار علی المعاصی والمحارم والاقدام علے الجہاد بالتخبیط والعمی والقدوم علی اللہ عزوجل بالجہل والروایات الکاذبۃ فلقد لعمری جاد الاثر فیمن فعل ہذا الفعل ان اللہ عزوجل ینصر ہذا الذین باقوام لا خلاق لہم فلیتق اللہ عزوجل امرا ولیحذر ان یکون منہم فقد بین لکم ولا عذر لکم بعد البیان فے الجہل ولا قوۃ الا باللہ حسبنا اللہ علیہ توکلنا والیہ المصیر ۱۲

منقول از ازالۃ الغین جلد دوم صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۹

سے ان کی پیشانی پر نشان ہیں۔ یہ مثل ہے اُن کی توریت اور انجیل میں۔ پھر اُن مومنین کی صفت بھی بیان کی تاکہ جو لوگ اُس صفت سے موصوف نہ ہوں اُن میں شامل ہونے کی توقع نہ کریں۔ اور وہ صفت یہ ہے اَلَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ لَایَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ کہ وہ لوگ اپنی نمازیں خشوع کرتے ہیں۔ اور لغویات سے اعراض کرتے ہیں۔ اور اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہیں شامل کرتے ہیں۔ پھر اُن لوگوں کو اس میں داخل کیا جو ان مومنین کی سی صفات رکھتے ہوں کما قال اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ط یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ قف وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰتِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ط وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ ط وَذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ یعنی اللہ نے مومنین سے اُن کی جانیں اور مال جنت کے بدلے میں خرید لئے ہیں کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ پھر مارے اور مارے جاویں۔ یہ خدا پر وعدہ ہے سچا جو توریت وانجیل وقرآن میں مذکور ہے۔ اور کون ہے۔ اللہ سے زیادہ اپنے عہد کا پورا کرنے والا تو تم اپنے اس بیع سے جس کا تم نے اُس سے معاملہ کیا ہے بشارت حاصل کرو اور یہی ہے بڑی مراد کو پہونچنا۔ جب آیہ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ نازل ہوئی تو ایک آدمی نے کھڑے ہو کر پیغمبر خدا صلعم سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص تلوار لے کر جہاد میں لڑے یہاں تک کہ مارا جاوے۔ مگر وہ مرتکب محرمات ہو کیا وہ بھی شہیدوں میں داخل ہوگا۔ اس وقت خدا نے یہ آیت نازل کی اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ پھر آپ نے اُس کی تفسیر فرمائی کہ شہادت اور جنت کے لائق گناہوں سے توبہ کرنے والے اور سوائے خدا کے دوسرے کی عبادت کیلئے سر نہ جھکانے والے اور تنگی وفراخی میں خدا کے شاکر اور روزہ رکھنے والے اور برابر نماز پنجگانہ پڑھنے والے اور امر معروف اور نہی منکر بجالانے والے اور یہی لوگ مبشر بشہادت وجنت ہیں۔ پھر خدائے عزّوجل نے خبر دی کہ جہاد کا حکم نہیں دیا گیا۔ مگر انہیں لوگوں کو جن میں یہ شرائط

Marfat.com

پائے جاتے ہوں اور فرمایا اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ط وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ن الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ط کہ اجازت دی گئی اُن کو جن سے لوگ لڑتے ہیں اس وجہ سے کہ اُن پر ظلم کیا گیا اور یہ کہ اللہ اُن کی مدد دینے پر قادر ہے وہ لوگ ہیں کہ اپنے شہروں سے ناحق نکالے گئے۔ اس قصور میں کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے واسطے خدا اور رسول اور اتباع رسول کے ہے۔ اور جو کچھ کہ دنیا میں مشرکین وکفار اور ظالمین و فاجرین کے ہاتھ میں ہے۔ وہ سب مومنین کے لئے ہے۔ اور جہاد کی اجازت ان مومنین کو جو موصوف ان شرائط سے ہوں نہیں دی گئی مگر اُنہیں کو جو مظلوم ہوں اور مظلوم نہیں ہوتا مگر مومن۔ اور مومن نہیں ہو سکتا مگر وہ جو جامع ہو اُن شرائط کا جو مجاہدین کے لئے قرار دیئے گئے ہیں۔ اور جب کہ آیۃ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ط نازل ہوئی تو اُن لوگوں کو جہاد کا حکم دیا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امام سے پوچھا کہ مہاجرین نے اہل مکّہ سے لڑنے کی اجازت اس لئے پائی کہ وہ ظلم کئے گئے تھے۔ مگر وہ کسریٰ اور قیصر اور دیگر مشرکین کے جہاد پر کیوں متوجہ ہوئے۔ امام نے جواب دیا کہ اگر اتنی ہی اجازت ہوتی تو وہ کسریٰ اور قیصر پر جہاد کبھی نہ کرتے۔ اس لئے کہ اُنہوں نے کچھ مہاجرین پر ظلم نہ کیا تھا۔ بلکہ ظالم تو اہل مکّہ تھے اور اگر فقط مراد مہاجرین سے ہوتی تو متاخرین اس حکم سے خارج رہتے۔ اس لئے کہ متاخرین کے وقت نہ ظالمین مکّہ میں سے کوئی رہا نہ مظلومین میں سے۔ یہ بات وہ نہیں ہے جو تم سمجھے ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مہاجرین دو طرف سے مظلوم ہیں۔ ایک اہل مکّہ سے دوسرے کسریٰ اور قیصر سے۔ کیونکہ سلطنت مہاجرین کا حق تھا۔ پس مہاجرین کا جہاد کسریٰ و قیصر پر بھی خدا کے حکم سے تھا۔ اور اسی دلیل سے ہر زمانے کے مومنین جہاد کر سکتے ہیں۔ لیکن اذن جہاد انہیں لوگوں کو ہے جو جامع شرائط ہوں تاکہ ایمان اور مظلوم اور ماذون ہونا پایا جاوے۔ اور جو ایسا نہیں ہے۔ وہ ظالم ہے نہ مظلوم نہ داعی نہ مجاہد۔ بلکہ مومنین مامور ہیں کہ اُس سے قتال کریں۔ انتہی ملخصاً اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسریٰ و قیصر پر بھی جہاد بحکم خدا ہوا تھا۔ اور مہاجرین جنہوں نے جہاد کیا وہ ماذون من اللہ تھے۔ اور اس حدیث میں یہ بیان بھی کر دیا گیا ہے کہ ماذون بجہاد نہیں ہوتے۔

Marfat.com

مگر وہ مومنین جو متصف بصفات اَلتَّائِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الخ کے ہوں۔ اور جبکہ مہاجرین کسریٰ و قیصر کے جہاد پر ماذون من اللہ تھے۔ تو امام کے بیان سے اُن کا ان صفات سے متصف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ ثبوت ایسا ہے کہ اس سے انکار ہی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ مہاجرین کسریٰ و قیصر پر جہاد کرنے والے تھے۔ اور اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ امام نے اس جہاد کو ماذون من اللہ فرمایا اور اس کی وجہ اور دلیل بیان کی۔ اگر ان کا جہاد بلا اذن خدا ہوتا تو راوی کے سوال کے جواب میں امام یہ فرماتے کہ یہ جہاد نہ تھا۔ اور نہ وہ لوگ جہاد کے لئے ماذون تھے۔ برعکس اس کے امام نے اُن کا ماذون من اللہ ہونا اور ماذون من اللہ ہونے کی دلیل صاف صاف لفظوں میں بیان کی۔ اور چونکہ ماذون من اللہ جہاد کے لئے نہیں ہو سکتے الّا وہ لوگ جو ایمان اور اعمال حسنہ کے جامع ہوں۔ اس لئے منطقی دلیل سے صاف یہ نتیجہ نکلا کہ امام نے اُن مہاجرین کو جنھوں نے کسریٰ و قیصر پر جہاد کیا تھا مومن اور جامع شرائط جہاد قرار دیا۔

اس حدیث کے جواب میں علمائے امامیہ کو نہایت دقت پیش آئی اور کچھ جواب اس کا بن نہیں آیا۔ مجتہد صاحب تشیید المبانی میں بجواب مولوی حیدر علی صاحب کے اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ "نہایت آنچہ ازیں حدیث ظاہر می شود این ست کہ مہاجرین ماذون بجہاد کسریٰ و قیصر بودند و حقیت خلافت خلفا ازاں اصلاً مستفاد نمی شود زیرا کہ در احادیث معتمدۂ اہل سنت وارد شدہ کہ جناب رسالت مآب مسلمین را خبر تسلط خلفاء جور دادہ امر باطاعت آنہا نمودہ بود انتہی" یعنی اس حدیث سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مہاجرین کسریٰ و قیصر کے جہاد کے لئے ماذون تھے۔ مگر اس سے خلفاء کی خلافت کی حقیت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ سنیوں کی حدیثوں میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا نے خلفاء جور کے تسلط کی خبر دے کر ان کی اطاعت کا حکم فرمایا تھا۔ اس جواب

لہ آخر ش اس حدیث سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ کسریٰ و قیصر سے جنگ کرتے وقت مسلمان مجاہدوں کو اللہ نے جہاد کا حکم دیا تھا۔ اور اس سے خلفاء کا استحقاق خلافت بالکل بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ سنیوں کی معتبر احادیث میں ہے کہ رسول اکرمؐ نے ظالم خلفا کے تسلط کی اطلاع دیتے ہوئے حکم دیا ہے کہ ان کی بھی اطاعت کی جائے۔

Marfat.com

سے اکنا تو ثابت ہوا کہ جناب مجتہد صاحب کو اس حدیث کی صحت میں کلام نہیں ہے۔ نہ اس کے مضمون میں کچھ عذر ہے۔ اور ہمارے مقصود کے لئے یہی کافی ہے آیندہ ناظرین حدیث خود غور کر کے اس کا تصفیہ کر سکتے ہیں کہ مجتہد صاحب کے جواب سے ہمارا دعویٰ جو اس حدیث کی دلیل پر مبنی ہے ثابت ہوتا ہے یا باطل۔ اور چونکہ انہوں نے کوئی جواب اس کا نہ پایا۔ نہ مہاجرین کے کسریٰ و قیصر پر جہاد سے انکار کر سکے نہ اُن کے ماذون من اللہ ہونے پر اعتراض فرما سکے۔ اور نہ ماذون من اللہ ہونے کے لئے جو شرائط امام نے فرمائے اُس کے انکار کی جراُت کر سکے جب کوئی راستہ نہ ملا تو اہل سُنت کی کتابوں کی طرف رجوع کرنے لگے مگر اس سے نفس حدیث کا مطلب کیونکر باطل ہو سکتا ہے۔ ما نحن فیہ میں یہ بحث نہیں ہے کہ سنیوں کی روایتوں کے مطابق خلفاء راشدین خلفاء جور تھے یا خلفاء برحق۔ بلکہ بحث طلب امر یہ ہے کہ اس حدیث سے اُن مہاجرین کا جنہوں نے کسریٰ و قیصر پر جہاد کیا ماذون من اللہ ہونا اور نہ ماذون من اللہ ہونے کی وجہ سے ان کا صاحب اعمال صالحہ ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ اور اس ثبوت کی تردید نہیں ہو سکتی جب تک دو بدیہی باتوں سے انکار نہ کیا جائے۔ ایک مہاجرین کے جہاد کرنے سے کسریٰ اور قیصر پر دوسری امام کے اس ارشاد سے کہ مہاجرین جہاد کے لئے ماذون من اللہ تھے۔ اگر حضرات امامیہ کو یہ جراُت ہو کہ وہ فرما سکیں کہ جہاد مہاجرین نے نہیں کیا۔ نہ کسریٰ اور قیصر کا ملک مہاجرین کے قبضے میں آیا بلکہ اُن پر جہاد کرنے والے ایران کے شیعہ یا لکھنؤ کے مومن تھے تو خیر ہم خود اپنے دعویٰ کی غلطی تسلیم کر لیں گے۔ یا یہ کہہ سکیں کہ امام نے مہاجرین کو ماذون من اللہ ہونا بیان نہیں کیا بلکہ ممنوع من الجہاد ہونا فرمایا تھا تب بھی ہمارا دعویٰ اور ہماری دلیل دونوں باطل ہو سکتی ہیں و اذلیس فلیس

چونکہ مجتہد صاحب بھی اسے خوب سمجھ گئے تھے کہ اُن کا جواب نہایت کمزور ہے۔ اس لئے جناب نے اس حدیث کا ایک اور جواب دیا ہے۔ اس سے بھی زیادہ عمدہ اور زیادہ مدلل اور ناقابل تردید ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ جہاد بمشورہ و مرضی مبارک جناب امیر کے ہوا تھا یس گویا ماذون بجہاد جناب امیر تھے۔ اور انہیں کے اذن سے مہاجرین نے کسریٰ و قیصر پر جہاد کیا تھا۔ ہم بھی اس جواب کی داد دیتے ہیں۔ تاکہ دیکھنے والوں کو ہماری طرف

سے بد گمانی نہ ہو اور جناب مجتہد صاحب کی طرف ایسے پاکیزہ جواب دینے میں کوئی شبہ نہ کرے ہم اصل عبارت تشئید المبانی کی لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ "دریں مقام سری دیگر ست کہ تعرض بآن بر ضرور وآن این ست کہ خلیفۂ ثانی بلکہ خلفاء ثلاثہ چون برای العین مشاہدہ بودند کہ جناب ولایت مآب افضل واعلم صحابہ است لہذا دراکثر امور عظام مثل جہاد واجرای حدود وغیرہ بطریق مشورہ مرضی مبارک جناب امیر دریافت می نمودند چنانچہ این امر بر متتبع خبیر ظاہر وروشن ست وکلام صدق نظام خلیفۂ ثانی لولا علی لھلک عمر ومعضلۃ لاابا حسن لھا کہ در کتب معتمدۂ اہل سنت وارد شدہ نیز دلالت صریح بران دارد ودر خصوص جہاد فارس فاضل دہلوی نیز مشورہ نمودن خلیفۂ ثانی بآن حضرت مذکور ساختہ پس برین تقدیر ماذون بودن مہاجرین وانصار برائے جہاد فارس وشام وغیرہ مستغنی عن البیان ست وانچہ جناب امام جعفر صادقؑ درباب اذن آنہا فرمودہ بسبب اذن دادن جناب امیر بود نہ سبب حقیتِ خلافت ثلاثہ۔ انتہی

جناب قبلہ وکعبہ کے جواب سے بجائے اس کے کہ ہمارا دعویٰ ضعیف ہو اور قوی ہوتا ہے اس لیے بموجب منطق کی شکل اول کے اس حدیث کا صغریٰ اور کبریٰ یہ ہوتا ہے کہ مہاجرین ماذون بجہاد تھے۔ اور ماذون بجہاد نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو جامع شرائط ایمان اور مورد آیہ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ الخ کے ہوں پس اس کا نتیجہ نکلا

لہ یہاں ایک دوسرے نکتہ کی بات ہے جس سے روگردانی نہیں کی جاسکتی اور وہ یہ کہ خلیفۂ دوم بلکہ تینوں خلفاء نے بچشم خود مشاہدہ کیا تھا کہ جناب علیؓ تمام صحابہ میں افضل اور عالم ہیں اس لئے بڑے بڑے کاموں مثلاً جہاد اور سزادہی وغیرہ میں جناب علیؓ کی مرضی بطریقہ مشورہ معلوم کرتے تھے۔ اور یہ سب پر واضح ہے۔ اور خلیفۂ دوم کا کلام صدق نظامؓ "اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتے"، سنیوں کی معتبر کتاب میں موجود ہے۔ اور یہ صریح دلالت ان سے مرضی ومشورہ کی ہے۔ اور فاضل دہلوی نے حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ سے جنگ فارس پر مشورہ کرنا تحریر کیا ہے۔ اس لئے مہاجرین وانصار کا جہاد فارس وشام وغیرہ میں ماذون واجازت یافتہ ہونے کو مزید بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور امام جعفر صادق نے باب اجازت میں فرمایا ہے کہ جنگ کے لئے جناب امیر کی اجازت ہوئی تھی۔ اور استحقاق خلافت ثلاثہ کے لئے کوئی اجازت نہیں ہوئی

Marfat.com

کہ مہاجرین مومن اور جامع شرائط اور داخل زمرۂ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ الخ کے تھے۔ وھذا ھوالمقصود اگر جناب قبلہ وکعبہ اس حدیث سے انکار فرماتے یا اس کے جواب میں یہ کہتے کہ مہاجرین ماذون من اللہ نہ تھے تب البتہ ہمارا دعویٰ باطل ہوتا۔ مگر مولانا ممدوح نے اس بات کو کہ مہاجرین من اللہ تھے۔ نہ صرف تصدیق کیا بلکہ اُسے اور قوی کر دیا۔ اس لئے کہ آپ فرماتے ہیں کہ وہ جناب امیر کی طرف سے ماذون تھے اس لئے کہ خلفاد ایسے معاملات میں جناب امیر سے مشورہ لیتے اور آپ کی مرضی مبارک دریافت کرتے اس لحاظ سے خلفاد کا اذن در پردہ بلکہ درحقیقت اذن جناب امیر تھا۔ اور جناب امیر کے اذن کو خدا کا اذن سمجھنا چاہیئے اس لئے کہ اگر مہاجرین جامع اُن شرائط کے نہ ہوتے جو مجاہدین کے لئے ضروری ہیں تو حضرت امیر اُن کو جہاد کا اذن نہ دیتے۔ اور صلاح اور مشورہ لینے والوں سے علیحدہ رہتے۔ اور ان کے جہاد کو فتنہ و فساد اور انہیں کو واجب القتال سمجھتے جیسا کہ اس حدیث کا منشا ہے۔

اور جناب قبلہ وکعبہ کا یہ ارشاد کہ اس سے خلافت ثلاثہ کی حقیت ثابت نہیں ہوتی۔ نہایت حیرت انگیز ہے اس لئے کہ جو لوگ اُن شرائط کے جامع ہوں۔ جو اس حدیث میں مذکور ہیں یعنی ایمان میں کامل اور اعمال حسنہ سے متصف اور اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ میں داخل تو بالضرور وہ خدا اور اس کے رسول کی مرضی پر چلنے والے ہوں گے۔ اور اہل بیت سے محبت رکھنا اور ان کو مدد دینا اور ان کے مخالفین اور اعدا سے بیزار رہنا اُن کا فرض ہوگا۔ اور یہ فرض اُسی وقت پورا ہوتا ہے۔ جبکہ ہمارے اعتقاد کے موافق خلفاد ثلاثہ اگر مہاجرین سے افضل نہ مانے جاویں تاہم کم سے کم اُن کی برابر اور اُن کے زمرے میں تو ضرور محسوب ہوں۔ ورنہ کیا وہ لوگ جو ایمان اور حسن اعمال میں کامل ہوں ایسے شخصوں کی سرداری اور امامت کو تسلیم کریں گے۔ جو ایمان سے بے بہرہ اور حُسنِ عمل سے بے نصیب اور منافقین اور مرتدین میں داخل اور اہل بیت کے دشمن اور اُن کے حقوق کے غاصب اور بضعۂ رسول کے ایذا دینے والے ہوں۔ ایسے لوگوں کی اطاعت تو وہی لوگ کریں گے جو کہ ان کی طرح منافق یا مرتد اور ایمان سے بے بہرہ ہوں۔ اور چونکہ اس حدیث نے مہاجرین کا جہاد کے

Marfat.com

لئے ماذون من امیر المومنین و من اللہ ہونا ثابت کر دیا۔ اور ماذون من اللہ ہونے سے ان کے ایمان اور اعمال اور تمام صفات حسنہ کا ثبوت ہو گیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ایسے گروہ کے سردار اور خلیفہ بھی ایمان اور اعمال اور تمام صفات حسنہ سے متصف اور اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ میں داخل تھے والحمد للّٰہ علیٰ ذلک۔

مہاجرین کا اس حدیث سے جہاد کے لئے ماذون من اللہ ہونا تو خود جواب سے جناب قبلہ وکعبہ کے ثابت ہو گیا۔ اب ہم ایک اور روایت پیش کرتے ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ جو جہاد خلفاء ثلاثہ کے زمانے میں ہوئے اور جو ملک انہوں نے فتح کئے ان کی بشارت پیغمبر خدا صلعم نے پہلے ہی دے دی تھی۔ اور ان کی فتوحات کو اپنی فتوحات سے تعبیر فرمایا تھا۔ ابن بابویہ روایت کرتے ہیں کہ جنگ احزاب میں جس کو جنگ خندق بھی کہتے ہیں حضرت سلمان فارسی کی صلاح سے خندق کھودی گئی خندق کھودتے وقت ایک ایسا سخت پتھر نکلا کہ کدال اُس پر کچھ کام نہیں کر سکتا تھا۔ اور نہ وہ ٹوٹتا تھا۔ حضرت صلعم کو اس کی اطلاع دی گئی۔ اور آپ نے دست مبارک میں کدال لے کر اُس پتھر پر ایک ضرب لگائی۔ اس سے ایک روشنی نکلی اور آپ نے اُسے دیکھ کر فرمایا کہ اللہ اکبر شام کی کنجیاں خدا نے مجھے دیں۔ اور قسم ہے خدا کی اس کے سرخ محل میں دیکھ رہا ہوں۔ بعدہٗ دوسری ضرب لگائی اور ایک تہائی پتھر اُس سے ٹوٹا۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر خدا نے فارس کے ملک کی کنجیاں مجھے دیں اور قسم ہے خدا کی کہ مدائن کے سفید قصر کو میں دیکھ رہا ہوں۔ اور جب تیسری چوٹ لگائی اور وہ پتھر ٹوٹ گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اکبر یمن کی کنجیاں مجھے دیں اور قسم ہے خدا کی کہ صنعا کے دروازے کو میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ روایت صفحہ ۲۷۶ حیات القلوب کی دوسری جلد مطبوعہ نولکشور اور ناسخ التواریخ کی کتاب دوم جلد اول مطبوعہ ایران کے صفحہ ۲۱۶ میں نقل ہے۔ اور

لے چون این خبر بحضرت رسول رسید اصحاب خود را طلبید و با ایشان مشورت کرد و ہفت صد نفر بودند پس سلمان گفت یا رسول اللہ جماعت قلیل در مقاتلہ و مبارزہ در برابر جماعت کثیر نمی توانند ایستاد حضرت فرمود پس چہ کنیم سلمان گفت خندقی می کنیم بر دور خود کہ حجابی باشد میان تو و ایشان کرد

اخیر روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ بالجملہ در ایام حفر خندق قطعہ از سنگی سخت پدید شد کہ مردم از شکستن

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۰) ایشان از ہر جانب بر سر ما نیایند و جنگ از یک جانب باشد و ما در بلاد عجم وقتیکہ لشکر گرانے متوجہ ما می شد چنین مے کردیم کہ جنگ از موقع معینی واقع شود پس جبرئیلؑ بر حضرت رسول نازل شد و گفت رای سلمان صواب است و ہمان عمل مے باید کرد حضرت فرمود کہ زمین را پیمودند از ناحیہ احد تا براج و ہر بست گام و یا سی گام را بجماعتے از مہاجران و انصار داد کہ حفر نمایند و امر کرد کہ بیلہا و کلنگہا آوردند و حضرت خود ابتدا کرد در حصہ مہاجران و کلنگے برداشت و خود می کند و حضرت امیرالمومنین خاک را نقل می کرد تا آنکہ عرق کردہ ماندہ شد و فرمود کہ عیشے نیست مگر عیش آخرت خداوندا بیامرز انصار و مہاجران را و چون مردم دیدند کہ حضرت خود متوجہ کندن گردید اہتمام بسیار کردند در کندن و خاک را نقل می کردند چون روز دوم شد بامداد آمدند بر سر خندق و حضرت در مسجد فتح نشست و صحابہ مشغول کندن شدند ناگاہ بسنگے رسید کہ کلنگ بران کار نمی کرد پس جابر بن عبداللہ انصاری را بخدمت حضرت فرستادند کہ حقیقت حال را عرض نماید جابر گفت کہ چون بمسجد فتح رفتم دیدم کہ حضرت بر پشت خوابیدہ است و ردای مبارک را در زیر سر گذاشتہ و از گرسنگی بر شکم خود سنگے بستہ است گفتم یا رسول اللہ سنگے در خندق پیدا شدہ کہ کلنگ دران اثر نمی کند پس برخاست و بسرعت روانہ شد چون بآن موضع رسید آبے طلبید و از ان آب وضو ساخت و کف آبے در دہان حکمت نشان کرد و مضمضہ نمود و بر آن سنگ ریخت پس کلنگ را گرفت و ضربتے بران سنگ زد کہ از ان برقے ساطع شد و در آن برق قصرہائے شام را دیدیم پس بار دیگر کلنگ را زد و برقے ساطع شد کہ قصرہائے مدائن را دیدیم پس بار دیگر کلنگ را زد و برقے لامع شد کہ قصرہائے یمن را دیدیم پس فرمودہ کہ این مواضع را کہ برق برآنہا تابید بشما فتح خواہید کرد و مسلمانان از استماع این بشارت شاد شدند و خدا را حمد کردند و منافقان گفتند کہ وعدہ ملک کسری و قیصر میدہد و از ترس بہ دور خود خندق میکند پس حق تعالی آیہ قل اللہم مالک الملک را برای تکذیب و تادیب منافقان فرستاد و ابن بابویہ روایت کردہ است کہ چون کلنگ اول را زد و سنگ شکست و فرمود کہ اللہ اکبر کلیدہائے شام را خدا بمن داد بخدا سوگند کہ قصرہائے سرخ آن را مے بینم پس کلنگ دیگر زد و ثلث دیگر را شکست و گفت اللہ اکبر کلیدہای ملک فارس را بمن داد و بخدا سوگند کہ الحال قصر سفید مدائن را مے بینم و چون کلنگ سوم را زد و باقی سنگ جدا شد گفت اللہ اکبر کلیدہائے یمن بمن داد و بخدا سوگند کہ دروازہ ہای صنعا را مے بینم و کلینی بسند معتبر روایت کردہ است از

آن بیچارہ گشتند و سلمان این خبر برسول خدا برداشت جابر بن عبداللہ انصاری گوید درین ہنگام رسول خدا در مسجد فتح برپشت خوابیدہ بود و از شدت جوع سنگ بر شکم مبارک بستہ داشت چہ سہ روز می رفت کہ ہیچ کس بہ طعامے دست نیافت بایں ہمہ چون این قصہ بشنید متلین برگرفت و بخندق در آمد براء بن عازب گوید چون با متلین بر سر سنگ آمد فرمود بسم اللہ و بضرب نخستین یک ثلث آن سنگ را بیفگند و گفت اللہ اکبر و برقی از سنگ جستن کرد پیغمبر فرمود مفاتیح شام مرا دادند سوگند با خدای کہ شام را با قصور احمر مشاہدت می کنم دو در ضربت دوم ثلث دوم را فرو د آورد د ہم برقی بجست فرمود اللہ اکبر مفاتیح فارس مرا دادند سوگند با خدای کہ قصور ابیض مدائن را می نگرم و در

(بقیہ حاشیہ صا۸ کا) حضرت صادق کہ کلنگ را از دست امیرالمومنین یا سلمان گرفت و یک ضربت زد کہ سنگ پس پارہ شد فرمود کہ فتح شد برمن در این ضربت گنجہائے کسرے و قیصر پس ابوبکر و عمر با یکدیگر گفتند کہ نمے توانیم از ترس بقضای حاجت برویم داد وعدہ ملک بادشاہ عجم و بادشاہ روم بمانے دہد؟

حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۷۶۔

سلہ خندق کھودنے کے زمانے میں خندق میں ایک ایسا پتھر نکلا کہ جس کے کاٹنے سے لوگ عاجز آ گئے۔ چنانچہ سلمان فارسیؓ نے اس کی اطلاع رسول اکرمؐ کو دی جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ بوقت اطلاع رسالت مآبؐ مسجد فتح میں چت سو رہے تھے۔ اور بھوک کی وجہ سے آپکے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ کیونکہ تین دن سے آپ نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ آپ نے یہ خبر سنا تو کدال لے کر خندق میں آئے براء بن عازب کا بیان ہے کہ رسولؐ خدا کدال لئے ہوئے جب پتھر کے پاس آئے تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اس پر ضرب لگائی جس سے اس پتھر کا ایک تہائی حصہ گر پڑا آپؐ نے اللہ اکبر کہا اور اس پتھر میں سے ایک شرارہ نکلا تو آپؐ نے فرمایا کہ مملکت شام کی کنجیاں مجھے دی گئیں۔ اور قسم بخدا شام کے سرخ محل دیکھ رہا ہوں پھر دوسری ضرب میں باقی ایک تہائی کٹ کر گرا اور اس میں سے بھی برقی روشنی نمودار ہوئی تو آپ نے اللہ اکبر کہہ کر فرمایا فارس کی کنجیاں مجھے دی گئی ہیں۔ اور بخدا مدائن کے سفید محل میں دیکھ رہا ہوں۔

Marfat.com

ضربت سیم سنگ را بجملہ پراگندہ ساخت ونیز برقی بجہید و رسول خدای فرمود اللہ اکبر مفاتیح یمن بہرہ من افتاد سوگند باخدای کہ کہ ابواب صنعاد نظارہ کنم و در ہر کرت مردم با پیغمبر موافقت می کردند و بانگ تکبیر بر می داشتند۔ انگاہ روی با سلمان کرد و صفت کوشک مدائن را بتمامت باز گفت سلمان عرض کرد دید ان خدای کہ ترا براستی فرستادہ این ہمہ صفت کوشک مدائن ست وگواہی می دہم کہ تو رسول خدای پیغمبر فرمود بعد از من است من این ممالک بگشایند و فائن کسری و قیصر را نفقہ وہند ۔ انتہی

اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے شام اور فارس اور یمن کے فتوحات کی بشارت دی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ میری امت کے لوگ اور مسلمان اسے فتح کریں گے۔ اور نیز ان فتوحات کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور ارشاد کیا کہ خدا نے ان ملکوں کی کنجیاں مجھے عنایت کیں۔ اگر خلفا کی خلافت باطل ہوتی۔ اور وہ اُن کے ساتھ دینے والے اور اُن کے حکم پر لڑنے والے جن کے ہاتھ پر یہ ملک فتح ہوا منافق یا مرتد ہوتے اور دائرہ اسلام سے خارج تو کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے فعل کو اپنی طرف منسوب کرتے اور ان کی فتوحات کو اپنی فتوحات سمجھتے۔ اس کے جواب میں مجتہد صاحب

ملہ پھر تیسری ضرب میں باقی ماندہ پتھر کو ریزہ ریزہ کر دیا اس مرتبہ بھی اس میں سے بجلی نکلی اور آپؐ نے اللہ اکبر کہہ کر فرمایا کہ یمن کی کنجیاں ہمارے لئے رکھ دی گئی ہیں۔ اور قسم بخدا صنعاد کے دروازے میں دیکھ رہا ہوں۔ اور حالت یہ تھی کہ ہر ضرب پر جب آپؐ اللہ اکبر فرماتے تو دوسرے لوگ بھی آپؐ کی آواز کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہتے تھے۔ پھر رسول اکرمؐ نے سلمان فارسیؓ کو مدائن کے محلات کی پوری صفات سنائیں تو سلمان فارسیؓ نے عرض کیا۔ اللہ کی قسم جس نے آپؐ کو سچا رسولؐ بنایا ہے۔ واقعی مدائن کی یہی صفات ہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ برحق رسول اللہ ہیں۔ اس پر ارشاد عالی ہوا۔ ہمارے بعد ہمارے امتی اُن تمام ممالک کو فتح کریں گے۔ اور قیصر و کسریٰ کے خزانے خرچ کریں گے۔

تشئید المبانی میں فرماتے ہیں کہ[1] نہایت آنچہ ازیں روایت ثابت می شود این ست کہ ملک شام
و یمن وغیرہ در قبضۂ اسلام خواہد آمد و ازاں ظاہر نمی شود کہ کسانیکہ در ایام حکومت آنہا
ایں ممالک در قبضہ خواہد آمد خلیفہ بحق خواہند بود زیراکہ از جملہ احادیث معتمدۂ اہل سنت
ست کہ ان اللہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر پس اگر قوت دین و رواج شرع
متین در عہد حدی دلیل حقیت او باشد لازم آید حقیت خلافت ہر بادشاہ فاجر و جابر وھو
خلاف مزعوم المجیب ۔ انتہی

اس جواب میں مجتہد صاحب نے پہلی حدیث کے موافق جو ابھی اوپر بیان ہو چکی پھر اہل سنت کی حدیث کو پیش کیا۔ حالانکہ اُن کو اس روایت کے متعلق جواب دینا چاہیئے تھا۔ جو کچھ جواب انہوں نے دیا۔ اُس سے بحمد اللہ تعالیٰ اس روایت کی تصدیق ہو گئی۔ اور سنیوں کی پیش کردہ حدیث سے مجتہد صاحب کو کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اس لئے کہ جب اس روایت میں یہ لکھا ہے کہ پیغمبر خدا نے تین دفعہ یہ فرمایا کہ خدا نے فلاں ملک کی کنجیاں میرے ہاتھ میں دیں۔ اور ہر مرتبہ خوش ہو کر تکبیر فرمائی۔ پس اگر خلفاء فاجر ہوتے تو کیوں کر پیغمبر خدا اپنے مبارک ہاتھ کو اُن کا ہاتھ کہتے۔ اور کس طرح خوش ہو کر بشارتاً اصحاب سے خطاب فرماتے کہ خدا نے یہ ملک مجھے دیا۔ اور میری اُمت کے ہاتھ سے فتح ہوگا۔ کیا وہ پاک رسول[2] جس کے ہاتھ کو خدا نے اپنا ہاتھ کہا ہو۔ اور جس کی شان میں اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ط یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ج فرمایا ہو اُن فاجرین کے افعال پر جنہوں نے دین کو

۱؎ انجام کار اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ممالک شام و یمن وغیرہ مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں گے لیکن اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ جن اشخاص کی حکومت میں ان ممالک پر اسلامی قبضہ ہوگا۔ وہ سچے اور مستحق خلیفہ ہوں گے۔ کیونکہ سنیوں کی معتبر حدیث یہ ہے کہ "اللہ ایک فاجر کے ذریعہ اسلام کی تائید کرے گا" اور اس کے مدنظر اگر اسلامی قوت اور شریعت کا رواج کسی کے زمانے میں اس حاکم کے حق و حقیت کی دلیل تسلیم کی جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہر ایک فاجر و ظالم بادشاہ بھی خلافت کا حقدار و مستحق ہے حالانکہ یہ بات شیعوں کے گمان کے بھی خلاف ہے

۲؎ جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے اللہ کا ہاتھ ہے اوپر اُن کے ہاتھ کے
۱۲ موضح، پارہ ۲۶ سورہ فتح رکوع اول۔

بدل دیا۔ اور اہل بیت نبوی کے حقوق غصب کر لئے اور جو فسق و فجور کے درجے سے گزر کر مرتد اور کافر ہو گئے بلکہ ایسے لوگوں کی نسبت جن کو حضرات شیعہ کبھی مسلم اور مومن سمجھتے ہی نہیں اور ابتدا ہی سے اُن کو منافق سمجھتے ہیں اظہار بشارت فرماتے۔ اور اُن کے مساعی جمیلہ سے جو ملک فتح ہوں۔ اور اسلام ترقی پاوے۔ اس پر فخر و مباہات کریں۔ اور اس پر بھی تعجب ہے کہ جس حدیث سے اہل سنت کی جناب قبلہ و کعبہ نے استمساک فرمایا ہے۔ وہ بھی اُن کے مفید مطلب نہیں۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بعد میرے خلفاء ہوں گے۔ یعنی خلفاء حق اور اس کے بعد اُمرا ہوں گے۔ اور اُس کے بعد ملوک جابر۔ پس سنیوں کی حدیث کیمطابق اس حدیث کا اطلاق خلفاء کرام پر ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اگر اس طرح پر احادیث کی معنوی تحریف کی جائے۔ اور اُس کے مصداق کو غلط ٹھہرایا جاوے تو جو حدیثیں حضرت امام مہدیؑ کی شان میں ہیں کہ اُن سے دین کو تقویت ہو گی۔ اور وہ ساری دنیا میں اسلام پھیلا دیں گے۔ اُس کی نسبت بھی خوارج اس حدیث کو جو کہ شیعوں کے یہاں بھی منقول ہے یہی کہہ سکتے ہیں اور نعوذ باللہ حضرت امام مہدیؑ کے زمانے کی فتوحات پر بھی ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر کہہ کر اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کر سکتے ہیں۔ پس جو جواب حضرات امامیہ اُن کو دیں اُسی کو ہماری طرف سے بھی سمجھیں۔

انصار اور مہاجرین دو گروہ کی نسبت ہم ثابت کر چکے کہ وہ مومنین خاص اور مخلصین با اختصاص سے تھے۔ اور ان جوابات سے جو علماء امامیہ نے دیئے ہیں یہ بات ہم ظاہر کر چکے کہ اُن روایات کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ تاویل جو معنوی تحریف کے درجے تک پہونچ جاتی ہے۔ فرماتے ہیں۔ البتہ مہاجرین و انصار کی شان میں جو احادیث ہیں اُس سے خلفاء راشدین کی خلافت کی صحت تسلیم نہیں کرتے۔ مگر خود خلفاء راشدین کی نسبت بھی ایسی احادیث شیعوں کی کتابوں میں موجود ہیں جس سے اُن کا ایمان اور اخلاص ہیں اور مومنین کی صفات سے متّصف ہونا۔ بلکہ اسلام میں اُن کا بہت بڑا درجہ ہونا اور اُن کی وفات سے اسلام کو سخت نقصان پہونچنا ثابت ہوتا ہے چنانچہ ان میں سے بعض روایتیں ہم حصہ اول کے جزو اوّل میں اُس کتاب کے بیان کر چکے ہیں۔ اور بعض مختلف موقعوں پر دوسرے جزو میں بیان کی ہیں۔ اور کچھ اس وقت بیان کرتے

Marfat.com

ہیں۔ نہج البلاغت میں جناب امیر کے وہ اقوال منقول ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے خیالات حضرت عمر کی نسبت نہایت اعلیٰ درجے کے تھے وہ اُن کو عرب کا مرجع اور قطب سمجھتے اور انکی سلامتی کو غنیمت جانتے تھے۔ اور اُن کو دوستانہ صلاح اور مشفقانہ مشورے دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اُس وقت[1] جبکہ حضرت عمر نے فارس کی لڑائی پر خود تشریف لے جانے کا ارادہ کیا۔ اور جناب امیر سے مشورہ لیا تو آپ نے یہ فرمایا کہ اسلام کی نصرت وعدم نصرت فوج و

---

[1] یہ خطبہ ایسا مشہور ہے کہ ہم کو اُس کے الفاظ کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ ابن ہثیم بحرانی نے جو اس کی شرح میں لکھا ہے وہ ہم یہاں بیان کرتے ہیں چنانچہ صفحہ ۳۰۶ میں لکھا ہے وقولہ فکن قطبا شروع فی الرای الخاص بعمر فاشار علیہ ان یجعل نفسہ مرجعا للعرب تول الیہ وتدور علیہ واستعار لہ لفظ القطب ولہم لفظ الرحے ور شح بالاستعارۃ فکنے بذلک عن جعل العرب وربیۃ دونہ وحیطۃ لہ ولذلک قال واصلہم دونک نار الحرب لانہم ان سلموا وغنموا فذلک الذی ینبغی وان انقہروا کان ہو مرجعا لہم وسند القوی ظہورہم بہ بخلاف شخوصہ بہم فانہم ان ظفروا فذلک وان انقہروا لم یکن لہم ظہر یلجاؤن الیہ کما سبق بیانہ وقولہ فانک ان شخصیت الے قولہ فیک بیان للمفسدۃ فی خروجہ بنفسہ من وجہین احدہما ان الاسلام کان فی ذلک الوقت غضاد وقلوب کثیر من العرب ممن اسلم غیر مستقرۃ بعد فاذا انضاف الی من لم یسلم منہم وعلموا خروجہ وترکہ للبلاد کفر طمعہم دہاجت فتنتہم علے الحرمین وبلاد الاسلام فیکون ما نترکہ وراءہ اہم عندہ بما یستقبلہ ویطلبہ ویلتقی علیہ الفریقان من الاعداء الثانے ان الاعاجم اذا خرج الیہم بنفسہ طمعوا فیہ وقالوا المقالۃ فکان خروجہ محرضا لہم علے القتال دہم اشد علیہ کلبا واقوی فیہ طمعا قولہ فاما ذکرت من سیر القوم الخ فہوا نہ قال لہ ان ہولاء الفرس قد قصدوا المسیر الے المسلمین وقصدہم ایاہم دلیل قوتہم وانا اکرہ ان یغزونا قبل ان نغزوہم فاجابہ بانک ان کرہت ذلک فان اللہ تعالیٰ اشد کراہیۃ واقدر علیک علے التغیر والازالۃ وہذا الجواب یبدر علے حرف وہوان مسیرہم الے المسلمین وان کان مفسدۃ الاان لقاءہ لہم بنفسہ فیہ مفسدۃ اکبر واذا کان کذلک فینبغی ان یدفع العظمے ویکل دفع المفسد الاخریٰ الی اللہ تعالیٰ فانہ کان لہا دمع کراہیتہ لہا فہو اقدر علے ازالتہا۔ یعنی تم قطب ہو کر رہو۔ یہ اُس رائے خاص کا شروع ہے جو عمر کو آپ نے دی۔ اس کہنے سے آپ نے عمر کو یہ بتلایا کہ تم اپنے آپ کو عرب کے لئے مرجع بناؤ کہ تمہاری طرف عرب لوٹ کر آیا کریں یہاں آپ نے عمر کیلئے لفظ قطب کا استعارہ کیا۔ اور عرب کے لئے چکی کا۔ مقصود اس کنایہ سے آپکا یہ ہے (باقی حاشیہ)

Marfat.com

لشکر کی کمی و بیشی پر موقوف نہیں ہے۔ یہ خدا کا دین ہے جسے وہ خود ہی غالب کرتا ہے۔ اور اسلام کا لشکر اُسی کا لشکر ہے۔ جس کی خود ہی اعانت اور امداد فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ اسلام اس حد کو پہونچا اور دنیا میں پھیل گیا۔ اور ہم سے اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ اور خود ہی اس کا پورا کرنے والا اور اپنے لشکر کی مدد دینے والا ہے۔ اور خلیفہ بمنزلہ اُس دھاگے کے ہے جس میں موتی پروئے گئے ہوں کہ ان کی لڑی اسی وقت ثابت رہ سکتی ہے جب تک کہ وہ دھاگا سلامت ہے۔ اگر وہ ٹوٹ جائے تو سب دانے موتیوں کے بکھر جائیں۔ اور پھر جمع نہیں ہو سکتے۔ آج کل عرب اگرچہ کم ہیں۔ لیکن بوجہ اسلام کے زیادہ اور بسبب اجتماع کے غالب ہیں۔ تم قطب ہو کر رہو اور عرب کو گھیرے رہو تمہارے بغیر عرب میں لڑائی کی آگ بھڑک اُٹھے گی کیونکہ اگر تم اس زمین سے چلے جاؤ گے تو عرب اطراف وجوانب سے تم پر

(بقیہ صفحہ ۸۶ کا) کہ عرب تمہارے لئے احاطہ ہے اس لئے کہ عرب اگر سلامت اور غنیمت لے کر پھرے تو یہ تو مقصود ہی ہے۔ اور اگر مغلوب ہوئے تو تمہیں اُن کے مرجع ہو گئے۔ بخلاف ان کے ساتھ تمہارے جانے کے کہ اگر انہوں نے فتح پائی تو بہتر اور اگر مغلوب ہوئے تو کوئی ملجا ایسا نہ رہے گا جس کی طرف وہ لوٹ کر آویں جیسا کہ پہلے اس کا بیان ہو چکا پھر آپ بیان کرتے ہیں کہ اگر تم قتال کو گئے تو اس میں دو طرح کی خرابیاں ہوں گی اول یہ کہ اسلام ابھی تک پھیلا نہیں اور عرب کے لوگ جو مسلمان ہوئے ہیں۔ اُن کے دل ابھی تک ٹھکانے نہیں لگے پس اگر تم اُن لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے اور عرب کو معلوم ہو گا کہ تم یہاں نہیں ہو اور اپنے شہروں کو تم نے چھوڑ دیا ہے۔ تو ان کی طمع بڑھ جائے گی۔ اور بلاد مسلمین اور حرمین پر اُن کا فتنہ زیادہ ہو جائے گا۔ تو جو چیز کہ اپنے پیچھے چھوڑتے ہو وہ زیادہ اہم ہو جائے گی۔ بہ نسبت اُس کے جو آیندہ ہے اور اُس کی طلب میں جاتے ہو۔ اور تم پر دونوں فریق اعدا کے ملکر حملہ کریں گے۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ عجمیوں کی طرف جب تم خود خروج کروگے تو اُن کو طمع ہو گی۔ اور وہ بہت سی بیہودہ بکواس کریں گے۔ اور یہ تمہارا خروج ہی اُن کو قتال پر آمادہ کرے گا۔ اور وہ تم سے قتال پر بدخوئی اور طمع میں زیادہ قوی ہیں۔ اما ما ذکرت من مسیر القوم الخ کا مطلب یہ ہے کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ اہل فارس مسلمانوں پر حملہ کرنے کا قصد کر رہے ہیں۔ اور ان کا قصد کرنا ہی ان کی قوت کی دلیل ہے۔ اور مجھے یہ بات بری معلوم ہوتی ہے کہ وہ ہم پر چڑھ کر آویں پہلے اس سے کہ ہم اُن پر چڑھائی کریں۔ آپ نے اس کا جواب یہ دیا کہ اگر تم کو یہ بات بری معلوم ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالے کو تم سے زیادہ (بقیہ صفحہ ۸۸ پر)

ٹوٹ پڑیں گے۔ اور جن چیزوں کو تم پیچھے چھوڑ جاؤ گے۔ وہ زیادہ اہم اور نازک ہو جائیں گی۔ بہ نسبت اُس کے جس کے لئے جاتے ہو۔ کیونکہ عجمی جب تمہارا جانا دیکھیں گے۔ تو کہیں گے عرب اتنے ہی تھے۔ اور وہ زیادہ دلیری اور طمع کریں گے۔ اور تم جو یہ کہتے ہو کہ اہل فارس مسلمانوں پر چڑھ کر آئے ہیں تو خدائے تعالیٰ کو تم سے بھی زیادہ اُن کا چڑھ کر آنا بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اور جس بات کو وہ بُرا جانتا ہے۔ اُس کے دور کرنے پر وہ قادر رہے۔ اور تم نے جو اُن کی کثرت بیان کی تو ہم پہلے جہاد کچھ کثرت کے بھروسے پر نہیں کیا کرتے تھے بلکہ خداوند تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے بھروسے پر۔

نہج البلاغت میں ایک خط حضرت علی کی جانب سے بنام معاویہ کے منقول ہے جس کا آغاز یہ ہے فاراد قومنا قتل نبینا الخ اس کی نسبت ابن ہیثم بحرانی اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ ایک جزو اُس خط کا ہے جو جناب امیر نے معاویہ کو اُن کے خط کے جواب میں لکھا تھا۔ اور جس میں انہوں نے قاتلان عثمان کو طلب کیا تھا۔ اور یہ بھی اُس میں لکھا تھا کہ مسلمانوں میں سب سے برتر پہلے خلیفہ تھے پھر دوسرے پھر تیسرے۔ اور جناب امیر پر یہ طعنہ کیا تھا کہ تم نے سب پر حسد کیا۔ اور سب سے باغی رہے۔ اور ہمیشہ خلافت کی طمع میں سرد آہیں بھرتے رہے۔ اور بیعت کو تم ہمیشہ ٹالتے رہے۔ یہاں تک کہ جس طرح نکیل پکڑ کر زبردستی اونٹ کھینچا جاتا ہے۔ تم کھینچے گئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ خط معاویہ نے ابو مسلم خولانی کے ہاتھ جناب امیر کے پاس بھیجا اُس کے جواب میں آپ نے ایک طولانی خط لکھا جس میں خلفا کے متعلق یہ جواب تھا وذکرت ان الله اجتبی له من المسلمین اعوانا ایدهم به فکانوا فی منازلهم عنده علی قدر فضائلهم فی الاسلام وکان افضلهم فی الاسلام کما زعمت وانصحهم لله ولرسوله الخلیفة الصدیق وخلیفة الخلیفة الفاروق ولعمری ان مکانهما فی الاسلام

(بقیہ صفحہ کا) زیادہ بری معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ تم سے زیادہ زائل کرنے پر قادر ہے۔ یہ جواب صرف ایک بات پر تم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ اگرچہ اہل فارس کا مسلمانوں پر چڑھائی کرنا مفسدے کی بات ہے۔ لیکن تمہارا خود اُن کی بڑائی کے لئے جانے میں زیادہ فائدہ ہے جب یہ بات ہے تو تم کو لازم ہے کہ بڑے مفسدے کو دفع کرو اور دوسرے مفسدے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو کہ وہ اس کے ازالے پر خوب قادر ہے ۱۲

لعظیم وان المصائب بھما لجرح فی الاسلام شدید یرحمھما اللہ وجزاھما اللہ باحسن ما عملا کہ تم یہ کہتے ہو کہ خدا نے رسول خدا کیلئے مسلمانوں میں سے ایسے اعوان وانصار دیئے جنہوں نے آپ کی تائید کی اور وہ لوگ اپنے اپنے درجے کے موافق اسلام میں خاص مرتبہ رکھتے ہیں۔ اور اُن میں سے افضل جیساکہ تم نے گمان کیا۔ اور سب سے بڑھ کر نصیحت کرنے والے خدا و رسول کے لئے خلیفہ صدیقؓ اور فاروقؓ تھے۔ میں بھی اپنی جان کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ اُن دونوں کا مرتبہ اسلام میں بہت بڑا ہے۔ اور اُن کے صدمے (یعنی وفات) اسلام کے لئے بہت سخت مصیبت ہے۔ خدا اُن دونوں پر رحم کرے۔ اور اُن کے اعمال کا انہیں نیک بدلہ عنایت کرے۔

نہج البلاغت میں لکھا ہے کہ جب حضرت عثمانؓ پر باغیوں نے ہجوم کیا تو جناب امیر حضرت عثمانؓ کے پاس گئے اور اُن سے کہاکہ لوگوں نے مجھے سفیر بناکر آپ کے پاس بھیجا ہے مگر میں نہیں جانتا کہ آپ سے کیا کہوں۔ کوئی چیز میں ایسی نہیں جانتا جو تم نہ جانتے ہو۔ اور کوئی شے ایسی نہیں بتا سکتا جو تم نہ سمجھتے ہو تم وہی جانتے ہو جو ہم جانتے ہیں کسی چیز میں ہم نے تم سے سبقت نہیں کی جو ہم تمہیں بتادیں۔ تم نے وہ سب دیکھا ہے جو ہم نے دیکھا۔ اور تم نے وہ سب سُنا ہے جو ہم نے سُنا۔ تم نے رسول اللہ کی ویسی ہی صحبت پائی ہے۔ جیسی کہ ہم نے نہ ابن ابوقحافہ تم سے بڑھ کر تھے۔ نہ ابن خطاب تم سے زیادہ مستحق۔ کیونکہ تم رسول اللہ کے زیادہ قریب ہو۔ اور ان کی دامادی کا شرف رکھتے ہو۔ جو اُن کو حاصل نہیں تھا۔ پھر اس کے بعد اور باتیں کیں۔ اور اُن کو سمجھایا۔ مگر ہمارا مطلب اس وقت اُن الفاظ کی نقل سے ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر نے کسی بات میں اپنے آپ کو حضرت عثمانؓ سے افضل نہیں فرمایا۔ بلکہ صاف صاف کہاکہ جو میں جانتا ہوں وہی آپ جانتے ہیں۔ جو میں نے دیکھا ہے۔ وہی آپ نے بھی دیکھا۔ جو میں نے سنا وہی آپ نے بھی سُنا۔ اور جو عزت صحبت نبوی کی مجھے حاصل ہے وہی آپ کو بھی۔ چنانچہ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں واللہ ما ادری ما اقول لک ما اعرف شیئا تجھلہ ولا ادلک علی امر لا تعرفہ انک لتعلم ما نعلم واللہ ما سبقناک الی شئ فنخبرک عنہ ولا خلونا بشئ فنبلغکہ وقد رایت کما راینا وسمعت کما سمعنا وصحبت رسول اللہ صلعم کما صحبنا وما ابن ابی قحافۃ ولا ابن الخطاب

Marfat.com

یا ولی یحمل الحق منك وانت اقرب رسول اللہ صلعم وشیجۃ رحمہ وقد نلت من صھرہ مالم ینالا۔

یہ اقوال جناب امیر کے اور وہ روایتیں ائمہ کرام کی جو اوپر ہم نے معتبر کتابوں سے امامیہ کے نقل کی ہیں۔ غالباً دیکھنے والوں کو اس باب میں کچھ شبہ باقی نہ رہے گا۔ کہ مہاجرین وانصار خدا اور رسول کے ممدوح تھے۔ اور خلفاء راشدین کے مناقب اور محامد زبان پر ائمہ کے جاری تھے۔ اور اُن کے حسن اعمال کا صلہ خدا سے چاہتے تھے۔ اور ان پر رحمت بھیجتے تھے۔ کیا وہ لوگ جن کی نسبت حضرت امیر نے فرمایا ہو کہ ولعمری ان مکانھما فی الاسلام لعظیم وان المصائب بھما لجرح فی الاسلام شدید ایمان سے خارج اور اسلام سے بے نصیب تھے۔ اور کیا وہ خلفاء جن کے حق میں علی مرتضیٰ نے یرحمھما اللہ وجزاھما اللہ باحسن ما عملا کہہ کر دعا کی ہو غاصب اور ظالم خیال کئے جا سکتے ہیں۔ اور بجائے رحمت بھیجنے کے اُن کی شان میں کسی قسم کے بے ادبانہ الفاظ کسی مسلمان کی زبان سے نکل سکتے ہیں۔ اور کیا وہ داماد رسولؐ کہ جن کی نسبت جناب امیر نے واللہ ما سبقناك الی شئ وقد رایت کما راینا وسمعت کما سمعنا وصحبت رسول اللہ کما صحبنا وانت اقرب رسول اللہ فرمایا ہو وہ نعوذ باللہ کافر اور منافق تھے۔ اور وہ انصار جن کی نسبت رسول اللہ نے الانصار کرشی وعیبتی فرمایا اور دلو سلك الناس وادیا وسلك الانصار شعبا لسلکت شعب الانصار ارشاد کیا ہو اور جن کے حق میں اللھم اغفر الانصار وابناء الانصار وابناء ابناء الانصار دعا میں فرمایا ہو۔ اور وہ مہاجرین جن کو امام نے جہاد کے لئے ماذون من اللہ فرمایا ہو اور جن کو التائبون العابدون الحامدون السائحون میں شمار کیا ہو۔ شیعوں کے عقائد کے مطابق مرتد ہو گئے ہوں۔ اور پیغمبر خدا کی وصیت کو ایسے لوگوں نے بھلا دیا ہو اور اہل بیت سے پھر گئے ہوں۔ اور کسی نے جناب امیر کا جو وصی برحق اور خلیفہ بلافصل تھے۔ ساتھ نہ دیا ہو۔ یہ ایسی باتیں ہیں۔ کہ سوائے اس حالت کے جبکہ انسان مذہبی تعصبات کے جوش میں آکر عقل وفہم کو خیرباد کہہ دے۔ اور بدیہیات کے انکار میں کچھ پس وپیش نہ کرے۔ ہوش وحواس کی حالت میں کسی انسان کی زبان سے نہیں نکل سکتے ہیں نہ کسی سمجھدار آدمی کے خیال میں

Marfat.com

اُ سکتی ہیں۔ اگر اس قسم کے خیالات اور اقوال کی قباحت کسی کے خیال میں نہ گذرے تو اُسے مرفوع القلم سمجھ کر اُس کے حق میں دعا کرنی چاہیئے کہ خدا سمجھ عطا کرے۔ اور سفسطہ اور بدیہیات کا پردہ اُس کے دل اور آنکھوں سے اُٹھا دے۔

چوتھا مقدمہ

علماء امامیہ نے مطاعن صحابہ کے ثابت کرنے میں اکثر وہ روایتیں ہمارے یہاں کی پیش کی ہیں۔ جو جھوٹی ہیں۔ یا ضعیف۔ اور اُن کتابوں سے استدلال کیا ہے جو غیر مستند اور نا معتبر ہیں جب ہمارے علماء نے اس قسم کی روایتوں کی تکذیب کی اور ایسی روایتوں کے پیش کرنے اور ایسی کتابوں سے سند لانے کو ناجائز اور دھوکا قرار دیا تو اُس پر عموماً علماء امامیہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ سنیوں کی یہ عادت ہے کہ جب کوئی ایسی روایت اُن کی کتابوں سے پیش کی جائے جس سے اُن کے اصول میں خلل واقع ہو اور جس کا جواب اُن سے نہ بن پڑے۔ تو یا اُس روایت کی تکذیب کرتے ہیں یا اُسے ضعیف کہہ دیتے ہیں۔ اور اُس کتاب کے مؤلف پر تشیع یا میلان تشیع کی تہمت لگا کر اپنے فرقے سے خارج بناتے ہیں۔ اور اگر بوجہ شہرت ایسا نہ کرسکیں، تو کبھی یہ کہکر مطعون بنا کر اُس کے روایت کے تسلیم میں سو حیلے نکالتے ہیں۔ چنانچہ اس اعتراض کو قاضی نور اللہ شوستری

لہ جیساکہ قاضی نور اللہ شوستری احقاق الحق میں فرماتے ہیں کہ بہت بُری عادتوں سے سنیوں کی۔ اور ان کی بے شرمیوں اور فضیحت کن باتوں سے یہ ہے کہ جب امامیہ کوئی آیت جو فضائل اہل بیت میں نازل ہوئی ہے پیش کرتے ہیں۔ اور ان روایتوں سے جو خود سنیوں نے بیان کی ہیں سند لاتے ہیں۔ تو اسے کبھی ضعیف کہہ کر کبھی مخالف کی بناوٹ بتا کر کبھی تخصیص و تعمیم کی قیدیں لگا کر اور کبھی بیہودہ تاویل کر کے رد کرتے ہیں۔ کانہم مفوضون فی الدین موکلون فی تشریع الشرع السید المرسلین ولم یسمعوا کلام رب العالمین حیث قال قتل الخراصون الذین ہم فی غمرۃ ساہون وما اقل حیاءہم واکثر اعتدادہم فای خیر فی ذلک وای جمیل تیرتب من ہذا الخلف لا یرحمہم اللہ ولا یزلیہم ولہم عذاب الیم۔ صاحب استقصا فرماتے ہیں۔ کہ بالجملہ مقاصد گونہ استعجاب ست از انصاف دشمنے این حضرات کہ خود بعبارات و مفوات چنیں کسان کہ انتساب ایشان ہم باہل حق ثابت نیست احتجاج و استدلال می نمایند و بو جدے آیند و خود (باقی تنقید)

اور مجتہدین لکھنؤ اور جناب مولوی حامد حسین صاحب نے اپنی اپنی کتابوں میں بہت زور شور سے بیان کیا ہے۔

درحقیقت یہ اعتراض ان کا کہنا صحیح نہیں کیونکہ کوئی مذہب دنیا میں ایسا نہیں ہے۔ جس میں تمام علماء اور کل مصنفین پاک عقیدہ۔ عالی دماغ اور محقق گذرے ہوں۔ نہ کسی مذہب کی تمام کتابیں ایسی ہیں جو معتبر اور مستند اور مذہبی مباحثوں میں قابل استدلال ہوں۔ بلکہ ہر مذہب میں مذہبی عقائد کے ساتھ رسوم اور احکام اور الہامی اقوال اور صحیح اخبار کے ساتھ قصص اور حکایات ملے جلے پائے جاتے ہیں۔ اور ہر مذہب میں دنیا طلب یا فاسد العقیدہ یا کم علم لوگوں کی وجہ سے صحیح روایتوں کے ساتھ جھوٹی باتیں بھی مشہور ہوگئی ہیں۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں صدہا فرقے ہو گئے۔ اور ہزارہا بلکہ لکھوکھا عالم گذرے۔ اور ہر فرقے نے اپنے مذہبی عقائد کی تائید اور اپنے اصول مذہب کی حمایت میں کتابیں تصنیف کیں۔ اور ان میں سے بہت سے ایسے ہوئے جنہوں نے اپنی دلیلوں کو تقویت دینے کیلئے روایتیں کا بنانا اور بانی مذہب اور بزرگان ملت کی طرف سے وضعی اقوال کا مشتہر کرنا شروع کیا۔ اور امتداد زمانہ اور ترقی اختلاف سے یہ عادت ایسی بڑھ گئی کہ ہر فرقے میں

(بقیہ صد ۹۱ کا) از غایت جسارت وعدم استحیا احتجاج را بکلام ومرویات اکابر ائمہ دین خود قبول ندارند وبسمع اصغا جا نمی دہند بلکہ از مزید عناد یا بے بصیرتے آن علماء را گاہی شیعی در افضی قطعا وحتما قرار دہند وگاہے مجہول وغیر معروف گویند وگاہے غیر معتبر ونامعتبر پندارند ومجروح ومطروح بودنشان ظاہر سازند۔ چنانچہ ثعلبی را با آن ہمہ جلال اوصاف وامامت مفسرین تضعیف وتوہین سازند ومرویات او را اعتبارے ندہند وبجوے نخرند و پردہ ناموس او را بالقدح وجرحش بدرند وابن مغازلی را با وصف ظہور محدثیت مجہول دانند وابن الصباغ مالکی سنی را توہین وتضعیف کنند۔ وابن حبان را کہ از اصحاب صحاح وائمہ متبحرین ایشان ست مطروح ومتروک گویند واحتجاج بکلامش جائز ندارند ویحیی بن سعید با آن ہمہ جلالت وامامت گویند کہ ہیچ بر دست وطبرے را ساقط الاعتبار سازند بلکہ تہمت رفض بر دگذارند واز قبول روایات حاکم سر باز زنند وشہرستانی را ہم مائل برفض وتشیع قرار دہند۔ واخطب خوارزم را از پایہ اعتبار واعتماد ساقط سازند ۱۲ منہ۔

معتبر کتابوں کے ساتھ نامعتبر کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہو گیا۔ ہمارے یہاں بھی ہزار ہا عالم گذرے اور ہزار ہا کتابیں تصنیف ہوئیں۔ مگر سب عالم نہ ایک درجے کے تھے۔ اور نہ سب کتابیں ایک قسم کی ہیں۔ بعض عالم ایسے ہوئے ہیں جو تحقیق کے اعلیٰ درجے پر پہونچے اور بعض ایسے ہوئے جو دھوکے اور غلطی کے عمیق گڑھے میں گرے۔ کسی نے نیک نیتی سے حق کی تحقیق میں بہت کوشش کی کسی نے نفسانی خواہشوں یا غلط رایوں یا دنیا طلبی کے خیال سے اظہار باطل میں تامل تک نہ کیا۔ اور جھوٹ کو سچ سے جدا کرنے میں تکلیف نہ اُٹھائی۔ اور پھر بعض ایسے بھی ہوئے جو حقیقت میں فاسد عقیدے رکھتے تھے۔ اور تسنن کا لباس پہن کر ہمارے علماء میں داخل ہو گئے۔ اور لوگوں نے اُن کی ظاہری حالت اور ان کے علم اور کمال کو دیکھ کر اُن کے اقوال اور روایتوں کے لینے میں دھوکا کھایا۔ غرضیکہ جب ایسے مختلف الخیال اور مختلف المراتب مصنف ہوئے ہوں تو اُن سب کی نقل روایت کا ذمہ دار ہمارا مذہب نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہر شخص کی تصدیق صرف اس وجہ سے کہ وہ عالم اور مصنف تھے کی جا سکتی ہے۔ ہاں مذہب ضرور اس بات کا ذمہ دار ہے۔ جو اس کتاب میں لکھی ہو۔ جس کی شان ہے۔ لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ[1] مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ ○ یا اُس مبارک منہ سے نکلی ہو جس کی نسبت خدا نے فرمایا ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى[2] ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ○ پس جو کچھ ہمارے یہاں کی کتابوں سے ہمارے مقابلے میں پیش کیا جاتا ہے وہ ہم پر حجت نہیں ہو سکتا تاآنکہ وہ کوئی آیت آیات قرآنی سے یا آنکہ کوئی صحیح حدیث احادیث نبوی سے سالم عن المعارض و محفوظ عن التشذوذ نہو۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بجائے اس کے حضرات امامیہ کے پیش کردہ روایتوں کا ماخذ یا کتب تاریخ ہیں یا تفاسیر یا غیر مستند حدیث کی کتابیں اور ان تینوں قسم کی کتابوں کا یہ حال ہے۔

---

[1] اس پر جھوٹ کا دخل نہیں آگے سے نہ پیچھے سے اُتاری ہے حکمتوں والے سب خوبیوں سراہے کی ۱۲ موضح، پارہ ۲۴، سورہ حم سجدہ، رکوع ۵۔

[2] اور نہیں بولتا اپنے چاؤ سے یہ تو حکم ہے۔ جو پہونچتا ہے۔ ۱۲ موضح، پارہ ۲۷، سورہ نجم رکوع اول۔

تاریخ کی کتابوں کی نسبت جیسا کہ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے ، بجز اس کے کچھ نہیں کہا جاتا کہ اگرچہ بڑے لائق مسلمان مورخوں نے کثرت سے تاریخ کی کتابیں لکھی ہیں ۔ مگر وہ لغو اور باطل روایات اور وہمیات اور قصص وحکایات سے بھری ہوئی ہیں ۔ اور سوائے چند ابتدائی تاریخوں کے باقی تواریخ کی کتابوں میں جو روایتیں لکھی گئی ہیں ۔ ان میں نہ اسناد درج ہیں نہ رواۃ کا سلسلہ بیان کیا گیا ہے جس سے معلوم ہو کہ اُن کے بیان کرنے والے سچّے ہیں یا جھوٹے ۔ مذہب حق پر ہیں ۔ یا اہل بدعت ۔ اور اگر کہیں سلسلہ رواۃ کا مذکور بھی ہے تو تنقیح سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر روایتوں کے بیان کرنے والے غیر معتبر اور مشتبہ اور مجہول تھے ۔ متقدمین میں سے بڑے نامور مؤرخ مثل واقدی وغیرہ کے جو امام المورخین کہلاتے ہیں خود ان کی کتابیں بیہودہ اور غلط روایتوں سے بھری ہوئی ہیں ۔ اور متاخرین کا تو یہ حال ہے کہ وہ صرف انہیں کی بیان کی ہوئی ۔ روایتوں اور کہانیوں کے نقل کرنے والے ہیں ۔ انہوں نے جو پوچ لچر روایتیں اور واہی تباہی کہانیاں پچھلی کتابوں میں دیکھیں یا اِدھر اُدھر سے سنیں انہیں ہم تک پہونچا دیا ۔ نہ اُن کے ماخذ کو تحقیق کیا نہ اُن کے مطالب کو غور و تامل سے دیکھا ۔ خصوصاً اُن مورخین نے جو پہلے سے کسی رائے یا کسی مذہب کے معتقد یا اُس طرف مائل تھے ۔ انہوں نے بمقتضائے طبیعت کے اپنی رائے اور مذہب کے موافق جن خبروں کو سنا قبول کر لیا ۔ اور اُن کا اعتقاد اور میلان اُن کی بصیرت کی آنکھ کا پردہ ہو گیا ۔ اور وہ جھوٹی بات کے قبول کرنے اور اس کے نقل کرنے کی مصیبت میں پڑ گئے ۔ اور راویوں پر خوش اعتقادی اور حسن ظن کی وجہ سے اعتماد کرنے اور اُن کے حالات کی تحقیق نہ کرنے نے اس مصیبت کو عام اور پورا کر دیا ۔ انہوں نے نقل کرنے والوں اور راویوں پر ایسا بھروسہ کیا کہ نہ تنقیح روایت کے اصول کا لحاظ رکھا ۔ نہ درایت کے قواعد کو کام میں لائے ۔ اگر راویوں نے خود دھوکا کھایا یا سمجھ کی غلطی سے وہ مطلب صحیح نہ ادا کر سکے اُس کو بھی بجنسہٖ نقل کر دیا ۔ اور بے احتیاطی اور شہرت کی خواہش اور اہل ہوا اور بدعت کے اختلاط نے تواریخ کی کتابوں کو قصے اور کہانی بنا دیا ۔ یہ قول ابن خلدون کا محتاج دلیل نہیں ہے ۔ بلکہ تاریخ کی کتابیں اور اُن کے قصص وحکایات اس پر شاہد ہیں ۔ مگر باوجود اس کے حضرات امامیہ نے اس قسم کی تاریخوں سے اکثر روایتیں نقل کی ہیں ۔ اور انہیں بیہودہ اور غلط

Marfat.com

اخبار کو ہمارے مقابلے میں پیش فرمایا ہے۔ جیساکہ دعوی ہبۂ فدک میں تاریخ اعثم کوفی اور تاریخ آل عباس اور معارج النبوت اور حبیب السیر وغیرہ کتابوں سے غلط سلط روایتیں نقل کر کے ہبہ فدک کا دعویٰ ثابت کرنا چاہا ہے۔ مگر محققین کے نزدیک اس قسم کی روایتیں معمولی واقعات میں بھی کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ نہ کہ ایسے معاملات میں اُن سے استدلال کیا جائے۔ جو اُن اصول عقائد پر موثر ہوں جو قرآن مجید اور احادیث مشہورہ سے ثابت اور مسلم ہوں۔

تواریخ کی کتابوں کے علاوہ تفاسیر میں جو اقوال اور اخبار درج ہیں۔ اُن کو بھی حضرات امامیہ نے مطاعن صحابہ کے ثابت کرنے میں بطور سند کے پیش کیا ہے۔ مگر کسی روایت کا تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہونا اُس کی صحت کو ثابت نہیں کرتا کیونکہ تفسیر کی کتابیں بھی مختلف طبیعت کے آدمیوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ اور اُن میں صحیح اور غلط۔ قوی اور ضعیف اخبار ہر قسم کے درج ہیں۔ کما قال ابن تیمیۃ کتب التفسیر التی ینقل فیہا الصحیح والضعیف مثل تفسیر الثعلبی والواحدی والبغوی وابن جریر وابن ابی حاتم لم یکن مجرد روایۃ واحد من ھؤلاء دلیلا علی صحتہ باتفاق اھل العلم فانہ اذا عرف ان تلک المنقولات فیہا صحیح وضعیف فلا بد من بیان ان ھذا المنقول من قسم الصحیح دون الضعیف یعنی تفسیر کی کتب میں صحیح وضعیف روایتیں منقول ہیں۔ جیسے ثعلبی اور واحدی اور بغوی اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم کی تفسیریں۔ علما کا اس امر پر اتفاق ہے کہ صرف ان لوگوں کا کسی روایت کو روایت کر دینا دلیل صحت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ جب یہ معلوم ہے کہ جو ان میں منقول ہے۔ وہ صحیح اور ضعیف دونوں ہیں تو اس کے ساتھ ضرور ہے کہ یہ بیان کر دیا جائے۔ کہ یہ روایت منقول از قسم صحیح ہے اور از قسم ضعیف نہیں ہے اور علامہ عبدالرؤف مناوی فیض القدیر شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں قال ابن الکمال کتب التفسیر مشحونۃ بالاحادیث الموضوعۃ کہ ابن کمال کا قول ہے کہ تفسیر کی کتابوں میں احادیث موضوع بھری ہوئی ہیں۔ پس جب تک کوئی روایت یا خبر یا حدیث ایسی نہ پیش کی جائے۔ جو اصول روایت اور درایت کی رو سے صحیح ہو تب تک کوئی قول کسی مفسر کا اور کوئی روایت کسی تفسیر کی صرف اس بنا پر کہ وہ تفسیر میں درج ہے۔ قابل

استدلال نہیں ہو سکتا۔

تفسیر کے سوا اکثر حدیث کی کتابوں سے بھی حضرات امامیہ روایتیں پیش کرتے ہیں۔ مگر یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ حدیث کی کتابیں بھی اعتبار و صحت کے لحاظ سے ایک درجے کی نہیں ہیں۔ سوائے صحاح ستہ کے جتنی کتابیں حدیث کی کہلائی جاتی ہیں۔ اُن کی نسبت محققین کا یہ قول ہے کہ عموماً اُن کی حدیثیں نہ قابل عمل ہیں نہ لائق نقل۔ الا اُن لوگوں کے لیے جو اسماء الرجال سے واقف اور علل احادیث سے آگاہ اور بڑے محقق ہیں۔ کہ وہ ان میں سے متابعات اور شواہد لے سکتے ہیں۔ اور یہ بھی اُن مسانید اور جوامع اور مصنفات کا حال ہے۔ جو بخاری و مسلم کے زمانے سے پہلے اور اُن کے بعد تصنیف کی گئیں اور جن میں صحیح اور حسن۔ ضعیف اور معروف۔ غریب اور شاذ۔ منکر اور خطا۔ صواب اور ثابت اور مقلوب سب بھری ہوئی ہیں۔ مثل مسند ابو علی اور مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ اور مسند عبد بن حمید اور طیالسی اور کتب بیہقی اور طحاوی اور طبرانی کے کہ ان کے مصنفین کا یہ ارادہ تھا کہ جو کچھ پائیں جمع کر دیں نہ اُس کی تنقید کریں اور نہ تہذیب و تلخیص۔ بلکہ یہ کام دوسروں کے لیے چھوڑ دیں۔ ان کے علاوہ حدیث کی وہ کتابیں ہیں جن کے مصنفوں نے بعد زمانہ دراز کے تصنیف کا ارادہ کیا اور جو کچھ صحاح ستہ میں نہ پایا اُسے جمع کیا۔ اور جو مسانید اور جوامع چھپے پڑے تھے۔ ان میں سے روایتیں لے کر اکٹھا کر دیں۔ اور یہ حدیثیں اُس قسم کی تھیں جو زبانوں پر لوگوں کے جاری تھیں۔ مگر محدثین نے اُن پر اعتنا نہیں کی۔ اور ان کو نہیں لیا۔ اور اُن میں سے اکثر حدیثیں غیر محتاط اور بکنے والے واعظ بیان کرتے تھے۔ یا اہل ہوا اور اہل بدعت اور ضعفا نقل کرتے رہتے تھے۔ یا صحابہ اور تابعین کے آثار اور بنی اسرائیل کے اخبار اور حکما اور واعظین کے کلام تھے۔ جن کو راویوں نے سہواً یا عمداً احادیث میں ملا دیا۔ یا وہ معانی جو کتاب اور سنت کے اشارات سے سمجھے گئے تھے اُن کو عمداً احادیث قرار دیا گیا۔ چنانچہ اس قسم کی حدیثیں کتاب الضعفا ابن حبان اور کامل بن عدی اور خطیب اور ابو نعیم اور جوزقانی اور ابن عساکر اور ابن نجار اور دیلمی اور مسند خوارزمی میں پائی جاتی ہیں۔ ان کتابوں کا یہ حال ہے کہ سب سے عمدہ اور صحیح حدیثیں ان کی وہ ہیں جو

Marfat.com

ضعیف ہیں۔ اور سب سے بدتر وہ ہیں جو موضوع یا مقلوب اور منکر ہیں۔ اور انہیں کتابوں کا مادہ کتاب موضوعات ابن جوزی میں ملتا ہے۔ اس قسم کی حدیثوں کے علاوہ اور وہ حدیثیں ہیں جو فقہا اور صوفیہ اور مورخین وغیرہم کی زبانوں پر تھیں۔ اور اُن کے سبب سے مشہور ہوگئیں جن کی کوئی اصل پہلے طبقوں میں نہیں پائی جاتی۔ اور انہیں احادیث اور روایتوں میں سے وہ حدیثیں ہیں جن کو ان لوگوں نے جو دین میں بے باک اور باتوں میں لسان تھے۔ اس طور پر حدیثوں میں ملا دیا اور ان کے ایسے قوی اسناد بیان کئے جن میں جرح ممکن نہیں اور ایسے بلیغ کلام میں نقل کیا جس کا صادر ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعید نہیں۔ ان لوگوں کے اس فریب سے اسلام میں بڑی مصیبت پیدا ہوگئی۔ اور جھوٹے اقوال حدیثوں میں مل گئے۔ اس قسم کی حدیثیں جن کتابوں میں درج ہیں۔ وہی کتابیں دستاویز شیعوں اور معتزلیوں کی ہیں کہ وہ اپنے عقیدوں کے اثبات اور اہل حق کے الزام دینے کے لئے انہیں کتابوں کی روایتیں پیش کرتے ہیں۔ اور جو محقق نہیں ہیں وہ دھوکا کھا جاتے ہیں۔ ان سب باتوں پر ایک خرابی اور مستزاد ہوئی کہ بعض شخصوں نے براہ مغالطہ حدیث کا علم حاصل کر کے احادیث صحاح اور حسان کی روایت کرنی شروع کی۔ مگر اُسی درمیان میں اپنے عقائد باطلہ کو اُسی اسناد سے جو انہوں نے یاد کر رکھے تھے۔ روایت کر دیا۔ اور اکثر محدثین نے دھوکا کھایا۔ جیسا کہ جابر جعفی اور ابوالقاسم سعد بن عبداللہ الشعری قمی ہوا ہے کہ یہ ایسے استاد پرکار تھے کہ حقیقت میں تو شیعہ تھے، مگر بہت سے محدثین کو دھوکا دیا۔ اور غلط حدیثوں کو صحیح حدیثوں کی صورت بنا کر اُن کو اُن کی صحت کا یقین دلا دیا۔ یہاں تک ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی نے جابر جعفی کی حدیثوں کو اپنی کتابوں میں نقل کر دیا۔ یا اصلح نامی ایک شیعہ کی جس نے بیخ دین سنّیوں کی اکھاڑنے کی تدبیر کی تھی یحییٰ بن معین سے محقق نے توثیق کی۔ اور اس پر اعتماد کیا۔ یہاں تک کہ آخر بعد تحقیق کے یہ حال کھلا اور انکا فریب ظاہر ہوا۔ لیکن چونکہ وہ روایتیں اُن کی حدیث کی کتابوں میں لکھ گئیں۔ اس لئے اکثر آدمیوں کو دھوکا ہوتا ہے۔ اور حدیث کا نام سن کر ان کے اعتقاد میں خلل پڑتا ہے۔ اور درواقع میں نہ وہ حدیث ہے۔ اور نہ قول پیغمبرؐ۔ بلکہ ایک مغالطہ دینے والے مفتری کا لطیفہ ہے۔

اس قسم کے لوگوں میں ابن ابی الحدید معتزلی بھی ہے کہ وہ اعتزال کے ساتھ تشیع کا بھی جامع تھا۔ اُس نے ابن علقمی وزیر معتصم باللہ کے خوش کرنے اور اُس کے کتب خانے کے واسطے شرح نہج البلاغت لکھی اور اُس میں گمنام کتابوں اور غیر محقق مصنفوں کی تصنیفات سے وہ جھوٹی اور نامعتبر روایتیں چن چن کر جمع کیں جس سے صحابہ کرام مطعون اور مورد ملام ٹھہریں، اور شیعوں کے اعتراضات اور عقائد کو تقویت ہو۔ ابن علقمی اس کا بڑا مربی اور دوست تھا۔ اس نے اس کتاب کے صلہ میں ایک لاکھ دینار اور بہت بڑا خلعت فاخرہ ابن ابی الحدید کو دیا۔ اور یہ ابن علقمی معمولی شیعہ نہ تھا۔ بلکہ ایسا غالی شیعہ اور دشمن سنیوں کا تھا کہ اُس نے صرف مذہبی تعصب کی وجہ سے عباسیہ کی خلافت کو غارت کیا۔ اور ہلاکو کو پوشیدہ دعوت دیکر بغداد پر حملہ

ؒ زبدۃ المجتہدین مرزا محمد باقر موسوی بن حاجی زین العابدین نے اپنی کتاب روضات الجنات فی احوال العلما والسادات، (مطبوعہ ایران ۱۳۰۶ھ) میں ابن ابی الحدید کے ترجمے میں یہ لکھا ہے۔ عبد الحمید بن ابی الحسین بہاالدین محمد بن محمد بن الحسین بن ابی الحدید المدائنی الحکیم الاصولی المعتزلی المعروف بابن ابی الحدید صاحب شرح نہج البلاغۃ المشہور ہو من اکابر الفضلاء المتتبعین واعاظم النبلاء المتحرین موالیاً لاہل بیت العصمۃ والطہارۃ وان کان فی زی اہل السنۃ والجماعۃ منصفاً غایۃ الانصاف فی المحاکمۃ بین الفریقین ومعترفا فی ذلک المصاف بان الحق یدور مع والد الحسنین وابن ابی الحدید مع تسننہ قد تبوہم عن شرحہ تشیعہ وبالمیثم بالعکس وکان مولدہ فی غرۃ ذی الحجۃ سنۃ ست وثمانین وخمس مائۃ فمن تصانیفہ شرح نہج البلاغۃ عشرین مجلدا وقد احتوی ہذا الشرح علی مالم یحتو علیہ کتاب من جنسہ صنفہ الخزانۃ کتب الوزیر مؤید الدین بن العلقمی ولما فرغ من تصنیفہ انفذہ علی ید اخیہ موفق الدین ابی المعالی فبعث لہ بمائۃ الف دینار وخلعۃ سنیۃ وفرس فکتب الی الوزیر ہذہ الابیات ؎

یارب العیاد رفعت صنبعی ؛ وطلت بمنکبی وبلت ریقی ؛ وزیغ الاشعری کشفت عنی ؛ فلم اسلک بنیان الطریق احب الاعتزال وناصریہ ؛ ذوی الالباب والنظر الدقیق ؛ واہل العدل والتوحید اہلی ؛ نعم وفریقہم ابدا فریقی وشرح النہج لم ادرکہ الا ؛ بعونک بعد مجتہدہ وضیق ؛ تمثل اذ بدائت برلعنی ؛ انم کدورۃ الطور السحیق فتم بحس عنک وہونائی ؛ من العیوق او بیض الانوق ؛ بآل العلقمی ورت زناری ؛ وقامت بین اہل الفضل سوقی فکم ثوب انیق نلت منہم ؛ ونلت بہم وکم طرف عتیق ؛ ادام اللہ دولتہم وانحے ؛ علی اعداءہم بالتحقیق

کرنے کے لیے بلایا۔ اور خلیفہ کو دھوکا دے کر اس کے پاس سے گیا اور اُسے معہ علما اور امرا کے شہید کرا دیا۔ ابن ابی الحدید کی کتاب اگرچہ نہایت جامع اور عالمانہ ہے۔ اور خود ابن ابی الحدید نہایت قابل اور بڑا ادیب تھا۔ مگر مذہب تشیع کا حامی تھا۔ کسی غالی اور متعصب شیعہ نے بھی اپنے مذہب کے لیے غالباً اس قدر مواد بہم نہ پہونچایا ہوگا جیسا کہ ابن ابی الحدید نے ان کے لیے مادہ جمع کر دیا۔ اسی کی وہ کتاب ہے کہ اُس کے زمانے سے لے کر اب تک اُسی سے حضرات امامیہ روایتیں پیش کرتے ہیں۔ اور استناد و استدلال فرماتے ہیں اور ایسے اہل بدعت اور مخالف مذہب کو سنیوں کے اکابر علماء میں سے قرار دے کر اُس کی روایتوں کو ہمارے مقابلے میں پیش کرتے ہیں۔ شروع زمانے سے اب تک جس کتاب کو شیعوں کی اٹھا کر دیکھیے اکثر مطاعن صحابہ میں ابن ابی الحدید ہی کی کتاب کا حوالہ ہوگا۔ اور اُسی کی جھوٹی اور غلط روایتیں ہمارے مقابلے میں پائی جائیں گی۔ چنانچہ ہماری اس کتاب کے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ مطاعن صحابہ کے متعلق جو روایتیں اہل سنت کے نام سے پیش کی گئی ہیں بڑا حصہ اُن کا اسی ابن ابی الحدید کی کتاب سے لیا گیا ہے۔

مگر روایت اور درایت کے اصول کو جاننے والے اور حدیثوں کے صحت اور غلطی کے پرکھنے والے دھوکا نہیں کھا سکتے۔ اور وہ وضعی حدیثوں اور جھوٹی روایتوں کو اُسی طرح رد کر سکتے ہیں۔ جس طرح صراف کھوٹے کو کھرے سے جدا کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ محدثین نے ہر حدیث کے متعلق سند بیان کرنے اور راویوں کے نام لکھ دینے سے قیامت تک ہر شخص کے لیے تنقیح اور تحقیق کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اور جھوٹ اور سچ میں تمیز کر دینے کا ذریعہ مہیا کر دیا ہے۔ اس لیے جو حدیث یا روایت ہمارے سامنے پیش کی جائے گی۔ تو ضرور ہے کہ ہم اوّل اس بات پر نظر کریں کہ وہ حدیث از روئے اصول روایت صحیح ہے یا نہیں۔ اگر ہم کو معلوم ہوا کہ اُس حدیث کے بیان کرنے والوں میں سے کوئی ایک راوی بھی جھوٹا یا غیر معتبر ہے یا اہل بدعت جس نے اپنے مذہب کی حمایت میں اُس حدیث کو روایت کیا ہو تو ہم اس کو نہ مانیں گے۔ اور نہ اُس سے مخالف کا استدلال کرنا جائز ہوگا۔ اس لیے کہ حدیث اور روایت خبر ہے اور خبر میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔ اور کذب کے احتمال دور کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اس کے بیان کرنے

Marfat.com

والے ثقہ۔ متدین اور صادق القول ہوں۔ پھر اگر وہ خبر اتنی سندوں اور اتنے طریقوں سے بیان کی گئی ہو کہ عادۃً اُن کا اجتماع کذب پر محال ہو۔ اور ابتدا سے انتہا تک اُس کے راوی اُن معائب سے پاک ہوں۔ جن سے روایت میں خلل اور شبہ پیدا ہوتا ہے تو وہ خبر صحت کے اعلیٰ درجے میں سمجھی جائے گی۔ اور اسی قسم کی خبر کو متواتر کہتے ہیں۔ اور صرف اسی قسم کی حدیثیں مفید علم ویقین ہوتی ہے۔ اور اُن پر اعتقاد کی بنیاد قائم ہوسکتی ہے وھو الذی یضطر الانسان الیہ مگر اس قسم کی حدیثیں بہت کم ہیں جیسا کہ ابن صلاح نے کہا ہے مثال المتواتر علی التفسیر المتقدم یعز وجودہ الا ان یدعی ذلک فی حدیث من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار اور وہ خبر اتنی سندوں اور اتنے طریقوں سے بیان نہ کی گئی ہو مگر اس کے راوی نہایت ثقہ اور نہایت معتبر اور نہایت متدین ہوں اور کم سے کم دو طریقوں سے بیان کی گئی ہو تو اس میں بھی صدق کی جانب کو غلبہ ہوگا۔ اور ایسی خبر اصطلاح میں مشہور کہی جاتی ہے۔ اور وہ روایۃً قابل ماننے کے ہوگی۔ اور اگر وہ خبر اتنی سندوں اور اتنے طریقوں سے جس پر اطلاق متواتر یا مشہور کا ہو سکے بیان نہ کی گئی ہو تو وہ اگر متصل السند غیر معلل ہو اور اس کے راوی ضابط اور متصف بصفات وثوق ہوں تو گو وہ مفید علم ویقین نہ ہوگی بلکہ اُس سے صرف افادۂ ظن ہوگا مگر اُسے بھی صحیح سمجھیں گے۔ اور اس پر عمل کرنا جائز ہوگا۔ لیکن اصول اعتقادات میں بوجہ اس کے کہ اعتقاد کے لئے یقین ضروری ہے۔ وہ بناء اعتقاد نہ ہوگی۔ اور جس حدیث کے سب راوی چھوڑ دیئے گئے ہوں یا کوئی راوی چھوڑ دیا گیا۔ ہو اور چھوڑ دینا بیان کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو یا کوئی راوی بوجہ من وجوہ الطعن مطعون ہو تو وہ حدیث مطعون سمجھی جائے گی۔ اس لئے کہ اس میں احتمال اس بات کا ہے کہ جو راوی چھوڑ دیا گیا ہے شاید صحابی ہو یا تابعی۔ اور اگر تابعی ہے تو احتمال ہے کہ وہ ضعیف ہو یا ثقہ۔ سوائے اس کے اگر کوئی راوی ایسا ہو جو جھوٹا ہو۔ یا حدیث کو جان بوجھ کر جھوٹی روایت کرتا ہے۔ یا متہم بکذب ہو۔ یعنی گو خود حدیث کو عمدا بناکر نہ روایت کرتا ہو۔ مگر جھوٹ اُس کا اور طرح پر معلوم ہو یا کثرت سے غلطی کرتا ہو۔ یا محتاط نہ ہو یا غفلت کرتا ہو۔ یا فاسق ہو۔ یا وہمی، یا اس کی مخالفت ثقات سے پائی جاتی ہو۔ یا اہل بدعت سے ہو۔ یا حافظہ کا اچھا نہ ہو۔ ایسے راوی کی بیان کی ہوئی حدیث اعتماد کے قابل نہ ہوگی۔ بلکہ اگر

Marfat.com

وہ مطعون بکذب ہو تو وہ حدیث موضوع ہے۔ اور اگر وہ متہم بکذب ہے۔ تو وہ حدیث متروک ہے۔ اور اگر وہ روایت میں بہت غلطی یا غفلت کرتا ہو۔ یا اُس کا فسق ظاہر ہوا ہو تو وہ حدیث منکر ہے۔ اور جو مبہم ہو تو اس کی حدیث غیر مقبول ہے۔ اس لئے کہ شرط قبول خبر کی راوی کی عدالت ہے۔ اور جب اُس کا نام مبہم ہو اور معلوم نہ ہو کہ کون ہے تو اُس کی عدالت کیوں کر معلوم ہو سکتی ہے۔ اور کیوں کر اُس کی خبر قبول کی جا سکتی ہے۔ اور اسی لئے مرسل حدیث علی الاصح قبول نہیں کی جاتی۔

احادیث اور اخبار کے متعلق عموماً اور متعلق مطاعن صحابہ کے خصوصاً یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ راوی اس کا مذہب حق اہل سنت کا مخالف نہ ہو۔ اس لئے کہ گو ہم اہل بدعت کو کافر نہیں کہتے۔ اور نہ اپنے مذہب کے مخالف کسی مسلمان پر تکفیر کا حکم لگاتے ہیں۔ اور درصورت ضابط اور متقی اور صادق ہونے کے اہل بدعت کی روایت کو قبول کرتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ اُس کی روایت اور خبر اُس کی بدعت اور اس کے اعتقاد فاسد کی داعی اور مؤید نہ ہو۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ وہ اپنی بدعت اور فاسد اعتقاد کی تزئین اور ترویج کی روایتوں کو تحریف کرتا اور اپنے مذہب کے موافق بنا لیتا ہو۔ ایسی حالت میں جو روایت اس کے مذہب اور اعتقاد اور بدعت کو تقویت دیتی ہو علی العموم قبول نہ کی جائے گی۔ اور ہماری کتاب کے ناظرین دیکھیں گے کہ اکثر روایتیں متعلق مطاعن صحابہ کے اور متعلق فدک کے انہیں لوگوں سے مروی ہیں جو متہم بہ تشیع تھے۔ یا مذہب تشیع میں غالی۔ اور گو بوجہ اُن کے اور طرح سے معتبر ہونے کے محدثین نے اُن کی روایتوں کو قبول کیا ہے۔ مگر جو روایتیں ایسی ہیں کہ جس سے ان کے مذہب کی تائید ہوتی ہو وہ عقلاً و نقلاً کسی طرح سے قبول کے لائق نہ ہوں گی۔ پھر اصول درایت کے لحاظ سے بھی حدیث قابل تنقیح ہے۔ اگر درایت کی کسوٹی پر وہ کامل العیار نہ اُترے تو ایسی حدیث بھی قابل قبول نہ ہو گی اور جیسا کہ تدریب الراوی میں لکھا ہے کہ جو حدیث عقل یا نقل یا اصول کے خلاف پائی جائیگی وہ موضوع تصور ہو گی۔ فتح المغیث میں لکھا ہے کہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ جو حدیث عقل کے

---

[1] قال ابن الجوزی وکل حدیث رأیتہ یخالف العقول او ینافض الاصول فاعلم انہ موضوع فلا تتکلف اعتبارہ لے لاتعتبر رواتہ ولا تنظر فے جرحہم او یکون مما یدفعہ الحسن والمشاہدۃ او مباینا لنص الکتاب او السنۃ المتواترۃ او الاجماع القطعے حیث لا یقبل شئی من ذلک التاویل او یتضمن الافراط بالوعید الشدید علے الامر الیسیر او بالوعد العظیم علے الفعل الیسیر وہذا الاخیر کثیر موجود فے حدیث القصاص والطرقیۃ ومن رکۃ المعنے لا تاکلوا القرعۃ حتے تذبحو (باقی صفحہ ۱۰۲ پر)

Marfat.com

مخالف ہے یا اصول کے برخلاف اُس کو موضوع جانو۔ اس کے راویوں کی جرح وتعدیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے علی ہذا القیاس جس حدیث میں ایسا بیان ہو جو حس اور مشاہدے کے برخلاف ہے یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے ایسا مخالف ہو کہ کسی تاویل صحیح سے مطابق نہ ہو سکے یا اس کے معنی رکیک وسخیف ہوں یا راوی ایسی حدیث میں منفرد ہو جو اوروں کے پاس نہیں ہے اور جس کے مضمون کا جاننا تمام مکلفین کو نہایت ضروری ہے۔ یا ایسے عظیم الشان واقعہ کا بیان ہو۔ جس کے نقل کرنے کی بہت سے لوگوں کو ضرورت ہے یا ایسا بیان ہو جس کو اتنی بڑی جماعت نے جھٹلا دیا ہے جن کا جھوٹ پر اتفاق کرنا محال ہو اور ان کا دوسرے کی تقلید کرنا عادۃً ناممکن ہے تو یہ سب قرینے روایت کے موضوع ہوئے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم نے عجالہ نافعہ میں فرمایا ہے کہ علامات[۵] وضع حدیث وکذب

(بقیہ صفحہ ۱۰۱ کا) اولذا جعل بعضہم ذلک دلیلا علی کذب راویہ وکل ہذا من القرائن فی المروی وقد تکون فی الراوی کقصۃ غیاث مع المہدی وحکایۃ سعد بن ظریف الماضی ذکرہما واختلاف المامون بن احمد الہروی حین قیل لہ الا تری الشافعی ومن تبعہ بخراسان ذاک الکلام القبیح حکاہ الحاکم فی المدخل قال بعض المتاخرین وقد رایت رجلا قام یوم جمعۃ قبل الصلوۃ فابتدا یوردہ فسقط من قامتہ مغشیا علیہ وانفرادہ عمن لم یدرکہ بالم یوجد عند غیرہما او انفرادہ بشئ مع کونہ فیما یلزم المکلفین علمہ وقطع العذر فیہ کما قررہ الخطیب فی اول الکفایۃ او بامر جسیم یتوفر الدواعی علی نقلہ کحصر العدو للحاج عن البیت او بما صرح بتکذیبہ فیہ جمع کثیر یمتنع فی العادۃ تواطئہم علی الکذب وتقلید بعضہم بعضاً ۱۲ فتح المغیث صفحہ ۱۱۴

۵ موضوع احادیث اور راویوں کے جھوٹے ہونے کی چند نشانیاں یہ ہیں۔ پہلے یہ کہ مشہور تاریخ کے خلاف روایت کرے دوسرے یہ کہ راوی رافضی ہو اور صحابہ پر طعن کی روایت کرے یا ناصبی وخارجی ہو اور اہل بیت کو مطعون کرنے کے لئے حدیث روایت کرے تیسرے یہ کہ وہ اپنی روایت میں بالکل منفرد ہو۔ اور وہ روایت بیان کرے جس سے تمام مکلفین کو اس روایت کے تحت عمل کرنا فرض ہو جائے۔ چوتھے یہ کہ اس راوی کے جھوٹے ہونے پر حال وقرینہ موجود ہو پانچویں یہ کہ اس کی یہ روایت عقل وشریعت کے مخالف ہو اور اصول شریعت اس روایت کو جھوٹ بتائیں۔ چھٹے یہ کہ حدیث میں کسی امر حسی کو بطور مشاہدہ اس طرح بیان کیا جائے کہ اگر وہ درحقیقت صحیح ہوتا تو ہزاروں آدمی اُسے بیان کرتے۔ ساتویں یہ کہ روایت لفظی طور پر بھی اسی طرح رکیک ہو (باقی صفحہ ۱۰۳ پر)

Marfat.com

راوی چند چیز است۔ اوّل آنکہ خلاف تاریخ مشہور روایت کند۔ دوم آنکہ راوی رافضی باشد و حدیث در طعن صحابہ روایت کند و یا ناصبی باشد و حدیث در مطاعن اہل بیت باشد و علی ہذ القیاس۔ سوم آنکہ چیزی روایت کند کہ بر جمیع مکلفین معرفت آن و عمل بران فرض باشد و او منفرد بود بروایت۔ چہارم آنکہ وقت و حال قرینہ باشد بر کذب او۔ پنجم آنکہ مخالف مقتضائی عقل و شرع باشد و قواعد شرعیہ آن را تکذیب نمایند ششم آنکہ در حدیث قصہ باشد از امر حسی واقعی کہ اگر بالحقیقۃ متحقق مے شد ہزاران کس آن را نقل می کردند۔ ہفتم رکاکت لفظ و معنی مثلاً لفظے روایت کند کہ بر قواعد عربیہ درست نشود یا معنی کہ مناسب شان نبوت و وقار نباشد ہشتم افراط در وعید شدید بر گناہ صغیر یا افراط در وعدۂ عظیم بر فعل قلیل۔ نہم آنکہ بر عمل قلیل ثواب حج و عمرہ ذکر نماید۔ دہم آنکہ کسی را از عاملان خیر ثواب انبیا موعود کند۔ یازدہم خود اقرار کردہ باشد بوضع احادیث۔

امام سخاوی نے فتح المغیث میں ابن جوزی سے حدیث کے موضوع ہونے کی یہ نشانیاں لکھی ہیں۔ اوّل جو حدیث کہ عقل اُس کے مخالف ہو اور اصول کے متناقض ہوں۔ دوم ایسی حدیث کہ حس اور مشاہدہ اُس کو غلط قرار دیتا ہو۔ سوم وہ حدیث جو کہ مخالف ہو قرآن مجید یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے۔ چہارم جس میں تھوڑے کام پر وعید شدید یا اجر عظیم کا وعدہ ہو۔ پنجم رکاکت معنی اُس روایت کی جو بیان کی گئی۔ ششم رکاکت یعنی سخافت راوی کی۔ ہفتم منفرد ہو۔ راوی کا ہشتم منفرد ہونا ایسی روایت میں جو تمام مکلفین سے متعلق ہو۔ نہم بڑی بات ہو جس کے نقل کرنے کی بہت سی ضرورتیں ہوں۔ دہم جس کے جھوٹ ہونے پہ ایک ہو۔ یہ اصول درایت کے جو شاہ عبدالعزیز صاحب رح نے بیان کئے ہیں۔

(بقیہ صد ۱۰۲ کا) کہ عربی قواعد کے لحاظ سے صحیح نہ ہو یا پھر وہ روایت بلحاظ معنی شان اور وقار نبوت کے موزوں و مناسب نہ ہو آٹھویں یہ کہ کسی گناہ صغیرہ پر سخت تر بڑی وعید یا کسی چھوٹے سے کام پر اجر عظیم کا وعدہ ہو نویں یہ کہ کسی چھوٹے سے کام پر حج و عمرہ کے برابر ثواب کا ذکر ہو۔ دسویں یہ کہ کسی اچھے کام کرنے والے کو انبیا کے برابر ثواب کا وعدہ ہو۔ گیارہویں یہ کہ راوی خود احادیث وضع کرنے کا اقرار کرتا ہو۔

کچھ اُن کے خالی خیالات نہیں ہیں نہ انہوں نے قائم کیے ہیں بلکہ اکثر ہمارے محققین کا اسی پر عمل رہا ہے۔ اور جبکہ کوئی حدیث قرآن مجید یا عقل یا اصول اور عقائد مسلمہ کے مخالف پائی گئی ہے۔ تو اُسے مجروح اور مطروح قرار دیا ہے۔ جیسا کہ امام رازی نے فرمایا ہے۔ کہ بعضوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کیا کہ حضرت ابراہیمؑ نہیں جھوٹ بولے مگر تین مرتبہ۔ تو میں نے جواب دیا کہ ایسی حدیثوں کو نہ ماننا چاہیئے تو کہنے والے نے براہ انکار کہا کہ اگر ہم نہ مانیں تو راویوں کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ اگر ہم مانیں تو حضرت ابراہیمؑ کی تکذیب کرنی پڑتی ہے۔ حالانکہ حضرت ابراہیمؑ کو کذب کی نسبت سے بچانا بہتر ہے چند نامعتبر آدمیوں کی طرف جھوٹ کے منسوب ہونے سے۔ امام ابوحنیفہؒ سے ابو مطیع بلخی نے پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ اُس حدیث کی نسبت جو لوگوں نے روایت کی ہے کہ جب مومن زنا کرتا ہے۔ تو ایمان اُس کے سر سے ایسا نکل جاتا ہے جیسا کہ قمیص بدن سے۔ آیا اس حدیث کے راویوں کی آپ تصدیق کرتے ہیں یا شک یا تکذیب فرماتے ہیں۔ اگر تصدیق کرتے ہیں۔ تو آپ کا اعتقاد مثل خوارج کے ہوا جاتا ہے۔ اور اگر آپ شک کرتے ہیں تو خوارج کے قول میں شک رہتا ہے۔ اور اگر آپ تکذیب کرتے ہیں۔ تو اُن بہت سے آدمیوں کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جنہوں نے بسند اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ تو امام نے جواب دیا کہ میں ان سب راویوں کی تکذیب کرتا ہوں۔ اور میرا جھٹلانا اُن لوگوں کو اور رد کرنا اُن کے قولوں کا کچھ تکذیب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے۔ اس لیے کہ تکذیب قول پیغمبر کی یہ ہے کہ کوئی شخص کہے کہ میں پیغمبر خدا کے قول کو نہیں مانتا لیکن جبکہ وہ یہ کہے کہ میں ہر بات پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ ایمان رکھتا ہوں۔ اور اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ کوئی بات پیغمبر خدا نے خلاف قرآن شریف کے نہیں فرمائی تو یہ حقیقت میں تصدیق پیغمبر کی اور تصدیق قرآن کی ہے۔ اور اس سے تنزیہ اور پاکی آنحضرت صلعم کی مخالفت قرآن سے ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر پیغمبر خدا خلاف قرآن کے کچھ کہتے تو خدا کب چھوڑتا۔ اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا کا نبی ایسی بات کہے جو مخالف خدا کی کتاب کے ہو اور جو مخالف خدا کی کتاب کا ہو وہ کیونکر خدا کا نبی ہو سکتا ہے۔ پس یہ حدیث خلع ایمان

کی زنا سے جو لوگوں نے روایت کی ہے خلاف ہے قرآن کے پس ایسے آدمیوں کے قول کو رد کرنا جو پیغمبر خدا صلعم کی طرف ایسی بات منسوب کریں جو مخالف ہو قرآن کے پیغمبر کی بات کا رد کرنا نہیں ہے۔ اور نہ اُن کی تکذیب ہے بلکہ حقیقت میں وہ رد ہے اُس کے قول کا جو کہ پیغمبر خدا کی طرف سے ایک باطل بات کو نقل کرتا ہے۔ اور آنحضرت پر تہمت لگاتا ہے اور ہم ہر بات کو پیغمبر خدا کی خواہ ہم نے سُنی ہو یا نہ سُنی ہو بسر وچشم قبول کرتے ہیں۔ اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور شہادت دیتے ہیں کہ وہ بات ایسی ہی ہوگی جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا ہو لیکن اس طرح پر ہم یہ شہادت دیتے ہیں کہ کوئی بات آنحضرت صلعم نے خلاف قانون کے نہیں فرمائی۔ نہ کسی ایسی چیز کا حکم دیا جسے خدا نے منع کر دیا ہو۔ نہ کسی ایسی چیز کو حلال کیا جس کے ملانے کا اللہ نے حکم کیا ہو۔ اور نہ کسی چیز کی ایسی صفت بیان کی جو مخالف بیان خدا کے ہو۔ اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کا ہر قول موافق تھا۔ خدائے عز وجل کے۔ اور اسی لئے خدا نے فرمایا ہے کہ جس نے اطاعت کی رسول کی اُس نے اطاعت کی خدا کی۔

یہ نہ خیال کیا جائے کہ حدیث کی غیر معتبر کتابوں میں جو روایتیں درج ہیں۔ انہیں پر یہ اصول مستعمل ہوں گے بلکہ حدیث کی تمام کتابوں پر اس کا اعلان ہوگا۔ اس لئے کہ صحاح میں جتنی حدیثیں درج ہیں۔ وہ سب صحت کے ایک درجے پر نہیں ہیں بلکہ ان کے درجات مختلف ہیں جیسا کہ خود اُن کتابوں کے دیکھنے اور ان کی شرحوں کے ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بخاری اور مسلم جو اصح الکتب سمجھی جاتی ہیں۔ اُن کی نسبت بھی کہا گیا ہے کہ انہ صحیح علی ظن مصنفہ وغلبۃ ظنہ واما السہو والنسیان فمن لوازم طبع الانسان اور نیز اُن کی بعض حدیثوں اور بعض راویوں میں کلام کیا گیا ہے۔ جیسا کہ محققین نے بیان کیا ہے کہ بخاری نے چار سو اور کچھ اوپر تیس آدمیوں سے روایت کی ہے جو مسلم میں نہیں ہیں۔ اور ان میں سے اسی شخص ایسے ہیں جن کے ضعف کی نسبت کلام کیا گیا ہے۔ اور چھ سو بیس آدمیوں سے مسلم نے روایت کی ہے جو بخاری میں نہیں ہیں اور اُن میں سے ایک سو ساٹھ آدمی ایسے ہیں جن کے ضعیف ہونے کی نسبت گفتگو کی گئی ہے۔ اور عکرمہ نے جو روایت ابن عباس سے کی ہے۔ وہ بھی بخاری میں داخل ہے۔ اور مسلم میں ابو الزبیر عن جابر اور سہیل عن ابیہ اور علاء بن عبد الرحمٰن

Marfat.com

عن ابیہ اور حماد بن سلمۃ عن ثابت سے جو روایتیں ہیں۔ اُن کے راوی ضعیف خیال کئے گئے ہیں اور ایسی حدیثیں جن میں کوئی علت پائی گئی ہے۔ وہ صحیحین میں دو سو دس ہیں۔ ان میں سے بخاری کی حدیثیں اسی سے کم ہیں باقی مسلم کی حدیثیں ہیں (دیکھو مقدمہ فتح الباری) اسی لئے ملا علی قاری نے کتاب رجال میں لکھا ہے۔ وما یقوله الناس ان من روی له الشیخان فقد جاز القنطرة هذا ایضا من التجاهل فقد روی مسلم فی کتابه عن اللیث عن ابی مسلم وغیره من الضعفاء فیقولون انما روی عنهم فی کتابه للاعتبار والشواهد والمتابعات وهذا لا یقوی لان الحفاظ قالوا الاسیار امور یتعرفون بها حال الحدیث و کتاب مسلم التزم فیه الصحة فکیف یتعرف حال الحدیث الذی فیه بطرق ضعیفة الی قوله وروی مسلم ایضا حدیث الاسراء فیه وذلک قبل ان یوحی الیه وقد تکلم الحفاظ فی هذه القصة وبینوا ضعفها الی قوله وقد قال الحافظ ان مسلما لما وضع کتابه الصحیح عرضه علی ابی زرعة فانکر علیه وتغیظ و قال سمیته الصحیح وجعلته مسلما لاهل البدع وغیرهم انتهی والحاصل انه صحیح علی ظن مصنفه وغلبة ظنه واما السهو والنسیان فمن لوازم طبع الانسان وقد ابی الله الا ان یصحح کتابه لقوله انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔

اور صاحب ازالۃ الغین نے بھی فرمایا ہے کہ از کتب[ل] محدثین چنان بوضوح می انجامد کہ بعد از

ل کتب محدثین کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تنقید و تحقیق کے بعد صحیح بخاری کی روایات میں کچھ کلام ہے اور اسی طرح صحیح مسلم کی بعض روایات بھی ہیں اور قبل ازیں لکھا جا چکا ہے کہ جن روایات کی صحت کے بارے میں اہل حدیث نے قیل وقال کی ہے اگرچہ ان کی تعداد کم ہے مگر صحیح مسلم کی بہ نسبت صحیح بخاری میں زیادہ قیل وقال ہے اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کی جا سکتی کیونکہ افادہ بن اثیر صدر جامع الاصول کو مجروح قرار دیا گیا ہے۔ اور بعض خود ساختہ احادیث بنانے والوں نے خود اقرار کیا ہے کہ شیوخ بغداد کے روبرو ہم نے اپنی خود ساختہ حدیث فدک پیش کی جسے انہوں نے قبول کر لیا البتہ ابن ابی شیبہ علوی وہ شخص ہے جس نے اپنی جعلسازی اور افترا پردازی کے سبب اسے قبول نہیں کیا اور جس کی عبارت یہ عربی ہے۔

Marfat.com

تنقید و تحقیق در صحت بعض روایات صحیح بخاری کلام است و ہمچنین در بعضے روایات صحیح مسلم۔ وقبل ازیں گزشتہ کہ آں روایات کہ اہل حدیث در صحت آں قیل وقال دارند ہر چند اقل قلیل ست مگر در صحیح ثانے زیادہ تر از اوّل ست و برین قدر اکتفا نمی توان کرد زیرا کہ افادۂ ابن اثیر در صدر جامع الاصول جائیکہ فرع ثالث در طبقات مجروحین قرار دادہ است دلالت برآں دارد کہ بعضے از وضاعین خود اقرار کردہ اند کہ حدیث فدک ساختہ بر مشائخ بغداد خواندیم ہمہ ہا قبول کردند مگر ابن ابی شیبہ علوی کہ او بعلت جعل وافترا پی برد ہرگز قبول نکرد عبارت آں مقام این ست ومنهم قوم وضعوا الحديث لهوى يدعون الناس اليه فمنهم من تاب عنه واقر على نفسه قال شيخ من شيوخ الخوارج بعدان تاب ان هذه الاحاديث دين فانظروا ممن تاخذون دينكم فانا كنا اذا هوينا امرا صيرناه حديثا وقال ابو العينا وضعت انا والجاحظ حديث فدك وادخلناه على الشيوخ ببغداد فقبلوه الا ابن ابى شيبة العلوى فانه قال لا يشبه آخر هذا الحديث اوله وابى ان يقبله ثم بلفظه۔

اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں جہاں کہ شیخ ابن صلاح کے اس قول کو کہ تمام حدیثیں صحیحین کی قطعی الصدور ہیں رد کیا ہے یہ کہا ہے هذا الذى ذكرا لشيخ فى هذا الموضع خلاف ما قاله المحققون والاكثرون فانهم قالوا احاديث الصحيحين التى ليست بمتواترة انما يفيد الظن فانها احاد والاحاد انما يفيد الظن على ما تقرر ولا فرق بين البخارى ومسلم وغيرهما فى ذلك الى ان قال ولا يلزم من اجماع الامة على العمل بما فيهما اجماعهم على انه مقطوع بانه كلام النبى صلى الله عليه وسلم۔

یعنی شیخ ابن صلاح نے جو یہاں ذکر کیا وہ اکثر محدثین و محققین کے خلاف ہے اس لئے کہ محققین کا قول ہے کہ صحیحین کی حدیثیں متواتر نہیں ہیں بلکہ احاد ہیں اور احاد سے افادۂ ظن ہوتا ہے اور اس باب میں بخاری و مسلم وغیرہ سب کتب احادیث ہیں کچھ فرق نہیں۔ یہاں تک کہ امام نووی نے کہا کہ صحیحین کی حدیثوں پر عمل کرنے کو جو امّت نے اجماع کیا ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امّت کا اس امر پر بھی اجماع ہے کہ وہ احادیث قطعی الصدور اور آنحضرت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کا قطعی کلام ہے۔ اور اسی لئے جو حدیث کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں لکھی ہو مخالف ما استقر نے شریعتہ الاسلام کے ہو۔ وہ بالاتفاق بجہت وہم راوی کے محکوم علیہ بطلان ہو گی یا ماول۔ جیسا کہ علامہ رشید الدین مرحوم نے شوکت عمریہ میں لکھا ہے کہ چیزیکہ مخالف ما استقر فی شریعتہ الاسلام ست بالاتفاق شیعہ وسنی یا محکوم علیہ ببطلان ست بجہت وہم راوی یا ماول ست چنانکہ امام نووی در شرح صحیح مسلم در شرح این حدیث (حدیث صحیح مسلم کہ ظاہرا دلالت بر قدح بعضے اصحاب کبار دارد) نقلا عن القاضی عیاض عن المازری مے فرماید واذا انسدت طرق تاویلہا نسبنا الکذب الی رواتہا اور اگرچہ صحیحین میں ان کے جامعین بخاری ومسلم نے جہاں تک کہ انسانی طاقت سے ہوسکتا ہے صحیح حدیثوں کے جمع کرنے میں بے انتہا کوشش فرمائی۔ اور اسی لئے تمام کتابوں میں ان کا درجہ اعلیٰ اور افضل ہے۔ مگر آخر وہ بھی بشر تھے۔ اور اپنے اقران وامثال سے تصحیح حدیث میں گوئے سبقت لے گئے اس لئے جائے اجتہاد مجتہدین اور تحقیق محققین باقی ہے جیسا کہ منتہی الکلام میں لکھا ہے کہ آخر این[1] بزرگان ہم از جملہ بشر بودہ اند گو در تصحیح حدیث بغایت قصوی کوشیدہ باشند سیما محمد بن اسمعیل بخاری کہ او درین امور گوئے سبق از اقران وامثال ربودہ لیکن باز ہم جائے اجتہاد مجتہدین باقی ست۔ مگر یاد نداری[2] کہ درباره چندے از دو تنش بعضے از علماء وفقہا بحث دارند و شارحین در جواب آن وجوہی نقل می کنند کہ بعضے از ان خالی از غرابت نیست۔ اور یہ امر بعید از قیاس بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ وضعی حدیثوں کے علاوہ اور بھی قدرتی اسباب ایسے ہیں جن کی وجہ سے روایات میں اختلاف پڑنا اور ان کے صحت میں شک ہونا ممکن الوقوع ہے۔ چنانچہ اس کے آٹھ اسباب محققین نے بیان کئے ہیں۔ اول حدیث کے مطلب کی غلط فہمی۔ دوسرے حدیث کے معنی سمجھنے میں دو راویوں

---

[1] یہ تمام بزرگ انسان تھے۔ اگرچہ انہوں نے تصحیح احادیث میں بے انتہا کوشش کی خاص طور پر محمد بن اسمعیل بخاری نے تصحیح احادیث میں اپنے ہمعصر وامثال کی بہ نسبت زیادہ کوشش سے کام کیا ہے تاہم اجتہاد مجتہدین کی جگہ رہ گئی ہے۔

[2] اور تمہیں یاد ہوگا کہ بعض فقہاد علماء نے ان کی روایات پر بحث کی ہے۔ اور شرح لکھنے والوں نے ان تنقیدوں اور اعتراضات کے جواب میں جو اسباب لکھے ہیں وہ بہت عجیب وغریب ہیں۔

Marfat.com

کے باہم اختلاف یعنی ایک ہی حدیث کے ایک نے کچھ معنی سمجھے اور ایک نے کچھ۔ تیسرے حدیث کا مطلب لوگوں سے صاف صاف بیان کرنے کی عدم قابلیت۔ چوتھے راوی کے حافظے کا قصور کہ یا تو اُس سے کسی حدیث کا کوئی جزو چھوٹ گیا یا دو مختلف حدیثیں باہم غلط ملط ہو گئیں۔ پانچویں راوی کا کسی جزو حدیث کی تفصیل کا بیان کرنا اس غرض سے کہ سُننے والا بآسانی اس کو سمجھ جائے لیکن سننے والے نے از راہ غلطی اُس تفصیل کو بھی حدیث کا جزو سمجھا۔ چھٹے راوی نے اپنی گفتگو میں جناب پیغمبر خدا صلعم کے چند کلمات بیان کئے اور سُننے والوں نے اُس کے تمام کلام کو حدیث سمجھ لیا۔ ساتویں وہ اختلاف جو زبانی روایات کے سلسلے سے خود بخود عارض ہوتا ہے۔ آٹھویں مختلف حالات جن میں کہ راوی نے آنحضرت صلعم کو دیکھا تھا۔ یا کچھ فرماتے سنا تھا یا کرتے دیکھا تھا۔

اور اسی لئے اصول فقہ میں یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ العقل شاھد بان خبر الواحد العدل لایوجب الیقین لان احتمال الکذب قائم وان کان مرجوحا والا لزم القطع بالنقیضین عند اخبار العدلین بهما وان خالف خبر الواحد جمیع الاقیسة لا یقبل عندنا وذلك لان النقل[1] بالمعنی کان مستفیضا فیهم فاذا قصر فقه الراوی لم یومن من

---

[1] واما کلامه صلعم فیتدل منه بما ثبت انه قاله علی اللفظ المروی وذلک نادر جدا انما یوجد فی الاحادیث القصار علی قلة ایضا فان غالب الاحادیث مروی بالمعنی وقد تداولتها الاعاجم والمولدون قبل تدوینها فرووها بما ادت الیه عباراتهم فزادوا ونقصوا وقدموا واخروا وابدلوا الفاظا بالفاظ ولهذا تری الحدیث الواحد فی القصة الواحدة مرویا علی اوجه شتی بعبارات مختلفة ومن ثم انکر علی ابن مالک اثباته القواعد النحویة بالالفاظ الواردة فی الحدیث قال ابوحیان فی شرح التسهیل قد اکثر هذا المصنف من الاستدلال بما وقع فی الاحادیث علی اثبات القواعد الکلیة فی لسان العرب وما رایت احدا من المتقدمین والمتاخرین سلک هذه الطریقة غیره علی ان الواضعین الاولین لعلم النحو المستقرئین للاحکام من لسان العرب کابی عمرو بن العلاء وعیسی بن عمر والخلیل وسیبویه من ائمة البصریین والکسائی والفراء وعلی بن مبارک الاحمر وهشام الضریر من ائمة الکوفیین لم یفعلوا ذلک وتبعهم علی هذا المسلک المتاخرون من الفریقین وغیرهم من نحاة الاقالیم کنحاة بغداد واهل الاندلس وقد جری الکلام فی ذلک مع بعض المتاخرین الاذکیاء فقال انما ترک العلماء ذلک لعدم وثوقهم ان ذلک لفظ الرسول صلعم اذ لو وثقوا بذلک دبتی ص۱۲ ایر)

Marfat.com

ان یذھب شیٔ من معانیہ فیدخلہ شبھۃ زائدۃ تخلوا عنہا القیاس۔

اور چونکہ اخبار میں شک کرنا بظاہر عدالت صحابہ پر شبہ کرنا سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے عدالت صحابہ کی نسبت ہمارے محققین نے کہا ہے فان قیل عدالۃ جمیع الصحابۃ ثابتۃ بالآیات والاحادیث الواردۃ فی فضائلھم فقلنا ذکر بعضھم ان الصحابی اسم لمن اشتھر بطول صحبۃ النبی علی طریق المتبع لہ والاخذ منہ وبعضھم انہ اسم لمومن رای النبیؐ سواء طالت صحبتہ ام لا الا ان الجزم بالعدالۃ مختص بمن اشتھر بذلک والباقون کسائر الناس فیھم عدول وغیر عدول۔

اور اخبار احادیث کی نسبت جبکہ عقلا اور نقلا یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ وہ مفید یقین نہیں ہے تو ضرور ہے کہ جو خبر معارض کتاب یا سنت مشہورہ اور اجماع امت کے ہو وہ بلحاظ اُن خیالات کے جو اوپر بیان کئے گئے راویوں کے غیر مشتبہ ہونے کی صورت میں بھی مقبول نہ ہوں گی۔ اس لئے کہ یقین ظن سے زائل نہیں ہو سکتا۔ فکیف یعتبر خبر الواحد فی معارض الکتاب والسنۃ المشھورۃ واجماع الامۃ وکل حدیث یخالف کتاب اللہ فانہ لیس بحدیث الرسول

(بقیہ صفحہ ۱۰۹) کالجری مجری القرآن فی اثبات القواعد الکلیۃ وانما کان ذلک لامرین احدھما ان الرواۃ جوزوا النقل بالمعنی فتجد قصۃ واحدۃ قد جرت فی زمانہ صلعم لم تنقل تلک الالفاظ جمیعا نحو ما روی من قولہ زوجتکھا بما معک من القرآن ملکتکھا بما معک خذھا بما معک وغیر ذلک من الالفاظ الواردۃ فی ہذہ القصۃ فنعلم یقینا انہ صلعم لم یلفظ بجمیع ہذہ الالفاظ بل لا نجزم بانہ قال بعضھا اذ یحتمل انہ قال لفظا مرادفا لہذہ الالفاظ غیرھا فاتت الرواۃ بالمرادف ولم تات بلفظہ اذ المعنی ہو المطلوب ولا سیما مع تقادم السماع وعدم ضبطہ بالکتابۃ والاتکال علی الحفظ فالضابط منھم من ضبط المعنی واما ضبط اللفظ فبعید جدا لا سیما فی الاحادیث الطوال وقال السفیان الثوری ان قلت لکم انی احدثکم کما سمعت فلا تصدقونی انما ہو المعنی ومن نظر فی الحدیث ادنی نظر علم العلم الیقین انھم انما یروون بالمعنی وقال ابو حیان انما امعنت الکلام فی ہذہ المسئلۃ لئلا یقول المبتدی ما بال النحویین یستدلون بقول العرب وفیھم المسلم والکافر ولا یستدلون بما روی فی الحدیث بنقل العدول کالبخاری ومسلم واضرابھما فمن طالع ما ذکرناہ ادرک السبب الذی لاجلہ لم یستدل النحاۃ بالحدیث انتہی کلام ابن حبان بلفظہ وقال ابو الحسن بن الصائغ فی شرح الجمل تجویز الروایۃ بالمعنی ہو السبب عندی فی ترک الائمۃ کسیبویہ وغیرہ الاستشہاد علی اثبات اللغۃ بالحدیث واعتمدوا فی ذلک علی القرآن وصریح النقل عن العرب ولولا تصریح العلماء بجواز النقل بالمعنی فی الحدیث لکان الاولی فی اثبات فصیح اللغۃ کلام النبی صلعم لانہ افصح العرب ۱۲ الاقتراح للسیوطی از صفحہ ۱۹ تا ۲۱

Marfat.com

وانما هو مفترى وكذلك كل حديث يعارض دليلا اقوى منه فانه منقطع عنه عليه السلام لان الادلة الشرعية لا يناقض بعضها بعضا وانما التناقض من الجهل المحض ۔

یہ بات بھی ذہن نشین کرنے کے لائق ہے کہ جرح وتعدیل رواۃ کی صرف اخبار شرعیہ کی صحت کے لئے ضروری ہے تاکہ اُس سے ظن اُس خبر کی صحت پر ہو جائے ۔ اور تکالیف شرعیہ ظنی اخبار پر واجب ہو سکتی ہیں لیکن واقعات اور مسائل عقلیہ میں جرح وتعدیل کی بھی ضرورت نہیں ہے جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو کر وہ خبر فی نفسہ ممکن بھی ہے ۔ یا نہیں ۔ اگر اُس کا محال ہونا ثابت ہو تو تعدیل وتجریح فضول ہے ۔ یہاں تک کہ اگر ایسی خبر متواتر بھی ہو تو وہ موجب یقین نہ ہو گی کما قال فی التلویح ثم المتواتر لابد ان یکون مستندا الی الحس سمعا او غیرہ حتی لو اتفق اهل اقليم على مسئلة عقلية لم يحصل لنا اليقين حتى يقوم البرهان ۔ وقال ابن خلدون فی مقدمة تاريخه ولا يرجع الى تعديل الرواة حتى يعلم ان ذلك الخبر فى نفسه ممكن او ممتنع واما اذا كان مستحيلا فلا فائدة للنظر فى التعديل والتجريح ولقد عدّ اهل النظر من المطاعن فى الخبر استحالة مدلول اللفظ وتاويله ان ياول بما لا يقبله العقل وانما كان التعديل والتجريح هو المعتبر فى صحة الاخبار الشرعية لان معظمها تكاليف انسانية اوجب الشارع العمل بها حتى حصل الظن بصدقها وسبيل صحة الظن الثقة بالرواة بالعدالة والضبط واما الاخبار عن الواقعات فلابد فى صدقها وصحتها من اعتبار المطابقة فلذلك وجب ان ينظر فى امكان وقوعه وصار فيها ذلك اهم من التعديل ومقدما عليه اذ فائدة الانشاء مقتبسة منه فقط وفائدة الخبر منه ومن خارج بالمطابقة واذا كان ذلك فالقانون فى تميز الحق من الباطل فى الاخبار بالامكان والاستحالة ان ننظر فى اجتماع البشرى الذى هو العمران ونميز ما يلحقه من الاحوال لذاته ويقتضى طبعه وما يكون عارضا لا يعتد به ۔

غالباً اخبار اور روایتوں کے متعلق جو کچھ ہم نے لکھا ہے اُسے دیکھ کر حضرات امامیہ یہ فرمادیں کہ اگر تواریخ اور تفسیر اور حدیث کی کتابوں کا یہ حال ہے کہ اُن میں لکھی ہوئی کوئی خبر ایسی نہیں ہے جس میں احتمال غلطی کا نہ ہو اور کوئی خبر احاد مفید یقین نہیں ہے ۔ اور بہت سی حدیثیں لوگوں

نے بناکر مشہور کردی ہیں تو پھر سنّیوں کی کسی کتاب کا کچھ اعتبار نہ رہے گا۔ اور چونکہ انہیں کتابوں پر خصوصاً احادیث کی کتب پر ان کے مذہب کا مدار ہے اور شریعت کی بنیاد اس پر قائم ہے۔ تو خود سنّیوں کے بیان سے وہ بنیاد منہدم ہوتی ہے۔ اور وہ خود اپنی کتابوں کو آپ غلط بتاتے ہیں۔ چنانچہ بعض علماء امامیہ نے ایسا ہی لکھا ہے۔ اور صاحب استقصا نے بھی جابجا صراحتہً واشارۃً یہ طعنہ کیا ہے۔ مگر یہ کہنا ان کا صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ کوئی کتاب قرآن مجید کی طرح آسمان سے تو نازل ہوئی نہیں۔ اور جبریلؑ امین خدا کی طرف سے لائے نہیں۔ اور صاحب الوحی نے اسے وحی فرماکر ہم تک پہونچایا نہیں۔ اس لئے کوئی کتاب کتاب اللہ کی طرح صحت اور یقین کے درجے پر پہونچ نہیں سکتی۔ بعد کتاب اللہ کے جہاں تک انسان کی کوشش سے ممکن ہے وہاں تک صحیح حدیثوں کے جمع کرنے میں اور وضعی حدیثوں کے قبول نہ کرنے میں صحاح ستّہ کے مصنّفین نے کوشش کی۔ اور تابامکان بشری صحیح حدیثوں کو جمع کیا۔ خصوصاً امام بخاری و مسلم نے اور خاصکر امام بخاری نے۔ اور اسی لئے گروہ کثیر نے علما کے اُس کی صحت کو تسلیم کیا۔ اور اُسے بعد کتاب اللہ کے تمام کتابوں سے زیادہ صحیح سمجھا۔ مگر یہ امر کہ ہر حدیث اُس کی مفید یقین ہو یا کوئی راوی اُس کا مشتبہ نہ ہو ایسا دعویٰ کرنا گویا اُن کی کتابوں کو خدا کی کتاب کے برابر سمجھنا ہے۔ اور اگر باوجود کمال زحمت اور تکلیف کے جو انہوں نے حدیثوں کے جمع کرنے میں اٹھائی اگر بعض ضعیف حدیثیں ان کی کتاب میں درج ہو گئیں یا بعض ایسے راویوں کی روایت انہوں نے قبول کی جن میں کلام کیا گیا ہے۔ تو اس سے اُن کی شان میں کچھ فرق نہیں آسکتا اور اُن کی کتابیں جس قدر و منزلت کے لائق ہیں اُس میں کمی نہیں ہو سکتی۔ نہ اُس سے کوئی شبہ ان کی کتاب پر ہو سکتا ہے۔ اور نہ باوجود موجود ہونے ایسی معتبر کتابوں کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہماری مذہبی کتابیں اعتماد اور اعتبار کے لائق نہیں ہیں۔ بلکہ جو شدت اور سختی حدیثوں اور اخبار کے قبول کرنے اور اُس کی صحت کی تحقیق اور تنقیح میں ہمارے محدثین نے فرمائی ہے اور جس صفائی اور زور کے ساتھ غلط اخبار اور ضعیف احادیث اور زید و عمرو کی کتابوں پر جرح کی ہے اُس سے ثبوت اس کا ہوتا ہے کہ وہ مذہب کے پکّے اور نیت کے پاک اور صداقت کے جویان و

حق کے متلاشی اور باطل سے متنفر تھے۔ اور مذہب کی بنیاد مستحکم اصول پر قائم کرنے والے تھے۔ اگر ہم انہیں روایتوں کی تحقیق اور اخبار کے قبول کرنے میں ایسا سخت نہ پاتے اور اُن کا تساہل اور تسامح مذہبی روایتوں میں دیکھتے تو ہمارا یقین اپنے مذہب کے استحکام پر ایسا نہ ہوتا جیسا کہ اب ہے۔ ہمارے محدثین و محققین کی تحقیق اور تنقیح نے ہم پر یہ ثابت کر دیا کہ ہمارا مذہب ایسی مستحکم بنیاد پر قائم ہے جس میں کسی طرح خلل نہیں آسکتا کَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۝

لیکن کیا حال ہوگا حضرات امامیہ کے مذہب کا اگر بعض وضعی حدیثوں اور غلط روایتوں کے ہونے سے کسی مذہب کے تمام کتابیں غلط اور اس کے تمام محدثین اور مجتہدین غیر معتبر سمجھے جاسکتے ہیں۔ اس لئے کہ جب اُسی نظر سے جس سے ہمارے علما نے اپنے یہاں کی کتابوں کو دیکھا ہے۔ وہ اپنے یہاں کی کتابوں کو دیکھیں گے۔ اگر ہمارے یہاں سے بڑھ کر ان کے یہاں کی کتابیں زیادہ قابل اعتراض نہ سمجھی جائیں تو کسی حالت میں اُس سے کم تو نہ ہوں گی۔ بلکہ اگر ادب ملحوظ نہ ہو تو بہت بڑا حصہ اُن کی حدیثوں کی کتابوں کا خصوصاً جو امامت سے متعلق ہے صرف قرآن اور عقل کی مخالفت کی وجہ سے غیر قابل اعتبار ثابت کیا جاسکتا ہے مگر میں ادب کے دائرے سے قدم باہر رکھنا اور اپنے اثنا عشری دوستوں کو اس کے بیان سے رنجیدہ اور شرمندہ کرنا پسند نہیں کرتا اس لئے ضروری باتوں پر کفایت کرتا ہوں۔ اور یہ بات دکھاتا ہوں کہ بہ نسبت کتابوں کے غیر معتبر ہونے اور جھوٹی حدیثوں کے بنانے اور ائمہ پر تہمت کرنے اور راویوں کے حالات تحقیق کرنے اور جرح کو تعدیل پر مقدم سمجھنے اور اخبار احاد کے مفید یقین نہ ہونے اور اُن اخبار کے جو مخالف قرآن اور عقل اور عقائد مسلمہ کے ہوں۔ قابل قبول نہ ہونے اور دیگر باتوں کے جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے علماء امامیہ نے کیا فرمایا ہے۔

ملا علی طہرانی کتاب توضیح المقال فی علم الرجال میں متعلق حدیثوں اور راویوں کے یہ فرماتے ہیں کہ مراد[۱] حدیث سے وہ ہے جس کی سند کا سلسلہ رسول خدا یا کسی امام تک منتہی ہو۔

---

[۱] المراد بالحدیث منتہی اسلسلہ سندہ الی النبی او احد المعصومین۔ توضیح المقال صفحہ ۲

Marfat.com

چونکہ[۲] احکام شرعی کا استنباط موقوف ہے احادیث کے دیکھنے پر اس لئے ضرور ہے کہ احادیث کی صحت تحقیق کی جائے تاکہ اس سے مسائل کا استنباط اور اُس پر عمل کرنا جائز ہو۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ سب حدیثیں ایسی نہیں ہیں۔ اور اُن کی صحت کا علم موقوف ہے راویوں کے حالات دریافت کرنے یعنی علم الرجال کے جاننے پر۔ اور یہ[۳] بات بھی معلوم ہے کہ ہماری حدیثوں میں بہت سی جھوٹی اور موضوع ہیں۔ پیغمبر خدا صلعم نے فرمادیا تھا کہ میرے بعد بات بنانے والے بہت ہوں گے۔ اور حضرت صادق سے روایت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک امام کے اوپر جھوٹ لگانے والے

ف۲ وعلی کل واحد فوجہ الحاجۃ الی ہذا العلم استنباط احکام الواجب علینا ادکفایۃ موقوف فی ازماننا او مطلقا علی النظر فی الاحادیث لوضوح عدم کفایۃ غیرہا واغناء عنہا فلا بد من معرفۃ المعتبر منہا الذی یجوز الاستنباط منہ والعمل علیہ حیث تعرف ان جمیعہا لیست کذلک ولا ریب فی حصول ہذہ المعرفۃ بالمراجعۃ الی علم الرجال وہذا اجمال الانزاع فیہ ۱۲ توضیح المقال صفحہ ۳

ف۳ ومن العیان من المعلوم الوارد علی طبقۃ اخبار مستفیضۃ ان فی روایاتنا کانت جملۃ من الاخبار الموضوعۃ ففی النبوی المعروف ستکثر بعدی القالۃ علی وفی المروی عن الصادق ان لکل رجل منا رجلا یکذب علیہ وفی الآخر عنہ انا اہل بیت صادقون لا نخلو من کذاب یکذب علینا فیسقط صدقنا بکذبہ وفی الآخر ان المغیرۃ بن سعید دس فی کتب اصحاب ابی احادیث لم یحدث بہا ابی فاتقوا اللہ ولا تقبلوا علینا ما خالف قول ربنا وسنۃ نبینا وعن یونس انہ قال وافیت العراق فوجدت فیہا قطعۃ من اصحاب ابی جعفر واصحاب ابی عبد اللہ متوافرین فسمعت منہم واخذت کتبہم وعرضتہا من بعد علی ابی الحسن الرضا ع فانکر منہا احادیث کثیرۃ ان تکون من اصحاب ابی عبد اللہ ع وقال ان ابا الخطاب کذب علی ابی عبد اللہ لعن اللہ ابا الخطاب وکذلک اصحاب ابی الخطاب یدسون من ہذہ الاحادیث الی یومنا ہذا فی کتب اصحاب ابی عبد اللہ ع فلا تقبلوا علینا خلاف القرآن وفی جملۃ من الاخبار العلاجیۃ ان ما خالف القرآن وفی بعضہا ما خالفہ وخالف السنۃ انی ما قلتہ وفی الآخر الامر بضرب مخالفہ وجہ الجدار الی غیر ذلک من الاخبار الواردۃ فی ہذا المضمار فنقول ان اخراج الموضوعۃ عما فی ایدینا من الاخبار غیر معلوم وادعاؤہ کما یاتی غیر مسموع فی العمل بالجمیع من غیر تمییز الموضوع عن غیرہ بالمنقد وقبیح بل منتہی عنہ بہذہ الاخبار ۱۲ توضیح المقال صفحہ ۴

ہوں گے۔ اور یہ بھی آپ نے فرمایا کہ ہم اہل بیت سچے ہیں۔ مگر جھوٹ بولنے والوں اور جھوٹ لگانے والوں سے جو ہم پر جھوٹ لگانے ہی خالی نہیں ہیں اور ہماری سچائی اُس کے جھوٹ سے ساقط ہوجاتی ہے۔ اور مغیرہ بن سعید نے میرے پدر بزرگوار کے اصحاب کی کتابوں میں ایسی جھوٹی حدیثیں ملادی ہیں۔ جن کو کبھی میرے باپ نے بیان نہیں کیا تھا۔ پس خدا سے ڈرو اور جو قول ہمارا خدا کے کلام اور نبی کی سنت کے خلاف پاؤ اُسے مت مانو۔ اور یونس سے روایت ہے کہ میں نے عراق میں امام باقر اور امام جعفر صادق کے اصحاب کو پایا اور اُن سے حدیثیں سُنیں اور ان کی کتابوں کو لیا۔ اور بعد اُس کے حضرت امام موسیٰ رضا کے روبرو پیش کیا۔ آپ نے بہت سی حدیثوں سے انکار فرمایا۔ اور کہا کہ ابوالخطاب نے امام جعفر صادق پر بہت جھوٹ لگایا ہے۔ خدا اُس پر لعنت کرے۔ اور اسی طرح ابوالخطاب کے رفقا ان حدیثوں سے اب تک فریب دیتے ہیں۔ اور امام جعفر صادق کے اصحاب کی کتابوں میں ملادیتے ہیں۔ پس جو کچھ خلاف قرآن کے ہو اُسے ہماری طرف سے نہ سمجھو اور نہ اُسے قبول کرو۔ اور جو چیز مخالف قرآن اور سنت کے ہو اُسے دیوار پر مارو۔ مولف کتاب اسے نقل کرکے کہتے ہیں کہ موضوع حدیثوں کا ہونا تو ہماری کتابوں میں اس سے پایا جاتا ہے۔ اور یہ بات کہ ان کتابوں میں سے موضوع حدیثیں نکال دی گئی ہیں معلوم نہیں ہوتی۔ اور اس کا دعویٰ کرنا قابل سماعت نہیں ہے۔ پس بغیر تمیز کرنے موضوع حدیث کے صحیح احادیث سے سب پر عمل کرنا نہ صرف قبیح ہے۔ بلکہ ممنوع ہے۔ اور راویوں کے حالات دریافت کرنا اور علم الرجال سے واقف ہونا اس لئے ضرور ہے کہ اکثر یا تمام حدیثوں میں احتمال وضع موجود ہے گو یہ احتمال بعض حدیثوں میں قرائن خارجیہ کے سبب سے بہت کم ہے لیکن اس احتمال کے دور کرنے کے لئے ضرور ہے کہ تمام حدیثوں میں رفع شک کے لئے اس علم کی طرف رجوع کی جائے۔

راویوں کے حالات دریافت کرنے اور علم الرجال سے واقف ہونے کے لئے مولف موصوف نے

ل ان احتمال الوضع قائم فی اکثر الاخبار او جمیعہا وان ضعف فی بعض لقرائن خارجیۃ فلا بد من من الرجوع فی الجمیع ۱۲ توضیح المقال صفحہ ۴

جہاں اور بہت سی دلیلیں بیان کی ہیں وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ اگلے[۱] اور پچھلے علماء کی سیرت سے پایا جاتا ہے کہ وہ رجال پر کتابیں لکھتے تھے اور اس کی تدوین و تنقیح کرتے تھے اور ان کتابوں کو حاصل کرنے اور اپنے مطالعے میں رکھتے۔ اور راویوں کے حالات دریافت کرنے کے لئے ان کی طرف رجوع کرتے۔ تو کیا کوئی سمجھدار آدمی اس بات کو مانے گا کہ یہ فعل ان کا لغو یا مکروہ یا حرام تھا۔ بلکہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس علم کی طرف احتیاج بہت زیادہ اور راویوں کے حالات سے واقف ہونا نہایت

---

[۱] ومنہا ان سیرۃ العلماء قدیما وحدیثا علی تدوین کتب الرجال وتنقیحہا وتحصیلہا باشتراء واستکتاب وعلی مطالعتہا والرجوع الیہا فی معرفۃ احوال الرواۃ والعمل بہا فی الاعتماد برجال والطعن فی آخرین والتوقف فی طائفۃ ثالثۃ حتی ان کثیرا منہم کانت لہ مہارۃ فی ہذا العلم کالصدوق والمفید والطوسی وغیرہم من مشائخ الحدیث بل ربما امکن ان یقال اہتمام المتقدمین فیہ کان ازید من المتاخرین ولیت عاقل یرضی بکون ذلک کلہ لغوا مکروہا وحراما فلیس الا للافتقار الیہ بل ربما یظہر من عدم ازنکابہم شئ ماذکر بالنسبۃ الی سائر ما یتوقف علیہ الفقہ ان الافتقار الیہ اشد واعظم ولعلہ کذلک بعد سہولۃ اکثر ذلک فی حقہم وقی زمانہم دون الرجال کیف وبہ یعرف ما ہو الحجۃ فی حقہم عن غیرہا ومنہ یحصل الاطمینان اوالظن المستقر بما استفید من الاحکام عن الاخبار وحیث ان المفضل فی الافتقار الیہ علی الاطلاق شاذ نادر بل غیر معلوم القائل ظہر ان الافتقار علی الاطلاق وبتقریر آخر ان ما سمعت منہم خصوصا بعد ملاحظۃ ما فی کتب الاصول من الاتفاق علی اشتراط فی الاجتہاد یکشف قطعیا عن بنائہم علی الافتقار الیہ واشتراطہ فی الاستنباط وعن رضا المعصومؑ بذلک بل ینقص ہذا من الاجماعات المنکرۃ فی کلماتہم فاما مخالفۃ من مر فلا تقدح فیہ لوضوح فساد شبہاتہم کما یاتی وسبقہم بالاجماع والسیرۃ ولحوقہم عنہ ومنہا ان سیرۃ الرواۃ والمحدثین الی زمن تالیف الکتب الاربعۃ بل الی تالیف الثلثۃ المتاخرۃ الوافی والوسائل والبحار علی الالتزام بذکر جمیع الرجال وجمیع الاسانید حتی ان احد لو اسقطہم او بعضہم فی مقام اشار الیہم فی مقام آخر کما فی الفقیہ والتہذیبین من التصریح بانہ للتحرز عن لزوم الارسال والقطع والرفع المنافیۃ للاعتبار ومن المعلوم ان ذلک کلہ لان یعرفہم الراجع الی کتبہم ویجتہد وافی احوالہم علی حسب مقدورہ فیمیز الموثوق الجائز اخذ الروایۃ عن غیرہ والا لزم اللغویۃ فیعلم الافتقار والکشف عن الاشتراط کما فی ثانی تقریری الوجہ السابق فلو کان بناؤہم علی اعتبار ما فیہا من غیر ملاحظۃ احوال الرواۃ للاخذ من الاصول الاربعمائۃ او غیرہ من قرائن الاعتبار او القطع بالصدور لکان تطویل الکتب بذکر الجمیع لغوا مکروہا او محرما وقد مر بطلان نفی الافتقار فی الجملۃ.. فثبت الافتقار المطلق و یؤید ہذا التزام من تاخر بالرجوع الی الرجال وتوصیف بعض الاخبار بالصحۃ والوثوق والاعتبار وتضعیف بعض آخر وعدم اکتفاء بعضہم بتوصیف غیرہ وان کان بما عرف منہ بالرجال بل الخلاف بینہم فی کثیر من التصحیحات والتضعیفات واضح معلوم للراجع الی کتبہم ۱۲ توضیح المقال صفحہ ۵

ضرور ہے۔ اور کیوں نہ ہو اسی سے اطمینان یا ظن حاصل ہوتا ہے۔ ان احکام پر جو احادیث سے مستنبط کئے جاتے ہیں۔ اور نیز محدثین کی سیرت میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ سلسلہ روات کا ہر حدیث کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ اور ابتدا سے تا زمانۂ تالیف کتب اربعہ انہوں نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ ہر حدیث کے تمام راویوں کو نام بنام بیان کریں یہاں تک کہ اگر کوئی بیچ میں سے چھوڑ دیا گیا ہو تو اس کا دوسری جگہ ذکر کر دیں تاکہ ارسال اور قطع اور رفع جو صحت حدیث اور اعتبار کے منافی ہے ظاہر ہو جائے اور اس سے ان کا احتراز ثابت ہو۔ اور یہ بات ظاہر ہے۔ کہ یہ سب صرف اس لئے وہ کرتے تھے کہ جو ان کی کتابوں کی طرف رجوع کرے۔ اور ان کے حالات کو اپنی مقدور کی موافق دریافت کرے تو وہ تمیز کرے کہ کون سا راوی ایسا ہے جس کی روایت لینے کے لائق ہے اور کون سا چھوڑنے کے قابل۔ اگر یہ مقصود نہ ہوتا اور راویوں کے حالات دریافت کرنے کے بعد حدیثوں کی کتابوں کی تدوین کی ضرورت نہ رہتی تو محدثین کی یہ ساری کارروائی لغو اور فضول ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر بغیر دیکھنے احوال روات کے ان چار سو کتابوں سے جو حدیث میں لکھی گئی ہیں حدیثوں کا لینا کافی سمجھا جاتا یا ان کی صحت پر یقین ہوتا تو کتابوں میں راویوں کے ناموں کا لکھنا اور اس طرح پر کتابوں کا بڑھانا لغو اور مکروہ بلکہ ممنوع اور حرام ہو جاتا۔

مؤلف کتاب موصوف نے ان اعتراضات کو بھی بیان کیا ہے جو حدیث کی کتابوں کو معتبر اور ہر حدیث کو بغیر رجوع تحقیق حالات روات کے قابل عمل سمجھتے ہیں۔ اور ان کی دلیلوں کا ذکر کر کے اس کا جواب دیا ہے۔ منجملہ ان کے ایک یہ[1] ہے کہ علم الرجال کے ضرورت اور احتیاج کے منکرین یہ کہتے ہیں کہ یہ بات بتواتر اور بقرائن بقینیہ معلوم ہے کہ تین سو برس تک قدما کا یہ

---

[1] احدہا ان المعلوم بالتواتر والاخبار المحفوفۃ بقرائن القطع انہ کان داب القدما و فی مدۃ تزید علی ثلاثمائۃ سنۃ ضبط الاحادیث وتدوینہا فی مجالس الائمۃ علیہم السلام وغیرہا وکانت ہمہم علی تالیف ما یعمل بہ الطائفۃ المحقۃ وعرضہ علی الائمۃ علیہم السلام وقد استمر ذلک الی زمن تالیف الکتب الاربعۃ حتی بقیت جملۃ منہا بعد ذلک وہذہ الاربعۃ منقولۃ من تلک الاصول المعتمدۃ بشہادۃ اربابہا الثقاۃ ولغایۃ بعد تالیفہم من غیرہا مع تمکنہم منہا ومن تمییز ما ہو المعتبر عن غیرہ غایۃ التمکن مع علمہم بعدم اعتبار الظن فی الاحکام الشرعیۃ مع التمکن من العلم والتبین والمعلوم من وثاقتہم وجلالتہم وعدم التقصیر فی ذلک کیف واہل التواریخ لا یاخذون القصص من کتاب او شخص غیر معتمد مع التمکن من الاخذ (باقی صفحہ ۱۱۸)

طریقہ رہا کہ وہ احادیث کو جمع اور ائمہ کی مجالس میں اس کی تدوین کرنے اور جن حدیثوں پر اہل[له] حق یعنی ہمارا فرقہ عمل کرتا اُس کے ضبط کرنے میں اپنی ہمتیں صرف کرتے اور اُسے ائمہ کو سُنانے۔ اور یہ عمل

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۷) کان عن المعتمد فما الظن بھولاء الامثال نخ العظام وعلی فرض اخذہم من غیر الکتب المعتبرة کیف یدلسون بل یشهدون بصحة جمیع مانقلوه وکونه حجة بینهم وبین ربهم ۱۲ توضیح المقال صفحہ ، ۔

له وثانیها ان مقتضی الحکمة الربانیة وشفقة الرسول والائمة ان لا یضیع من فی اصلاب الرجال من الامة تدبیر اخبار بل یحتجون الی التثبت بظنون واهیة وغیر حال بید لهم اصول معتبرة یعملون بها فی الغیبة کما هو الواقع والمعلوم بالتتبع فی احوالهم والتامل فی الاحادیث الکثیرة الدالة علی انهم امروا اصحابهم بکتابة مایسمعونه منهم تالیفه والعمل به فی الحضور والغیبة بالنص علیها بقولهم سیاتی زمان لا یستانسون فیه الا بکتبهم وفی الاحادیث الکثیرة الدالة علی اعتبار تلک الکتب والامر بالعمل بها وعلی انها عرضت علی الائمة ع فحمدوها ومدحوا اصحابها وقد نص المحقق بان کتاب یونس بن عبد الرحمن وکتاب الفضل بن شاذان کانا عنده وذکر علماء الرجال انهما عرضا علیهم ع فما الظن بارباب الاربعة وقد صرح الصدوق فی مواضع بان کتاب محمد بن الحسن الصفار المشتمل علی مسائل وجوابات العسکری کان عنده بخطه الشریف وکذا کتاب عبد اللہ بن علی الحلبی المعروض علی الصادق ع ثم انا نراهم یرجحون کثیرا احادیثا مرویا فی غیر الکتاب المعروض علی الحدیث الذی فیه وهذا لا یتجه الا بانهم جازمون بکونه فی الاعتبار وصحة الصدور کالکتاب المعروض ویقرب من ذلک ما نری من الشیخ وغیره الی زمان الاصطلاح الجدید من طرح کثیر من الاخبار الصحیحة بهذا الاصطلاح والعمل بکثیر مما هو ضعیف علیه وکثیرا ما یعتمدون علی طرق ضعیفة مع تمکنهم من طرق صحیحة کما صرح به صاحب المنتقی وغیره وهذا ظاهر صحة تلک الاخبار بوجوه اخر ودال علی عدم العبرة بالاصطلاح الجدید وحصول العلم بقول الثقة ولیس ولا ننکر فقد نص صاحب المدارک وغیره علی انه یتفق کثیرا اصول العلم بالوثوق من اخبار الثقة الضابط العارف حیث لم یکن مانع من العلم وبمثله صرح کثیر من فی مواضع کثیرة وثالثها الوجه الاخیر من الوجوه المتقدمة للاسترابادی وفیه التصریح بحصول القطع العادی من شهاداتهم کالعلم بان الجبل ینقلب ذهبا وقال انه لا اتفاق الشهادات وغیر ذلک اولی من نقل ثقة واحد کالمحقق والشهیدین فتوی من فتاوی ابی حنیفة فی کتابه کر انا نری حصول العلم لنا بذلک من النقل المذکور فکیف لا یحصل بشهادة الجماعة وذکر ایضا انه لو لم یجز لنا قبول شهاداتهم فی صحة احادیث لما جاز لنا قبولها فی مدح الرواة وتوثیقهم فلا یبقی حدیث صحیح ولا حسن ولا موثق بل یبقی جمیع اخبارنا ضعیفة واللازم باطل فکذا الملزوم والملازمة ظاهرة بل الاخبار بالعدالة اشکل واعظم وادنی بالاهتمام من الاخبار بنقل الاحادیث من الکتب المعتمدة فان ذلک امر محسوس والعدالة امر خفی عقلی یعسر الاطلاع علیه ولا مفر لهم عن هذا الالتزام عند الانصاف وذکر ایضا ان علمائنا الاجلاء الثقات اذا جمعوا احادیث وشهدوا بثبوتها وصحتها لم یکن ادون من اخبارهم بانهم سمعوها من المعصوم ع لظهور علمهم وصلاحهم وصدقهم وعدالتهم (باقی ص ۱۱۹ پر)

Marfat.com

کتب اربعہ کی تالیف کے زمانہ تک جاری رہا۔ اور یہ چار کتابیں حدیث کی اُنہیں اصول سے منقول ہیں۔ اور حسن کے اعتماد پر انہوں نے شہادت دی ہے۔ اور غیر معتبر کو معتبر سے جدا کر دیا ہے۔ اور باوجود اس بات کے جاننے کے کہ احکام شرعیہ میں ظن کا اعتبار نہیں ہے بلکہ علم اور یقین کا ہونا لازمی ہے۔ اور باوجود معلوم ہونے اُن کی وثاقت و جلالت کے کیونکر گمان کیا جاسکتا ہے کہ ان کتب اربعہ کے جامعین احادیث صحیحہ کے جمع کرنے میں تقصیر کرتے۔ اور جبکہ مورخین کسی قصے کو غیر معتبر کتاب اور غیر معتبر شخص سے اپنی تاریخ کی کتابوں میں نہیں لیتے تو ان بزرگان دین کی نسبت کیونکر شبہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ صحیح حدیثوں کے جمع کرنے میں تقصیر کرتے۔ اور درصورت فرض کرنے اس بات کے کہ انہوں نے غیر معتبر حدیثیں لیں۔ کیونکر تدلیس کرتے اور اس بات کا دعویٰ فرماتے کہ جو کچھ انہوں نے نقل کیا ہے وہ سب صحیح ہے۔ اور وہ اُن کی کتاب اُن کے اور خدا کے بیچ میں حجت ہے اس اعتراض اور ان دلیلوں کا یہ جواب دیا ہے کہ ان[1] باتوں سے احادیث کا قطعی الصدور ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ کم سے کم احتمال سہو اور غفلت کا تو باقی رہتا ہے کیونکہ حدیث کے راوی اور اصول اور جو کتابیں اُن سے لی گئی ہیں اُن کے مؤلف معصوم نہ تھے۔ اور یہ بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تب بھی احتیاج رجال کے حالات کی باقی رہتی ہے اس لئے کہ ان حدیثوں میں متناقض حدیثیں موجود ہیں مثل تقیے کے حدیثوں کے اور اس لئے رجوع کرنا رجال کے حالات کی طرف ضرور ہے۔ پھر مؤلف موصوف یہ فرماتے ہیں کہ جامعین[2]

(بقیہ ص ۱۱۸ کا) فی انہ مع امکان العمل بالعلم لم یعملوا بالغیرہ ففی الحقیقۃ ہم ینقلونہا عن المعصوم وقد وردت روایات کثیرۃ جدا فی الامر بالرجوع الی الرواۃ الثقات مطلقا اذا قالوا ان اخیر من المعصوم ولیس ہذا من القیاس بل عمل بالعموم وقال ایضا انہم ان کانوا ثقات حین شہادتہم وجب قبولہا لانہا عن حسوس ودہوا لفعل عن بالمعتمدۃ والا کانت احادیث کتبہم ضعیفۃ باصطلاحہم فکیف یعملون بہا ۱۲ توضیح المقال صفحہ ۷۔

[1] ونقول فی المقام الثانی اجمالا ان ماذکر فی ہذا الوجہ باجمعہ غیر مفید القطع بالصدور انہ لااقل من قیام احتمال السہو والغفلۃ لوضوح عدم عصمۃ الرواۃ والمؤلفین للاصول والکتب الماخوذۃ منہا ومع التسلیم فلا یوجب الغنی عن الرجال علی الاطلاق لوضوح وجود الاخبار المعارضۃ فی جملۃ ہذہ الاخبار کاخبار التقیۃ ومن المعلوم المدلول علیہ بالاخبار العلاجیۃ منہا وغیرہا توقف تمیز الراجح المعتبر منہا علی مراجعۃ الرجال فاین الغنی المدعی علی کل حال ۱۲ توضیح المقال صفحہ ۹۔

[2] ونقول تفصیلا وان کان ایضا جملیا انا نمنع الصغری والکبری کما اشرنا الی منعہما فی الاجمال ففی الوجہ الاول فی الصغری ان حصول القطع من التتبع فی غایۃ الندرۃ وکذا من الاعتقاد وعلی فرضہ علی ندرتہ لا یلازم حصولہ فی غیرہ والاقتصار (باقی ص ۱۲۰ پر)

Marfat.com

حدیث نے یہ نہیں کہا کہ جو کچھ انہوں نے اپنی کتابوں میں جمع کیا ہے یعنی جتنی حدیثیں اُس میں لکھی ہیں وہ سب مفید علم ہیں بلکہ اُن کے نزدیک وہ صرف مفید عمل ہیں اور عمل کرنا کسی حدیث پر عام ہے اس سے کہ وہ حدیث مفید یقین ہو یا نہ ہو۔ اور نیز جامعین حدیث سب متفق نہیں ہیں۔ کل حدیثوں کے جمع کرنے میں مثلاً کلینی نے بہت سی حدیثیں چھوڑ دی ہیں اُن کے بعد متاخرین نے نقل کیا ہے۔ اور اُس پر بڑھایا ہے۔ اور اُن کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حدیثوں کے جمع کرنے میں اور اس کی تنقید اور تصحیح میں بہت زحمت اُٹھاتے تھے ایسے لوگ کیونکر اُن حدیثوں کو جو مفید علم ہوں چھوڑ دیتے جن کو اُن کے بعد کے لوگوں نے جمع کیا۔ پھر صدوق کو دیکھئے کہ وہ حدیث کی تصحیح و تضعیف اکثر اپنے شیخ ابن الولید کی تصحیح و تضعیف پر اعتماد کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کا یہ قول ہے کہ جس حدیث کو میرے شیخ نے صحیح کہہ دیا ہے وہ میرے نزدیک بھی صحیح ہے اور جس کو اُس نے صحیح نہیں کہا وہ ہمارے نزدیک متروک ہے بھلا خیال کر د کہ اُن اخبار میں جو مفید علم ہوں دوسرے کی تصحیح و تضعیف پر اعتماد کرنے کو کیا دخل ہے۔ اور صرف ان کے شیخ کی تصحیح و تضعیف سے کیونکر صحت اور ضعف پر حدیثوں کے یقین ہو سکتا ہے۔ اور وہ حدیثیں جو مفید علم ہوں صرف ان کے شیخ کے ضعیف کہہ دینے سے کیونکر رد کی جا سکتی ہیں۔

جناب مولانا دلدار علی صاحب نے صوارم میں متعلق اخبار و احادیث کے اپنے مذہب کا یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ فرقہ حقہ امامیہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ اصول اور اعتقادات میں یقین حاصل کرتے ہیں اور ظن اور تقلید کو اصول دین میں جائز نہیں رکھتے اور دلائل عقلیہ سے یقین حاصل کرنے کے بعد بجہت مزید اطمینان اور ترقی مدارج یقین کے بطور تائید اور دیگر فوائد کے سمعیات متواترہ کو یعنی اُن اخبار کو جو لفظاً یا معناً متواتر ہوں ذکر کرتے ہیں گو وہ راوی فاسد العقیدہ ہو۔ اور اسی وجہ سے جناب شیخ الطائفہ نے راویان فاسد العقیدہ کے اخبار پر عمل کیا ہے۔ اور خبر

(بقیہ صفحہ ۱۱۹کا) فی الغالب کاف بل ہو المدعی وکذا من کو الراوی ثقۃ لمنع حصول القطع للراوی الثقۃ لعدم لزومہ لا فی الروایۃ ولا فی العمل فلعلہ اخذ ہا ممن یثق بہ تعبداً او قلنا خاصاً او مطلقاً وعلیٰ تسلیمہ محصولہ لا یستلزمہ لان لاحتمال السہو والنسیان والذہول عن القرینۃ او خفائہا کما وقع فی کثیر من الرواۃ فرد علیہم بقول لیس کما ظننت ولیس کما تذہب لو ما اراک بعد الا ہہنا ۱۲ توضیح المقال صفحہ ۹۔

واحد کو گو بواسطہ ثقات مروی ہو اعتقادات میں حجت اور کافی نہیں سمجھتے ۔ اور فروع میں ہرچند ہمارے بعضے علما نے یہ اختیار کیا ہے کہ ہر مسئلے کا اجماعی یا مستفاد از متواتر یا ماخوذ از کتاب و دلیل عقل ہونا ضرور ہے لیکن ہمارا عمل اس پر ہے کہ اگر خبر احاد ہو اور راوی اُس کے ثقہ ہوں اور شرائط دیگر سے مقرون ہو تو عمل خبر احاد پر بھی واجب ہے پھر جناب موصوف نے اپنے مذہب کا یہ اصول بھی بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی خبر بظاہر خلاف ہو اُس امر کے جس پر اجماع منعقد ہوا ہو تو ضرور ہے کہ وہ خبر یا مأوّل ہوگی ۔ یا مطروح ۔ اور اسی اصول کی بنا پر وہ اُن روایات کو جو زرارہ اور ہشام وغیرہ کی مذمت میں ہیں مردود اور غلط سمجھتے ہیں ۔ جیسا کہ فرماتے ہیں کہ "بلاشبہ کچھ حدیثیں ہمارے مذہب میں ایسی ہیں کہ جن سے ایسے بزرگوں کا مقدوح ہونا معلوم ہوتا ہے ۔ لیکن چونکہ راوی اس قسم کے اخبار کے ضعیف اور مجروحین تھے ۔ اور نیز اس قسم کی حدیثیں اُن حدیثوں کے معارض ہیں ۔ جو نہایت قوی ہیں ۔ اور جن پر امامیہ کا اجماع ہے ۔ اس لئے ہمارے علما نے اس قسم کی حدیثوں کو معرض اعتبار سے ساقط سمجھا ہے " اور پھر یہ فرماتے ہیں کہ "عقل اس بات پر شاہد ہے کہ باوجود اخبار جرح کے کہ جو ایسے بزرگوں کے حق میں بیان کی گئی ہیں ۔ ہمارے علماء کے عقیدے میں جو ان بزرگوں کی جلالت شان کے بابت تھے کچھ خلل نہ ہوا ۔ اور کسی نے باوجود مشاہدہ کثرت اختلاف کے اُن کا خلاف نہ کیا ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ان کی بندگی اور کمال کا آفتاب اُن کی نظروں میں روشن تھا ۔ ورنہ اگر فرقہ حقہ امامیہ سو آدمیوں کو مثل ہشام وغیرہ کے ابوالخطاب کی طرح فاسد العقیدہ شمار کریں تب بھی ان کے عقائد حقہ کی بنیاد میں جو حجج قاہرہ اور براہین باہرہ پر قائم ہے خلل نہیں ہو سکتا ۔ اور چونکہ ہم امامت اور فضائل علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد کے ثابت نہیں کرتے ہیں ۔ مگر خدا کی کتاب سے جس کی صحت ضروریات اسلام سے ہے یا احادیث متفق علیہا سے یا عقلی دلائل سے پس اگر ہشام اور محمد بن مسلم جیسے ہزار آدمی بالفرض ملحدین اور فاسقین سے ہوں تب بھی ان کے اعتقاد میں کچھ خلل نہیں آسکتا "

پھر فرماتے ہیں کہ کم کوئی ایسا مذہب ہو گا کہ بعضے روایات بے اصل یا مأوّل اس مذہب میں نہ ہوں پس دیندار دانشمندوں کو چاہیے کہ ایسی حالت میں کوئی قاعدہ اور ضابطہ رکھتے ہوں ۔

Marfat.com

جس سے اشنا جدال اور مخاصمہ میں باہر نہ جائیں۔ اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ احتجاج اور الزام خصم پر اس بات سے کریں جو اس کے مذہب کے خلاف اس مذہب کی کتابوں میں لکھا ہو۔ اور اس مذہب کے راوی اور علما نے جو کچھ بیان کیا ہو وہ مسلم الثبوت طرفین کا ہو۔ یا یہ کہ اس کا ثبوت تواتر پر ہو کہ جس میں جھوٹ کا احتمال اہل انصاف کے نزدیک نہ پایا جائے"

جناب موصوف حسام میں نسبت اخبار احاد کے فرماتے ہیں کہ "خبر واحد[1] اگر بے معارض کے بھی ہو تب بھی ظنی ہے۔ اعتقادات کے اصول میں اُس سے تمسک کرنا جائز نہیں بلکہ محققین شیعہ امامیہ کے نزدیک مثل ابن زہرہ اور ابن ادریس اور شریف مرتضی اور اکثر قدما کے وہ قابل احتجاج نہیں۔ اور متاخرین نے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے اور اسی لئے انہوں نے اخبار احاد کا دلائل میں شمار نہیں کیا بلکہ اُس کے رد کو ضروری سمجھا ہے خصوصاً اعتقادات میں"

اور نسبت تردید یا تاویل اُن احادیث کے جو مخالف ادلہ شرعیہ کے ہوں آپ فرماتے ہیں کہ "جو کچھ اس[2] باب میں ائمہ دین سے منقول ہے وہ سب جھوٹ اور بہتان ہے۔ اور دروغ گوؤں کے موضوعات سے ہے۔ اور یا یہ کہ ائمہ نے فرمایا ہوگا۔ لیکن اس کی کوئی تاویل ضرور ہوگی اس لئے کہ یہ خبر معارض ہے اُن ادلہ شرعیہ کے جو اس سے اقوی ہیں"

پھر صفحہ ۱۴ میں فرماتے ہیں کہ "کوئی[3] فرقہ ہالک و گمراہ ایسا نہ ہوگا۔ کہ کوئی آیت اور حدیث نبوی

---

[1] خبر واحد اگر بے معارض ہم باشد ظنی ست در اصول اعتقادیات بآن تمسک نباید کرد بلکہ نزد محققین شیعہ امامیہ مثل ابن ادریس و شریف مرتضی و اکثر قدمای ایشان قابل احتجاج نیست و متاخرین ایشان ہمیں مذہب را اختیار کردہ اند لہذا اخبار احاد را در دلائل نشمردہ بلکہ آن را واجب الرد دانستہ خصوصاً در اعتقادیات ۱۲ حسام

[2] وانچہ درین باب از ائمہ دین نقل می کنند ہمہ زور و بہتان ست و از موضوعات دروغ گویان و یا اینکہ گو فرمودہ باشند لکن واجب التاویل ست نظر باین کہ معارض ست بآنچہ از ادلہ شرعیہ کہ اقوی تر ازان ست ۱۲ حسام صفحہ ۶

[3] کہ ہیچ فرقہ ہالکہ ضالہ نخواہد بود کہ یکے از آیات و احادیث نبویہ بحسب ظاہر موافق مسلک او نباشد پس اگر مجرد وجود معارض دلیل بطلان مذہب شود باید کہ مذہب اسلام بالمرہ باطل باشد و مستحق طعن و تشنیع از قبل کفار و ملاحدہ شود آری باوجود قوت معارض اگر کسے جانب ضعیف او اختیار نماید البتہ مورد طعن و تشنیع او را می توان ساخت ۱۲ حسام صفحہ ۱۴

ظاہراً اُس کے مذہب کے موافق نہ ہو۔ پس اگر صرف معارض کا پایا جانا بطلان مذہب کی دلیل ہو تو لازم آتا ہے کہ مذہب اسلام بالکل باطل ہو۔ اور ملحد و کفار کی جانب سے مستحق طعن و تشنیع ہو۔ ہاں اگر کوئی باوجود قوت معارض کے جانب ضعیف کو اختیار کرے تو اس کو مورد طعن تشنیع کر سکتے ہیں۔"

پھر صفحہ ۲۵ میں فرماتے ہیں کہ "غرضیکہ[۵] تم کو معلوم ہو گیا کہ امامیہ کی بناء اعتقادات اخبار احاد پر نہیں ہے۔ ابن بابویہ نے اپنی کتاب اعتقادات میں اعتقادات امامیہ کے اصول کو جن کی بنا آیات اور احادیث متواترہ اور اجماع اہل بیت اور اُن ادلۂ عقلیہ پر ہے۔ جن کا ثبوت ہو گیا۔ ہو۔ مذکور کیا ہے۔ اور کتب احادیث میں موافق عادت محدثین کے اخبار احاد کو جس طرح پر کہ ماثور ہوئی ہوں درج فرمایا۔ اور یہ امر لازمی نہیں ہے کہ محدثین جو کچھ روایت کریں، اس کے موافق وہ اعتقاد بھی رکھتے ہوں۔"

پھر صفحہ ۲۶ میں فرماتے ہیں کہ "وارد[۶] ہونا ایسی احادیث کا جو ظاہر میں مختلف ہیں مخصوص کسی ایک فرقے اہل اسلام سے کہ جن کے پاس کتب احادیث و اخبار ہوں۔ نہیں ہیں اس لئے کہ علماء اسلام نے احادیث مختلف کا طریق جمع اور وجوہ ترجیح دو حدیثوں متعارض کو دوسری حدیث پر کتب اصول وغیرہ میں مدون اور بیان کر دیا ہے۔ پس اگر ابن بابویہ کا مجرد روایات مختلف کا بیان کرنا محل طعن و تشنیع ہو تو تمام محدثین اہل اسلام محل طعن و تشنیع کے ہونا چاہئیں۔"

---

[۵] بالجملہ دانستی کہ بنا اعتقادات امامیہ بر اخبار احاد نیست پس ابن بابویہ در کتاب اعتقادات خود رؤس اعتقادات حقہ امامیہ را کہ بنا بر آیات و احادیث متواترہ و اجماع اہل بیت و ادلہ عقلیہ بثبوت پیوستہ مذکور ساختہ و در کتب احادیث موافق داب محدثین اخبار احاد را بہر قسم کہ ماثور گشتہ مندرج فرمودہ و لازم نیست کہ محدثین آنچہ روایت کنند مطابق آن ہم اعتقاد داشتہ باشند ۱۲ حسام صفحہ ۲۵

[۶] چانکہ ورود احادیث مختلفۃ الظواہر مخصوص بہیچ یک از فرق اہل اسلام کہ ارباب کتب احادیث و اخبار باشند نیست و نظر بہمین علماء اہل اسلام طریق جمع بین الاحادیث المختلفہ و وجوہ ترجیح احد الخبرین المتعارضین لہ بر حدیث دوم در کتب اصول وغیرہ مدون و بیان ساختہ اند پس اگر بمجرد ایراد روایات مختلفہ ابن بابویہ محل طعن و تشنیع باشد کافہ محدثین اہل اسلام باید محل طعن و تشنیع باشند ۱۲ حسام۔

Marfat.com

پھر صفحہ ۳۲ میں فرماتے ہیں کہ "کسی نے محدثین میں سے عام وخاص کے یہ التزام نہیں کیا کہ جو کچھ کتب حدیث میں روایت کرے اُس کی مدلول ظاہری کے مطابق معتقد اور عامل بھی ہو بلکہ درصورت تعارض حدیث کے ادلہ شرعیہ کے ساتھ گو اس کے حدیث کو خود روایت کیا ہو جو کچھ بمقتضائی ادلہ شرعیہ کے راجح ہو اُس پر عمل کرتے ہیں۔"

جناب مولانا سید محمد مجتہد حضرت جبدریہ میں فرماتے ہیں کہ متکلمین[۲] و مجتہدین امامیہ اصول دین میں

---

[۱] ہیچیک محدثین عامہ وخاصہ التزام این نمودہ کہ در ہر کتاب حدیث آنچہ روایت کند برطبق مدلول ظاہری آن معتقد و عامل ہم باشد بلکہ درصورت تعارض حدیث با ادلہ شرعیہ گو آن حدیث را روایت کردہ باشد بمقتضائے آنچہ از ادلہ شرعیہ راجح می باشد بمقتضائے آن عمل می کنند ۱۲ احسام

[۲] سوال اوّل کہ مصدرست بقول دی ازان جملہ آن کہ حکم بموضوع بودن احادیث قدح ہشامین کہ در کافی کلینی کہ یکی از اصول اربعۂ شیعہ ست موجود ست الخ جواب علی نہج الصواب آنکہ این سوال متبنی ست برعلم درک طریقہ انیقۂ متکلمین ومجتہدین امامیہ چہ ایشان واصول دینیہ مبتنیہ بر دلائل قطعیہ اعتقاد می کنند دبس وظن و تقلید را در جائز وسائغ نمی دانند پس دراصول دینیہ اعتماد براخبار احاد نمی نمایند وصحاح وحسان وموثقات وضعات درین مادہ یکسان ست اما در فروع دینیہ پس اعتماد شان درضروریات دین و مذہب برقطع ست دبس لاعلی اخبار الاحاد ودرغیر آن بر ظن است نہ مطلق ظن بل ما حصل من الادلۃ الاربعۃ کتابا او سنۃ او اجماعا او عقلا ولا عبرۃ عندہم بالقیاس المنہدم الاساس ولا بمحض الرای واجتہاد الناس ودرصورت تعارض ادلہ عمل شان بر ترجیح بعض علی بعض ست وامارات ترجیح ومناشی آن متکثر ومنشعب بشعب کثیرہ است کہ استقصائے آن درین مقام مخرج کلام از ما نحن فیہ است وبالجملہ یکے از مرجحات نظر درسند وحال رجال است پس بر تقدیر تعارض صحیح باضعیف وعلاج انجبار ضعف آن بعمل اصحاب وغیرہ من القرائن بہ ترجیح صحیح علی الضعیف می پردازند و بر تقدیر عدم تعارض ووجدان خبرے ضعیف السند اگر آن خبر منجبر الضعف بعمل اصحاب باشد فلا ریب فی الاعتماد علیہ وکذا الوصف بقرائن عاضدۃ لہا وہمچنین اگر آن خبر مسوق باشد برائے بیان یکی از مستحبات چہ مسامحہ در ادلہ سنن شائع کما بین فی محلہ واگر منجبر بعمل نیست ونہ مسوق برائے بیان سنن پس یا موافق اصول خواہد بود کاصل البراءۃ والاستصحاب والفحوی وغیر ذلک یا مخالف آن علی الاوّل یعتمد علیہ ویحتج الیہ علی الاظہر وعلی الثانی حکمش حکم دراجع بتعارض خواہد بود ورجوع بمرجحات لازم واگر اصلی در دست نخواہد بود وحدیث ضعیف بلا معارض در ان صورت نیز عمل بران سائغ علی کلام فیہ الحاصل قطعیت صدور ہر واحد از اخبار کتب اربعہ غیر مدعی وغیر ثابت (باقی صفحہ ۱۲۵ پر)

دلائل قطعیہ پر اعتماد کرتے ہیں اور بس ظن و تقلید اُس میں جائز اور روا نہیں رکھتے۔ اور اصول دین میں اخبار احاد پر اعتماد نہیں کرتے۔ اور اس باب میں سب قسم کی حدیثیں صحیح ہوں یا حسن قوی ہوں یا ضعیف برابر ہیں۔ اور فروع دین میں اُن کا اعتبار ضروریات دین و مذہب کی باتوں میں یقین پر ہے اور بس۔ نہ اخبار احاد پر۔ اور سوائے اس کے ظن پر مگر نہ مطلق ظن پر بلکہ جو چار دلیلوں میں سے کسی ایک دلیل سے وہ ظن حاصل ہوا ہو یعنی کتاب یا سنت یا اجماع یا عقل اور در صورت تعارض کے صحیح کو ضعیف پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور تعارض نہ ہونے کی حالت میں اگر خبر ضعیف عمل اصحاب مذہب کے موافق ہو تو اُس پر بھی اعتماد کر لیتے ہیں۔ اور یقینی ہونا ہر ایک خبر کا اخبار کتب اربعہ سے (یعنی حدیث کی اُن چار کتابوں سے جو ان کے یہاں صحاح سمجھی جاتی ہیں) نہ ثابت ہے اور نہ اُس کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ اور ہمارے یہاں کی حدیث کی ان چار کتابوں کا حال سنیوں کی صحاح ستہ کے اخبار کے موافق نہیں ہے کہ اگر کوئی اُنکی صحت پر حلف کرے تو طلاق واقع نہ ہو۔ اور نہ فرقہ حقہ امامیہ کا عمل اپنی حدیثوں پر معارضات اور ترجیحات سے قطع نظر کر کے ہے۔ بلکہ بعد غور اور بحث اور بلا حظہ اطراف و جوانب اور دریافت حالات راویوں کے ہے۔ اور ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد وہ اعتماد کے محل پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور جرح اور

(بقیہ صفحہ ۱۲۴) کا) وحالش نزد ایشان مثل حال اخبار صحاح ستہ سنیہ نیست کہ اگر طلاق حلف بران خورد طلاقش واقع نشود قال فضل روزبہان اما صحاحنا فقد اتفق العلماء علی ان کل ما عد من الصحاح سوی التعلیقات فی الصحاح السنۃ لو حلف الطلاق انہ من قول رسول اللہ او من فعلہ و تقریرہ لم یقع الطلاق ولم یحنث انتہی و عمل فرقہ حقہ بر اخبار کتب خود نہ بر سبیل غض بصر عن المعارضات والترجیحات می باشد بلکہ بعد نقد و بحث اطراف و جوانب آن زا از مزیفات و مرجحات و حال رواۃ ملاحظہ نمودہ در محل اعتماد اعتماد می نمایند و در مقام جرح و طرح طرح و جرح و در جا بہ تاویل تاویل و لا ینحصر وجوہ ترجیحہم و علمہم فی وجہ و سبیل و احاطہ این مقاصد علیہ بر کسیکہ در تدرب فن اجتہاد روز را بشب نیاورده و شباب را بہ شیب مبدل نساختہ خیلی عسیر و لا ینبئک مثل خبیر و چون روایات شاب ہشالین و من بجذو حذو ہما مخالف اجماع فرقہ حقہ و معارض بروایات متواترہ است لامحالہ محتمل الطرح یا ماول باشد نہ این کہ قطعا جزما کسی حکم بوضع و طرح آن نمودہ باشد کما یلیح الیہ صدر کلام الفاضل المجادل و ازین معنی لازم نمی آید کہ جمیع مرویات رواۃ قدح شان مطروح گردد اگر چہ داعی الی الوضع و باعث الی الطرح در آن مفقود باشد چنانچہ وجوب تاویل در بعض آیات کہ بظاہر منافی ادلہ قطعیہ است مثل کریمہ ید اللہ فوق ایدیہم و امثال آن مستلزم وجوب تاویل در جمیع ظواہر آیات نیست ۱۲ ضربت حیدریہ صفحہ ۳۶۲ - ۳۶۳

Marfat.com

طرح کے مقام پر جرح وطرح کرتے ہیں۔ اور جہاں تاویل کی ضرورت ہوتی ہے وہاں تاویل۔ اور اُن کی ترجیح اور عمل کے وجوہ ایک راہ اور ایک سبب پر منحصر نہیں ہیں۔ اور جو روایتیں مثل معائب ہشامین کے مخالف اجماع فرقہ اور معارض روایات متواترہ کے ہیں لامحالہ وہ محتمل الطرح یا ماؤل ہوں گی۔

جو روایتیں قدح اور طعن میں ہشامین کے کافی میں مذکور ہیں باوجودیکہ اُس کے راوی امامیہ ہیں اور کلینی نے اُن سے روایتیں کی ہیں۔ مگر وہ روایتیں ان لوگوں کے معائب میں ہیں جن کو حضرات شیعہ بزرگان ملت اور رفقاء خاص امام سے سمجھتے ہیں اس لئے ایسی روایتوں کو بغیر جرح اور قدح کرنے راویوں کے متروک بلکہ موضوع قرار دیتے ہیں جیساکہ جناب مجتہد صاحب نے عقیدہ سیزدہم کے جواب کے اخیر میں فرمایا ہے کہ یہ قوی دلیل ہے[1] اس بات کی کہ یہ روایتیں یا موضوع ہیں کہ حاسدوں اور دشمنوں نے ہشام وغیرہ کے بسبب اُس قرب ومنزلت کے کہ انہیں ائمہ کی جناب میں تھا۔ بنالیا ہے۔ یا یہ کہ جناب ائمہ نے اپنی حفاظت کے لئے اُن پر یہ عیب لگا دیئے ہیں۔ جیساکہ حضرت خضر نے کشتی کو عیب دار کر دیا تھا۔

اور شیخ ابوجعفر طوسی نے تہذیب میں باب الوصیت بالثلث میں فرمایا ہے کہ[2] ائمہ علیہم السلام سے کوئی روایت ایسی بیان کی جائے کہ انہوں نے کوئی ایسا فعل کیا ہے جو مخالف ہو اس چیز کے جو شریعت اسلام میں ثابت اور مقرر ہے پس چاہیئے کہ وہ روایت باطل سمجھی جائے یا وہ اس وجہ پر فی الجملہ محمول کی جائے جو اخبار صحیحہ کے مطابق ہو اگرچہ اُس کی تفسیر معلوم نہ ہو۔ اور راویوں

---

[1] ہرگاہ امامیہ باوجود عدم احتیاج بطرف وثاقت ہشام ومومن الطاق وباوجود این روایات مثالب مثل ابوالخطاب ومغیرہ وعثمان بن عیسیٰ ونظرائے ایشان ایشان را نہ انگاشتند دلیل قوی است کہ این روایات یا موضوع اند کہ حساد واعدائے ہشام وغیرہ بنابر قرب ومنزلت کہ ایشان را پیش جناب ائمہ بود دبافتہ اند یا این کہ جناب ائمہ بنا بر صیانت نفس خود وجانہائے ایشان مثل حضرت خضر نسبت بسفینہ در نظر مخالفین ایشان معیوب ساختہ اند وقرینہ برین ہر دو محمل اینکہ حال امثال چنین کسان کہ اسناد در مذاہب باطلہ بطرف آنہا شدہ باوجود این کہ غرض ایشان صحیح بود ولیکن عوام معنی ومراد ایشان را نفہمیدہ اند انتہی کلامہ ۱۲ ضربت حیدریہ صفحہ ۲۳۹۔

[2] اذا وردت عنہم بانہم فعلوا فعلا یخالف ما استقر فی شریعۃ الاسلام فینبغی ان یحکم ببطلانہا او حملہا علی وجہ فی الجملۃ یطابق الصحیح من الاخبار وان لم نعلمہ علی التفسیر ۱۲ ضربت حیدریہ۔

Marfat.com

کے وہم اور غلطی کی نسبت باوجود اُن کے ثقہ ہونے کے شیخ طوسی تہذیب میں جا بجا تصریح فرماتے ہیں جیسا کہ باب الرجوع فی الوصیتہ میں کہا ہے۔

قال محمد بن الحسن ما یتضمن هذا الخبر من قوله ان اوصی به کله فهو جائز وهم من الراوی اور کتاب الوقف میں لکھتے ہیں کہ قال محمد بن الحسن ما تضمن هذا الخبر من قوله یعنی صاحب الدارجین ذکران رجلا جعل لرجل سکنی دار له فانه غلط من الراوی اور اسی طرح بہت سے مواقع پر لفظ یجوز ان یکون الراوی وهم اور لفظ انما اشتبه الامر علی فلان کہتے ہیں۔

کسی عالم کا مجرد قول قابل سند نہ ہونا بھی علماء شیعہ تسلیم کرتے ہیں۔ جیسا کہ بجواب اس امر کے کہ قاضی نور اللہ تستری نے ہارون اور مامون کو زمرۂ شیعہ اثنا عشریہ میں قرار دیا ہے۔ جناب مولٰنا سید محمد صاحب حضرت حیدریہ میں فرماتے ہیں کہ امّا[1] انچہ از کلام سید نور اللہ نور اللہ مرقدہ مستفاد می شود کہ جناب ایشان بہ تشیع آنہا قائل بودہ اند پس اولا آنکہ تقلید شان غیر لازم و در باب امثال این گونہ امور غیر مطاع فان الحق احق بالاتباع خصوصا نظر باینکہ ہمت جناب سید ممدوح بسوی توسیع دائرہ تشیع چنان مصروف بودہ و تکثیر سواد این فرقہ آن چنان مطمح نظر داشتہ کہ مثل سید شریف جرجانی و علامہ دوانی راہم محاط محیط آن دائرہ گردانیدہ و مانند منصور دانقی شقی رانیز در ایشان بہ تکلف گنجانیدہ۔

اور رسائل شیخ مرتضٰی مطبوعہ ایران میں متعلق اختلاف اور وضع احادیث کے لکھا ہے کہ یہ کہنا شیخ[2] کا کہ ائمہ کے اصحاب نے اصول و فروع بطریق یقین کے ان سے لئے ہیں۔ یہ ایک

---

[1] سید نور اللہ کے کلام سے ثابت ہے کہ انہوں نے ہارون الرشید اور مامون الرشید خلفاء وقت کو شیعہ کہا ہے اس میں پہلی بات یہ کہ ان کی تقلید لازمی نہیں اور اس قسم کے مسائل میں ان کی اتباع ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ صرف حق ہی کی اتباع و پیروی کی جاتی ہے۔ اور سید نور اللہ کا شیعیت کے دائرے کی توسیع کرنا مطمع نظر تھا۔ اور اسی نظریہ کے تحت انہوں نے سید شریف جرجانی اور علامہ دوانی کو بھی اسی دائرے میں شمار کیا۔ اور منصور دانقی شقی کو بھی کھینچ تان کر اسی دائرے میں لیا ہے۔

[2] ثم ان ماذکرہ من تمکن اصحاب الائمۃ من اخذ الاصول والفروع بطریق الیقین دعوی ممنوعۃ واضح … (باقی ص۱۲۸ پر)

Marfat.com

دعویٰ ہے کہ جس کا عدم ثبوت واضح ہے۔ کیونکہ کم سے کم اس پر یہ امر شاہد ہے کہ ائمہ کے اصحاب اصول و فروع میں اختلاف رکھتے تھے۔ اور اسی لئے اکثر اصحاب ائمہ نے جب اُن سے اُن کے اصحاب کے اختلاف کی شکایت کی تو۔ ائمہؑ نے کبھی اُن کو یہ جواب دیا کہ ہم نے خود یہ اختلاف ان میں ڈالا ہے تاکہ ہم اپنی جان بچائیں جیساکہ حریز اور زرارہ اور ابوایوب جزار کی روایت میں آیا ہے۔ اور کبھی یہ جواب دیا کہ یہ اختلاف دروغ گوؤں کی وجہ سے ہے جیساکہ فیض بن مختار کی روایت میں ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا کہ خدا مجھے آپ پر فدا کرے اس اختلاف کا جو آپ کے شیعوں میں ہے۔ کیا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا کون سا اختلاف فیض کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ میں کوفہ کے محدثین کے حلقے میں بیٹھتا ہوں تو مجھے اُن کے اختلاف احادیث میں شک ہوتا ہے پھر میں فضل بن عمر کے پاس آتا ہوں تو وہ مجھے اس امر سے آگاہ کرتے ہیں۔ جس سے میرا نفس اطمینان

(بقیہ صفحہ 127 کا) المنع واقل مایشہد علیہا ما علم بالعین والاثر من اختلاف اصحابہم صلوات اللہ علیہم فی الاصول والفروع ولذا شکی غیر واحد من اصحاب الائمۃ الیہم اختلاف اصحابہ فاجابوہم تارۃ بانہم؏ قد القوا الاختلاف بینہم حقنا لدمائہم کما فی روایۃ حریز و زرارہ وابی ایوب الجزار واخری اجابوہم بان ذلک من جہۃ الکذابین کما فی روایۃ الفیض بن المختار قال قلت لابی عبداللہ جعلنی اللہ فداک ما ہذا الاختلاف الذی بین شیعتکم قال وای الاختلاف یا فیض فقلت لہ انی اجلس فی حلقہم بالکوفۃ واکاد اشک فی اختلافہم فی حدیثہم حتی ارجع الی المفضل بن عمر فیوقفنی من ذلک علی ما تستریح بہ نفسی فقال؏ اجل کما ذکرت یا فیض ان الناس قد اولعوا بالکذب علینا کان اللہ افترض علیہم ولا یرید منہم غیرہ انی احدث احدہم بحدیث فلا یخرج من عندی حتے یتاولہ علی غیر تاویلہ وذلک لانہم لا یطلبون بحدیثنا وبحبنا ما عند اللہ تعالے وکل یحب ان یدعی راسا وقریب منہا روایۃ داود بن سرحان واستثناء القمیین کثیرا من رجال نوادر الحکمۃ معروف وقصۃ ابن ابی العوجا انہ قال عند قتلہ وضعت فی کتبکم اربعۃ آلاف حدیث مذکورۃ فی الرجال وکذا ما ذکرہ یونس بن عبدالرحمٰن من انہ اخذ احادیث کثیرۃ من اصحاب الصادقین ثم عرضہا علی ابی الحسن الرضا فانکر منہا احادیث کثیرۃ الی غیر ذلک مما یشہد بخلاف ما ذکرہ۔ ۱۲ فرائد الاصول المعروف بحجیۃ الظن المشہور بالرسائل للشیخ المرتضیٰ الانصاری التستری صفحہ ۸۶ مطبوعہ ایران۔

Marfat.com

پاجاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں جیسا تم کہتے ہو بات یوں ہی ہے۔ لوگوں نے ہم پر جھوٹ بولنے کی بہت زیادتی کر رکھی ہے۔ گویا خدا نے جھوٹ کو اُن پر فرض کر دیا اور ان سے سوائے جھوٹ کے اور کچھ نہیں چاہتا میں کسی سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں تو وہ میرے پاس سے جدا بھی نہیں ہوتا کہ اُس کی تاویل اصل تاویل کے علاوہ گڑھ لیتا ہے۔ اور یہ بات اس وجہ سے ہے کہ لوگوں کو ہماری حدیث اور ہماری محبت سے اللہ مطلوب نہیں ہے بلکہ ہر ایک کی یہ خواہش ہے کہ وہی رئیس ہو کر پکارا جائے۔ اور اسی کے قریب داؤد بن سرحان کی روایت ہے۔ اور نوادر حکمت کے رجال میں سے بہت سے لوگوں کو قمیین کا استثناء کرنا معروف ہے اور ابن ابی العوجا کا قصہ یہ ہے کہ اُس نے اپنے قتل ہونے کے وقت کہا کہ میں تے تمہاری کتابوں میں چار ہزار حدیثیں ملا دی ہیں۔ جو رجال میں مذکور ہیں۔ اور ایسے ہی یہ ہے کہ یونس بن عبد الرحمٰن ذکر کرتے ہیں کہ میں نے اصحاب صادقین میں سے بہت سی حدیثیں لیں۔ اور پھر اُن کو ابوالحسن امام رضاؑ کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے بہت سی حدیثوں سے انکار کیا۔ اور سوا اس کے اور بہت سے شواہد ہیں جو شیخ کے اس ذکر کرنے کے خلاف ہیں۔"

اس کتاب میں جہاں اثبات حجیت خبر واحد میں عقلی دلائل کا بیان کیا ہے۔ کتابوں کے لکھے ہوئے پر بغیر سماعت کے بھروسہ نہ کرنے اور نیز احادیث کے بنانے اور وضع کرنے اور جھوٹی حدیثوں کو کتابوں میں لکھ دینے کی نسبت لکھا ہے کہ "اس میں شک نہیں کہ جو شخص احوال رواۃ مذکورہ کا تتبع کرے تو وہ اکثر اخبار بلکہ کل کو سوائے شاذ و نادر کے ائمہ سے صادر ہونا نہ پائے گا۔ اور یہ بات اُس وقت معلوم ہوگی۔ جبکہ اخبار کے ہم تک پہونچنے اور ارباب

ہ وہو انہ لا شک للمتتبع فی احوال الرواۃ المذکورۃ فی تراجمہم فی کون اکثر الاخبار بل جلہا الا ما شذ و ندر صادرۃ عن الائمۃؑ - ہذا یظہر بعد التامل فی کیفیۃ ورودہا الینا وکیفیۃ اہتمام ارباب الکتب والمشائخ الثلاثۃ ومن تقدمہم فی تنقیح ما اودعوہ فی کتبہم وعدم الاکتفاء باخذ الروایۃ من کتاب وایداعہا فی تصانیفہم حذراً من کون ذلک الکتاب مدسوساً فیہ من بعض الکذابین فقد حکے عن احمد بن محمد بن علیی انہ جاء الی الحسن بن وشاد طلب منہ ان یخرج الیہ کتاب العلاء بن رزین وکتاب الابان بن عثمان الاحمر فلما اخرجہما قال احب ان اسمعہا فقال ما اعجلک اذہب فاکتبہما فقال لہ رحمک اللہ ما علیک اذہب فاکتبہما واسمع من بعدی فقلت لہ لا امن ریاقی ص۱۴ ایہ

یعنی مشائخ ثلاثہ اور جو اُن سے پہلے ہیں ان کے اہتمام کی کیفیت میں تامل کرے کہ جو کچھ انہوں نے اپنی کتب میں لکھا ہے اُس کی کیا کچھ تنقیح کی ہے۔ اور صرف کتاب سے دیکھ کر روایت کے لینے پر اکتفا نہیں کیا اور نہ اُس کو اپنی تصانیف میں داخل کیا اس خوف سے کہ اس کتاب میں بعض کذاب لوگوں نے کچھ ملا دیا ہو۔ احمد بن محمد بن عیسیٰ کی یہ حکایت ہے کہ وہ حسن بن وشا کے پاس آئے، اور اُن سے علا بن رزین اور ابان بن عثمان بن احمر کی کتابیں طلب کیں۔ جب حسن نکال کر لائے تو احمد نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ان کا سماع کر دوں تو حسن نے جواب دیا کہ تمہیں

(بقیہ ص۱۲۹ کا) امن الحوادث فقال لو علمت ان الحدیث یکون لہ ہذا الطلب لاستکثرت منہ فانی قد ادرکت فی ہذا المسجد مأتہ شیخ کل یقول حدثنی جعفر بن محمدؑ وعن محمد و یہ بن نوح انہ وقع عندہ دفاتر فیہ احادیث ابن سنان فقال ان تکتبوا ذلک فانی کتبت عن محمد بن سنان ولکن اردی لکم عنہ شیئا فانہ قال قبل موتہ کلما حدثتکم فلیس بسماع ولا بروایۃ وانما وجدتہ فانظر کیف احاطوا فی الروایۃ عمن لم یسمع من الثقات وانما وجد فی الکتب وکفاک شاہدا ان علی بن الحسن بن فضال لم یرد کتب ابیہ الحسن عنہ مع مقابلتہا علیہ وانما یرویہا عن اخویہ احمد ومحمد عن ابیہ واعتذر عن ذلک بانہ یوم مقابلۃ الحدیث مع ابیہ کان صغیر السن لیس لہ کثیر معرفۃ بالروایات فقرأ ما علی اخویہ ثانیا والحاصل ان الظاہر انحصار مدارہم علی ایداع ما سمعوہ من صاحب الکتاب او ممن سمع منہ فلم یکونوا یودعون الا ما سمعوا ولو بوسائط من صاحب الکتاب ولو کان معلوم الانتساب مع اطمینانہم بالوسائط وشدۃ وثوقہم بہم حتی انہم ربما کانوا یتبعونہم فی تصحیح الحدیث وردہ کما اتفق للصدوق بالنسبۃ الی شیخہ ابن الولیدؒ وربما کانوا لا یثقون بمن یوجد فیہ قدح بعید المدخلیۃ فی الصدق ولذا حکی عن جماعۃ منہم التحرز عن الروایۃ عمن یروی من الضعفاء ویعتمد المراسیل وان کان ثقۃ فی نفسہ کما اتفق بالنسبۃ الی البرقی بل یتحرزون عن الروایۃ عمن یعمل بالقیاس مع ان عملہ لا دخل لہ بروایتہ کما اتفق بالنسبۃ الی الاسکافی حیث ذکر فی ترجمتہ انہ کان یری القیاس فترک روایاتہ لاجل ذلک وکانوا یتوقفون فی روایات من کان علی الحق فعدل عنہ وان کانت کتبہ وروایاتہ حال الاستقامۃ حتی اذن لہم الامامؑ او نائبہ کما سئلوا العسکریؑ عن کتب بنی فضال وقالوا ان بیوتنا منہا ملاء فاذن لہم وسئلوا الشیخ ابا القاسم بن روح عن کتب ابن عذافر التی صنفہا قبل الارتداد عن مذہب الشیعۃ حتی اذن لہم الشیخ فی العمل بہا والحاصل ان الامارات الکاشفۃ عن اہتمام اصحابنا فی تنقیح الاخبار فی الازمنۃ المتاخرۃ عن زمان الرضا اکثر من ان یحصی ویظہر للمتتبع والداعی الی شدۃ الاہتمام مضافا الی کون تلک الروایات (باقی ص۱۳۱ پر)

Marfat.com

ایسی جلدی کیا ہے ان کو لے جاؤ اور رکھ لو۔ اور پھر یہ کہا کہ خدا تم پر رحم کرے تم ان کو لے جاؤ
اور لکھو اور جو شخص میرے بعد ہو اس سے پڑھ لینا۔ احمد نے کہا کہ میں نے ان سے کہا کہ یہ جھوٹ
سے مامون نہیں ہیں۔ حسن نے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ حدیث کی ایسی طلب ہو گی تو میں بہت سی حاصل
کر لیتا۔ میں نے اسی مسجد میں سو شخصوں کو دیکھا ہے کہ وہ سب یہ کہتے تھے کہ مجھ سے محمد بن جعفرؑ نے
یہ حدیث بیان کی ہے۔ اور حمدویہ ایوب بن نوح سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس کئی دفتر
آئے جن میں ابن سنان کی حدیثیں تھیں۔ ایوب نے کہا کہ اگر تم لوگ چاہو لکھ لو میں نے خود
محمد بن سنان سے لکھی ہیں۔ لیکن میں اُن کی روایت تم سے نہ کروں گا۔ اس لئے کہ اُس نے اپنے
مرنے سے پہلے کہا تھا۔ کہ جس قدر حدیثیں میں نے تم سے بیان کی ہیں۔ اُن میں نہ سماع ہے اور
نہ روایت بلکہ میں نے اُن کو لکھا ہوا پایا تھا۔ دیکھو روایت کرتے ہیں اُس شخص سے جس نے
ثقات سے نہیں سُنا بلکہ کتابوں میں لکھا پایا کیسی احتیاط کرتے تھے۔ اور ایک شاہد تم کو یہ کافی
ہے کہ علی بن حسن بن فضال اپنے باپ کی کتابوں کو اپنے باپ سے نہیں روایت کرتے باوجودیکہ
انہوں نے باپ کے ساتھ مقابلہ کیا تھا بلکہ اپنے بھائیوں احمد و محمد سے اور وہ باپ سے روایت
کرتے ہیں۔ اور علی نے اس کا یہ عذر بیان کیا کہ جس روز انہوں نے حدیث کا مقابلہ اپنے باپ
کے ساتھ کیا تو وہ صغیر سن تھے۔ اور ان کو روایات کی معرفت اچھی طرح پر نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے
دو بارہ اپنے بھائیوں سے پڑھا۔ غرضکہ ظاہر یہ ہے کہ محدثین کا دار و مدار حدیث کا خود صاحب کتاب

(بقیہ صفحہ ۱۲۵ کا) اساس الدین و بها قوام شریعة سید المرسلین صلی الله علیه وآله ولهذا قال الامامؑ فی شان جماعة من الرواة
لولا هولاء لاندرست آثار النبوة وان الناس لا یرضون بنقل ما لا یوثق به فی کتبهم المؤلفة فی التواریخ التی لا یترتب علی وقوع
الکذب فیها اثر دینی بل ولا دنیوی فکیف فی کتبهم المؤلفة لرجوع من یاتی الیها فی امور الدین علی ما اخبرهم الامامؑ بانه یاتی
علی الناس زمان هرج لا یانسون الا بکتبهم وعلی ما ذکره الکلینیؒ فی دیباجة الکافی عن کون کتابه مرجعا لجمیع من یاتی بعد
ذلک ما تنبهوا له ونبههم علیه الائمةؑ عن ان الکذابة کانوا یدسون الاخبار المکذوبة فی کتب اصحاب الائمةؑ کما یظهر من الروایات
الکثیرة منها انه عرض یونس بن عبد الرحمن علی سیدنا ابی الحسن الرضاؑ کتب جماعة من اصحاب الباقر والصادقؑ فانکر منها
احادیث کثیرة ان یکون من احادیث ابی عبد اللهؑ وقال ان ابا الخطاب کذب علی ابی عبد الله وکذلک اصحاب
ابی الخطاب یدسون الاحادیث الی یومنا هذا فی کتب اصحاب ابی عبد اللهؑ ۱۲ ۔

Marfat.com

سے سُننے پر ہے یا اس پر جس نے صاحب کتاب سے سُنا ہو۔ پس وہ حدیث کو نہ بیان کرتے تھے۔ مگر جب تک کہ خود نہ سنا ہو اگرچہ سُننا صاحب کتاب سے کئی واسطوں سے ہو۔ اور نیز یہ کہ جس شخص کی نسبت سُننے کی صاحب کتاب سے معلوم ہوتی تھی۔ اُس پر اُن کو اطمینان اور نہایت وثوق ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ اُن واسطوں کا اتباع تصحیح حدیث اور تردید میں کرتے تھے۔ جیسے کہ صدوق کو اپنے شیخ ابن ولید کے ساتھ اتفاق ہوا۔ اور کبھی وہ اُن واسطوں پر وثوق نہ کرتے تھے۔ اگر کچھ بھی قدح اُن میں معلوم ہوتا۔ اور اُن کی صدق میں کچھ بھی مدخلیت قدح کو ہوتی۔ اسی لئے ایک جماعت محدثین سے منقول ہے کہ وہ روایت نہ کرتے تھے ایسے شخص سے جو ضعفا سے روایت اور مرسل پر اعتماد کرتا ہو۔ اگرچہ وہ فی نفسہ ثقہ ہو۔ جیسے کہ برقی کی نسبت اتفاق ہوا۔ بلکہ ایسے شخص سے بھی روایت میں احتراز کرتے تھے۔ جو قیاس پر عمل کرتا ہو۔ باوجودیکہ یہ معلوم ہے کہ عمل کو روایت میں کچھ دخل نہیں۔ جیسے اس کافی کی نسبت اتفاق ہوا۔ جہاں کہ اس کے ترجمے میں ذکر کیا ہے کہ وہ قیاس کو جائز سمجھتے تھے تو اس سبب سے ان کی روایات چھوڑ دی گئیں۔ اور ایسے شخصوں کی روایت میں توقف کرتے تھے جو پہلے مذہب حق پر تھے۔ اور پھر اُس سے عدول کر گئے اگرچہ ان کی روایات و کتب حالت استقامت کی ہوتیں۔ یہاں تک کہ اُن کی اجازت امام یا نائب امام دین جیسے امام عسکریؑ سے لوگوں نے کتب بنی فضال کا حال پوچھا اور یہ کہا کہ ہمارے گھر اُس کی کتابوں سے بھرے پڑے ہیں تو انہوں نے اُن کو اجازت دی اور شیخ ابوالقاسم بن روح سے کتب ابن عذافر کا حال دریافت کیا جن کو اُس نے قبل مذہب شیعہ سے مرتد ہونے کے تصنیف کیا تھا۔ شیخ نے اُن کو اُس پر عمل کرنے کی اجازت دی۔ غرض یہ ہے کہ اخیر زمانہ میں یعنی زمانہ امام رضا علیہ السلام سے جو کچھ اہتمام ہمارے علمار نے تنقیح اخبار میں کیا ہے۔ اُس کی امارات بے تعداد ہیں۔ اور تتبع کرنے والے کو ظاہر ہو سکتی ہیں۔ اور اس شدت اہتمام کا باعث یہ تھا کہ یہ روایت اساس دین اور قوام شریعت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی لئے امامؑ نے ایک جماعت رواۃ کی شان میں کہا ہے کہ اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو آثار نبوت مٹ جاتے۔ اور لوگ نہیں پسند کرتے ہیں۔ غیر معتبر روایتوں کا لکھنا اپنی مؤلفہ کتب تواریخ میں جن میں جھوٹ واقع ہونے سے نہ دینی ضرر ہے نہ دنیوی۔ پس وہ لوگ کیونکر پسند کریں گے ایسے امر کو اپنی اُن کتب میں جو مؤلف ہیں۔

واسطے رجوع خلائق کے امور دین میں باوجودیکہ امامؑ نے خبر دی ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ہرج کا آئے گا۔ کہ وہ سوائے کتابوں کے اور چیز سے مانوس نہ ہوں گے۔ اور کلینی نے اپنی کتاب کافی کے دیباچہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ میری کتاب بعد کو سب لوگوں کی مرجع ہوگی۔ محدثین نے اُن کو متنبہ کیا۔ اور محدثین کو ائمہؑ نے کہ کذاب لوگ اصحاب ائمہ کی کتب میں جھوٹی احادیث ملا دیں گے۔ جیسا کہ اکثر روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ جس میں سے ایک یہ ہے کہ یونس بن عبدالرحمٰن نے سیدنا ابوالحسن رضاؑ کے سامنے اصحاب باقر و امام صادقؑ کی کتابوں کو پیش کیا تو آپ نے اُن میں سے بہت سی احادیث کا انکار کیا اور کہا کہ یہ احادیث ابی عبداللہ کی نہیں ہیں۔ اور فرمایا کہ ابوالخطاب نے ابوعبد پر جھوٹ لگایا اور اسی طرح پر آج تک اصحاب ابوالخطاب اصحاب ابی عبداللہ کی کتابوں میں حدیثیں ملا دیتے ہیں۔ اور اُن روایات میں سے ایک یہ ہے کہ ہشام بن حکم سے مروی ہے کہ اُس سے سُنا کہ ابوعبداللہ کہتے تھے کہ مغیرہ بن سعد لعنہ اللہ جان بوجھ کر میرے باپ پر جھوٹ لگاتا ہے۔ اور ان کے اصحاب کی کتابیں لیتا ہے۔ اور اس کے اصحاب میرے باپ کے اصحاب کے ساتھ لگے رہتے تھے کہ میرے باپ کے اصحاب سے کتابیں لیتے اور مغیرہ لعنہ اللہ کو دے دیتے اور وہ اُس میں کفر اور زندقہ ملا دیتا اور اس کو ابوعبداللہ کی طرف منسوب کرتا اور ایک روایت فیضان بن مختار کی ہے۔ جو پہلے ذیل کلام شیخ میں گذر چکی۔ سوا اس کے اور بہت سی روایتیں ہیں۔ ہم نے جو کچھ ذکر کیا اُس سے ظاہر ہوگیا کہ اخبار کثیرہ کا حال جو مجملاً معلوم ہوا تو کذابین اور

لہ ومنها ما عن هشام بن الحكم انه سمع اباعبدالله يقول كان المغيرة بن سعد لعنه الله ويتعمد الكذب على ابي ويأخذ كتب اصحابه وكان اصحابه المستترون باصحاب ابي يأخذون الكتب من اصحاب ابي فيدفعونها الى المغيرة لعنه الله فكان يدس فيها الكفر والزندقة ويسندها الى ابي عبدالله الحديث ورواية الفيض بن المختار المتقدمة في ذيل كلام الشيخ الى غير ذلك من الروايات فظهر مما ذكرنا ان ما علم اجمالا من الاخبار الكثيرة من وجود الكذابين ووضع الاحاديث فيها فهو انما كان قبل زمان مقابلة الحديث وتدوين علم الحديث والرجال بين اصحاب الائمة مع ان العلم بوجود الاخبار المكذوبة انما ينافي دعوى القطع بصدور الكل التي ينسب الى بعض الاخباريين او دعوى الظن بصدور جميعها ولا ينافي ذلك ما نحن بصدده من دعوى العلم الاجمالي بصدور اكثرها او كثير منها بل هذه دعوى بديهية ۱۲ فرائد الاصول صفحہ ۹۵

Marfat.com

وضع احادیث سے خالی نہ تھا۔ اور یہ امر قبل زمانہ اصحاب ائمہ کے تدوین حدیث اور رجال کے تھا۔ اور جھوٹے اخبار کا ہونا معلوم ہونے سے کل احادیث کا قطعی الصدور یا ظنی الصدور ہونے کا جو دعوی ہے وہ باطل ہوتا ہے اور ہم جس کے درپے ہیں وہ نہیں باطل ہوتا یعنی اکثر یا کثیر احادیث کے صادر ہونے کا دعوی علم اجمالی ہے بلکہ یہ دعوی بدیہی ہے"

اختلاف اور جھوٹ اور وضع احادیث کے علاوہ تقیے کے عقیدے نے حضرات امامیہ کے یہاں کی حدیثوں کو ایسی مشتبہ حالت میں کر دیا ہے کہ بجز اعتقاد محض کے عقل کو اس میں دخل نہیں ہے۔ نہ کوئی عقلی اصول اس قسم کے حدیثوں کی تکذیب اور تصدیق کے لئے قرار دیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ شیخ مرتضیٰ موصوف اپنے رسائل میں جس کا عنوان ہے خاتمۃ فی التعادل والترجیح لکھتے ہیں کہ "ابن ابی جمہور نے عوالی اللالی میں علامہ سے روایت کی ہے کہ زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے امام باقرؑ سے پوچھا کہ فدایت شوم آپ کی طرف سے دو خبریں اور حدیثیں متعارض اور مختلف بیان کی جاتی ہیں ہم کس کو صحیح سمجھیں اور کس پر عمل کریں۔ امام نے فرمایا کہ اے زرارہ اس پر عمل کرو جو تمہارے اصحاب میں مشہور ہو اور شاذ و نادر کو چھوڑ دو۔ پھر میں نے پوچھا کہ یا سیدی اگر دونوں مشہور و ماثور ہوں تو آپ نے فرمایا کہ اُس حدیث کو مانو جو تمہارے نزدیک ان دونوں حدیثوں کے راویوں میں سے عادل اور ثقہ تر نے بیان کیا ہو۔ تب میں نے کہا کہ اگر دونوں راوی عدل و ثقاہت میں برابر ہوں تو ہم کیا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دیکھو کہ اُن میں سے کون سی حدیث سنیوں کے موافق ہے۔ جو موافق ہے اُسے چھوڑ دو

لہ الثانی ما رواہ ابن ابی الجمہور الاحسائی فی عوالی اللآلی عن العلامۃ مرفوعا الی زرارۃ قال سألت ابا جعفر فقلت جعلت فداک یاتی عنکم الخبران والحدیثان المتعارضان فبایہما اخذ فقال یا زرارہ خذ بما اشتہر بین اصحابک ودع الشاذ النادر فقلت یا سیدی انہما معا مشہوران ماثوران عنکم فقال خذ بما یقول اعدلہما عندک واوثقہما فی نفسک فقلت انہما معا عدلان مرضیان موثقان فقال انظر ما وافق منہما العامۃ فاترکہ وخذ بما خالفہم فان الحق فیما خالفہم قلت ربما کانا موافقین لہم او مخالفین فکیف اصنع قال اذن فخذ بما فیہ الحائطۃ واترک الآخر قلت فانہما معا موافقان للاحتیاط او مخالفان لہ فکیف اصنع فقال اذن فتخیر احدہما فتاخذ بہ ودع الآخر ۱۲ رسائل شیخ صفحہ ۴۲۹ - ۴۳۰۔

اور جو ان کے مخالف ہو اُس کو صحیح سمجھو کیونکہ حق ان کی مخالفت میں ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ
کہ اگر دونوں حدیثیں سنیوں کے موافق یا دونوں مخالف ان کے ہوں تو کیا کروں تو فرمایا کہ
جس میں احتیاط ہو اس پر عمل کرو۔ پھر میں نے پوچھا کہ اگر احتیاط میں دونوں برابر ہوں تو کیا
کروں۔ فرمایا کہ اس میں تجھ کو اختیار ہے جسے چاہے لے جسے چاہے چھوڑ دے۔"

اور صدوقؒ نے امام ابوالحسن رضاؑ سے ایک لمبی حدیث میں روایت کیا ہے کہ مختلف
حدیثوں کی نسبت امام نے فرمایا کہ ان کو خدا کی کتاب سے ملاؤ جو اس کے موافق ہو اس پر عمل
کرو۔ اور اگر خدا کی کتاب میں نہ پاؤ تو سنن رسول پر رجوع کرو۔ پس جو کچھ اس میں ممنوع ہو
اسے حرام سمجھو اور جو اس کے موافق ہو اس پر عمل کرو۔[1]

---

[1] الثالث ما رواه الصدوق باسناده عن ابي الحسن الرضاؑ في حديث طويل قال فيه فما ورد عليكم
من حديثين مختلفين فاعرضوهما على كتاب الله فما كان في كتاب الله موجودا حلالا او حراما فاتبعوا ما وافق
الكتاب وما لم يكن في الكتاب فاعرضوهما على سنن رسول اللهؐ فما كان في السنة موجودا منهيا عنه نهي حرام
او مامورا به عن رسول الله صلى الله عليه وسلم امر الزام فاتبعوا ما وافق نهي النبيؐ وامره وما كان في السنة
نهي اعافة او كراهة ثم كان الخبر خلافه فذلك رخصة فيما عافه رسول اللهؐ او كرهه ولم يحرمه فذلك الذي
يسع الاخذ بهما جميعا او بايهما شئت وسعك الاختيار من باب التسليم والاتباع والرد الى رسول الله وما لم تجدوه
في شيء من هذه الوجوه فردوا الينا علمه فنحن اولى بذلك ولا تقولوا فيه بآرائكم وعليكم بالكف والتثبت والوقوف
وانتم طالبون باحثون حتى ياتيكم البيان من عندنا۔ الرابع ما عن رسالة القطب الراوندي بسنده الصحيح عن
الصادقؑ اذا ورد عليكم حديثان مختلفان فاعرضوهما على كتاب الله فما وافق كتاب الله فخذوه وما خالف كتاب الله
فذروه وان لم تجدوهما في كتاب الله فاعرضوهما على اخبار العامة فما وافق اخبارهم فذروه وما خالف اخبارهم
فخذوه۔ الخامس بالسند ايضا عن الحسين السري قال قال ابو عبد اللهؑ اذا ورد عليكم حديثان مختلفان فخذوا
بما خالف القوم۔ السادس بالسند ايضا عن الحسن بن الجهم في حديث قلت له يعني العبد الصالحؑ يروى عن ابي عبد اللهؑ
شيء ويروى عنه خلاف ذلك فبايهما ناخذ قال خذ بما خالف القوم وما وافق القوم فاجتنبه۔ السابع بالسند
ايضا عن محمد بن عبد الله قال قلت للرضاؑ كيف نصنع بالخبرين المختلفين قال اذا ورد عليكم خبران مختلفان فانظروا
ما خالف منهما العامة فخذوه وانظروا ما يوافق اخبارهم فذروه ۱۲ رسائل شیخ مرتضیٰ صفحہ ۲۳۰۔

دراسی کتاب میں ابی عمرو کنانی سے ایک حدیث لکھی ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اے ابو عمرو اگر میں تجھ سے کہوں یا کوئی فتویٰ دوں اور پھر بعد اس کے تو میرے پاس آئے اور اسی بات کو پوچھے اور میں برخلاف اُس کے جو پہلے بیان کیا تھا۔ اور مخالف اُس کے جس کا فتویٰ پہلے دیا تھا۔ تجھ سے کہوں تو تو کس پر عمل کرے گا۔ اور کسے صحیح سمجھے گا۔ تو ابو عمرو نے کہا کہ آپ کی آخیر بات کو اور اخیر فتویٰ کو صحیح سمجھوں گا۔ امام نے فرمایا کہ ہاں یہی ٹھیک ہے اے ابو عمرو اللہ انکار کرتا ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ چھپ کر عبادت کیا جائے قسم ہے خدا کی اگر تم ایسا کرو تو یہی تمہارے اور میرے حق میں بہتر ہے۔ خدا انکار کرتا ہے ہمارے لئے اپنے دین میں الا تقیئے کو۔ انتہی۔

ان اقوال سے جو ہم نے حضرات امامیہ کی معتبر کتابوں اور مستند عالموں کے نقل کئے یہ بات بخوبی ثابت ہوئی ہے کہ ان کی حدیثیں مختلف اور متعارض ہیں اور لوگوں نے اماموں پر بہت تہمت کی ہے۔ اور اُن کے نام سے ہزاروں جھوٹی حدیثیں بیان کی ہیں۔ اور ہزار ہا غلط روایتیں کتابوں میں فریب سے لکھ دی ہیں۔ اور ان کے محقق عالموں اور مشہور محدثین نے صرف کتابوں میں لکھے ہوئے پر اعتبار نہیں کیا جب تک کہ اُس کو صاحب کتاب سے بواسطہ یا بلا واسطہ نہیں سُنا۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ باوجود اس قسم کے اختلاف اور تعارض کے اور باوجود

سلہ الثامن ما عن الاحتجاج بسندہ عن سماعۃ بن مہران قال قلت لابی عبد اللہؑ یرد علینا حدیثان واحد یامرنا بالاخذ بہ والآخر ینہانا قال لا تعمل بواحد منہما حتے تلقی صاحبک فتسئل قلت لابد ان نعمل بواحد منہما قال خذ بما خالف العامۃ التاسع ما عن الکافی بسندہ عن المعلی بن خنیس قال قلت لابی عبد اللہؑ اذا جاء حدیث عن اولکم وحدیث عن آخرکم بایہما ناخذ قال خذوا بہ حتی یبلغکم عن الحی فان بلغکم عن الحی فخذوا بقولہ قال ثم قال ابو عبد اللہؑ انا واللہ لا ندخلکم الا فیما یسعکم العاشر عنہ بسندہ الی الحسین بن المختار وعن بعض اصحابنا عن ابی عبد اللہؑ قال ارایتک لو حدثتک بحدیث العام ثم جئتنی من قابل فحدثتک بخلافہ بایہما کنت تاخذ قال کنت آخذ بالآخر فقال لے رحمک اللہ تعالی الحادی عشر ما بسندہ الصحیح ظاہرا عن ابی عمرو الکنانی عن ابی عبد اللہؑ قال یا ابا عمرو ارایت لو حدثتک بحدیث او افتیتک بفتیا ثم جئتنی بعد ذلک تسئلنی عنہ فاخبرتک بخلاف ما کنت اخبرتک او افتیتک بخلاف ذلک بایہما کنت تاخذ قلت باحدثہما وادع الآخر قال قد اصبت یا ابا عمرو ابی اللہ الا ان یعبد سرا اما واللہ لئن فعلتم ذلک انہ لخیر لی ولکم ابی اللہ لنا فی دینہ (باقی صفحہ ۱۴۱)

Marfat.com

موجود ہونے ہزار ہا وضعی حدیثوں کے اور باوجود باقی ہونے احتمال غلطی اور وضع کے موجودہ حدیثوں میں حضرات امامیہ نے اپنے یہاں کی حدیث کی مستند و معتبر کتابوں کو شریعت اور مذہب کی بنیاد قرار دیا ہے۔ اور اصول و فروع میں اُن سے استناد کیا ہے اور اختلاف اور تعارض رفع کرنے کے لئے درایت کے اصول قرار دیئے ہیں اور اُن اصول میں سب سے عمدہ سنیوں کی مخالفت اور تقیہ ہے۔ ایسی حالت میں میں نہیں سمجھتا کہ حضرات امامیہ کو کس طرح زیبا ہوگا کہ وہ سنیوں کی کتابوں پر اعتراض کریں اور اُن کو صرف اس خیال سے کہ جھوٹی حدیثیں لوگوں نے بنالی تھیں تمام حدیثوں کو غیر قابل اعتبار قرار دیں اور باوجود اُس تحقیق و تنقیح کے جو راویوں کے حالات کے متعلق ہمارے محدثین نے کی اُن کی مساعی جمیلہ سے قطع نظر کر کے اُن کی کتابوں کو عموماً مشتبہ اور غلط قرار دیں۔ اور صرف اس خیال سے کہ انہوں نے اپنے یہاں وضع احادیث کو تسلیم کیا۔ اور ایسی حدیثوں کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا اور اس کی غلطی اور وضع کو ظاہر کر دیا سنیوں پر یہ اعتراض کریں۔ کہ وہ اپنی کتابوں کو خود غیر قابل اعتبار بتاتے ہیں اور اپنے مذہب کی عمارت کو اپنے ہاتھوں سے منہدم کرتے ہیں ایسی حالت میں اور ایسے اعتراض پر بجز اس کے اور کچھ مجھ سے کہا نہیں جاتا کہ جو شخص شیشہ محل میں رہتا ہو اُسے چاہیے کہ سنگین عمارت میں رہنے والے پر پتھر نہ پھینکے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب دونوں فریق کی روایتوں کا حال قریب قریب برابر کے ہے اور دونوں کے یہاں صحیح اور غلط، قوی اور ضعیف حدیثیں موجود ہیں۔ اور دونوں کے یہاں تنقیح روایت اور تصحیح حدیث کے لئے درایت کے قواعد مقرر ہیں تو کوئی فریق ایک دوسرے پر اُن حدیثوں اور روایتوں کو اپنے دعوے کے ثابت کرنے میں پیش نہیں کرسکتا جس سے فریق مخالف کے اصول عقائد اور مسائل اجماعی میں خلل پیدا ہو۔ اور اس طرح پر عمل کرنے سے گویا باب الزامی دلائل کے پیش کرنے کا بند ہوتا ہے۔ سنی جو حدیثیں صحابہ کے فضائل میں شیعوں کی کتابوں سے پیش کرتے ہیں ان کا وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہیں یا خلاف اجماع اور خلاف اصول مسلمہ کے ہیں۔ اس لئے وہ ہم پر حجت نہیں ہوسکتیں اسی طرح

(بقیہ ۱۳۶ کا) الا التقیہ۔ رسائل شیخ مرتضے انصاری مطبوعہ ایران صفحہ ۴۳۰۔

Marfat.com

شیعہ مطاعن صحابہ میں جو روایتیں اور حدیثیں سنیوں کی پیش کرتے ہیں وہ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں یا غلط ہیں یا ضعیف یا مخالف اجماع امت اور اصول مسلمہ کے ہیں اس اعتراض کو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ بلاشبہ اس قسم کے الزامی دلیلیں کافی نہیں ہیں۔ اور اس سے کسی فریق کا دعوی بمقابل دوسرے فریق کے بلحاظ اس کے اصول کے ثابت نہیں ہوتا مگر ہمارا استدلال شیعوں کی روایتوں سے نہ اس لئے ہے کہ ہم اس کو حقیقتہ اپنے دعوے کے اثبات کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس قسم کا استدلال الزامی ہے کہ جس طرح وہ ہماری بعض ضعیف روایتوں سے استدلال کرتے ہیں۔ ہم اُن کی صحیح اور قوی حدیثوں سے اُسی کو باطل کرنا چاہتے ہیں اور یہ طریقہ بھی متاخرین کا ہے۔ اور انہوں نے شیعوں کے طرز پر اختیار کیا ہے ورنہ ہمارے متقدمین صرف قرآن مجید اور عقل سلیم سے اپنے عقائد اور دعاوی کو ثابت کرتے آئے ہیں۔ اور الزامی جواب سے احتراز کرتے رہے ہیں۔ اور ہم نے اپنی اس کتاب میں گو الزامی جواب دینے کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ مگر صرف اس لئے کہ حضرات امامیہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کے اعتراض خود ان کی روایتوں سے باطل نہیں ہوتے ورنہ ہم نے قرآن مجید اور عقلی دلائل کو صحابہ کے فضائل ثابت کرنے اور اُن پر جو الزام شیعوں نے لگائے ہیں اُن کے دور کرنے میں مقدم سمجھا ہے اور انہیں کو جا بجا بیان کیا ہے۔ اور ہم نہایت دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر الزامی جوابات کا طریقہ بند کر دیا جائے تو ایک لحظہ کے لئے حضرات امامیہ سنیوں کے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکتے اور قرآن مجید اور عقل سلیم سے وہ اپنے دعوے کو صحابہ کے مطاعن کے متعلق ثابت نہیں کر سکتے ؎

آشنا نے کو شاتے سے ملا دیکھ قدین ہمیں کچھ بلند ہوں گے
خوش بود گر محک تجربہ آید بمیان تا سیہ رو شود ہر کہ درو غش باشد

پانچواں مقدمہ

اگرچہ اسلام میں بہت سے فرقے پیدا ہو گئے۔ اور اصول و فروع میں باہم اُن کے اختلاف ہے۔ مگر عموماً یہ اختلاف رائے اور سمجھ کی غلطی اور فلسفہ کے اسلام میں داخل ہونے اور

Marfat.com

آیات قرآنی میں تاویل کرنے پر مبنی ہے۔ کسی نے اِن مختلف فرقوں میں سے صحابہ کرام یا اہل بیت علیہم السلام سے مخالفت نہیں کی اور نہ اُن کو مورد طعن ولعن بنایا۔ الا دو فرقوں نے ایک امامیہ دوسرے خوارج۔ ان کا اختلاف منجر صحابہ یا اہل بیت کی عداوت پر ہے۔ اور اُس کا اصلی سبب خلافت کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کو اصول دین میں داخل کرنے سے یہ دونوں فرقے جادۂ اعتدال سے متجاوز ہوگئے۔ ایک نے اہل بیت کا دامن پکڑا کہ صحابہ کرام کو اسلام کے دائرے سے خارج سمجھے۔ اور دوسرا فرقہ خوارج کا صحابہ کرام کی طرف اتنا جھکا کہ اہل بیت کو ملامت کا نشانہ بنایا۔ اوران پر لعن وطعن کرنے کو عین اسلام قرار دیا۔ اسی مسئلہ خلافت کی بنیاد پر حضرات امامیہ نے صحابہ کرام سے یہاں تک عداوت پیدا کی کہ اُن کو اسلام اور ایمان سے بھی بے بہرہ قرار دیا۔ اور آیات قرآنی اور اُن کے مساعی جمیلہ سے جو اسلام کے لئے کیں چشم پوشی کی۔ اور اُسی عقیدے نے اُن کو اُن روایتوں کے بنانے اور ماننے پر مجبور کیا جو صحابہ کے معائب اور مطاعن کے متعلق ہیں مگر ہم کو اسی کا افسوس نہیں ہے کہ اس عقیدۂ امامت نے ایک فرقے کو اسلام کے صحابہ کا مخالف بنا دیا بلکہ حیرت اور افسوس اس پر ہے کہ اس عقیدے نے انبیاء اور آئمہ کرام کی اولاد کو بھی طعن وملامت سے محفوظ نہ رکھا۔ اور حسد اور بغض اور انکار امامت نے انبیاء اور اکثر خاندان اہل بیت کو اُسی طرح پر قابل الزام اور مورد طعن بنایا جیسا کہ صحابہ کو بنایا تھا۔ فرق اتنا ہے کہ صحابہ کی عداوت کا اظہار اور اُن کی برائیوں کا اعلان صاف طور پر کیا جاتا ہے۔ اور انبیاء اور خاندان اہل بیت کی نسبت ضعیف تاویلیں کی جاتی ہیں۔ اور اُن کی عصمت اور بزرگی کا زبانی اقرار باقی ہے۔ ورنہ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس مسئلہ امامت نے نہ انبیاء کو چھوڑا نہ سوائے معدودے چند ائمہ کے باقی خاندان نبوّت کو طعن وملامت سے محفوظ رکھا کوئی ائمہ پر حسد کرنے کی وجہ سے مطعون بنایا گیا۔ کوئی انکار امامت کے سبب سے کافر ٹھہرا۔ کوئی دعوئ امامت کی وجہ سے کفر وفسق کے درجے پر پہونچا۔ غرضکہ ایک صحابہ کی مخالفت کا ہم کیا افسوس کریں۔ جس طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں۔ مسئلہ امامت کے تیروں کا سب کو نشانہ پاتے ہیں ؎

گھائل تری نظر کا بنوع دگر ہر ایک
زخمی کچھ ایک بندۂ درگاہ ہی نہیں

اوّل انبیاؑ کا حال سنئے کہ حضرات امامیہ کمال فخر سے کہا کرتے ہیں کہ جو عقیدہ انبیاء کی بزرگی اور فضیلت اور اُن کی پاکی اور عصمت کا ہم رکھتے ہیں۔ کوئی دوسرا فرقہ اہل اسلام کا اس میں ہمارا شریک نہیں ہے۔ اور یہ عزت خاص شیعان پاک کو نصیب ہے کہ حضرات انبیاؑ کے دامن عصمت کو ہر طرح کے گناہ صغیرہ و کبیرہ اور ہر قسم کے عیب و برائی سے پاک سمجھتے ہیں۔ کما قال الفاضل المحقق والبحر المدقق نے حسامنہ کہ "تمام[1] اہل اسلام اتفاق دارند بر اینکہ در باب عصمت انبیا انچہ امامیہ مبالغہ میدارند ہیچ یک از فرق اہل اسلام آن قدر ندارد و زیراکہ امامیہ منفرد اند باینکہ مے گویند انبیا انہ اوّل عمر تا آخر از گناہ صغیرہ و کبیرہ عمداً و سہواً منزہ می باشند بخلاف دیگراں" وقال بعض افاضلہم کہ "اہتمام شیعیان آل عبا در باب تنزیہ انبیا و اوصیا از اوّل عمر تا آخر عمر از جمیع گناہان صغیرہ و کبیرہ بحدی ست کہ ہیچ فرقہ را غیر ایشان حاصل نیست حتی اینکہ اجتہاد را ہم بر زمرۂ انبیا و اوصیا رجائز نمی دارند فضلا عن وقوع الخطاء فی الاجتہاد" مگر جب اُن کے مذہب کی کتابوں کو دیکھئے اور ائمہ کی احادیث سنئے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ عیب جس کو مشرک اور کافر بھی بدترین عیبوں سے جانتے ہیں بلکہ جس کو ملحد اور لامذہب بھی اخلاقی برائیوں بلکہ ذلیل ترین خصائل میں شمار کرتے ہیں۔ اُسے وہ انبیاءؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور باایں دعوی عصمت وطہارت اُن کو مرتکب کبائر سمجھتے ہیں۔ ونعوذ باللہ من ذلک۔ چنانچہ حضرت ابوالبشر

---

[1] تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ عصمت انبیاء کے بارے میں شیعہ جس قدر مبالغہ سے کام لیتے ہیں اتنا مبالغہ اسلام کا کوئی دوسرا فرقہ نہیں کرتا۔ اور صرف شیعوں کا مسلک یہ ہے کہ تمام انبیاء اوّل سے آخر تک ہر قسم کے گناہ صغیرہ و کبیرہ سے قصداً و سہواً ہر طرح پاک و صاف تھے اور دوسرے فرقے اس امر کے خلاف ہیں اور اُن کے بعض فاضل حضرات کا بیان ہے کہ شیعان اوّل عبا نے انبیاء و اوصیا کو ابتدائی عمر سے انتہائی عمر تک ہر قسم کے گناہ صغیرہ و کبیرہ سے اس حد تک منزہ و معصوم ثابت کرنے کا اہتمام کیا ہے کہ اتنا اہتمام کسی دوسرے فرقے نے نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اجتہاد کرنے کو وہ انبیاء و اوصیا کیلئے جائز نہیں سمجھتے کیونکہ اجتہاد میں غلطی ہونے کا امکان پایا جاتا ہے۔

Marfat.com

آدم علیہ السلام کی شان میں جو احادیث ائمہ کی طرف سے بیان کی ہیں وہ ذرا گوش دل سے سنئے۔

محمد بن بابویہ نے عیون اخبار الرضا میں علی بن موسیٰ رضاؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب خدا نے آدمؑ کو مسجود ملائکہ ہونے اور جنت میں داخل ہونے کی بزرگی دی تو انہوں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں بزرگ ترین مخلوقات ہوں۔ پس اللہ جل شانہ نے ندا کی کہ اے آدم اپنے سر کو اُٹھا۔ اور دیکھ میرے عرش کے پائے کو، پس آدم نے اپنا سر اُٹھایا تو کیا دیکھا کہ لکھا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ امیر المؤمنین و زوجتہ فاطمۃ سیدۃ نساء العلمین والحسن والحسین سید الشباب اہل الجنۃ تب حضرت آدم نے کہا کہ الٰہی یہ کون ہیں۔ خدا نے جواب دیا کہ یہ تیری ذریت ہیں۔ اور تجھ سے بہتر ہیں۔ اور تمام میری خلق سے افضل تر ہیں۔ اور یہ نہ ہوتے تو میں نہ تجھے پیدا کرتا اور نہ جنت اور نہ دوزخ اور نہ آسمان و زمین کو۔ لیکن خبردار رہنا اے آدم ان کو حسد کی آنکھ سے نہ دیکھنا اگر ایسا کیا تو میں تجھے اپنے جوار سے نکال دوں گا۔ پس دیکھا آدم نے اُن کو بنظر حسد پس مسلط ہوا ان پر شیطان یہاں تک کہ کھایا انہوں نے اُس درخت سے کہ منع کیا تھا خدا نے اُس سے۔

یہ کوئی خیال نہ کرے کہ یہی ایک حدیث حضرت ابوالبشر جد امجد کی شان میں امام بن موسیٰ رضاؑ سے نقل فرمائی ہے بلکہ وہ حدیث بھی سنئے جس میں دادا کے گناہ میں دادی کو بھی شریک کیا ہے۔

معانی الاخبار میں بسند مفضل بن عمر حضرت جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "جب آدم و حوا نے ساق عرش پر نام آنحضرتؐ اور علیؑ اور فاطمہ اور حسنین کا نور سے لکھا ہوا دیکھا تو کہا کہ اے پروردگار ہمارے کیا بزرگ ہے مرتبہ اُن کا اور کیسے محبوب ہیں یہ لوگ تیرے۔ تب خدا نے فرمایا کہ اگر یہ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا یہ لوگ میرے علم کا خزانہ اور میرے اسرار کے امانتدار ہیں۔ اے آدم و حوا ڈرتے رہنا کہ ان کو بنظر حسد نہ دیکھنا اور ان کے مرتبے اور ان کی منزلت کی تمنا نہ کرنا ورنہ میری نافرمانی اور عصیان میں داخل ہو گے اور تب تم دونوں ظالموں میں ہو جاؤ گے پس شیطان نے ان دونوں کو وسوسہ دیا۔ اور فریب میں لایا کہ آخر انہوں نے بنظر حسد اُن پنجتن کیطرف دیکھا۔ اس لئے آدم و حوا دونوں معزول و ذلیل ہو گئے"۔

Marfat.com

جناب اجتہاد مآب مولوی دلدار علی صاحب حسام میں بجواب مولانا وسیدنا شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہ کے اس حدیث کی نسبت دو جواب دیتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ حدیث احادیث صحاح سے نہیں ہے کہ اس پر اعتقاد کرنا اور اس کی تصحیح کرنا ضروریات دین سے ہو۔ دوسرے یہ کہ حسد دو قسم پر ہے ایک بمعنی غبطہ اور دوسرے بمعنی استدعاء زوال نعمت، اول مباح ہے اور دوسرا مذموم۔ پس کیوں حسد آدم کا اوّل قسم پر محمول نہ کیا جائے۔ اور حسد کی اس تقسیم پر ہی حضرت قبلہ وکعبہ نے کفایت نہیں فرمائی بلکہ بخاری کی ایک حدیث کو نقل کرکے سنیوں کا منہ بھی بند کرنا چاہا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: "اما[1] حدیث حسد حضرت آدم کہ در کتب امامیہ مروی گشتہ واسباب تشنیع ناصب عداوت عطرت طاہرہ بر شیعیان اہل بیت گردیدہ پس از جملہ احادیث صحاح نیست تا اعتقاد کردن بآن وتصحیح نمودن آن از جملہ ضروریات نزد امامیہ باشد وایضاً گویا گوش[2] این ناصب عداوت عترت نارسیدہ کہ حسد بر دو قسم ست یکی بمعنی غبطہ ست ودوم حسد بمعنی استدعا زوال نعمت۔ اوّل مباح ست ودوم مذموم ومی دانم کہ اگر بمجرد ادعائے این تقسیم اکتفا نمایم ناصب عترت طاہرہ تکذیب خواہد نمود لہذا بذکر یک حدیث صحاح ایشان کہ دلالت صریح دارد برانچہ ادعا نمودہ ام مے پردازم ودہن او را باین تقریب می دوزم کہ گفتہ اند دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ، وبساغ بعد ذلک ان یقال فی حقہ فبہت الذی کفر کانہ التقم الحجر وآن این ست کہ بخاری روایت نمودہ از ابوہریرہ ان رسول اللہ صلعم قال لاحسد الا فی الاثنین رجل اٰتاہ اللہ القراٰن فہو یتلوہ اٰناء اللیل والنہار فسمعہ جارلہ فقال لیتنی اوتیت مثل ما اوتی فلان فعملت مثل ما یعمل ورجل اٰتاہ اللہ مالا فہو ینفقہ فی حقہ

---

[1] آدم کا حسد کرنا شیعہ کتابوں میں درج ہے۔ اور سنیوں نے اسی حدیث کو آدم سے شیعوں کا عداوت رکھنا سبب بتایا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث احادیث صحاح کی نہیں ہے کہ اس پر لازماً عقیدہ رکھا جائے۔ اور اس کی صحت کو ضروریات دین گرداننا شیعوں کے لیئے لازمی نہیں ہے۔

[2] اور شیعوں کے دشمن سنیوں کے کان میں یہ بھنک تک نہیں پڑی کہ حسد کی دو قسمیں ہیں ایک غبطہ در شک ہے اور دوسرا حسد جس کے معنی ہیں زوال نعمت کی استدعا کرنا پہلا یعنی رشک کرنا مباح ہے۔ اور دوسرا یعنی (باقی صفحہ ۱۴۳ پر)

Marfat.com

فقال رجل لیتنی اوتیت مثل ما اوتی فلان فعملت مثل ما یعمل وبتفاوت یسیر قریب باین مضمون حدیث دیگر ست کہ آن را بخاری ومسلم وترمذی روایت کردہ اند پس چرا جائز نباشد کہ حسد حضرت آدم ازین قبیل بودہ باشد وچگونہ چنیں نباشد وحال این کہ مفضل بن عمر کہ ناصبی آن را مذکور ساختہ متضمن کلمہ وحملھا علی تمنی منزلتھم بہت در قوت تفسیر معنی حسد ست لیکن چون غبطہ ہر چند مباح ست اما بنظر بہ علو منزلت و شرف مرتبت جناب عترت سید المرسلین غبطہ ایشان از قبیل ترک اولی ست لہذا حق سبحانہ وتعالی علی حسب جری العادۃ الالٰہیہ حضرت آدم را معاتب ساختہ، والیضا حسد بمجرد این کہ بمقتضائے بشریت عارض شود وما دامیکہ بمقتضائے آن کار کند آدمی گنہگار بران نمی شود۔ چنانچہ درین معنی احادیث از ائمہ عترت ماثور گشتہ والیضا معلوم ست کہ حضرت آدم متمسک گردیدہ بکلماتیکہ تفسیر آن بنا بر احادیث بسیار باسماء آل عبا شدہ پس باین قرینہ بدین حسد بمعنی غبطہ کہ از قبیل ترک اولی بودہ ۔"

مگر حضرت قبلہ کی اس تقریر سے وہ داغ جو ان کے بزرگوں نے حضرت ابو البشر پر لگایا

(بقیہ ص) کا حسد کرنا مذموم و قبیح ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ اگر اسی تقسیم پر اکتفا کر دوں تو سنیوں کی تکذیب ہو جاتی ہے۔ اس کے ماسوا ان کی صحاح میں کی ایک حدیث لکھنا چاہتا ہوں۔ تا کہ سنیوں کے منہ بند کر دوں جیسا کہ مقولہ ہے "کتے کا منہ ایک نوالے سے بند کرنا اچھا ہے" اور یہ حدیث بخاری میں ابو ہریرہ کی زبانی درج ہے۔ اور اسی حدیث کے مضمون کے موافق دوسری احادیث بھی بخاری و مسلم و ترمذی میں موجود ہیں۔ اس لئے کس طرح ممکن ہے کہ حضرت آدم کا حسد اس قسم کا نہ ہو بلکہ دلیسا ہو۔ اور پھر حالت یہ کہ مفضل بن عمر سنی نے اسی واقعہ کو آدمؑ کی منزلت کی تمنا کے برابر قرار دیا ہے اور تفسیر اس کی "حسد" ہے۔ اگرچہ رشک کرنا مباح ہے۔ اور رسول اللہ کی عترت کا مرتبہ بلند ہے اس لئے ان پر رشک کرنا ادنیٰ ہے۔ اور اسی لئے اللہ نے آدم کو معتوب کیا۔ اور چونکہ حسد کرنا انسان کی عادت ہے۔ اور جب تک اس کے موافق کام کر کے گناہ گار نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اس بارے میں ائمہ کی احادیث موجود ہیں۔ اور یہ امر بھی معلوم ہے کہ حضرت آدم نے جو کلمات کہے۔ اس کی تفسیر اسماء آل عبا کی احادیث میں بکثرت موجود ہے۔ اس لحاظ سے بھی رشک کی بہ نسبت آدم کا حسد کرنا بدرجۂ ادنیٰ ثابت ہے۔

Marfat.com

دور نہیں ہوا اس لئے کہ اگر اس حدیث کے احادیث صحاح میں نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ صحاح اربعہ یعنی کلینی و تہذیب و استبصار و من لا یحضرہ الفقیہ میں نہیں ہے تو اس سے عدم صحت لازم نہیں آتی۔ صدہا حدیثیں ہیں جو سوا ان چار کتابوں کے دوسری کتابوں میں منقول ہیں اور جن کو حضرات امامیہ صحیح سمجھتے ہیں۔ اور اگر مراد یہ ہے کہ راوی اس کا ضعیف ہے یا سلسلہ روایت میں کوئی نقص ہے تو اس کا بیان فرمانا تھا۔ مگر حضرت بیان فرماتے تو کیا فرماتے اس لئے کہ یہ حدیث عیون اور معانی الاخبار سی معتمد کتابوں میں ہے جس کے مؤلف کی سچائی اور صداقت اُس کے لقب سے ظاہر ہے. فانہ صدوق اور وہ خود صحاح اربعہ میں سے ایک کتاب کا مصنف ہے۔ اور پھر اس حدیث کو بسند صحیح ائمہ معصومین سے روایت کیا ہے۔ ایسی حدیث کی صحت کا انکار کرنا جو متصل بہ امام معصوم ہو اور کوئی راویوں میں سے اُس کے مجروح اور مقدوح نہ ہو غالباً قابل تسلیم نہ ہوگا۔ اور خود قبلہ و کعبہ نے اسی کتاب حسام اور دیگر کتابوں میں بہت سی حدیثیں عیون اور معانی الاخبار سے نقل کیں اور اُن کو اپنے دعوے کی تائید میں پیش کیا ہے۔ ایسی حالت میں بغیر کسی اور قسم کے ثبوت کے یہ کہکر کہ این حدیث از جملہ احادیث صحاح نیست پیچھا چھڑانا اگر جائز ہو تو پھر سنیوں کی کسی خبر کو جو متعلق مطاعن صحابہ کے ہو باوجود ثبوت راویوں کے ضعف کے پیش کرنا درست نہ ہوگا۔ مگر صاحب استقصار الافحام نے اس حدیث کی صحت کو قبول کیا۔ اور قبلہ و کعبہ کے کلام کی توجیہ ان لفظوں سے فرمائی کہ "غرض[1] آں جناب از انکار معدود بودن این حدیث در احادیث صحاح آنست کہ این حدیث از جملہ احادیث قطعیۃ الصدور نیست الی قولہ کہ مراد آں جناب یعنی صحت بمعنی قطعیۃ الصدور ست زیراکہ ازاں مفہوم می شود کہ اگر این حدیث از جملہ احادیث صحیحہ می بود اعتقاد کردن بآن از جملہ ضروریات می بود و بر ظاہر ست کہ این لازم نمی آید مگر بعد صحت

---

[1] مولوی صاحب کا اس حدیث سے انکار بدیں الفاظ کہ یہ حدیث صحاح کی نہیں ہے ان کے اس مقصد کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ حدیث قطعی صدور احادیث میں سے نہیں ہے اور صحت و صحیح ہونے کے یہی ہیں۔ کہ اس کا صدور قطعی نہیں ہے۔ وگرنہ اس کا صحیح حدیث ماننا جملہ ضروریات کے منجملہ ہوتا۔ اور یہ اس وقت لازم آتا ہے جب کہ کوئی حدیث صدور قطعی یعنی قطعی حدیث کا حکم رکھتی ہو۔

Marfat.com

بمعنی قطعیۃ الصدور" مگر مولوی حامد حسین صاحب اس توجیہ سے قبلہ وکعبہ کے جواب کو صحیح ثابت نہ کر سکے۔ بلکہ ہمارے دعوے کے معین اور موید ہو گئے۔ اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ "اگر این حدیث از جملہ احادیث صحیحہ مے بود اعتقاد کردن بآن از جملہ ضروریات مے بود پر ظاہر ست کہ این لازم نمی آید مگر بعد صحت بمعنی قطعیۃ الصدور" ہم اس جواب کو تسلیم کرتے ہیں۔ بشرطیکہ ایسے قاعدے کو وہ ہمارے یہاں کی حدیثوں کی نسبت بھی مرعی رکھیں۔ نہ یہ کہ ہمارے یہاں کی ضعیف بلکہ موضوع حدیثوں سے استدلال کریں۔ اور انہیں ہمارے مقابلے میں پیش فرما دیں اور اپنے یہاں کی صحیح حدیثوں کو بھی قطعیۃ الصدور یعنی یقینی نہ ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہ سمجھیں۔

مگر ہم اس حدیث کو اور روایتوں سے جس کی صحت اور اعتماد میں کچھ اعتراض نہیں کیا گیا، ثابت کرتے ہیں۔ تفسیر امام حسن عسکری میں بذیل آیہ یَاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ وَکُلَا مِنْہَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ کے لکھا ہے۔ کہ "مراد درخت سے علم محمدؐ و آل محمدؐ تھا کہ حق تعالیٰ نے انہیں کے ساتھ مخصوص کیا تھا۔ اسی کو آدم نے کھایا اور بہشت سے نکالے گئے"۔ اس مضمون کو ملا کر مجلسی کی زبان سے سنئے جس کو وہ حیات القلوب میں فرماتے ہیں "در تفسیر امام حسن عسکری[1] مذکور ست کہ چون حق تعالیٰ ابلیس را لعنت کرد باباکردن او و گرامی داشت ملائکہ را بہ سجدہ کردن ایشان آدمؑ را امر کرد کہ آدم و حوا را بہ بہشت برند و فرمود کہ یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ یعنی اے آدم ساکن شو تو و جفت تو در بہشت وکلا رغدا حیث شئتما و بخورید از بہشت کشادہ وگوارا بہر جا کہ خواہید بے تعبی ولا تقربا ھذہ الشجرۃ و نزدیک مشوید این درخت را کہ

[1] تفسیر امام حسن عسکری میں ہے کہ انکار کرنے کی وجہ سے شیطان پر اللہ نے لعنت کی اور آدمؑ کو چونکہ فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اس لئے انہیں معزز بنایا۔ اور آدم و حوا کو جنت دیتے ہوئے کہا کہ اے آدمؑ تم اپنی بیوی کے ساتھ جنت میں رہو۔ اور اس وسیع جنت میں بغیر کسی تکلیف کے جو چاہو کھاؤ۔ اور اس درخت کے قریب نہ جانا جو علم محمدؐ و آل محمدؐ کا درخت ہے۔ اور اللہ نے اس درخت کے قریب جانے سے منع کیا کیونکہ وہ محمدؐ اور آل محمدؐ کے لئے مخصوص ہے۔ اور ان آدم و حوا کے سوائے کسی اور نے اسے نہیں کھایا۔ اللہ تعالیٰ نے دیاتی تفسیر

درخت علم محمدؐ و آلِ محمدؐ ست کہ حق تعالیٰ ایشان را منع کرد از آنکہ نزدیک آن درخت شوندکہ مخصوص محمدؐ و آلِ محمدؐ ست وکسی بامر خدا نمی خورد ازان درخت مگر ایشان الیٰ قولہ وحق تعالیٰ فرمود کہ نزدیک این درخت مروید کہ خواہید طلب کنید درجہ محمدؐ و آلِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم وفضیلت ایشان زیراکہ خدا ایشان را مخصوص گردانیدہ است باین درجہ از سائر خلق واین درختیست کہ ہر کہ ازین درخت بخورد باذن خدائے تعالیٰ الہام کردہ می شود سم اولین وآخرین رابے آنکہ از کسی بیاموز دو ہر کہ بے رخصت خدا بخورد از مراد خود ناامید مے شود نافرمانی پروردگار کردہ است فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِينَ پس خواہد شد یداو ستمگاران بنافرمانی شما د طلب کردن شما درجہ راکہ اختیار کردہ است خدا بآن درجہ غیر شمارا ہرگاہ قصد کنید آن درخت رابغیر حکم خدا الیٰ قولہ پس باین سبب فریب خورد آدم وغلط کرد وازان درخت خورد پس رسید بایشان آنچہ خداوند در قرآن ذکر کردہ است فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۱؎ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ درخت جس کے کھانے سے آدم وحوا منع کئے گئے تھے۔ وہ درخت علم محمدؐ وآلِ محمدؐ کا تھا جس کے کھانے سے علم اوّلین و آخرین بغیر سکھائے آجاتا ہے اور اسی درخت کے کھانے سے آدم وحوا جنت سے نکالے گئے مگر حدیث سے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ شیطان کے بہکانے سے آدم وحوا نے اسے کھایا اور اس کے سبب سے وہ مصیبت میں گرفتار ہوئے مگر دوسری حدیث سے جس کو لسند معتبر حضرت امام

(بقیہ ص۱۴۵ کا) فرمایا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا یعنی آلِ محمدؐ کے درجہ وفضیلت کی طلب نہ کرنا کیونکہ بہ نسبت دیگر مخلوق کے یہ اُن کے لئے مخصوص ہے۔ اور اس درخت کی حالت یہ ہے کہ جو کوئی اس درخت میں سے کھائے تو اسے اللہ کے اذن واجازت سے اوّلین وآخرین کا علم ہو جاتا ہے اور وہ کسی کے سکھائے بغیر سب کچھ خود سیکھ لیتا ہے اور جو شخص اللہ کی اجازت کے بغیر اس میں سے کھائے وہ نامراد و ناامید ہو جاتا ہے اور اسی نافرمانی احکام الٰہی کی وجہ سے اللہ نے کہا کہ اپنی نافرمانی اور اسی سبب سے کہ تم نے اس درجے کے حصول کا ارادہ کیا جو تمہارے مرتبے سے بلند ہے اور جب کہ آدمؑ وحوا نے اللہ کے حکم کے بغیر اس درخت کا ارادہ کیا تو فریب خوردہ آدمؑ نے غلطی کی اور اس درخت میں سے کھا لیا۔ اور اللہ نے انہیں جنت سے نکال دیا جیسا کہ قرآن کریم میں درج ہے۔

Marfat.com

علی نقیؑ سے نقل کیا ہے ثابت ہوتا ہے کہ وہ درخت حسد تھا کہ جس کے کھانے سے خدائے تعالےٰ نے منع کیا تھا۔ مگر انہوں نے عمداً اُسے کھایا یعنی ائمہ پر حسد کیا۔ کما یقول المجلسی فی حیات القلوب کہ "بسند[1] معتبر از حضرت امام علی نقیؑ منقول ست کہ درختیکہ آدم و زوجہ اش را الٰہی کرد از خوردن ازان درخت حسد بود و حق تعالےٰ عہد کرد بسوئے آدم و حواؑ کہ نظر نہ کنند بسوئے کہ حق تعالےٰ اُنہا را بر ایشان و بر جمیع خلائق فضیلت دادہ است بدیدہ حسد و نیافت حق تعالیٰ از و دریں باب عزم و اہتمامی"۔ اس حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوا کہ حضرت آدم نے شیطان کے بہکانے سے حسد کے درخت کو کھایا یعنی ائمہ کو حسد کی نظر سے دیکھا اور حکم الٰہی کو نہ مانا بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم و حواؑ نے کچھ حکم ماننے کا ارادہ اور اہتمام بھی نہ کیا۔ یعنی خدا کے حکم کی کچھ پروا نہ کی جیساکہ ان لفظوں سے ثابت ہوتا ہے کہ "[2] نیافت حق تعالیٰ از و دریں باب عزم و اہتمامی"۔ شاید کسی کے خیال میں یہ آوے کہ حضرت آدم خدا کے حکم کو بھول گئے۔ اور نسیان کی حالت میں خلاف حکم الٰہی کر بیٹھے جیساکہ بعض مفسرین امامیہ نے لکھا ہے کہ نسیان کی حالت میں حضرت آدمؑ مرتکب اس فعل کے ہوئے۔ اس لئے کہ بسند معتبر جو حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم خدا کے حکم کو نہ بھولے تھے اور باوجود حکم خدا کے وہ مرتکب منہی عنہ کے ہوئے کما یقول المجلسی فی حیات القلوب "بسند[3] معتبر مروی است کہ از امام محمد باقر پرسیدند از تفسیر قولِ خدا فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا کہ جمعے تفسیر کردہ اند کہ حضرت

---

[1] معتبر اسناد کے ذریعہ امام علی نقیؑ کی زبانی بیان کیا گیا ہے کہ آدم و حواؑ کو جس درخت کے کھانے سے منع کیا گیا۔ وہ حسد کا درخت تھا۔ اور اللہ نے آدم و حواؑ سے کہہ دیا دیا تھا کہ اس کی جانب نگاہ تک نہ کریں کیونکہ آل محمدؐ کو تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے کہ کوئی ان پر حسد نہ کرے۔ اور اللہ نے آدم و حواؑ میں تعمیل حکم کا عزم و اہتمام بھی نہیں دیکھا۔

[2] اللہ نے آدم میں حکم الٰہی کی تعمیل کا اہتمام وارادہ بھی نہ پایا۔

[3] معتبر روایت ہے کہ امام محمدؐ باقر سے لوگوں نے فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا کی بابت دریافت کیا کہ لوگ اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی ممانعت کو آدم فراموش کر گئے۔ اس کے جواب میں امام باقر نے کہا کہ انہوں نے فراموش نہیں کیا اور وہ کیسے بھول سکتے تھے حالانکہ وسوسہ ڈالتے وقت شیطان نے اللہ کی ممانعت انہیں یاد دلائی اور کہا کہ (باقی صفحہ ۱۴۸ پر)

Marfat.com

آدم فراموش کرد نہی خدا حضرت فرمود کہ فراموش نکرد وچگونہ فراموش کردہ بود وحال آنکہ در وقت وسوسہ کردن شیطان نہی خدا را بیاد ایشان آورد ومی گفت کہ خدا شمارا برائے ایں نہی کردہ است کہ ملک نباشید ودر بہشت ہمیشہ نباشید پس نسیان در ینجا بمعنے ترک ست یعنی ترک کرد امر خدا را۔" اس سے ثابت ہوا کہ دیدہ ودانستہ آدم نے خدا کے حکم کو نہ مانا اور باوجودیکہ شیطان نے خدا کے حکم کی یاد بھی دلائی مگر انہوں نے خیال نہ کیا اور کیونکر خیال کرتے اس لئے کہ ائمہ کا مرتبہ دیکھ کر عیاذاً باللہ وہ جوش حسد کا ہوا تھا کہ وہ دین ودنیا سب بھول گئے تھے اور ان کے درجے اور مرتبے کی تمنا اور خواہش نے ان کو نعوذ باللہ ایسا بے اختیار اور بے قابو کر دیا تھا کہ وہ کچھ اس کا عزم اور اس کا اہتمام بھی کرنا نہ چاہتے تھے۔ چنانچہ حضرت جعفر صادقؑ کی ایک حدیث سے اس کا حال سنئے کہ جب جاہ وتمنائے درجہ آل محمدؐ نے ان کو حسد کرنے پہ مجبور کیا۔ ملا باقر مجلسی حیات القلوب میں بسند معتبر حضرت امام جعفر صادقؑ کی ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے پنجتن پاک اور باقی ائمہ کی روحوں کو سب سے زیادہ بلند درجہ دیا اور ان کو تمام زمین وآسمان پر عرض کیا اور کہا کہ یہ میرے دوست اور ولی اور خلق پر حجت ہیں جو کوئی ان کے درجے کا دعوی کرے اس پر ایسا عذاب کروں گا۔ کہ جو اور کسی خلق پر نہ کیا ہو اور مشرکین کے ساتھ اس کو جہنم میں ڈالوں گا۔ اور جو ان کی ولایت اور امامت کا اقرار کرے۔ اس کو اپنی بہشت میں جگہ دوں گا۔ پس ان کی ولایت ایک امانت ہے خلق پر، پس تم سے کون اس کو لیتا ہے۔ تمام آسمان اور زمین اور پہاڑوں نے اس سے انکار کیا اور اپنے پروردگار کی عظمت سے ڈرے جب خدا نے آدم وحوا کو بہشت میں جگہ دی اور انہوں نے پنجتن پاک اور دیگر ائمہ کے درجے کو دیکھا تو پوچھا کہ خدایا یہ درجہ کس کے لئے ہے۔ خدا نے فرمایا کہ ساق عرش پر نظر کر، جب آدم وحوا نے عرش کی طرف دیکھا تو محمدؐ وعلیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ وائمہ کے نام دیکھے تو بہت تعجب سے کہا کہ خدایا یہ تیرے بہت ہی محبوب ہیں اور تیرے نزدیک بڑے ہی

(بقیہ صفحہ ۱۴۷) اللہ نے آپ کو اس درخت کے قریب جانے سے اس لئے منع کیا ہے تاکہ آپ کہیں فرشتہ نہ بن جائیں اور ہمیشہ ہمیشہ جنت میں نہ رہیں۔ اسلئے نسیان کے معنی اس مقام میں چھوڑ دینے کے ہیں یعنی آدم نے احکام الٰہی کو چھوڑ دیا۔

Marfat.com

بزرگ اور شریف ہیں۔ خدا نے فرمایا کہ حسد کی آنکھ سے ان کو نہ دیکھنا۔ اور اُن کے اس درجے کی جو میرے نزدیک ہے آرزو نہ کرنا۔ اور جو مرتبہ بزرگی اور کرامت کا میں نے انہیں دیا ہے اس کا متمنی نہ ہونا اگر ایسا کیا تو میری نافرمانی کروگے اور ستمگار اور ظالموں میں داخل ہوگے۔ آدم وحوا نے پوچھا الہٰی کون ہیں ستمگار اور ظالم۔ فرمایا کہ وہ جو اُن کی منزلت کا ناحق دعویٰ کریں۔ تب آدم وحوا نے کہا کہ پروردگار ان ظالموں کو جو جگہ تو نے جہنم میں دی ہے۔ وہ بھی ہمیں دکھا حق تعالےٰ نے دوزخ کو حکم کیا اور جو کچھ انواع واقسام کے عذاب اور مصیبت ظالموں کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔ وہ سب اُن پر دوزخ نے ظاہر کئے کہ پائیں ترین درجات جہنم میں اُن کی جگہ ہے اور وہ چاہتے ہیں۔ کہ جہنم سے نکلیں مگر پھر جہنم اُن کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اور ہر چند اُن کے پوست پختہ و سوختہ ہو جاتے ہیں پھر دوسرے پوست بدل دیئے جاتے ہیں تاکہ عذاب سے نجات نہ ملے یہ سب دکھا کر اور یہ سب کچھ فرما کر خدا نے کہا کہ اے آدمؑ وحوا میرے ان نوروں اور حجتوں کو یعنی پنجتن پاک اور اماموں کو حسد کی نظر سے نہ دیکھنا ورنہ اپنے جوار سے نکال دوں گا۔ اور تم کو خوار کردوں گا۔ پس وسوسہ دلایا ان کو شیطان نے اور ان کی منزلت کی آرزو کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ آدم وحوا نے اُن کو حسد کی آنکھ سے اور اس سبب سے خدا نے اُن کو اُن پر چھوڑ دیا اور اپنی توفیق اور یاری اُن سے اٹھالی۔

یہی مختصر مضمون اُس حدیث طویل کا ہے جسے ہم حاشیہ[1] پر نقل کرتے ہیں۔ کہاں ہے چشم بینا

---

[1] وبسند معتبر دیگر از آنحضرت منقول ست کہ حق تعالیٰ خلق کرد روحہا پیش از بدنہا بدو ہزار سال پس گردانید بلند تر و شریف تر از ہمہ روحہا روح محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ وامامان بعد از ایشان صلوات اللہ علیہم اجمعین را پس عرض نمود ارواح ایشان را بر آسمانہا و زمین و کوہہا پس نور ایشان ہمہ را فرو گرفت پس حق تعالیٰ فرمود بآسمانہا و زمین و کوہہا کہ اینہا دوستان و اولیاء و حجتہای من اند بر خلق من و پیشوایان خلائق من اند نیافریدم مخلوقی را کہ دوست تر دارم از ایشان از برائے ایشان و ہر کہ ایشان را دوست دارد آفریدہ ام بہشت خود را برائے او و ہر کہ مخالفت و دشمنی کند با ایشان آفریدہ ام آتش جہنم را برای او پس ہر کہ دعوی کند منزلتی را کہ ایشان نزد من دارند و محلی کہ ایشان از عظمت (باقی صفحہ ۱۵۰ پر)

Marfat.com

کہ اس حدیث کو دیکھے اور کہاں ہے گوش شنوا جو اس روایت کو سُنے۔ کہاں ہے دل بینا کہ اُس کے مضمون پر غور کرے کہ باوجودیکہ حق تعالیٰ نے آدم و حوّا کو پنجتن پاک اور ائمہ اطہار کی منزلت اور درجے کی خواہش کرنے کے بُرے نتیجوں سے آگاہ کیا اور باوجودیکہ اس مرتبے کے چاہنے والوں اور اُس عزت کی آرزو کرنے والوں کیلئے جو عذاب مقرر فرمائے ہیں وہ سب ان کو دکھلائے اور کوئی دقیقہ اور کوئی درجہ نصیحت کا باقی نہ رکھا مگر آدم و حوّا نے کچھ نہ سُنا اور حسد کرنے سے باز نہ آئے۔ اور باوجود ایسی روایت کے جس

(بقیہ صفحہ ۱۴۹ کا) من دارند عذاب کنم او را عذابے کہ عذاب نکردہ باشم بآن احدی از عالمیان را و او را با آنہا کہ شرک بمن آوردہ اند در پائین ترین درکہای جہنم جا دہم و ہر کہ اقرار بولایت و امامت ایشان بکند و ادعا نکند منزلت ایشان را نزد من و مکان ایشان را از عظمت من جا دہم او را با ایشان در باغہای بہشت خود و از برای ایشان باشد در بہشت آنچہ خواہند نزد من و مباح گردانم از برای ایشان کرامت خود را و در جوار خود ایشان را جا دہم و شفیع گردانم ایشان را در گناہگاران از بندگان و کنیزان من پس ولایت ایشان امانتیست نزد خلق من پس کدام یک از شما برمی دارد این امانت را سنگینیہاے آن و دعوی میکند آن مرتبہ را کہ از دست و از برگزیدہ ہای خلق من نیست پس ابا کردند آسمانہا و زمینہا و کوہہا از اینکہ این امانت را بردارند و نرسیدند از عظمت پروردگار خود کہ چنین منزلتے را بنا حق دعوی کنند و چنین محل بزرگی را برای خود آرزو کنند پس چون حق تعالےٰ آدمؑ و حوّا بہشت ساکن گردانید گفت بخورید از این بہشت بسیار و گوارا ہر جا کہ خواہید و نزدیک این درخت مروید یعنے درخت گندم پس خواہید بود از ستمگاران پس نظر کردند بسوئے منزلت محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ و امامان بعد از ایشان پس منزلتہاے ایشان را در بہشت بہترین منزلتہا یافتند پس گفتند پروردگارا این منزلتہ از برائے کیست حق تعالیٰ فرمود کہ بلند کنید سرہای خود را بسوئے ساق عرش من پس چون سر بالا کردند دیدند نام محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ و امامان بعد از ایشان صلوات اللہ علیہم را کہ بر ساق عرش نوشتہ بود بنوری از انوار خداوند جبار پس گفتند پروردگارا چہ بسیار گرامیند اہل این منزلت بر تو و چہ بسیار محبوبند نزد تو و چہ بسیار شریف و بزرگ اند در درگاہ تو پس خدا فرمود کہ اگر ایشان نمی بودند من شما را خلق نمی کردم ایشان خزینہ داران علم منند و امینان منند بر رازہای من زنہا کہ نظر مکنید (باقی صفحہ ۱۵۱ پر)

سے حضرت آدم و حوا کا ایسے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہونا ثابت ہوتا ہے جس کی سزا مشرکین کے ساتھ پائین ترین درکات جہنم میں جلنا تھا۔ حضرات شیعہ دعوی کرتے ہیں کہ انبیا معصوم اور گناہان صغیرہ وکبیرہ سے محفوظ ہیں۔ اور نہ صرف ایسے دعوے پر قناعت کرتے ہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ در باب عصمت انبیا آنچہ امامیہ مبالغہ مے دارند ہیچ یک از فرق اہل اسلام آن قدر ندارد اگر عصمت اسی کا نام ہے اور وہ مبالغہ جو اُن کی عصمت کے باب میں امامیہ کرتے ہیں یہی ہے تو وہ ایسے دعوے میں سچے اور اپنے قول میں صادق ہیں۔ خدا نہ کرے کہ بیچارے سُنی انبیا کی عصمت کے ایسے حامی ہوں اور اُن کی عصمت کے حمایت کے پردے میں اُن کو ائمہ کا حاسد اور پائین ترین درکات جہنم کا مستحق ٹھہرائیں۔

ایک اور حدیث سنئے جس سے پوری تصدیق و تائید آدم و حوا کے حسد کرنے کی ہوتی ہے اور جس سے تمام مختلف اقوال کا جو کہ بہ نسبت اُس درخت کے ہیں جسے آدم نے کھایا آخری

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۰) بسوئے ایشان بدیدۂ حسد و آرزو مکنید منزلت ایشان را نزد من و محل ایشان را از کرامت من پس باین سبب داخل خواہید شد در نہی و نافرمانی من پس از ستمکاران خواہید بود گفتند پروردگارا کیستند ستمگاران و ظالمان فرمود کہ آنہا کہ ادعائے منزلت ایشان می کنند بناحق گفتند پروردگارا پس بنما منزلہائے ظالمان ایشان را در آتش جہنم تا بہ بینیم منزلہائے آنہا را چنانچہ منزلہائے آن بزرگواران را در بہشت دیدیم پس حق تعالی امر کرد آتش را کہ ظاہر گردانید جمیع آنچہ دران بود از انواع شدتہا و عذابہا و فرمود کہ جائے ظالمان ایشان کہ ادعائے منزلت ایشان بینمایند در پائین ترین درکات این جہنم ست ہر چند ارادہ کنند کہ بیرون آیند از جہنم بر گردانند ایشان را بسوئے آن و ہر چند پختہ و سوختہ شود پوستہای ایشان بدل کنند ایشان را پوستہای غیر آنہا کہ تا بچشند عذاب را ای آدم و ای حوا نظر مکنید بسوی نورہا و حجتہای من بدیدۂ حسد پس شما را پائین مے فرستم از جوار خود و بر شما مے فرستم خواری خود را پس وسوسہ کرد ایشان را شیطان تا ظاہر گرداند برائے ایشان آنچہ پوشیدہ بود از ایشان از عورتہائے ایشان و گفت نہی نکردہ است شما را پروردگار شما از این درخت مے نظر کردند بسوئے ایشان بدیدۂ حسد پس باین سبب خدا ایشان را بخود گذاشت و یاری و توفیق خود را از ایشان برداشت

۱۲ حیات القلوب جلد اول مطبوع مطبع نولکشور صفحہ ۴۹ و ۵۰۔

اور قطعی فیصلہ بقول امام ہوتا ہے۔ ملا باقر مجلسی حیات القلوب میں فرماتے ہیں کہ بسند معتبر منقولست کہ ابو الصلت ہروی از امام رضا پرسید کہ یا ابن رسول اللہ مرا خبر دہ از آن درختی کہ آدم و حوّا از آن درخت خوردند چہ درخت بود بدرستیکہ مردم اختلاف کردند بعضے روایت کردند کہ آن گندم بود و بعضے روایت کردند کہ آن درخت حسد بود فرمود کہ ہمہ حق است ابو الصلت گفت چگونہ ہمہ حق ست باین ہمہ اختلاف فرمود کہ اے ابو الصلت درخت بہشت انواع میوہا برمی دارد پس آن درخت گندم بود و در آن انگور ہم بود و آنہا مثل درختان دنیا نیستند و بدرستی کہ چون خدا گرامی داشت و ملائکہ او را سجدہ کردند و او را داخل بہشت گردانید در خاطر خود گزرانیدکہ

ملہ مستند روایت ہے کہ ابو الصلت ہروی نے امام رضا سے پوچھا اے ابن رسول بتا یئے کہ جو درخت آدم و حوّا نے کھایا وہ کیا تھا؟ اس میں لوگوں کا باہمی اختلاف ہے بعض اسے گیہوں اور بعض حسد کا درخت کہتے ہیں جواب دیا یہ سب درست ہے۔ ابو الصلت نے عرض کیا کہ ان اختلاف کے باوجود یہ سب درست کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا اے ابو الصلت! جنت کا درخت متفرق پھل لاتا ہے۔ وہ درخت اگرچہ گندم کا تھا لیکن اس میں انگور بھی لگتے تھے۔ اور جنت کے درخت دنیاوی درختوں کی طرح نہیں ہیں۔ آدم کو اللہ نے معزز بنایا، فرشتوں نے انہیں سجدہ کیا۔ اور وہ جنت میں رہتے تھے۔ انہیں خیال آیا کہ کیا اللہ نے مجھ سے بہتر بھی کسی آدمی کو پیدا کیا ہے؟ اللہ نے ان کے دل کا خیال معلوم کرتے ہوئے حکم دیا۔ اے آدم سر اونچا کر۔ اور ہمارے عرش کے پایۂ کو دیکھو۔ چنانچہ آدم نے سر اٹھا کر دیکھا کہ پایۂ عرش پہ یہ کندہ تھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ علی امیر المومنین۔ حضرت فاطمہ سردار خواتین اور حسنین اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ یہ دیکھ کر آدم نے پوچھا اے اللہ یہ کون ہیں۔ اللہ نے کہا، یہ تمہاری اولاد ہیں۔ اور یہ تم سے اور میری دیگر مخلوق سے بھی بہتر ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو میں تمہیں، جنت، دوزخ اور زمین و آسمان پیدا نہ کرتا۔ یہ یاد رکھو بھول کر بھی ان پر حسد نہ کرنا ورنہ تمہیں اپنے پاس سے نکال دوں گا۔ غرضکہ آدم نے ان کی قدر و منزلت کو حسد کی نگاہ سے دیکھا اور شیطان نے مسلط ہو کر آدم کو وہ میوہ کھلایا جسے اللہ نے منع کر دیا تھا۔ نیز شیطان نے مسلط ہو کر حوّا کو حضرت فاطمہ پہ حسد کی آنکھ سے دیکھنے پر ورغلایا۔ اور انہوں نے بھی حسد کا وہی درخت کھایا جو آدم نے کھایا تھا۔ جس کی سزا میں اللہ نے ان کو جنت سے نکالا اور اپنے پاس سے دور کر کے زمین پر بھیج دیا۔

Marfat.com

ایا خلق کردہ است خدا البشر یکہ بہتر از من باشد۔ چون خدا دانست کہ در خاطر او گذشت ندا کرد اورا کہ سر بلند کن اے آدم و نظر کن بسوی ساق عرش من چون آدم سر بلند کرد دید کہ در ساق عرش نوشتہ است کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب امیر المؤمنین و زوجتہ فاطمۃ سیدۃ نساء العٰلمین والحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ آدم گفت پروردگار کیستند اینہا حق تعالیٰ فرمود کہ اینہا ذریت تو اند و ایشان بہتر اند از تو و از جمیع آفریدہ ہای من واگر ایشان نمی بودند ترا خلق نمی کردم نہ بہشت و دوزخ و نہ آسمان و زمین ۔ پس زنہار نظر حسد بسوی ایشان مکن کہ ترا از جوار خود بیرون کنم پس نظر کرد بسوی ایشان بدیدۂ حسد و آرزوی منزلت ایشان کرد پس مسلط شد شیطان بر او تا خورد از میوہ کہ اورا ازان نہی کردہ بودند و مسلط شد بر حوا تا نظر کرد بسوی فاطمہ بدیدۂ حسد تا خورد ازان درخت چنانچہ آدم خورد پس خدا ایشان را از بہشت بیرون کرد و از جوار خود بزمین فرستاد ۔ اس حدیث کے جواب میں جناب قبلہ و کعبہ جو یہ فرماتے ہیں کہ حسد یہاں بمعنی غبطہ کے ہے اور ایسا حسد مذموم نہیں ہے مگر خود جناب والا اسے یقین نہیں فرماتے اسی لئے فرماتے ہیں کہ چرا[1] جائز نباشد کہ حسد آدم ازین قبیل بودہ باشد و چگونہ چنیں نباشد ۔ اور اگر حضرت کو یقین بھی ہو کہ یہ تاویل درست ہے تو الفاظ حدیث کے اور اُس کا مضمون اُس کی تائید نہیں کرتا ۔ اور حسد حضرت آدم کا غبطہ نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ وہی حسد ہے جو مذموم ہے اس لئے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ڈرایا تھا اور ائمہ کی منزلت کی آرزو کرنے پر مورد عتاب بلکہ ظالموں اور ستمگاروں میں محسوب ہونے کا خوف دلایا تھا ۔ مگر پھر بھی آدم نے حسد کیا اور اس کی سزا پائی ۔ کیا قبلہ و کعبہ نے اس وعید کو خیال نہیں فرمایا جو حق تعالیٰ کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے فایاک ان تنظر الیھم بعین الحسد فاخرجک عن جواری والقیا فتد خلا من ذلک فی نھی وعصیانی فتکونا من الظٰلمین اور کیا قبلہ و کعبہ نے اس کا بھی لحاظ نہیں فرمایا کہ وہ گناہ جس کے کرنے پر ایسی بھاری سزا کا خوف اُن کو دلایا گیا تھا ۔ اُن سے سرزد ہوا اور اس کی سزا انہوں نے پائی اور جنت سے نکالے گئے جیسا کہ ان لفظوں سے ثابت ہوتا ہے کہ فنظر الیھم بعین الحسد وتمنی منزلتھم

---

[1] کس طرح جائز نہ ہوگا کہ آدم نے اسی طرح کا حسد کیا اور کیوں ایسا نہ ہو ۔

Marfat.com

فسلط علیهما الشیطان و فنظر الیهم بعین الحسد فخذ لا لذلک اگر ان کا حسد مباح اور غبطہ تھا۔ تو خدا کا ظالم ہونا نعوذ باللہ منہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک فعل مباح پر جو آدم سے سرزد ہوا اُن کو اپنے جوار قرب سے جدا کر کے اور بہشت سے نکال کر اپنی وعید کو پورا کیا۔

اس کی تائید ایک اور حدیث سے ہوتی ہے جس کی صحت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے آدم سے محمدؐ و ائمہ اطہار کی ولایت کا عہد لینا چاہا مگر انہوں نے نہ کیا بلکہ اُن کا ارادہ بھی نہ تھا۔ چنانچہ ابن بابویہ علل الشرائع کے باب ایک سو ایک میں تحریر فرماتے ہیں کہ العلۃ التی من اجلہا سمی اولوا العزم اولی العزم حدثنا ابی رہ عن سعد ابن عبد اللہ بن احمد بن محمد بن عیسی بن علی بن الحکم عن مفضل بن صالح عن جابر بن یزید عن ابی جعفر فی قول اللہ عز وجل ولقد عهدنا الی ادم من قبل فنسی ولم نجد له عزما قال عهد الیه فی محمد والائمة من بعده فترک ولم یکن له عزم فیهم انه هکذا وانما سمی اولوا العزم لانهم عهد الیهم محمد والاوصیاء من بعده والمهدی وسیرته فاجمع عزمهم ان ذلک کل والاقرار به پس جب کہ اس قسم کی حدیثیں انبیا علیہم السلام کی شان میں حضرات امامیہ کی معتبر کتابوں میں موجود ہیں اور اس پر بھی وہ انبیا علیہم السلام کی عصمت کے معتقد ہیں اور ان حدیثوں کو غیر قطعی الصدور فرماتے یا اُن میں تاویل کرتے ہیں تو یہ انصاف نہیں ہے کہ ہمارے یہاں کی اُن چند بے سر و پا حدیثوں سے استدلال کریں۔ جن سے صحابہ کرام کی فضیلت میں فرق آتا ہو۔ اور کیوں ہمارے جوابات اور تاویلات کو جو بہ نسبت اُن کے جوابات و تاویلات کے زیادہ قوی اور زیادہ مدلل ہیں ایسی حدیثوں کے متعلق تسلیم نہ کریں۔ مگر بات یہ ہے کہ حضرات امامیہ کو امامت کے مسئلے کی عظمت بڑھانے کے خیال نے مجبور کیا کہ ایسی حدیثیں بیان کریں جس سے امامت مثل نبوت کے سمجھی جائے خواہ اُس سے صحابہ کرام کافر ٹھہریں خواہ انبیا علیہم السلام مورد طعن و ملامت سمجھے جاویں۔

انبیا کے متعلق اور روایتوں کا ذکر کرنا اس موقع پر میں چھوڑتا ہوں اور خاندان اہل بیت پر جو کچھ اس مسئلہ امامت کی بدولت الزام لگائے گئے ہیں انہیں بطور نمونے کے بیان کرتا ہوں۔ یہ بات معتقدات امامیہ میں سے ہے کہ جو کوئی مدعی یا منکر امامت ہے وہ کافر ہے۔ اگرچہ

Marfat.com

علوی یا فاطمی ۔ فقط انکار امامت اُس کے کفر کے لئے کافی ہے مگر تاریخ سے یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد بنی فاطمہ میں سے کوئی امام ایسا نہیں ہوا جس کے زمانے میں اُن کے بھائیوں اور رشتہ داروں میں سے کسی نہ کسی نے امامت کا دعویٰ نہ کیا ہو یا امامت کو کسی ایک پر منحصر سمجھا ہو۔ اور باہم امام کے اور مدعیان امامت کے کچھ نہ کچھ جھگڑا نہ ہوا ہو ۔ چنانچہ شروع سے یعنی حضرت امام زین العابدین کے وقت سے اس بات کو ہم ثابت کرتے ہیں ۔ بعد شہادت امام حسینؑ کے حضرت امام زین العابدین امام مانے جاتے ہیں مگر محمدؒ بن حنفیہ نے جو حضرت امام زین العابدین کے چچا تھے خود اپنے آپ کو مستحق امامت قرار دیا ۔ اور حضرت امام زین العابدین سے کہا کہ بہ نسبت تمہارے میں زیادہ تر استحقاق امامت کا رکھتا ہوں ۔ تم مجھ سے اس بات میں جھگڑا نہ کرو اور مجھے وصی اور امام سمجھو ۔ اس قصے کو جو باہم محمدؒ بن حنفیہ اور امام زین العابدین صاحب کے ہوا کتاب الحجۃ اصول کافی میں اس طور پر بیان کیا ہے عن ابی جعفر قال لما قتل الحسین ارسل محمد بن الحنفیۃ الی علی بن الحسین فخلا بہ فقال لہ یا ابن اخی قد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفع الوصیۃ والامامۃ من بعدہ الی امیر المؤمنین ثم الی الحسن ثم الی الحسین وقد قتل ابوک وصلی علی روحہ ولم یوص وانا عمک وصنو ابیک وولادتی من علی فی سنی وقدیمی احق بہا منک فی حداثتک فلا تنازعنی فی الوصیۃ والامامۃ ولا تحاجنی یعنی امام باقرؑ سے مروی ہے کہ آپ نے کہا کہ جب امام حسینؑ مقتول ہو چکے تو محمدؒ بن حنفیہ نے ایک شخص کو بھیج کر امام زین العابدین کو بلوایا اور اُن سے خلوت میں یہ گفتگو کی کہ اے برادر زادہ من تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت و امامت کو اپنے بعد امیر المومنین کو دیا تھا اور آپ کے بعد امام حسن کو اور ان کے بعد امام حسین کو ۔ اور اب تمہارے باپ مقتول ہوئے خدا اُن سے راضی ہو اور اُن کی روح پر رحمت بھیجے اور انہوں نے کسی شخص خاص کو وصیت نہ فرمائی میں تمہارا چچا ہوں اور تمہارے باپ کی برابر ہوں اور میرا پیدا ہونا بھی علی سے ہے بسبب میرے سن وسال اور ان امور کے جو مجھ سے بیشتر ہوئے ہیں جیسے جنگ جمل و جنگ صفین میں شجاعتیں

Marfat.com

اور تجربہ کاری کے ہیں تم سے بوجہ تمہاری نئی عمر ہونے کے امامت کے لیئے اولیٰ ہوں تو تم مجھ سے وصی و امام ہونے میں مباحثہ مت کرو فقال لہ علی بن الحسین یا عم اتق اللہ ولاتدع ما لیس لک بحق انی اعظک ان تکون من الجاھلین ان ابی یا عم صلوات اللہ علیہ اوصی الی قبل ان یتوجہ الی العراق وعہد الی قبل ان یستشہد بساعۃ وھذا سلاح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ عندی فلا تتعرض لھذا فانی اخاف علیک نقص العمر وتشتت الحال ان اللہ جعل الوصیۃ والامامۃ فی عقب الحسین فاذا اردت ان تعلم ذلک فانطلق بنا الی الحجر الاسود حتی نتحاکموا الیہ ونسالہ عن ذلک قال ابو جعفر وکان الکلام بینھما بمکۃ یعنی اُن سے علی بن حسینؑ نے فرمایا کہ اے میرے چچا خدا کے عذاب سے ڈرو اور اپنے لئے دعویٰ ایسی چیز کا مت کرو جس کا تمہیں حق نہیں ہے میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم منجملہ جاہلوں کے ہو۔ اے میرے چچا میرے باپ صلوات اللہ علیہ نے مجھ کو پہلے کوفے کے جانے سے وصیت کی تھی (یہ اشارہ ہے ام سلمہؓ کو کتب سپرد کرنے اور سفارش کرنے کا چنانچہ باب سڑسٹھ میں گزر چکا) اور اس وصیت میں مجھ سے سفارش اور تاکید قبل ایک ساعت راہ خدا میں مقتول ہونے کے کی۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلاح میرے پاس ہیں جوان کی نشانی ہے پس تم اس امر کی طرف توجہ مت کرو مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں کوتاہی کرے اور تمہاری حالت کو آخرت میں یا دنیا میں بوجہ مسائل مشکل کے جواب سے عاجز رہنے کے پریشان کرے۔ اللہ تعالیٰ نے وصی اور امام ہونا اولاد حسینؑ میں رکھا ہے یہ اشارہ آیہ اولوا الارحام سورۂ احزاب کی طرف ہے جس کا بیان حدیث دوم باب چونسٹھ میں ہو چکا۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تم کو اطمینان ہو جائے تو ہمارے ساتھ حجر اسود کے پاس چلو تاکہ ہم اُس کے سامنے اپنا قصہ بیان کریں اور جو کچھ تم نزاع کرتے ہو اُس کا سوال اُس سے کریں۔ امام محمد باقرؑ کہتے ہیں کہ یہ گفتگو ان دونوں میں مکہ میں ہوئی تھی فانطلقا حتی اتیا الحجر الاسود فقال علی بن الحسین لمحمد بن الحنفیۃ ابدأ انت فابتھل الی اللہ عز وجل فسألہ ان ینطق لک الحجر فابتھل محمد فی الدعاء وسأل اللہ ثم دعا الحجر

فلم یجبه فقال علی بن الحسین یا عم لو کنت وصیا واماما لاجابك قال له محمد فادع الله انت یا ابن اخی وسأله فدعا الله علی بن الحسین لما اراد ثم قال اسالك بالذی جعل فیك میثاق الانبیاء و میثاق الاوصیاء و میثاق الناس اجمعین لما اخبرتنا من الوصی والامام بعد الحسین بن علی قال فتحرك الحجر حتی کاد ان یزول عن موضعه ثم انطقه الله بلسان عربی مبین فقال اللهم ان الوصیة والامامة بعد الحسین بن علی وفاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وآله لك قال فانصرف محمد بن علی وهو یتولی علی بن الحسین. یعنی دونوں صاحب چل کر حجر اسود کے پاس آئے (ظاہر یہ ہے کہ یہ معاملہ رات کو ہوا ہوگا تاکہ مخالف مطلع نہ ہوں) اور بعض کا محمد بن حنفیہ کی طرف سے یہ عذر کرنا کہ یہ معارضہ حق ظاہر ہونے کے لئے تھا کچھ ٹھیک نہیں بقرینہ اس کے کہ انہوں نے خلوت میں بھی معارضہ کیا تھا چنانچہ پہلے بیان ہوا۔ پس علی بن الحسین نے محمد بن حنفیہ سے کہا کہ تم ابتدا کرو کہ دعوی بزرگ تری کرتے ہو خدا کے سامنے تضرع کرو اور اُس سے یہ درخواست کرو کہ تمہارے لئے حجر کو گویا کرنے۔ پھر حجر سے دریافت کرنا۔ محمد بن حنفیہ نے دعا میں تضرع کر کے خدائے تعالیٰ سے اپنے مطلب کی استدعا کی اس کے بعد حجر کو پکارا تو اُس نے کچھ جواب نہ دیا۔ علی بن حسین نے کہا کہ اے چچا اگر تم وصی وامام ہوتے تو تم کو یہ جواب دیتا۔ محمد بن حنفیہ نے اُن سے کہا کہ اے بھتیجے تم بھی خدا سے دعا کرو اور اس سے سوال کرو۔ پھر علی بن حسینؑ نے جو چاہا خدا سے دعا کی اور حجر سے کہا کہ میں تجھ کو اُس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس نے تجھ میں رسولوں کے پیمان رکھے ہیں۔ جنہوں نے نبوت کے بعد رسالت کو پایا کہ اگر استطاعت رکھیں گے تو ہر سال تیرے پاس آئینگے تاکہ لوگ مسائل دین کو ان سے لیں اور پیروی ظن کی نہ کریں۔ اور بعد انبیاء کے اُن کے اوصیا کے پیمان تجھ میں رکھے کہ اگر استطاعت رکھیں تو ہر سال تیرے پاس آویں۔ اور پیمان سوم کو تجھ میں رکھا ہے کہ جب کبھی مدت العمر میں استطاعت ہو تو ایک بار تیرے پاس آویں اور مسائل دین کو حاصل کریں اور جو لوگ نہ آئے ہوں ان کو خبر دیں تاکہ کوئی احکام الٰہی میں پیروی ظن نہ کرے۔ تو اور کچھ کام مت کر مگر یہ کہ ہم کو بتلا کہ بعد حسین بن علیؑ کے

Marfat.com

وصی و امام کون ہے۔ امام باقرؑ کہتے ہیں کہ حجر نے حرکت کی اور قریب تھا کہ اپنی جگہ سے نکل پڑے۔ بعد اس کے اُس کو اللہ تعالیٰ نے زبان عربی فصیح میں اس طرح گویا کیا کہ وصی و امام ہونا بعد حسین بن علی و پسر فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمہارے لئے ہے۔ امام باقرؑ کہتے ہیں کہ پھر محمد بن علی چلے آئے اور علی بن حسین کو اپنا امام سمجھتے رہے۔

اس حدیث سے اور کچھ نہیں تو یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ محمد بن حنفیہ نے امامت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور مجرد دعویٰ کرنا اُن کی تکفیر کے لئے کافی ہے۔ اگر بعد اس کے انہوں نے امام زین العابدین امام سمجھا تو گویا وہ کفر سے تائب ہوئے مگر تھوڑے دن تک اُن کے مرتد رہنے میں تو شک و شبہ نہیں۔

اب زید شہید کا حال سنئے۔ کتاب الحجۃ اصول کافی مسمی بالصافی تصنیف ملا خلیل مطبوعہ نول کشور صفحہ ۲۱ میں ابو جعفر محمد بن نعمان احول بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن علی بن الحسین نے انہیں بلایا۔ اور اُس وقت حضرت زید چھپے ہوئے تھے۔ میں ان کے پاس گیا تب حضرت نے مجھ سے کہا کہ اگر کوئی ہم میں سے کوئی خروج کرے تو تم اس کے ساتھ خروج کرو گے میں نے کہا کہ اگر تمہارے باپ یعنی حضرت امام زین العابدین یا تمہارے بھائی امام محمد باقر خروج کریں۔ تو میں ان کا ساتھ دوں گا۔ تب زید شہید نے فرمایا کہ میں ہشام بن عبدالملک خلیفہ بنی امیہ پر خروج کرنا چاہتا ہوں تم میرا ساتھ دو۔ میں نے جواب دیا میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ اگر دنیا میں امام معصوم مفترض الطاعۃ موجود ہے تو جو شخص کہ تمہارا ساتھ نہ دے ناجی ہے اور جو تمہارے ساتھ خروج کرے وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہے۔ ملا خلیل اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بنا بر این شق ظاہر ست فسق زید و تابعان او در ان خروج کہ مبنی ست بر مذہب ظاہر الفساد او کہ با فاطمی بودن اجتہاد و خروج بسیف را شرط امامت مے شمرد غرضکہ اس سے حضرت زید شہید کا فاسق ہونا اور ان کا ہشام بن عبدالملک پر خروج کرنا حضرات شیعہ کے پیشواؤں کے نزدیک ایسا گناہ تھا کہ وہ خود ہلاک ہونے والوں میں داخل ہیں۔ اور جس کسی نے ان کا ساتھ دیا۔ اور جو لوگ اُن کے ساتھ شہید ہوئے وہ از روئے مذہب اہل تشیع کے اور بموجب اس روایت کے گنہگار اور ہلاک ہونے والوں میں سمجھے جاتے ہیں۔ اور اس کا سبب صرف یہی ہے کہ حضرت زید نے خروج کیا اور امامت کا دعویٰ فرمایا اور وہ درحقیقت امام معصوم

Marfat.com

مفترض الطاعۃ نہ تھے۔ اور اُن کا مذہب بھی از روئے اصول اہل تشیع کے فاسد تھا کہ وہ صرف فاطمی ہونا امامت کی شرط نہ مانتے تھے۔ بلکہ اس کے ساتھ اجتہاد اور جہاد کو بھی ضروری سمجھتے تھے۔ غرضکہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرات شیعہ حضرت امام زین العابدین کے اس فرزند کو جس نے بنی امیہ پر خروج کیا اور جس نے شہادت کا درجہ پایا کس منہ سے فاسق اور بوجہ دعوی امامت کے کافر سمجھتے ہیں اور امامت کے اصول کو بہ نسبت زید شہید کے زیادہ سمجھنے کا دعوی کرتے ہیں۔

اگر درحقیقت امامت کی شرائط اور اس کے اصول وہ ہیں جو حضرات شیعہ مانتے ہیں تو اس بات کو تسلیم کرنا ضرور ہے کہ یہ وہ شرائط ہیں جس کو حضرت زید شہید نہیں سمجھے تھے۔ اور یہ وہ اصول ہیں جو حضرت امام زین العابدین نے اپنے فرزند دلبند زید کو نہیں بتائے تھے اور اسی لئے احول کا جواب سُن کر حضرت زید شہید متعجب ہوئے اور کہنے لگے کہ اے ابوجعفر میرے باپ کو مجھ سے ایسی محبت تھی کہ میں اُن کے ساتھ کھانے پر بیٹھتا تو وہ گرم لقمے کو ٹھنڈا کر کے مجھے کھلاتے تاکہ گرم لقمے سے مجھے تکلیف نہ ہو۔ تو کیا مجھے وہ دوزخ کی آگ سے نہ ڈراتے اور جن چیزوں میں آخرت کی نجات ہے اس کی تجھے خبر کرتے اور مجھ سے نہ کہتے۔ گویا اس کہنے سے حضرت زید شہید نے احول کی تکذیب کی اور اُن اصول کو امامت کے جسے شیعہ مانتے ہیں باطل ٹھہرایا۔ اب ذرا احول کا جواب سنئے کہ وہ زید شہید کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس لئے آپ کے باپ نے آپ کو خبر نہیں دی کہ انہوں نے خوف کیا ہوگا کہ اگر تم ان کی بات کو نہ مانو گے تو داخل جہنم ہو گے۔ اور مجھ سے کہا کہ اگر میں اُسے نہ مانوں تو اُن کو میرے دوزخ میں جانے کی کیا پرواہ ہے اس روایت کو کافی کی جو معتبرین کتب احادیث شیعہ سے ہے اور جس کا درجہ صحت کا خدا کی کتاب سے کم نہیں دیکھ کر ہر شخص متعجب ہوگا کہ امام نے اپنے ایک بیٹے کو تو امام بنایا اور اپنا وصی کیا اور اس کو معصوم اور مفترض الطاعۃ قرار دیا اور غیروں کو اس کی طاعت کی ترغیب دی اور امامت کے اصول سمجھائے اور دوسرے بیٹے کو نہ صرف ان چیزوں سے محروم رکھا اور وراثت سے خارج کیا بلکہ امامت کی حقیقت بھی نہ بتائی اور نہ جس کو وصی قرار دیا تھا۔ اور جو ان کے بعد امام ہونے والا تھا اس کی کیفیت سے آگاہ کیا بلکہ اُن کو غفلت میں رکھا اور گمراہی کی راہ پر چلنے کے لئے کوئی روک نہ رکھی جس کے سبب سے ایک بھائی نے دوسرے بھائی کے حقوق کو نہ پہچانا اُس کے حقوق کا خیال نہ

Marfat.com

رکھا بلکہ خود اس کا مدعی ہوا۔ اور امامت کا دعویٰ کر کے نہ صرف انکار امامت کی وجہ سے بلکہ امامت کے دعوے کے سبب کافر اور مخلد فی النار ہونے کا مستحق ٹھہرا۔ اور باوجود اس کے کہ ایسی روایتوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور ان اصولوں کو مانتے ہیں اور ائمہ کے حقیقی بھائیوں کو اصول امامت سے بے خبر سمجھتے ہیں اور امام کو اپنے بیٹوں سے بھی گویا ایک نوع تقیہ باز قرار دیتے ہیں۔ اور پھر صحابہ پر صرف خلافت کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں اور ان کو منکر نص امامت کہتے ہیں۔ جبکہ حضرت امام زین العابدین نے اپنے فرزند دلبند نور نظر پارۂ جگر زید شہید کو امامت کی حقیقت نہ بتائی اور اُس کے اصول نہ سمجھائے اور اُن کے بعد جو امام ہونے والا تھا اُس کی اطاعت کے لئے ہدایت نہ فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے امامت کا دعویٰ کیا اور خروج فرمایا اور شہید ہوئے جس کو موافق اصول شیعوں کے کہنا چاہیئے کہ ہلاک ہوئے یا خودکشی کی۔ تو ایسے فرقے سے کیا تعجب ہے کہ وہ صحابہ کو انکار خلافت کی وجہ سے کافر و مرتد کہیں۔

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ یہ اعتقاد صرف ابوجعفر احول کا تھا اور اسی کے نزدیک حضرت زید شہید ناحق تھے بلکہ یہی خیال حضرت امام جعفر صادقؒ کا تھا۔ اس لئے کہ جب احول نے حضرت زید سے ملنے اور اس طور سے گفتگو کرنے کا ذکر امام جعفر صادقؒ سے کیا تو انہوں نے اس کی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ تم نے خوب ہی زید کو پکڑا اور آگے اور پیچھے اور اوپر نیچے کہیں بھی کوئی راہ اُن کے نکلنے کی نہ چھوڑی۔ اس سے ظاہر ہے کہ امام جعفر صادق کے نزدیک بھی زید شہید کا خروج ناجائز تھا۔ اور ان کے ساتھی ہالک اور مستحق دوزخ تھے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ جیسا کہ شرح اصول کافی مسمی بالصافی کی کتاب الحجۃ میں ملا خلیل کافی کی حدیث کے ترجمے میں فرماتے ہیں کہ احول کہتے ہیں کہ پس حج کردم پس حکایت کردم امام جعفر صادقؒ را سخن زید را آنچہ گفتہ او را پس گفت مرا گرفتی او را از پیش او و از پس او و از جانب دست راست او و از جانب دست چپ او و از بالائی سر او و از زیر قدمہای او و وانگذاشتی برای او راہی کہ بآن راہ رود۔

یہ گفتگو جو درمیان احول اور حضرت زید شہید کے ہوئی یہ اس زمانہ کی ہے جب کہ ان کے والد بزرگوار حضرت امام زین العابدین اور ان کے بھائی امام محمد باقر وفات پا چکے تھے۔ اور امام جعفر صادق اُن

ل پھر میں نے حج کیا اور امام جعفر صادقؒ سے زید شہید ابن امام زین العابدین کا ماجرا اور ان کا جواب و سوال کہا اس پر امام جعفر صادقؒ نے مجھ سے فرمایا تم نے اسے آگے پیچھے، دائیں بائیں اور اوپر نیچے سے اس طرح جکڑا کہ اس کے نکلنے کی کوئی راہ نہ چھوڑی۔

Marfat.com

کے بھتیجے امامت پر تھے۔ اس لئے کہ ملا خلیل کافی میں کہتے ہیں کہ احول[1] ذکر امام محمد جعفر صادقؑ نکرد و بفرض پدر و برادر اکتفا کرد برای تقیہ و خوف افشا چہ بر امام رفتہ گرفت گیرے نیست و خروج زید در صد و بست و یک ہجری بودہ۔ و انتقال امام محمد باقرؑ از دار دنیا در صد و چہاردہ ہجری بودہ۔ اس سے تو صرف ثابت یہ ہوتا ہے کہ وہ امام جعفر صادقؑ کی امامت کے منکر تھے۔ لیکن ایک دوسری روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زید شہید اپنے بھائی امام محمد باقرؑ کی بھی امامت کے منکر تھے۔ اور نہ صرف منکر تھے بلکہ جو شرائط امام میں اُن کے نزدیک ہونی چاہئیں وہ اُن میں نہ تھیں۔ اور اس امر کو کچھ انہوں نے پوشیدہ نہ رکھا تھا بلکہ خود امام محمد باقرؑ نے خفا ہو کر ان کا امامت کی قابلیت نہ رکھنا ان کے منہ پر کہہ دیا تھا۔ جیسا کہ کافی میں لکھا ہے کہ حضرت زید شہید اپنے بھائی امام محمد باقرؑ کے پاس آئے اور ان کے پاس چند خطوط کوفیوں کے تھے جس میں لکھا تھا کہ آپ کوفہ کو آئیے۔ آپ کیلئے لشکر جمع ہے اور بنی امیہ پر خروج کیجئے۔ حضرت امام باقرؑ نے کہا کہ یہ خطوط ابتدا ہیں کوفیوں کی طرف سے ہمارے حق کی پہچان کے اور ہماری قرابت کے جو رسول اللہ سے ہے اور ہماری دوستی اور اطاعت کے فرض ہونے کی جیسا کہ وہ خدا کی کتاب میں پاتے ہیں۔ پھر یہ بھی امام باقرؑ نے فرمایا کہ امام مفترض الطاعۃ ایک ہی ہوتا ہے تمام رشتہ داروں میں سے پیغمبر کے۔ اور خدائے تعالے صبر و تقیے کا حکم دیتا ہے۔ اُن کو اس زمانے میں جبکہ ظالموں کا تسلّط ہو۔ اور امام حسینؑ کے بعد سے تا مہدی آخر الزمان تمام امام مامور بصبر ہیں۔ اور خدا نے اس کے لئے ایک وقت مقرر کیا ہے۔ اور مہدی موعود کے زمانہ تک صبر لازم ہے۔ پس[2] باید کہ سبک عقل نکند البتہ زرا آن جمعیکہ یقین بر ربوبیت رب العالمین ندارند و بدرستی کہ ایشان اصلا فائدہ نمی رسانند و دفع از تو عذابی را از جانب اللہ تعالیٰ کہ در قیامت باشد

---

[1] ابو جعفر احول نے صرف والد و برادر کے الفاظ ادا کیے ہیں۔ افشائے راز کے خوف اور تقیہ کے مدنظر امام محمد جعفر صادقؑ کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ گزشتہ امام پر کسی قسم کی گرفت نا جائز ہے۔ زید شہید ابن امام زین العابدین نے ۱۲۱ھ میں خروج کیا ہے اور امام محمد باقرؑ نے ۱۱۴ھ میں انتقال فرمایا ہے۔

[2] تمہاری عقل کو وہ لوگ مار رہے ہیں جو اللہ کی ربوبیت کا یقین نہیں رکھتے۔ اور یہ لوگ روز محشر اللہ کا عذاب تم سے دور نہیں کر سکیں گے۔ اور تمہیں مطلق فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے۔ اور جب کہ تم امام ہی نہیں ہو تو تم نے خروج کیوں کیا؟ قبل از وقت کوئی کام نہ کرو اور اللہ نے جن چیزوں میں عاجز بنایا ہے ان میں پیش قدمی نہ کرو۔ اور محنت و کوشش کر کے خود کو پست نہ بناؤ۔

Marfat.com

برای اینکہ اگر امام بودی چرا خروج کردی۔ پس پیش از وقت کاری رامکن وپیش گیری مکن در حکم چیزی اللہ تعالیٰ راکہ عاجز کنند ترا محنت پس بیندازند ترا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام باقرؑ حضرت زید کے ارادے کو نہ صرف برا سمجھتے تھے بلکہ اُسے عذاب الٰہی جانتے تھے اور امام نہ ہونے کی حالت میں ان کے خروج کو قیامت کے دن مستحق ذلت اور سزا سمجھتے تھے۔ اور نہ صرف سمجھتے تھے بلکہ انہوں نے صاف صاف اپنے بھائی زید سے کہہ بھی دیا۔ یہ سن کر حضرت زید غضبناک ہوئے اور اپنے بھائی سے کہنے لگے کہ تم امام نہیں ہو۔ بلکہ میں امام ہوں۔ کیونکہ تلوار لے کر خروج کرنا امامت کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے جو مجھ میں ہے نہ تم میں۔ اور امام وہ نہیں ہے جو گھر میں بیٹھا رہے اور اپنے اوپر پردے لٹکائے رکھے اور جہاد سے بچتا رہے۔ بلکہ امام وہ ہے کہ جو اپنے ملک کو ضرر سے بچائے اور خدا کی راہ میں جہاد کرے۔ چنانچہ الفاظ کافی یہ ہیں تغضب زید عند ذلک ثم قال لیس الامام منا من جلس فی بیتہ و ارخی سترہ وتبطأ عن الجہاد ولکن الامام من منع حوضتہ وجاہد فی سبیل اللہ حق جہادہ ودفع عن رعیتہ وذب عن حریمہ ۔ اور ملا خلیل جو اس کی شرح میں فرماتے ہیں اُس کے یہ الفاظ ہیں پس غضبناک شد زید نزد آن۔ ایما باینکہ تو امام نیستی ومن امامم بعد ازان بر اے این کہ خروج بسیف یکی از شروط امامت ست آن در من ست نہ در تو۔ گفت نیست امام از جملہ ما اہل بیت رسول کسیکہ نشستہ خانہ خود وآویخت پردۂ خود را وکارہ شد از جہاد دامر بترک جہاد کرد ولیکن امام از ماکسی ست کہ نگہداری کرد از ضرر مملکت خود را وجہاد کرد در راہ اللہ تعالیٰ ودفع کرد ضرر را از رعیت خود وراند ضرر را از نگاہداشتن خود اس پر امام باقرؑ نے فرمایا کہ اے میرے بھائی تم اپنے علم یقینی سے کیا اس بات کو جانتے ہو کہ تم میں امامت کے وہ خواص ہیں جس کو تم نے اپنے نفس سے منسوب کیا ہے۔ اگر ہے تو خدا کی کتاب یا سنت پیغمبر سے اُس کو پیش کرو۔ یا پچھلے نہ مانتے ہیں کوئی امام

لے غرضکہ امام محمد باقرؑ نے زید پر غصہ ہوتے ہوئے کہا سنو! تم امام نہیں بلکہ میں امام ہوں کیونکہ تلوار لیکر خروج کرنا امامت کی ایک شرط ہے جو مجھ میں ہے اور تم میں نہیں ہے نیز کہا وہ شخص ہم اہل بیت میں سے امام نہیں ہو سکتا جو اپنے گھر میں پردے میں بیٹھ رہے اور جہاد ترک کرتے ہوئے دوسروں کو بھی ترک جہاد کا حکم دے سنو! ہم میں سے امام وہ شخص ہے جو اپنے ملک کو نقصانات سے محفوظ رکھے، اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور رعایا سے تکالیف دور کرنے کو پیش نظر رکھے۔

ایسا گزرا ہو کہ اُس کی صفات تمہارے موافق ہوں۔ اور یہ کہ جب تک تلوار لے کر اس سے خروج نہ کیا، ہو تو وہ امام نہ ہو۔ اور اس حالت میں زمانہ امام سے خالی رہا ہو۔ اگر خروج بالسیف امامت کے لئے ضروری ہے تو لازم آتا ہے کہ امام زین العابدین امام نہ ہوں یا اوائل رسالت میں جبکہ پیغمبر خدا مامور بجہاد نہ تھے اور غار میں پوشیدہ ہوئے تھے، رسول نہ ہوں۔ چنانچہ اصل عبارت شرح کافی یہ ہے۔ پس[1] گفت امام محمد باقرؑ آیا می شناسی بعلم یقینی ای برادر من از خود ت چیزے را آنچہ نسبت وادی نفس خود را بوی آنکہ خواص امام باشد پس آوری برای چیز گواہی یقینی را از کتاب اللہ تعالیٰ یا برہان یقینی را از سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یا نمی یاآن چیز مثل کہ اللہ تعالے در ایام گزشتہ کسی را امام کردہ باشد کہ صفات او موافق صفات تو باشد مثل آنکہ جہل باحکام[2] الٰہی داشتہ باشند واجتہاد، ومثل اینکہ با دامیکہ خروج بسیف نکردہ باشد امام نباشد، زمانہ خالی از امام باشد و چوں خروج کند امام شود پس لازم آید کہ علی بن الحسین امام نباشد وایضاً رسول علیہ السلام در اوائل رسالت امور بجہاد نبود و در غار پنہان شد امام نباشد۔ وایضاً مملکت امام کل روی زمین

---

۱ پھر امام محمد باقرؑ نے کہا کہ اے بھائی! کیا تم اپنے علم یقینی سے یہ بات جانتے ہو کہ تم میں امامت کی وہ خصوصیات ہیں جو تمہاری ذات میں موجود ہیں بصورت اثبات پہنچے اس حق کے ثبوت میں حکم قرآن یا سنت نبوی یا کوئی ایسا واقعہ پیش کرو کہ اللہ نے گزشتہ زمانہ میں تمہاری مماثل صفات والے کو امام بنایا ہو۔

۲ مثلاً یہ کہ احکام الٰہی سے ناواقف ہونے کے باوجود وہ خود اجتہاد کرتا ہو اور یا یہ کہ جب تک اُس نے تلوار لے کر خروج نہ کیا ہو وہ امام نہ مانا گیا ہو، اور اس سے زمانہ امامت سے خالی ہو۔ اور جب یہ شخص کرے تو امام ثابت ہو جائے۔ اس نظریہ کے تحت تو یہ لازم آتا ہے کہ علی بن حسین یعنی امام زین العابدینؑ امام نہ تھے اور رسول خدا جو ابتدائی رسالت کے زمانے میں مامور بہ جہاد نہ تھے بلکہ غار حرا میں چھپے ہوئے تھے امام نہ تھے اور یاد رکھو کہ امام کی ملکیت تمام روئے زمین اور رسول نے پورا جہاد نہیں کیا اس قسم کی دوسری مثالیں گزشتہ انبیاء و اوصیاء کی بکثرت موجود ہیں اور اللہ نے جنس حلال کو حلال اور حرام کو حرام کر کے قرآن کریم میں محکم فرمایا اور ائمہ حق و باطل کی مثالیں دی ہیں اور ان کے طریقے بیان کئے ہیں اور اللہ نے اپنی نگرانی میں امام کو اپنی امارت دی ہے اور یاد رکھو کہ مجتہد اس وقت امام بن سکتا ہے جبکہ اللہ اس سے پہلے کچھ کام کرے اور پھر وہ راہ الٰہی میں کوشش کرے۔

ست وجہاد کل از رسول واقع نشد وامثال اینہا در انبیای سابق واوصیای ایشان بسیارست چہ بدرستیکہ اللہ تعالےٰ حلال کردہ جنس حلال را وحرام کردہ جنس را ودر محکمات کتاب خود لازم کردہ لازمی چند را وزدہ مثلے چند را برای ائمہ حق وائمہ باطل وطریقت خود کردہ در ائمہ حق وباطل طریقتی چند را ونگر واینکہ امامی راکہ ایستادہ است بامارت اللہ تعالیٰ ورشبہ در انچہ نہی از اختلاف وپیروی ظن ہست چہ دران صریح ست در اینکہ مجتہد امام نیست نامبادا کہ سبقت گیرد بر اللہ تعالیٰ بکارے پیش ازان جائے تاآن کار باجتہاد کند ودر راہ او پیش از حلول اہل آن جہاد۔ انتہی شرح اصول کافی صفحہ ۴۹ ۔ ۵۰

پھر بعد اور بہت سی باتوں کے اور بہت سی نصیحتوں کے حضرت امام باقرؑ نے فرمایا کہ کیا تم ابوبکر وعمر وعثمان کے طریقوں کی تجدید کرنا چاہتے ہو جنہوں نے رسول خدا کی مخالفت کی اور اپنی رای اور اجتہاد کے تابع ہوئے اور خلافت کا دعویٰ کیا بغیر اس کے کہ اُن کے پاس کوئی دلیل خدا کی جانب سے یا کوئی وصیت رسول کی طرف سے ہوتی ۔ اور پھر فرمایا کہ اے میرے بھائی میں خدا سے تجھے پناہ دلاتا ہوں کہ تو کناسہ میں سولی دیا جائے ۔ چنانچہ اصل عبارت کافی کی یہ ہے اتریدیا اخی ان تحیی ملۃ قوم قد کفروا بایات اللہ وعصوا رسولہ واتبعوا اھواءھم بغیر ھدی من اللہ وادعوا الخلافۃ بلا برھان من اللہ ولا عھد من رسولہ اعیذک باللہ یا اخی ان تکون ھذا المصلوب بالکناسۃ ثم ارفضت عیناہ وسالت دموعہ ثم قال اللہ بیننا وبین من ھتک سترنا وجحدنا حقنا وافشی سرنا ونسبنا الی غیر جدنا وقال فینا مالم نقل فی انفسنا اور اس کا ترجمہ ملا خلیل صاحب یہ فرماتے ہیں ۔ ایا می خواہی کہ تجدید کنی طریقت جمعے کہ کافر شدند بآیات محکمات اللہ تعالیٰ راکہ در انہا نہی از اختلاف ...... حق ہست مراد ابوبکر وعمر وعثمان وسائر ائمہ ضلالت ست کہ مخالفت

سلہ کیا تمہاری خواہش یہ ہے کہ تم ان لوگوں کی ملت کی تجدید کرو جو آیات الٰہی کے منکر ہیں ۔ اور اپنے خیالی و ظن سے آیات الٰہی کو کام میں لاتے ہیں ۔ یعنی ابوبکر وعمر وعثمان اور دیگر ائمہ ضلالت وگمراہ جنہوں نے رسول کی مخالفت کی اور اپنی رایوں کی پیروی کی اور بغیر اجازت الٰہی خود ہی اجتہاد کئے ۔ اور اللہ کی دلیل کے بغیر خلافت رسول کے مدعی ہو گئے ۔ اور رسول اللہ نے انہیں خلیفہ بنانے کی کوئی وصیت نہیں کی اے بھائی اللہ سے پناہ مانگو جبکہ امام محمد باقرؑ نہ ہوں گے اور امام جعفر صادق امام ہوں گے ۔ اس کے بعد امام دباقی ۱۲۵ پر)

Marfat.com

کردند رسول اور او تابع شدند ایشان را اینها ی واجتہادات خود رایی راہنمائی از جانب اللہ تعالے و دعوی کردند خلافت رسول رابی برہانی از جانب اللہ تعالے و نہ وصیتی از جانب رسول او بناہ مید ہم ترا باللہ تعالی ای برادرم ازینکہ واقع در روزگار امام محمد باقر نمی شود چہ در روزگار امامت امام جعفر صادق شد بعد ازان اشک واد چشم امام محمد باقر وجاری شد اشکہای او بعد ازان گفت اللہ تعالیٰ قاضی ست میان ما و میان جمعی کہ دریدند پردہ ما را بیان شرک ائمہ ضلالت و جمعیکہ بہ راہ ایشان می روند باشد و منکر دانستہ شدند حق ما را کہ اطاعت باشد خواہ درامر بصبر و تقیہ و خواہ درغیر آن و فاش کردند راز ما را کہ دعوی امامت باشد و نسبت دادند ما را بغیر مرتبہ بزرگی ما باین معنی کہ باعث این شدند کہ در سال صد و چہل ہجری اظہار دولت حق نشود چنانچہ مے آید در حدیث اول باب ہشتاد و یکم و گفتند در ما چیزے را کہ نگفتیم در خود اشارات باین ست کہ خیال ایشان این ست کہ ما با وجود افشای سر ارادہ خروج داریم و این باعث آزار ما می شود و حال آنکہ ما ارادہ آن نداریم تا وقت ظہور مہدی موعود ر

یعنی یہ کہہ کر امام باقرؑ کی آنکھوں سے پانی جاری ہوتے لگا اور فرمانے لگے کہ خدا فیصلہ کرنے والا ہے ہمارے درمیان اور اُن لوگوں کے جنہوں نے ہماری پردہ دری کی اور ان لوگوں کے کہ جو اُن کی راہ پر چلتے ہیں اور ہمارے حق و اطاعت جو اُن پر فرض ہے اُس کے منکر ہیں۔ یا صبر و تقیہ جس کا حکم ہے۔ اس کے سبب سے ہم پر انکار کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت اس بات کا ہوگا کہ حضرت زید شہید مدعی امامت تھے اور امام باقر کی امامت

(بقیہ صلاً) کا) محمد باقر نے روتے ہوئے کہا ہمارے اور ان کے درمیان اللہ فیصلہ کرے گا جنہوں نے ہماری پردہ دری کی ہے۔ اور وہ ائمہ گمراہی و شرک کے پیرو ہیں۔ اور ہمارے حقوق کا انکار کرتے ہیں حالانکہ انہیں ہر حال میں خواہ صبر ہو یا تقیہ ہو۔ آہ انہوں نے ہمارا راز فاش کر دیا۔ اور خود امامت کے مدعی بن بیٹھے اور مرتبہ بزرگی حاصل کئے بغیر ہم کو بزرگی سے علیحدہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ ۱۴۰ھ میں حق کی حکومت نہ ہوگی جیسا کہ حدیث اول کے باب (۸۱) میں ہے ہم سے کسی نے نہیں کہا لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ افشار راز کے باوجود ہمارا ارادہ خروج کا ہے جو ہمارے آزار کا سبب بھی ہے اور حالت یہ ہے کہ امام مہدی موعود کے ظہور تک ہم خروج کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔

Marfat.com

سے منکر۔ اور امام باقرؑ اپنے بھائی زید کو دعویٰ امامت اور خروج بالسیف کے سبب سے قیامت کے دن مستحق عذاب الٰہی جانتے تھے۔ اور انہیں ابوبکر و عمر و عثمان کے طریقوں کے تجدید کرنے والا اور منجملہ ائمۂ ضلالت سمجھتے تھے۔

اب یہ امر دیکھنا ہے کہ حضرات علمار امامیہ حضرت زید شہید کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور اس دعوی امامت کی نسبت جو انہوں نے کیا تھا کیا فرماتے ہیں۔ اور باوجود اس دعوے کے ان کو فسق اور کفر سے کیونکر بچاتے ہیں۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ عموماً اعتقاد حضرات شیعہ کا نسبت حضرت زید شہید کے اچھا ہے اور اُن کو بعد حضرت امام محمد باقرؑ کے افضل اور صاحب ورع وعبادت سمجھتے ہیں۔ اور دعوی امامت کی نسبت فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے لئے نہیں کیا بلکہ وہ اپنے بھائی امام محمد باقر ہی کو امام سمجھتے تھے۔ اور ان کا خروج اپنی امامت کے لئے نہ تھا بلکہ اس سے سبب ہی دوسرا تھا۔ جناب مولانا مولوی دلدار علی صاحب مرحوم تحفہ اثنا عشریہ کے جواب میں جس میں زید شہید کے دعوی امامت کا ذکر ہے۔ فرماتے ہیں کہ شیخ[۱] مفید در ارشاد خود می فرماید کہ زید بن علی بعد امام باقر افضل برادران وصاحب ورع و عبادت و فقاہت بودہ وبسخاوت و شجاعت موصوف۔ و خروج بشمشیر نمودہ وامر بمعروف و نہی از منکری کردہ و طالب[۲] خون جناب سید الشہداء می نمود۔ و بسیارے از شیعیان اعتقاد بامامت او داشتند و منشای این اعتقاد انہا این بود کہ چون دیدند کہ او خروج بشمشیر

---

[۱] شیخ مفید کا ارشاد ہے کہ امام محمد باقر کے بعد زید بن علی اپنے بھائیوں کی بہ نسبت صاحب تقوی و عبادت تھے۔ بڑے سخی اور جیوٹ تھے اشمشیر بکف ہوکر خروج کیا۔ امر معروف اور نہی منکر کرتے۔

[۲] اور سید الشہدار کا خون بہا مانگتے تھے۔ اکثر شیعہ ان کی امامت کے معتقد تھے اور اس اعتقاد کا مطلب ومنشار یہ تھا کہ جب انہوں نے زید شہید کو تلوار لئے خروج کرتے اور آل محمدؐ کی جانب سے امامت کا مدعی دیکھا تو سمجھے کہ اس سے ان کا صرف نفس مراد ہے حالانکہ وہ نفس پر درتہ تھے بلکہ اس امر کے اقراری تھے کہ امامت کا حق ان کے بڑے بھائی امام محمد باقر کو ہے جو مرتے وقت اپنے بیٹے محمد صادق کی امامت کی وصیت کر گئے تھے۔ زید کے خروج کرنے کا سبب یہ ہے کہ وہ ایک دن خلیفۂ وقت ہشام بن عبدالملک کے پاس گئے اور خلیفہ نے شاہیوں کو حکم دیا کہ وہ اس طرح سے مجلس خلافت میں تنگی پیدا کریں اور جمع ہو جائیں کہ زید اس کے دبتی ۱۷۱ پہ

نمود و دعوی می کرد بطرف الرضا من آل محمد گمان کردند که مرا دا وازیں صرف نفس خودش ست وچین نبود چہ وعارف بود باینکہ منصب امامت حق برادر بزرگوارا وجناب امام محمد باقر ست واد وصیت کردہ بود در آخر وقت بحضرت صادق - وسبب خروج او این بود کہ روزے پیش ہشام بن عبدالملک کہ خلیفہ وقت بود رفت خلیفہ امر نمود باہل شام کہ در مجلس او حاضر بودند کہ چنان در مجلس تنگی نمائید کہ زید تا پیش خلیفہ نرسد زید گفت کہ ہیچ یک از بندگان خدا فوق این نیست کہ وصیت بتقوی نماید ومن ترا وصیت می کنم بر پرہیزگاری - ہشام گفت کہ تو خود را از اہل خلافت می پنداری وحالانکہ تو از ام ولدی - زید گفت مادر جناب حضرت اسمٰعیل ام ولد بود وحال اینکہ مرتبۂ نبوت نزدیک خدا فوق تر از مرتبۂ خلافت ست - وچون ہشام زید را از لشکر خود بیرون کرد زید در کوفہ آمدہ خروج نمود ومردمان بسیار با وبیعت کردند وآخر نقض بیعت نمودند واو شہید شد وچون خبر شہادت او بجناب صادق رسید بسیار غمگین وملول گردید وکسانیکہ با زید شہید شدہ بودند لک دینار بورثۂ آنہا حضرت صادق از مال خود تقسیم نمود - انتہی وچون عبد الکاذب الغادر میان ہشام بن الحکم وہشام بن عبدالملک امتیاز ننمودہ این مناظرہ را بہ مناظرۂ امامت رجماً بالغیب حمل نمودہ انتہی -

اگرچہ جناب قبلہ وکعبہ نے حضرت زید شہید کو کفر سے بچانے کے لئے بہت کوشش کی

(بقیہ ملا کا) پاس پہنچ نہ سکیں - اس نوبت پر زید نے کہا کہ کوئی بندۂ خدا ایسا نہیں جو خوف الٰہی کا حکم دے اور اے خلیفہ میں تمہیں پرہیزگاری کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ خلیفہ نے جواباً کہا اے زید تم اپنے تئیں اہل خلافت تصور کرتے ہو حالانکہ تم لونڈی بچہ ہو - اس پر زید نے کہا کہ حضرت اسمٰعیل کی جانب میں تو لونڈی زادہ ہوں اور حقیقت واقعہ یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک خلافت کی بہ نسبت نبوت کا درجہ بلند ہے پھر جب ہشام نے اپنے لشکر سے زید کو باہر نکال دیا تو زید نے کوفہ میں آکر خروج کیا - اکثر لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی مگر آخر میں بیعت توڑ دی اور پھر زید شہید ہو گئے -

ملہ جب ان کی شہادت کی اطلاع امام جعفر صادق کو ملی تو وہ سخت غمگین و ملول ہوئے اور جو لوگ کہ زید کے ساتھ شہید ہوئے تھے ان کے ورثا کو ایک لاکھ اشرفیاں امام صادق نے اپنی دولت میں سے تقسیم دیں ۱۲

Marfat.com

مگر وہ اس بات کے ثابت کرنے میں کامیاب نہ ہوئے کہ حضرت زید شہید نے امامت کا دعویٰ نہ کیا تھا۔ اور نہ اس امر کے ثبوت پیش کرتے ہیں کہ حضرت زید شہید امام محمد باقر کو امام سمجھتے تھے۔ بلکہ بعد دیکھنے اُن روایتوں کے جو ہم نے اصول کافی سے اوپر نقل کی ہیں قبلہ وکعبہ کی تحریر پر مقولہ الغریق یتشبث بکل حشیش صادق آتا ہے اور حضرت ؟ کا باوجود فائز ہونے درجہ امامت پر منکر امامت نہ سمجھنا ایک ایسا قول ہے جو اُن تاریخی واقعات سے جو پایۂ ثبوت پر پہنچے ہوئے ہیں مطابق نہیں ہو سکتا۔ اور ایک زید شہید پر کیا منحصر ہے۔ کون سا امام ہے جس کی اولاد نے اپنے لیئے امامت کا دعویٰ نہیں کیا۔ چنانچہ زید شہید کے بعد اُن کے بیٹے یحییٰ نے اور امام موسیٰ کاظم کے بعد اُن کے فرزند ابراہیم اور جعفر نے اور حسن ابن حسن مثنیٰ اور اُن کے بیٹے عبداللہ اور ان کے فرزند محمد ملقب بہ نفس زکیہ اور ابراہیم بن عبداللہ اور زکریا ابن محمد باقر اور محمد بن عبداللہ بن الحسین بن الحسن اور محمد بن القاسم بن الحسن اور یحییٰ بن عمر وغیرہ نے اولاد میں سے ائمہ کرام کے امامت کا دعویٰ کیا اور اکثر نے خروج فرمایا اور شہید ہوئے گیا۔ ان تاریخی واقعات کی تکذیب ہو سکتی ہے۔ بلکہ وہ اختلاف جو امامت کے مسئلے کی وجہ سے پڑا اور جس کے سبب سے شیعوں کے بہت سے فرقے ہو گئے۔ وہ سب اس بات پر شاہد ہیں کہ ائمہ علیہم السّلام کی اولاد نے کبھی امامت کو اصول دین سے نہیں سمجھا۔ اور نہ منکر امامت کو مثل منکر نبوت کے خیال کیا۔ اگر ائمہ کرام کی اولاد کا یہ عقیدہ ہوتا کہ امامت مثل نبوّت کے ہے۔ اور ہر امام نے اپنے بعد ایک ہی کو اپنی اولاد سے امام بنایا اور اسی کے لیئے امامت کی وصیّت فرمائی۔ اور ہر ایک امام اپنی اولاد کو اس وصیّت سے اطلاع دیتا رہتا اور منکر امامت کو مثل منکر نبوّت کے کافر ٹھہراتا تو کیا ممکن تھا کہ ائمہ کرام کی اولاد اطہار اپنے باپ کی وصیّت نہ مانتی اور امام برحق کو امام برحق نہ سمجھتی اور خود امامت کا دعویٰ کرتی۔ وہ اختلاف جو امامت کے مسئلہ سے شیعوں میں ہوا ہے اور جس سے بہت

(بقیہ ص۱۶۷ کا) کیں اور چونکہ عبد الکاذب غادر و بے وفا نے ہشام بن حکم اور ہشام بن عبد الملک میں کوئی فرق و امتیاز نہیں برتا اس لیئے اس مناظرہ کو مناظرۂ امامت کی حیثیت سے بغیر علم و واقفیت کے محمول کیا ہے۔

Marfat.com

سے فرقے اس مذہب میں ہو گئے ہیں نہ ہوتا اور نہ یہ مختلف فرقے پیدا ہوتے، حالانکہ اختلاف کی یہ کیفیت ہے کہ ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ حضرت علیؓ کے بعد اُن کے بیٹے محمد بن حنفیہ امام ہیں اور یہ کیسانیہ فرقہ ہے۔ پھر محمد بن حنفیہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ بعضے کہتے ہیں کہ ان کا انتقال ہی نہیں ہوا۔ اور بعض اُن کے انتقال کے قائل ہیں۔ مگر یہ کہتے ہیں کہ امامت ان کے بیٹے ابو ہاشم کو منتقل ہوئی۔ اور جو لوگ محمد بن حنفیہ کو امام نہیں سمجھتے بلکہ حسنین کو ان میں یہ اختلاف ہے کہ بعضے امام حسن کی اولاد میں امامت منتقل سمجھتے ہیں اور اُن کے بیٹے عبداللہ اور ان کے بعد محمدؒ۔ پھر اُن کے بھائی ابراہیم کو امام سمجھتے ہیں۔ اور محمدؒ اور ابراہیم وہ ہیں جنہوں نے خلیفہ منصور کے زمانے میں خروج کیا تھا۔ اور شہادت پائی تھی۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ بعد حضرت امام حسینؓ امام حسنؓ کی اولاد میں امامت کبھی منتقل نہیں ہوئی۔ اور جس نے دعویٰ کیا وہ کافر ہے۔ اور امام حسینؓ کے بعد اُن کے فرزند امام زین العابدین امام برحق ہیں پھر ان کے بعد بھی اختلاف ہے۔ زیدیہ آپ کے فرزند زید کی امامت کے قائل ہیں۔ اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ بنی فاطمہ میں سے جو شخص خروج کرے اور امام زاہد شجاع اور سخی ہو وہی امام مفترض الطاعۃ ہے۔ پھر امام جعفر صادق کے بعد بھی امامت میں اختلاف ہے کیونکہ اُن کے پانچ بیٹے تھے۔ محمدؒ و اسمٰعیلؒ و عبداللہ و موسیٰ و علیؑ۔ ان میں سے ہر ایک کی امامت کا علیحدہ علیحدہ فرقہ معتقد ہے۔ بعض محمدؒ کی امامت کے قائل ہیں جس کو عماریہ کہتے ہیں۔ بعض اسمٰعیل کی امامت کے معتقد ہیں اور باپ کے سامنے ان کی موت کا انکار کرتے ہیں۔ اور یہ فرقہ مبارکیہ کہلاتا ہے۔ پھر اُن میں سے بعض ایسے ہیں کہ انہیں پر امامت کو ختم کر کے رجعت کے قائل ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ اُن کی اولاد میں آج تک امامت کے سلسلے کو جاری رکھتے ہیں اس فرقے کا نام اسمٰعیلیہ ہے۔ اور بعضے عبداللہ کی امامت کے قائل ہیں اور اُن کی موت کے بعد اُن کی رجعت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور بعضے موسیٰ کو امام برحق سمجھتے ہیں اس لئے کہ آپ کے دادا نے فرمایا ہے کہ تم میں سے ساتواں امام قائم ہے۔ اور وہ صاحب توریت کے ہمنام ہوگا۔

Marfat.com

غرضکہ اسی طرح اس مسئلہ امامت میں صرف اس وجہ سے اختلاف ہے کہ کسی امام کی اولاد نے بالاتفاق کسی خاص ایک امام کی امامت پر اتفاق اور امامت کے دعویٰ سے احتراز نہیں کیا۔ صرف حضرات اثنا عشری حضرت علی سے لے کر تا حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارہ اماموں کے معتقد ہیں۔ اور اُن کے عقیدے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ باقی اور امام زادے جنہوں نے امامت کا دعویٰ کیا یا امام برحق کو امام نہیں مانا وہ سب کے سب نعوذ باللہ کافر اور مخلد فی النار ہیں۔

تمت

آیات بیّنات حصّہ سوم ختم ہوا

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصہ چہارم

بحث فدک

اب ہم اصل بحث فدک کی شروع کرتے ہیں۔ اور اس میں ان باتوں کو بیان کریں گے۔

(۱) فدک کی حقیقت۔ اور اوسکے حدود۔ اور اوسکی آمدنی۔

(۲) فدک کیونکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں آیا۔

(۳) فئے کی معنی اور اوس کا مصرف۔

(۴) فدک پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو ہبہ فرمایا تھا یا نہیں۔

(۵) حضرت سیدۃ النسا فاطمہ زہرا علیہا السلام نے فدک کے ہبہ کا دعویٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا تھا یا نہیں۔

(۶) میراث کے دعوی کی حقیقت۔

فدک کی حقیقت اور اس کے حدود اور اس کی آمدنی

قاموس میں لکھا ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے خیبر میں۔ اور مصباح اللغۃ میں لکھا ہے کہ وہ ایک بلدہ ہے جو مدینے سے دو روز کی راہ پر ہے اور خیبر سے ایک منزل اور لسان العرب میں ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں اور ازہری کہتے ہیں کہ وہ ایک گاؤں ہے خیبر میں۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ وہ حجاز کے ایک طرف میں واقع ہے۔ اوس میں

Marfat.com

چشمے تھے۔ اور کھجور کے درخت اور خدا نے اسے اپنے پیغمبر پر فئے کیا تھا۔ اور مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع مطبوعہ جرمنی کی جلد دوم صفحہ ۲۲۷ میں ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں مدینے سے دو یا تین دن کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور اسے خدا نے اپنے رسول کو فئے کیا تھا۔ اس لئے کہ صلحاً حاصل ہوا تھا۔ اس میں چشمے تھے۔ اور کھجور کے درخت۔ اور معجم البلدان یاقوت حموی میں ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں مدینے سے دو دن کی راہ پر اور بعض روایت میں تین دن کی راہ پر۔ اور یہ گاؤں ہجرت کے ساتویں سال صلحاً نصف پر آنحضرت صلعم کے ہاتھ میں آیا تھا۔ اور اوسمیں بہت سے چشمے پانی کے اور خرمے کے درخت تھے۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری کی جلد ششم صفحہ ۱۴۰ میں لکھا ہے کہ فدک ایک قصبے کا نام ہے۔ اوس میں اور مدینے میں تین دن کا فاصلہ ہے۔ قاضی نور اللہ شستری احقاق الحق میں فرماتے ہیں کہ صاحب ابطال الباطل کا یہ کہنا کہ فدک خیبر کے گاؤں میں سے ایک گاؤں تھا۔ جھوٹ ہے اس وجہ سے کہ صاحب جامع اصول نے مالک بن اوس سے روایت کی ہے کہ عمرؓ نے جو حجتیں بیان کیں اون میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ کے لئے صفایا بنی نضیر اور خیبر اور فدک کا ثلث تھا۔ اور جناب مولانا سید دلدار علی صاحب عماد السلام کے دسویں باب کی فصل اول میں شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید معتزلی سے نقل کر کے فدک کی حقیقت وہی بیان فرماتے ہیں جو قاضی صاحب نے بیان کی ہے۔

فدک کے حدود جو کچھ حضرات شیعہ نے بیان کئے ہیں اور اوس کی حد بندی کا قصہ انہوں نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار کی آٹھویں جلد کتاب الفتن صفحہ ۱۰۱ میں فدک کی حد بندی کی نسبت بسند عبد اللہ بن سنان حضرت امام جعفر صادقؑ سے یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم فاطمہ کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جبرئیلؑ آئے اور کہا اے محمد! اٹھو خدائے تبارک وتعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کے لئے اپنے پروں سے فدک کی حد بندی کر دوں آپ جبرئیل کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور تھوڑی دیر میں لوٹ آئے۔ اور حضرت سیدہ کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ جبرئیل نے میرے لئے اپنے پروں سے فدک کی حد بندی کر دی ہے۔

ہم کو افسوس ہے کہ کوئی روایت حضرات امامیہ نے کسی امام کی طرف سے ایسی

Marfat.com

بیان نہیں فرمائی جس سے معلوم ہوتا کہ جبرئیل امین نے اپنے پروں سے جو حدود فدک کے مقرر کئے تھے۔ وہ اسی قریے یا بلدے کے تھے جو ایک گاؤں مدینے سے دو دن یا تین دن کی راہ پر ہے۔ یا وہ حدود مقرر کئے تھے جن کا ذکر حضرت امام موسیٰ کاظم کی روایت میں ہے۔ جس کی ایک[۱] حد عدن اور دوسری[۲] سمرقند اور تیسری[۳] افریقہ اور چوتھی سمندر جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے تھی۔ اور جس کی نسبت ہارون رشید نے کہا تھا کہ یہ تو سب دنیا ہے۔ اور یہ وہ روایت ہے جسے ہم بیان کرتے ہیں۔

بحار الانوار میں مناقب ابن شہر آشوب سے ملا باقر مجلسی نے نقل کیا ہے کہ ہارون رشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم سے کہا کہ آپ فدک لے لیجئے حضرت نے انکار کیا۔ اور جب کبھی ہارون رشید اد نسے فدک کے لئے کہتا تو وہ انکار ہی کرتے۔ آخر جب [illegible] سنے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اسے نہ لونگا جب تک مع اپنے حدود کے ندیا جاوئے۔ ہارون رشید نے کہا اچھا اس کے حدود بتلاؤ۔ امام نے فرمایا کہ اگر میں نے اوس کے حدود بتائے تو تم ہرگز نہ دوگے۔ ہارون رشید نے کہا قسم ہے تمہارے نانا کی ضرور دونگا۔ تب امام نے کہا کہ پہلی حد اوسکی عدن ہے۔ یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ پھر امام نے کہا کہ دوسری حد اوس کی سمرقند ہے۔ یہ سن کر ہارون رشید کا چہرہ تمتمانے لگا۔ پھر امام نے کہا کہ تیسری حد اوس کی افریقہ ہے۔ یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ سیاہ ہوگیا۔ پھر امام نے فرمایا کہ چوتھی حد اوسکی سمندر کا کنارہ ہے۔ جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے۔ تب ہارون رشید نے کہا کہ آپ نے ہمارے لئے تو کچھ بھی نہ چھوڑا۔ امام نے کہا کہ میں نے تم سے پہلے ہی کہدیا تھا۔ کہ اگر میں فدک کے حدود بتا دونگا تو تم کبھی ندوگے۔ اسی پر ہارون رشید نے امام کے قتل کا ارادہ کرلیا۔ اس روایت کو لکھ کر پھر ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ ابن اسباط کی روایت میں پہلی حد اوسکی عریش مصر اور دوسری دومۃ الجندل اور تیسری احد اور چوتھی سمندر بیان کی تھی۔ اس پر ہارون رشید نے کہا کہ یہ سب دنیا ہے۔ اس پر امام نے کہا کہ یہ سب یہودیوں کے قبضے میں ابو ہالہ کے مرنے کے بعد تھی۔ پس اس کو خدا اور رسول نے اپنے لئے فے بغیر جنگ وجدل کے کر لیا۔ اور خدا نے رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ یہ حضرت فاطمہ کو دیدو۔

ملا باقر مجلسی فرماتے ہیں کہ یہ دونو حد بندیاں جو بیان کی گئیں اوس کے خلاف ہیں۔ جو لغت نویسوں نے بیان کیں ہیں اور پھر اوس کا جواب ملا صاحب یہ دیتے ہیں کہ شاید مراد امام کی یہ ہے کہ یہ سب فدک کے حکم میں داخل ہیں اور گویا دعوی اون سب پر تھا۔ اور فدک کا نام صرف مثالاً اور تغلیباً تھا۔ (صفحہ ۱۰۱ بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران) یہ روایت متعلق حدود فدک کے جو حضرات شیعہ بیان کرتے ہیں او سے ہم نے اس لئے یہاں بیان کیا کہ گویا فدک اور خلافت کو مرادف سمجھتے ہیں یعنی جہاں تک مسلمانوں کا قبضہ تھا۔ وہ فدک کے حکم میں داخل تھا۔ اور حضرت فاطمہؓ اسی کا مطالبہ فرماتی تھیں۔ مگر فدک جیسا کہ ہم اپنی روایتوں سے اوپر بیان کر چکے ایک موضع ہے اور اوس کے حدود جس طرح سب گاؤں کے معین اور معلوم ہوتے ہیں۔ سب جانتے تھے۔ پیغمبر خدا صلعم نے اوس کا انتظام انہیں لوگوں کے سپرد کر دیا تھا۔ جن سے صلحاً لیا گیا تھا۔ اور یہ قرار پایا تھا کہ جو کچھ پیدا ہو اوس میں سے نصف وہ لوگ لیا کریں اور نصف آنحضرت صلعم کو دیدیا کریں چنانچہ مطابق اس کے ہر سال پیغمبر خدا صلعم کی طرف سے کچھ لوگ جاتے اور تخمینہ کر کے آنحضرت کا حصہ نصف لے آتے۔ اور جو غلہ وہاں سے آتا اوسے حضرت اپنے اہل وعیال کے لئے رکھ کر باقی مسلمانوں کو تقسیم کر دیتے۔

مگر حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ اس کی آمدنی ہر سال چوبیس ہزار دینار تھی جیسا کہ ملا باقر مجلسی حیات القلوب میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اہل فدک کے حساب سے تقریباً تین ہزار چھ سو تومان (سکہ ایرانی) ہوتے ہیں اور صاحب تشئید المطاعن کہتے ہیں کہ بحساب ہندوستان کے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ اس کا ہوتا ہے۔ اور صاحب تشئید المطاعن نے لکھا ہے کہ ابوداؤد اپنی سنن میں لکھتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوئے تو اس وقت فدک کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔

فدک کیونکر آنحضرت صلعم کے قبضے میں آیا

فتح الباری کی جلد ششم صفحہ ۱۲۹ میں لکھا ہے کہ تمام اصحاب مغازی نے فدک کے

آنحضرت صلعم کے قبضے میں آنے کا قصہ یہ بیان کیا ہے کہ فدک کے باشندے یہودی تھے۔ جب خیبر فتح ہو گیا تو ان لوگوں نے آنحضرت صلعم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمیں امن دیں ہم شہر کو چھوڑ کر چلے جاویں گے۔ اور ابو داؤد نے زہری کی روایت سے بیان کیا ہے کہ خیبر کے کچھ باقی لوگ قلعہ بند ہو گئے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ آپ ہمارا خون معاف کر دیجئے اور ہمیں چلے جانے کی اجازت دیدیجئے آپ نے ایسا ہی کیا۔ اس کو اہل فدک نے سنا اور انہوں نے بھی ایسا ہی معاملہ کیا۔ اور ابو داؤد نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم بقیہ اہلِ خیبر کا محاصرہ کر رہے تھے۔ کہ اس اثنا میں فدک والوں سے اور چند معین گاؤں سے صلح ہو گئی۔

تفسیر کبیر صفحہ ۲۷۱ مطبوعہ مصر میں آیہ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ[۱] کی شان نزول میں لکھا ہے کہ یہ آیت فدک کے متعلق ہے اس لئے کہ فدک کے باشندے جلا وطن کر دیئے گئے تھے۔ اور ان کے سب گاؤں اور مال بغیر لڑائی کے رسول اللہ صلعم کے قبضے میں آگئے تھے۔ اور فدک ہی کے غلے میں سے آنحضرت صلعم اپنا اور اپنے عیال کا خرچ نکال کر باقی کو ہتھیاروں وغیرہ میں خرچ کر دیا کرتے تھے

امام ابو العباس احمد بن یحییٰ بلاذری فتوح البلدان میں لکھتے ہیں کہ اسامہ بن زید نے ابن شہاب سے اور انہوں نے مالک بن اوس سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا ہے کہ رسول اللہ کے تین صفایا تھے (صفایا اس مال اور چیز کو کہتے ہیں جو امام غنیمت میں سے اپنے لئے علیحدہ کرے) اول بنی نضیر کا مال دوسرے خیبر تیسرے فدک بنی نضیر کے مال آنحضرت صلعم نے اپنی ضرورتوں کے لئے روک لئے تھے۔ اور فدک مسافروں کے لئے تھا۔ اور خیبر کے تین حصے کر کے دو مسلمانوں کو تقسیم کر دیئے تھے۔ اور ایک حصہ اپنے لئے اور اپنے اہل کے لئے روک لیا تھا۔ آنحضرت کے اہل کے خرچ سے جو بچ رہتا تھا وہ فقرائے مہاجرین کو دیدیا جاتا تھا۔ (دیکھو صفحہ ۲۰ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی)۔

اسی کتاب میں یہ بھی روایت ہے کہ لوگوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ نے خیبر سے

---

[۱] جو ہاتھ لگاوے اللہ اپنے رسول کو ۱۲ موضح پارہ ۲۸ سورۃ حشر رکوع اوّل۔

Marfat.com

مراجعت فرماتے ہوئے محیصہ بن مسعود انصاری کو اہل فدک کے پاس دعوت اسلام کرنے کو بھیجا انکا رئیس ایک شخص یہودی بنام یوشع بن نون تھا۔ یہودیوں نے نصف حصہ زمین پر رسول اللہ سے صلح کر لی۔ مسلمانوں نے سواروں سے اس قسم کا حملہ نہیں کیا تھا۔ اس لئے یہ حصہ خالص رسول اللہ کا تھا۔ جو مسافر آپ کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے ان کے صرف میں اس کی آمدنی آیا کرتی تھی۔ اس کے باشندے وہیں فدک میں رہا کئے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے اور انہوں نے حجاز سے یہودیوں کو نکال دیا۔ ابو الہیثم مالک بن تیہان اور سہل بن ابی خیثمہ اور زید بن ثابت انصاریوں کو فدک میں بھیجا انہوں نے اس کی نصف زمین کی منصفانہ قیمت مقرر کر کے یہود کو دیدی اور ملک شام کی طرف اُن کو نکال باہر کیا۔ (دیکھو صفحہ ۲۹ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی) قریب قریب اسی کے تاریخ طبری اور تاریخ کامل ابن اثیر میں بھی لکھا ہے جس کی اصلی[1] عبارتیں ہم حاشیہ پر نقل کرتے ہیں۔

قاضی نور اللہ تستری صاحب احقاق الحق نے بحوالہ معجم البلدان مؤلفہ یاقوت حموی شافعی نے لکھا ہے کہ فدک کو اللہ تعالیٰ نے سنہ سات ہجری میں اپنے رسول پر صلح کے طور پر فے کیا تھا اس کا قصہ یہ ہے کہ جب آپ خیبر میں نازل ہوئے اور اس کے قلعوں کو فتح کیا اور اس میں کوئی نہ رہا صرف ایک تہائی لوگ رہ گئے اور ان پر حصار کی سختی ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ کے پاس آدمی بھیجکر پوچھا کہ ان کے جلاوطن ہونے پر ان کو اجازت دے دیں آپ نے اس کو منظور کر لیا۔ پھر یہ خبر اہل فدک کو پہنچی تو انہوں نے آپ کی خدمت میں قاصد بھیج کر دریافت کیا کہ ہم سے نصف اموال

---

[1] خلاصہ تاریخ طبری یہ ہے وحاصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل خیبر فی حصینہم الوطیح والسلام حتی اذا ایقنو بالہلکۃ سالوہ ان یسیرہم ویحقن لہم دماہم نفعل وکان رسول اللہ صلعم قد حاز الاموال کلہا الشق ونطاۃ والکتیبہ وجمیع حصونہم الا ما کان من ذینک الحصنین فلما سمع بہم اہل فدک قد صنعوا ما صنعوا بعثوا الی رسول اللہ صلعم یسئلونہ ان یسیرہم ویحقن دمائہم ویخلوا لہ الاموال ففعل وکان فیمن مشی بینہم وبین رسول اللہ صلعم فی ذلک محیصۃ بن مسعود واخو بنی حارثۃ فلما نزل اہل خیبر علی ذلک سالوا رسول اللہ صلعم ان یعاملہم بالاموال علی النصف وقالوا نحن اعلم بہا منکم واعمر لہا فصالحہم رسول اللہ صلعم علی النصف علی انا اذا شئنا نخرجکم اخرجناکم وصالحہ اہل فدک علی مثل ذلک فکانت خیبر فیئا للمسلمین وکانت فدک خالصۃ لرسول اللہ صلعم انتہی اور تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم صفحہ ۱۰۸ میں ہے لما انصرف رسول اللہ صلعم من خیبر بعث محیصۃ بن مسعود الی اہل فدک (باقی ص ۱۷۷ پر)

اور ثمار پر صلح کر لیں آپ نے اس کو بھی منظور کر لیا۔ تو یہ ہے وہ صورت جس پر گھوڑوں شتروں کی دوڑ نہیں ہوئی۔ اس لئے یہ خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوئی۔

اور بحار الانوار میں بروایت امام جعفر صادقؑ فدک کے قبضے میں آنحضرت کے آنے کی کیفیت اس طرح پر لکھی ہے کہ ایک جہاد میں رسول اللہ صلعم تشریف لے گئے۔ جب آپ اس سے لوٹے اور راستے میں کسی جگہ ٹھہرے اور اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ کہ آپ کے پاس جبریلؑ آئے اور کہا کہ اے محمدؐ اٹھو اور سوار ہو لو۔ آپ سوار ہوئے۔ اور جبریلؑ آپ کے ساتھ تھے۔ اور آپ کے لئے زمین ایسی لپٹ گئی جیسے کپڑا لپیٹ لیتے ہیں یہاں تک کہ فدک پر پہونچے۔ جب اہل فدک نے گھوڑوں کا آنا سنا تو ان کو یہ خیال ہوا کہ ان کا کوئی دشمن چڑھ آیا انہوں نے شہر کے دروازے بند کر دیئے۔ اور شہر سے باہر ایک گھر میں ایک بڑھیا رہتی تھی اس کو کنجیاں دروازوں کی دے کر خود پہاڑوں پر جا چڑھے۔ جبریلؑ بوڑھیا کے پاس آئے اور اس سے کنجیاں لے کر شہر کے دروازے کھولے پیغمبر صاحبؐ نے اس کے گھر گھر میں دورہ کیا۔ جبریلؑ نے کہا اے محمدؐ یہ وہ ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے خاص آپ کو دیا ہے نہ اور لوگوں کو۔ یہی معنی ہیں اس قول خداوندی کے مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ الخ پھر جبریلؑ نے دروازے بند کر دیئے اور کنجیاں آپ کو دے دیں۔ اور رسول اللہ صلعم نے ان کو اپنے سیف کے غلاف میں رکھ لیا اور وہ غلاف آپ کے کجاوے میں معلق تھا۔ پھر آپ سوار ہوئے اور زمین آپ کے لئے لپیٹ دی گئی کہ آپ قافلہ میں پہنچ گئے۔ اور لوگ اس وقت تک اپنے مقاموں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ متفرق نہ ہوئے تھے۔ اور نہ کہیں گئے تھے۔ کہ اتنے میں آپ نے فرمایا کہ ہم فدک گئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھ ہی

(بقیہ صفحہ ۱۷۶ کا) یدعوہم الی الاسلام در یئسہم یومئذ یوشع بن نون الیہود فصالحوا رسول اللہ صلعم علی نصف الارض فقبل منہم ذلک وکان نصف فدک خالصا لرسول اللہ صلعم لانہ لم یوجف المسلمون علیہ بخیل ولا رکاب یصرف ما یاتیہ منہا علی ابناء السبیل ولم یزل اہلہا بہا حتی استخلف عمر بن الخطابؓ واجلی یہود الی الحجاز فبعث بالہیثم بن التیہان وسہل بن ابی خیثمۃ وزید بن ثابت فقوموا نصف تربتہا بقیمتہ عدل فدفعہا الی الیہود واجلاہم الی الشام ولم یزل رسول اللہؐ وابو بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ یصنعون صنع رسول اللہؐ وفاتہ فلما ولی معاویۃ الخلافۃ اقطعہا مروان بن الحکم فوہبہا مروان لابنہ عبد الملک انتہی ۱۲

کو غنیمت میں اس کو دیا ہے منافقین نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کنجیاں ہیں فدک کی اور ان کو اپنے غلاف سیف میں سے نکال کر دکھلائیں پھر لوگ سوار ہوئے اور جب مدینے میں پہنچے تو آپ فاطمہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اے بیٹی تیرے باپ کو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں فدک دیا ہے۔ اور وہ تیرے باپ ہی کے لئے خاص ہے نہ اور مسلمانوں کے لئے ہیں اس میں جو چاہوں سو کردوں الخ۔

ملا باقر مجلسی تفسیر فرات بن ابراہیم سے روایت مذکورۂ بالا سے بھی بڑھ کر ایک عجیب عزیب روایت نقل کرتے ہیں جو ان کے مذاق کے بالکل مطابق ہے۔ اور جس میں ان کو گویا اس بات کا دکھانا ہے کہ فدک بمدد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اور بعد قتل بعض سرداران فدک کے قبضے میں پیغمبرؐ کے آیا تھا۔ اور اس سے ضمناً جناب امیر کا حق فدک پر ثابت کرنا منظور ہے وہ روایت یہ ہے کہ زید بن محمد بن جعفر علوی نے محمد بن مروان سے اور اس نے عبید بن یحییٰ سے اور اس نے محمد بن علی بن الحسینؑ سے یہ روایت کی ہے کہ جبریل پیغمبر خدا صلعم کے پاس آئے اور آنحضرتؐ نے اپنے ہتھیار لگائے اور اپنی سواری پر زین کسا اور علیؑ نے بھی اپنے ہتھیار لگائے اور زین کھینچا پھر دونوں آدھی رات کو اس طرف چلے جسے کوئی نہیں جانتا تھا۔ اور جہاں خدا نے ان کو لے جانے کا ارادہ کیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ فدک میں پہونچے اس وقت آپ نے علیؑ سے کہا یا تم مجھے اٹھا کرلے چلو یا میں تم کو اٹھا کرلے چلوں۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ میں آپ کو اٹھا کر لے چلونگا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں میں تم کو لے چلوں گا پس آپ نے علیؑ کو اپنے بازو پر اٹھا لیا اور لے چلے یہاں تک کہ قلعۂ فدک کی شہر پناہ پر پہنچ گئے اور وہاں سے علیؑ قلعہ میں داخل ہوئے اور ان کے پاس آنحضرت صلعم کی تلوار تھی۔ اور وہاں جاکر علیؑ نے اذان دی۔ اور تکبیر کہی کہ قلعہ والے اس آواز کو سن کر گھبرائے ہوئے دروازے پر نکل آئے۔ اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئے۔ پھر ان کے سامنے آنحضرتؐ آگئے اور علیؑ بھی ان کی طرف پہنچ گئے۔ پھر علیؑ نے اٹھارہ آدمی ان کے سرداروں اور بزرگوں میں سے قتل کئے اور باقیوں نے اپنے آپ کو حوالے کردیا اور آنحضرتؐ نے ان کے بچوں کو اپنے آگے کرلیا۔ اور

Marfat.com

جو ان میں سے بچے ان کے مال و اسباب کو ان کی گردنوں پر رکھ کر مدینے کو لے گئے۔ پس کسی اور کو سوائے آنحضرت صلعم کے فدک کے لینے میں تکلیف نہیں کرنی پڑی۔ اس لئے فدک آپ کے اور آپ کی ذریت کے لئے مخصوص ہوا اور مسلمانوں کا اس میں کوئی حصہ نہ ہوا۔ (صفحہ ۹۰ بحار الانوار کتاب الفتن) غرض کہ یہ امر بین الفریقین مسلم ہے کہ فدک ان اموال میں سے ہے جس کو فئے کہتے ہیں۔ اس لئے ہم فئے کے معنے اور اس کا مصرف بیان کرتے ہیں۔

فئے کے معنے اور اس کا مصرف

لسان العرب[1] میں ہے کہ فئے اس غنیمت اور خراج کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کو کفار کے اموال سے بے جنگ و جہاد کے حاصل ہوئی ہو۔ اصل میں فئے کے معنے رجوع کے ہیں گویا اصل میں مسلمانوں ہی کا تھا انہیں کی طرف لوٹ آیا اور اسی وجہ سے فئے اس سائے کو کہتے ہیں جو بعد زوال کے ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی غرب کی جانب سے شرق کی جانب لوٹ جاتا ہے۔

یہ لفظ فئے کا قرآن مجید سے لیا گیا ہے اور یہ کہ وہ کس سے مخصوص ہے اور اس کا مصرف کیا ہے۔ آیہ مفصلۂ ذیل میں جو سورۂ حشر میں واقع ہے مذکور ہے۔ خداوند تعالے فرماتا ہے۔

[2] وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ○ لا تفسیر کبیر کی جلد ششم مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۷۱

---

[1] اصل عبارت یہ ہے الفئے الغنیمۃ والخراج وہو ما حصل للمسلمین من اموال الکفار من غیر حرب ولا جہاد واصل الفئے الرجوع کانہ کان فی الاصل لہم فرجع الیہم ومنہ قیل للظل الذی یکون بعد الزوال فئے لانہ یرجع من جانب الغرب الی جانب الشرق ۱۲۔

[2] اور جو ہاتھ لگایا اللہ نے اپنے رسول کو ان سے سو تم نے نہیں دوڑائے اس پر گھوڑے نہ اونٹ لیکن اللہ جتا دیتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے اور اللہ سب چیز کر سکتا ہے جو ہاتھ لگا دے اللہ اپنے رسول کو بستیوں والوں سے سو اللہ کے واسطے اور رسول کے اور ناتے والے کے اور بن باپ کے لڑکوں کے اور محتاجوں کے اور مسافر کے ۱۲ موضح القرآن پارہ ۲۸ سورۂ حشر رکوع اول ۱۲۔

Marfat.com

میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ میرؔد کا قول ہے کہ فاء یفیئی جب بولا جاتا ہے کہ جب کوئی چیز لوٹے۔ اور جب خدا کسی چیز کو لوٹا دے تو افاء اللہ بولتے ہیں۔ ازہری کا قول ہے کہ فئے ان مالوں کو کہتے ہیں جو بغیر لڑائی کے خدا مخالفین سے مسلمانوں کو دلواتا ہے اس کی کئی صورتیں ہیں یا مخالفین اپنے وطنوں سے نکل جاویں اور ان کو مسلمانوں کیلئے چھوڑ جاویں۔ یا جزیہ پر صلح کر لیں جس کو ہر شخص کی طرف سے ادا کیا کریں۔ یا علاوہ جزیہ کے اور کوئی چیز خون ریزی کے فدیہ میں ملے جیسے کہ بنی نضیر نے آنحضرت صلعم کی صلح کے وقت کیا تھا کہ ہر تین آدمی ایک اونٹ کو علاوہ ہتھیاروں کے اور جس چیز سے چاہیں بھر لیں۔ اور باقی ماندہ چھوڑ جاویں۔ پس یہ باقی ماندہ مال فئے ہے۔ یہی وہ مال تھا۔ جس کو خدا نے کفار سے مسلمانوں کی طرف پھیر دیا۔ اور منہم کی ضمیر یہود اور بنی نضیر کی طرف پھرتی ہے۔ اور فما اوجفتم وجف الفرس والبعیر یجف وجفا دوجیفا سے ہے۔ وجف کے معنے تیز روی کے ہیں جب کوئی شخص کسی کو تیز روی پر آمادہ کرے تب اوجف صاحبہ کہا کرتے ہیں۔ اور علیہ کی ضمیر ما افاء اللہ کی طرف راجع ہے اور من خیل ولا رکاب رکاب اونٹ کی سواری کو کہتے ہیں۔ عرب کے لوگ اونٹ کے سوار ہی کو راکب کہتے ہیں۔ اور گھوڑے کے سوار کو فارس۔ اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ صحابہ نے رسول اللہ صلعم سے درخواست کی تھی کہ جیسے آپ نے مال غنیمت کو لوگوں میں تقسیم کر دیا ہے ایسے ہی مال فئے کو بھی تقسیم کر دیجئے۔ اس پر خداتعالیٰ نے ان دونوں چیزوں میں فرق بیان کر دیا۔ کہ مال غنیمت وہ ہے جس کے حاصل کرنے میں تم نے محنت برداشت کی ہو اور گھوڑوں اور اونٹوں سے اس پر حملہ کیا ہو۔ اور فئے اس کے خلاف ہے اس کے حاصل کرنے میں تم کو کچھ نقصان نہیں ہوئی اس لئے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سپردگی میں رہے گا۔ وہ جہاں چاہیں اس کو صرف کریں۔

اسی آیت کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں کہ اگر یہ آیت متعلق اموال بنی نضیر کے ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے اموال لڑائی کے بعد ضبط کئے گئے تھے۔ اس لئے چاہئے کہ وہ مال غنیمت ہوں نہ منجملہ مال فئے کے۔ اور اس کا وہ یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ مفسرین نے دو وجہ بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ آیت بنی نضیر کی بستیوں کے متعلق

نہیں ہے۔ بلکہ فدک کے متعلق ہے۔اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگرچہ بنی نضیر کے اموال کے متعلق ہے مگر جب ان سے لڑائی ہوئی تھی۔ تب مسلمانوں کے پاس گھوڑوں اور اونٹوں کا کچھ سامان نہ تھا۔اور نہ کچھ ایسی مسافت قطع کرنی پڑی۔ وہ لوگ مدینے سے صرف دو میل تھے۔مسلمان وہاں سے پیادہ پا وہاں چلے گئے صرف رسول اللہ صلعم اونٹ پر سوار تھے۔اور لڑائی بھی بہت خفیف سی ہوئی۔ اور گھوڑے اور اونٹ تو بالکل موجود ہی نہ تھے۔اس لئے خدا تعالےٰ نے ان چیزوں کے حاصل ہونے کو ویسا ہی قرار دیا۔ جیسے بغیر لڑائی کے حاصل ہوتے ہیں۔اور یہ مال آنحضرت صلعم کے لئے خاص کر دیا۔ اس کے بعد ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان مالوں کو مہاجرین میں تقسیم کر دیا تھا۔ انصار میں سے صرف تین آدمیوں کو دیا تھا۔ جو حاجت مند تھے۔ ابو دجانہ اور سہل بن حنیف اور حارث بن صمہ۔

ان اموال کے متعلق جو رسول خدا صلعم کے ہاتھ میں آئے۔اور بعد آپ کے خلفاء اور ائمہ اس پر متصرف ہوئے ضرور ہے کہ ان کے اقسام اور حقیقت اور مصرف کا بیان ذرا تفصیل سے کیا جائے تاکہ معلوم ہو کہ فئے جسے کہتے ہیں اس میں اور دیگر اقسام میں مثل غنیمت وغیرہ کے کیا فرق ہے اور ان اموال پر رسول خدا صلعم یا خلفاء اور ائمہ کا تصرف مالکانہ تھا یا متولیانہ چنانچہ اسے ہم بیان کرتے ہیں۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اکثر صدقہ اور صدقات کا لفظ قرآن مجید اور احادیث میں آیا ہے اس کے دو معنے ہیں۔ایک عام اور ایک خاص۔کبھی وہ اپنے عام معنے میں ان اموال پر بولا جاتا ہے۔جو مسلمانوں کے مصالح اور انتظام لشکر اور دیگر کاموں میں صرف کرنے کے لئے تحصیل کئے جاتے ہیں۔ اور ان معنی میں صدقہ، زکوٰۃ اور اموال لاوارث اور خمس غنیمت اور خراج اور فئے وغیرہ سب کو شامل ہے۔اور کبھی مخصوص معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔اور اس سے مراد صرف زکوٰۃ اور صدقہ اصطلاحی یعنی خیرات ہوتی ہے۔اور وہ صدقہ جو اہل بیت رسول پر حرام ہے۔وہ صدقہ مخصوص ہے یعنی زکوٰۃ اور خیرات۔

جو مال آنحضرت صلعم کے قبضے میں آتا اس کی تین قسمیں تھیں۔ زکوٰۃ۔ غنیمت فئے۔ زکوٰۃ پر صدقے کا اطلاق ہوتا ہے اور اس کا ذکر سورہ توبہ میں ہے اسی میں زکوٰۃ کا مصرف بیان کیا گیا ہے غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو لڑائی میں ہاتھ آئے اور اسی کو بعض انفال بھی کہتے ہیں اور اس کا ذکر سورہ انفال میں آیا ہے۔

زکوٰۃ کے مصرف کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ کہ صدقات کے مستحق صرف یہ لوگ ہیں فقیر یعنی وہ محتاج جو سوال نہ کرتے ہوں۔ اور مسکین یعنی وہ محتاج جو بھیک مانگتے ہوں اور وہ لوگ جو تحصیل زکوٰۃ کے لئے مقرر ہوں اور وہ لوگ جن سے جہاد میں مدد مل سکتی ہو۔ اور ان کی تالیف قلوب منظور ہو۔ اور غلاموں کے آزاد کرنے اور قرض داروں کے قرض چکانے اور خدا کی راہ میں مثل جہاد وغیرہ کے صرف کیا جاوے اور مسافروں کو دیا جاوے۔ پیغمبر خدا صلعم پر صدقات کی تقسیم میں بعض منافقوں نے اعتراض کیا تھا کہ پیغمبر دولتمندوں سے مال لیتے ہیں اور اپنے اقارب اور اہل مودت کو اپنی مرضی کے موافق دیتے ہیں اور عدل کی رعایت نہیں کرتے۔ اس لئے خدا نے اس آیت میں صدقات کا مصرف بیان کر دیا کہ رسول کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے نہ وہ اپنے لئے اس میں سے کوئی حصہ لیتے ہیں۔ نہ اس میں سے کوئی حصہ آپ کے اقارب اور عزیزوں کے لئے دیا جاتا ہے پیغمبر صرف اس کے امین اور خازن ہیں اور بموجب حکم خدا کے اس کی تقسیم کرنے والے فکان علیہ الصلوٰۃ والسلام یقول ما اعطیکم شیئا ولا امنعکم انما انا خازن اضع حیث امرت کہ میں تمہیں نہ کچھ دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں میں صرف خزانچی ہوں جہاں حکم ہوتا ہے وہاں خرچ کرتا ہوں۔

غنیمت کے متعلق سورہ انفال کے شروع میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ج فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ یعنی پوچھتے ہیں تجھ سے اے محمد مال غنیمت

۱؎ پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۸۔ ۲؎ پارہ ۹ سورہ انفال رکوع اوّل۔

Marfat.com

کی نسبت ۔ کہدے ان سے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے ۔ سو ڈرو اللہ سے آپس میں جھگڑا نہ کرو ۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو ۔ یہ آیت بدر کی لڑائی میں جو غنیمت ہاتھ آئی تھی اس کے متعلق نازل ہوئی ۔ چونکہ یہ پہلی ہی لڑائی تھی اور پہلی ہی غنیمت جو مسلمانوں کو ہاتھ لگی تھی ۔ اس لئے اس کی نسبت کچھ جھگڑا پیدا ہوا ۔ اور جیسا کہ معالم التنزیل وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے جھگڑے کا سبب یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں غنیمت کے مال کا یہ دستور تھا کہ تقسیم ہونے سے پہلے سردار لشکر جو چاہتا تھا ۔ اوّل اپنے لئے پسند کر لیتا اور اسی پسند کی ہوئی چیز کو صفی کہتے (جس کی نسبت صفایا کا لفظ مستعمل ہے اور جا بجا اس بحث میں آیا ہے) اور بروقت تقسیم کے چوتھا یعنی چہارم حصہ سردار لشکر کو دیا جاتا تھا باقی جو رہتا وہ لڑنے والوں اور فتح کرنے والوں میں تقسیم ہوتا ۔ اور اگر کوئی چیز خاص کسی شخص کے ہاتھ آتی تو وہ اس کو اپنی ملکیت سمجھتا ۔ اور اس طور پر زبردست اور تونگر لوگ غریبوں پر ظلم کرتے ۔ اور عمدہ اور اچھا مال خود لے لیتے ۔ مال غنیمت کی نسبت بھی انہیں خیالات سے کچھ جھگڑا پیدا ہوا ۔ اور چونکہ اس وقت تک مسلمانوں کے لئے غنیمت کے مال کی نسبت کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ چوتھا اور صفی (یعنی جو مال پسند آوے) غنیمت میں سے لے لیں اور باقی چھوڑ دیں تاکہ ہم آپس میں تقسیم کر لیں ۔ اس پر خدا نے یہ حکم بھیجا کہ مال غنیمت کسی کی ملکیت نہیں ہے بلکہ خدا اور خدا کے رسول کی ملکیت ہے اس پر کچھ جھگڑا نہ کرو ۔

واضح ہو کہ اللہ اور رسول سے یہ مدعا نہیں ہے کہ خدا کیلئے نصف حصہ ہو اور نصف رسول کے لئے بلکہ اس سے مراد ہے کہ وہ خدا کا مال ہے اور رسول اس کا امین اور تقسیم کرنیوالا ہے رسول کا نام لینے سے یہ مدعا نہیں ہے کہ رسول کی ذاتی ملکیت اور خانگی مالیت ہے بلکہ اس طرح کے کلام سے صرف خدا ہی کی ملکیت مراد ہوتی ہے ۔ اور خدا کی ملکیت قرار دینے سے یہ مطلب ہے کہ کوئی خاص شخص اس پر دعویٰ نہیں کر سکتا بلکہ خدا جس طرح پر حکم دے گا ۔ اس طرح پر کیا جائے گا ۔ پھر اسی سورت کی بیالیسویں آیت میں یہ حکم آیا[1] وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی

---

[1] پارہ ۱۰ سورہ انفال رکوع ۵ ۔ ۱۲ ۔

Marfat.com

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ کہ مال غنیمت میں سے خمس خدا اور خدا کے رسول کے لیئے ہے جو قرابت مندوں اور غریبوں اور یتیموں اور مسافروں کی مدد پہنچانے اور ان کی حاجت بر لانے کے لیئے رہے گا۔ اور چار خمس ان لوگوں میں جو لڑتے تھے یا لڑائی کے متعلق کاموں میں مصروف تھے۔ تقسیم کیا جائے گا۔

الفاظ لذی القربی والیتمی والمسٰکین و ابن السبیل سے صاف اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ خمس غنیمت مثل ایام جاہلیت کے بحیثیت لشکر کی سرداری کے آپ کی ذات خاص کے لیئے خدا نے مقرر نہیں کیا بلکہ جاہلیت کی رسم کو مٹا کر خمس اس لیئے مقرر کیا کہ وہ ذاتی ضرورت میں آپ کی اور آپ کے رشتہ داروں کے خرچ ہو اور جو کچھ بچے وہ یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں میں تقسیم کیا جائے۔ اور اس میں خدا کو اس بات کا ظاہر کرنا منظور تھا کہ اس نے اپنے رسول کو صرف حفاظت اسلام اور صیانت مسلمین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیئے کفار سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ورنہ اس کا رسول ملک گیری اور حصول سلطنت اور اخذ مال و متاع اور حب جاہ کے خیال سے بری اور پاک ہے۔ اور اسی لیئے مثل ایام جاہلیت یا دنیا کے عام سرداران لشکر کے نہ غنیمت میں اپنی ذات خاص کے لیئے وہ کوئی حصہ لیتا ہے اور نہ اس سے کوئی خانگی جائداد اور ذاتی ملکیت پیدا کرنی اسے منظور ہے بلکہ جو حصہ غنیمت میں سے نکالا گیا ہے اس میں یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل اور ذوی القربیٰ سب شریک ہیں اور انہیں کی اعانت اور خبر گیری اور رفع ضروریات کے لیئے وہ اس کے تصرف میں بطور امین اور خازن کے رکھا گیا ہے۔ اور یہ وہ امر ہے کہ جس کو دیکھ کر دشمن سا دشمن اسلام کا بھی کسی قسم کی نفسانیت یا حب جاہ اور حصول ملکیت کا ذرا سا بھی الزام رسول پر نہیں لگا سکتا اور یقین کر سکتا ہے کہ اسلام سچا مذہب خدا کا ہے اور اس کے احکام کسی کی ذاتی آسائش اور آرام کے لیئے نہیں ہیں اگرچہ وہ خدا کا پیغمبر ہی کیوں نہ ہو اور جو کچھ اس کے نام سے مقرر کیا گیا ہے وہ بھی اس لیئے کہ اپنی اور اپنے رشتہ داروں کی معمولی ضرورت پوری کرنے کے بعد وہ یتیموں اور غریبوں اور مسافروں کی خبر گیری میں خرچ کرے اپنے واسطے کچھ نہ رکھے۔ اور یہی وہ بات ہے جو آپ کی سیرت اور عادت اور عمل سے ظاہر ہے کہ جو کچھ

Marfat.com

خمس میں سے آتا بعد اپنے اور اپنے اہل وعیال کے معمولی مصارف کے سب کو آپ خدا کی راہ میں خرچ کر دیا کرتے اور کل کے لیے کچھ نہ رکھتے اور اگر کچھ رہ جاتا تو جب تک خدا کی راہ میں وہ خرچ نہ ہو جاتا آپ کو چین نہ آتا واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ؎

تفسیر صافی میں ہے کہ قل الانفال للہ والرسول مختصۃ بھما یضعانھا حیث شاء کہ یہ مال غنیمت کا خدا اور خدا کے رسول سے مخصوص ہے کہ جہاں وہ چاہیں اسے صرف کریں تہذیب میں امام باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے بیان کیا گیا ہے کہ فئے اور انفال اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر خون ریزی کے صلحاً حاصل ہوا ہو۔ اور فئے اور انفال ایک چیز ہے۔

فئے کے متعلق جو آیتیں ہیں وہ سورۂ حشر میں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی آیت یہ ہے۔ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْھُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ خدا اپنے رسول پر فئے کرتا ہے یعنی کفار کا مال اسے دلاتا ہے اس میں تقسیم نہیں ہو سکتی اس لیے کہ تم اونٹ اور گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگ کے لیے نہیں گئے۔ اور تم کو لڑائی نہیں کرنی پڑی اس لیے اس میں مثل غنیمت کے مال کی تقسیم نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد دوسری آیت میں فئے کی تقسیم کا بیان ہے۔ اور وہ یہ ہے مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۝ کہ جو فئے رسول خدا کو حاصل ہوا وہ خدا اور اس کے پیغمبر اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے کام میں لانے کے لیے ہے۔

فئے کی نسبت بحث طلب امر یہ ہے کہ آیا وہ مال آنحضرت صلعم کی ملک تھا اور وہ آپ کا ذاتی اور خانگی مال سمجھا جاتا یا وہ آپ کے اختیار میں تھا۔ کہ خدا کے حکم کے مطابق اس کو کام میں لاتے اور جیسی مصلحت ہوتی مسلمانوں کے فائدے اور دیگر ضروریات شرعی میں خرچ کرتے۔ جو بات آپ کی عادت اور خصلت سے معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ تصرف تو کر سکتے تھے لیکن بالامر یعنی جہاں خدا کا حکم ہوتا

؎ اس کا ترجمہ صفحہ میں دیکھو ۱۲۔

Marfat.com

تھا وہیں صرف فرماتے۔ مالک خود مختار نہ تھے کہ جس کو جی چاہتا دے دیتے اور جس
کو نہ چاہتا نہ دیتے۔ بلکہ اس میں ایسا تصرف کرتے تھے۔ جس طرح غلام مامور ہوتا ہے
کہ جہاں اس کے مولیٰ کا حکم ہو وہاں صرف کرے۔ اور اس کی تشریح خود آپ نے
فرمادی ہے۔ جیساکہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کی قسم میں اپنی طرف سے
نہ کسی کو دیتا ہوں۔ اور نہ منع کرتا ہوں۔ میں تو ایک تقسیم کرنے والا ہوں جہاں مجھے حکم
ہوتا ہے دیتا ہوں اور جہاں نہیں ہوتا نہیں دیتا۔ اور جس طرح آپ فئے کے مال کو
صرف فرماتے اس سے بھی یہی بات نکلتی ہے اس لئے کہ جو کچھ ان زمینوں سے آتا
جو فئے تھیں۔ اس میں سے آپ اپنی ذات خاص کے لئے اور اپنے اہل وعیال کے
لئے ایک سال کے خرچ کے لائق لے لیتے اور باقی سواریوں اور سامان لشکر کی تیاری
میں صرف فرماتے غرض کہ فئے پر آپ کا تصرف متولیانہ تھا نہ مالکانہ۔ اور یہ فرمانا خدا کا
کہ یہ رسول کے لئے ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں کسی دوسرے کا ساتھیوں میں
سے حصہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ غنیمت کے مال کی طرح اس کی تقسیم ہو سکتی ہے وہ رسول
کے قبضے میں رہے گا کہ اس کو اسلام کی ضرورتوں اور لشکر کے کاموں اور اقارب
اور یتامیٰ اور مساکین اور محتاجین کی حاجت براری میں صرف کرے۔ اور چونکہ آپ
کو کفار سے لڑنے اور صلح کرنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ اور اس کے انتظام
کے لئے مصارف کی بھی حاجت ہوتی اور غنیمت کے مال میں سے چار خمس لشکریوں
پر تقسیم ہو جاتے تھے۔ اور خمس جو باقی رہتا وہ دیگر حوائج ضروری کے لئے کافی نہ ہوتا
اس لئے وہ مال جو بلا لڑائی دشمنوں سے ہاتھ آتا خاص آپ کے اختیار میں رکھا
گیا کہ وہ ملکی ضرورتوں میں کام آئے۔

تفسیر صافی میں حضرت امام جعفر صادق ؑ سے منقول ہے کہ انفال اور فئے
میں وہ مال داخل ہیں جو بغیر لڑائی کے دارالحرب سے حاصل ہوں اور زمین جس
کے رہنے والے نکال دیئے گئے ہوں۔ اور بغیر جنگ کے ہاتھ آئی ہو اور زمین
اور جنگل اور بادشاہوں کی جاگیریں اور لاوارث کا مال یہ سب فئے میں داخل ہے

Marfat.com

اور وہ خدا اور اس کے رسول کا ہے۔ اور بعد رسول کے اس کا جو اس کے قائم مقام ہو۔" اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فئے ذاتی اور خانگی ملکیت نہیں تھی بلکہ خاص اہتمام میں رسول کے مصالح ملکی کے مصرف کے لئے رکھی گئی تھی۔ اور اسی واسطے وہ بعد آنحضرت صلعم کے اس کے اختیار میں ہوا جو آپ کا قائم مقام ہو۔ ورنہ جو الفاظ "ھی للّٰہ وللرسول ولمن قام مقامہ بعدہ" کے حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمائے بے معنے ہوئے جاتے ہیں۔ اور اصل حدیث کے الفاظ جو صافی میں منقول ہیں وہ یہ ہیں "وفی الجامع عن الصادق الانفال کل ما اخذ من دار الحرب بغیر قتال و کل ارض انجلی اھلھا عنھا بغیر قتال وسماھا الفقھاء فیئا والارضون الموات والآجام وبطون الاودیۃ وقطائع الملوک ومیراث من لا وارث لہ وھی للّٰہ وللرسول ولمن قام مقامہ بعدہ۔" اور پھر دوسری حدیث اسی میں کافی سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ "الانفال مالم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب او قوم صولحوا او قوم اعطوا بایدیھم وکل ارض خربۃ وبطون الاودیۃ فھو لرسول اللّٰہ وھو الامام من بعدہ یضعہ حیث یشاء" کہ انفال وہ مال ہے جو بغیر لڑائی کے حاصل ہوا ہو یا صلح سے یا لوگوں کے اپنے آپ دینے سے یا زمین غیر آباد اور جنگل سے۔ وہ خدا کے رسول کا ہے اور بعد ان کے امام کا کہ جیسا مناسب جانتے خرچ کرے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انفال اور فئے صرف متولیانہ پیغمبر کے اور ان کے بعد امام کے اختیار میں ہوتا ہے۔ ورنہ حضرت امام جعفر صادقؑ جو بقول شیعوں کے پیغمبر خدا صلعم کے ترکے میں تقسیم میراث کے معتقد ہوں گے۔ یہ نہ فرماتے کہ انفال و فئے بعد رسول کے امام کا ہوتا ہے۔ کیونکہ امام کا لفظ خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بحیثیت قائم مقامی رسول وہ مال امام تک پہونچتا ہے نہ بحیثیت ترکہ اور میراث کے اور یہ بات تمام دنیا میں جاری ہے کہ شہنشاہ سے لے کر ایک چھوٹے سے رئیس تک جو صاحب ملک و ریاست ہو وہ دو حیثیتیں رکھتا ہے۔ ایک ذاتی اور خانگی دوسری سلطنتی اور ریاستی۔ پہلی حیثیت کے لحاظ سے جو جائداد ان کے قبضے میں ہوتی ہے وہ ان کا ذاتی مال ہوتا

Marfat.com

ہے اور دوسری حیثیت سے جو جائداد اور خزانہ اور خراج اور دیگر قسم کی تمام آمدنی ہوتی ہے وہ سلطنت اور ریاست کے متعلق سمجھی جاتی ہے اور اس کی آمدنی بیت المال میں داخل کی جاتی ہے جس کو اس زمانہ میں اسٹیٹ پراپرٹی اور پبلک ٹریزری کہتے ہیں پہلے مال میں میراث باضابطہ جاری ہوتی ہے۔ اور دوسرے مال پر اس کے قائم مقام کا قبضہ ہوتا ہے اور وہ مطابق اصول معینہ اور قواعد مقررہ اور احکام جاریہ کے تصرف کرتا ہے۔

آیہ واعلموا انما غنمتم میں جہاں خمس کے مصرف کا بیان ہے وہاں صاحب تفسیر صافی یہ لکھتے ہیں وفی الکافی عن الرضا انه سئل عن هذه الایة فقیل له فما کان لله فلمن هو فقال لرسول الله وما کان لرسول الله فهو الامام کہ حضرت امام موسیٰ رضاؑ سے کسی نے پوچھا کہ آیہ ان للہ خمسه وللرسول میں جو حصہ خدا کا ہے وہ کس کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ رسول کے لئے ہے اور جو رسول کے لئے ہے وہ امام کے واسطے ہے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ مال ذاتی اور خانگی رسول کا نہیں تھا اور نہ بحیثیت وراثت تقسیم ہو سکتا تھا۔ بلکہ وہ امام کو پہونچتا ہے کیونکہ امام رسول کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور تفسیر قمی سے اسی میں بیان کیا گیا ہے کہ سهم الله وسهم الرسول یرثه الامام خدا اور رسول کے حصے کا وارث امام ہوتا ہے اور امام کے لئے ہونے کا سبب یہ ہے کہ جو باتیں پیغمبر کو کرنی پڑتی تھیں یعنی مسلمانوں کی مدد اور قضا دیون اور فراہمی سامان لشکر و مصارف حج و جہاد وہ سب امام کو کرنی پڑتی ہیں۔

کما قال القمی والخمس یقسم علی ستة اسهم سهم الله وسهم لرسول الله وسهم للامام فسهم الله وسهم الرسول یرثه الامام فیکون للامام ثلاثة اسهم من ستة وثلثة اسهم لایتام آل الرسول ومساکینهم وابناء سبیلهم وانما صارت للامام وحده من الخمس ثلثة اسهم لان الله تعالیٰ قد الزمه بما الزم النبی من مؤنة المسلمین وقضاء دیونهم وحملهم فی الحج والجهاد۔

تفسیر منہج الصادقین میں ذیل آیہ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ الخ کے لکھا ہے کہ فئے اس مال کو کہتے ہیں جو کفار سے مسلمانوں کے ہاتھ آوے بغیر لڑائی کے اور سواروں نے اس پر حملہ نہ کیا ہو اور یہ مال پیغمبر کے لئے ہوتا ہے ان کی زندگی میں اور بعد ان کے اس آدمی کے اختیار میں جو ائمہ دین سے ان کا قائم مقام ہو اور ان کو اختیار ہے کہ جس کو چاہیں دیں

Marfat.com

اور جس کام میں مناسب جانیں صرف کریں اور یہ قول امیرالمؤمنین کا ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ سوم فیٔ است (یعنی منجملہ اموالیکہ ائمہ وولاۃ دران تصرف دارند) وآن مالی است کہ از کفار بمسلمانان منتقل شود بدون قتل و ایجاف خیل ورکاب وآن رسول را باشد در حیات وی و بعد از وی کسی را کہ قائم مقام وی باشد از ائمہ دین والیشان بہر کس کہ خواہند وہند و بہر چہ صلاح باشد صرف نمایند واین قول امیرالمؤمنین ست صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ۔" اور یہ قول جو جناب امیرالمؤمنین کا صاحب تفسیر منہج الصادقین نے نقل کیا ہے یہ بھی صاف صاف اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ فیٔ کے مال پر تصرف رسول کا متولیانہ تھا نہ مالکانہ۔ اور آپ کے بعد اس کی تقسیم میراث کے طور پر نہیں ہو سکتی تھی۔ بلکہ وہ آپ کے قائم مقام اور امام وقت کے اختیار میں رہتا تھا۔ اور صاحب تفسیر منہج الصادقین نے اسی کے آگے یہ لکھا ہے کہ "ابن عباس وعمر وفقہای ما برانند کہ مستحقان فیٔ وخمس بنو ہاشم اند از فرزندان ابو طالب و عباس" اور اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء امامیہ فیٔ کو ذاتی مال رسول کا یا امام کا نہیں سمجھتے بلکہ وہ اس کا مستحق تمام بنی ہاشم کو سمجھتے ہیں جس سے مراد اولاد ابو طالب اور اولاد عباس ہے نہ صرف بنی فاطمہ۔ قطع نظر روایتوں اور اقوال اور حدیثوں کے خود قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ فیٔ کا مال کسی کی ذاتی ملکیت اور خانگی جائداد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آیہ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى میں جو یہ حکم دیا گیا ہے کہ فیٔ خدا اور رسول اور یتامی اور مساکین اور مسافرین کے صرف کے لئے ہے ان میں یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کا شریک کرنا اس لئے ہے کہ یہ مال ذاتی ملکیت نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی خبرگیری کے واسطے ہے۔ اور یہ مثل اس کے ہے کہ بادشاہ اپنے کسی صوبے کے حاکم کو آمدنی پر اختیار دے اور اس کے مصارف بتادے۔ بلا شبہ اس حاکم کو اختیار ہوتا ہے کہ جو کچھ اس کی ذات کے لئے مقرر ہے وہ اس میں سے نکال کر باقی آمدنی کو اپنی رائے اور صوابدید کے مطابق ان مصارف میں صرف کرے جو اس کے بادشاہ نے بتادیئے ہیں نہ یہ کہ اس کے اختیار میں آمدنی ملک کی دینے سے یہ مطلب ہوتا

ہمارے فقہا اور ابن عباس وابن عمر کا متفقہ بیان ہے کہ بنو ہاشم یعنی فرزندان ابو طالب و عباس فیٔ اور خمس کے حقدار ہیں۔

ہے کہ وہ اپنی ذاتی جائداد سمجھے اور بلا پابندی احکام بادشاہ کے جہاں چاہے خرچ کرے اور اسے بہ طور میراث کے اپنے ورثے پر تقسیم ہونے کے لئے چھوڑ جاوے۔ اسی طرح فئے کو خدا نے پیغمبرؐ کے اختیار میں دیا اور اس کے مصارف بتا دیئے کہ اپنی ذاتی ضرورتوں میں صرف کرنے کے بعد جو کچھ بچے وہ رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے کام میں خرچ کرے۔ اگر یہ منظور نہ ہوتا اور مالکانہ قبضہ مراد ہوتا تو صرف لفظ للرسول کا ارشاد ہوتا اور تیامی اور مساکین اور ابن سبیل اس کے شریک نہ کیئے جاتے۔ اور اسی امر کو آگے چل کر خدا نے زیادہ صراحت سے بیان کر دیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم[1] کہ یہ حکم ہم نے اس لئے دیا ہے کہ مال فئے مالداروں ہی کے ساتھ مخصوص نہ ہو جائے کہ دست بدست ان میں پھرتا رہے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب کہ فئے کا مال ذاتی ملکیت کسی کا ہو جائے اور اباً عن جدٍ ایک سے دوسرے کو پہنچتا رہے چنانچہ تفسیر منہج الصادقین میں اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ "حق[2] سبحانہ آنرا (یعنی فئے را) خاصہ پیغمبر گردانید و قسمت آن را بروجہیکہ مذکور شد مقرر ساخت و فرمود کہ بریں طریق کہ حکم فئے نمودیم کیلا یکون تا نباشد آن فئے دولۃ آن چیزیکہ متداول باشد دست بدست گردان بین الاغنیاء منکم میان توانگران از شما کہ بآن مکاثرت کنید و بقوت و غلبہ زیادہ از حق خود بردارید و فقرا را اندک وہید یا محروم سازید چنانکہ در زمانہ جاہلیت بود"۔ اس کے بعد مفسر موصوف لکھتے ہیں کہ خطاب[3] با اہل ایمان ست غیر از پیغمبر و اہل بیت

---

[1] تاکہ آدے لینے دینے میں دولت مندوں کے تم میں سے ۱۲ موضع پارہ ۲۸ سورہ حشر رکوع اوّل۔

[2] اللہ نے مال فئے کو رسول اللہؐ کے لئے خاص کر کے اس کی تقسیم مذکورہ مقرر کر دی۔ اور حکم دیا کہ یہ مال فئے، دولت کی مانند دوسروں کے ہاتھوں اس طرح گردش نہ کرے کہ دولت مندوں کو زیادہ اس لئے ملے کہ وہ اکثریت تعدادی و قوت کے پیش نظر اپنے حق سے زیادہ لے لیں یا فقیروں کو تھوڑا دیں یا فقراء کو بالکل ہی محروم کر دیں۔ اور وہی مثال قائم ہو جائے جو زمانہ جاہلیت میں تھی۔

[3] پیغمبر و اہل بیت کے سوائے صرف تمام مسلمانوں سے یہ خطاب کیا گیا ہے۔

وی صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ لیکن اس قول کی کوئی سند نہیں ہے۔ اور نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ مال پیغمبر یا اہل بیت میں سے کسی کا ذاتی ہے کہ اس میں ترکہ و میراث جاری ہو سکے اور ہمارے قول کی تصدیق اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ جو علم الہدیٰ کا تفسیر منہج الصادقین میں نقل کیا گیا ہے کہ ذی القربیٰ سے بھی مراد امام ہے نہ عام قرابت دار اس لئے کہ امام پیغمبر کا قائم مقام ہوتا ہے اور فئے اس کے اختیار میں ہونا چاہئے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ از علم الہدیٰ[1] نقل ست کہ ذی القربیٰ کہ بصورت مفرد واقع شدہ دلالت میکند برآنکہ مراد ازان امام ست کہ قائم مقام پیغمبر ست چہ اگر مراد جمع می بود ذوی القربیٰ واقع می شد۔

اور صاحب مجمع البیان اپنی تفسیر میں ذیل آیہ کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم کے لکھتے ہیں کہ الدولۃ اسم للشئ الذی یتداولہ القوم بینہم یکون لھذا مرۃ ولھذا مرۃ ای لئلا یکون الفئ متداولا بین الرؤساء منکم یعمل فیہ کما کان یعمل فی الجاھلیۃ وھذا خطاب للمؤمنین دون اھل بیتہ علیہم السلام وفی ھذہ الآیۃ اشارۃ الی ان تدبیر الامۃ مفوض الی النبی والی الائمۃ القائمین مقامہ ولھذا قسم رسول اللہ اموال خیبر ومن علیہم فی رقابہم واجلی بنی النضیر وبنی قینقاع واعطاھم شیئا من المال وقتل رجال بنی قریظۃ وسبی ذراریہم ونسائہم وقسم اموالہم علی المہاجرین ومن علی اھل مکۃ یعنی اس آیت میں اشارہ ہے اس امر کا کہ تدبیر امت کی نبی اور ائمہ کے جو نبی کے قائم مقام ہوں سپرد ہے اسی لئے رسول اللہ صلعم نے اموال خیبر کو تقسیم کیا اور ان کی جانوں کے باب میں ان پر احسان کیا اور بنی نضیر اور بنی قینقاع کو کچھ مال دے کر جلاوطن کر دیا اور بنی قریظہ کے مردوں کو قتل کیا اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کیا۔ اور ان کے اموال کو مہاجرین پر تقسیم کیا۔ اور اہل مکہ پر احسان فرمایا۔

---

[1] علم الہدیٰ کی تحریر ہے کہ ذی القربیٰ کا لفظ چونکہ مفرد آیا ہے اس لئے اس سے امام مراد ہیں۔ جو رسول اللہ کے قائم مقام ہیں۔ اور اگر امام مراد نہ ہوتے بلکہ دوسرے تمام لوگ مقصود ہوتے تو جمع کا لفظ ذی القربیٰ کا ہوتا۔

Marfat.com

ان اقوال مذکورہ بالا سے یہ بات صاف ثابت ہوتی ہے کہ فئے کا مال غنیمت کے مال سے صرف اس بات میں فرق رکھتا ہے کہ اس میں کسی دوسرے کا حصہ غنیمت کے مال کی طرح نہیں ہوتا۔ اور وہ رسول خدا صلعم کے اختیار میں رکھا گیا تھا تاکہ اس پر آپ متولیانہ قابض رہیں۔ اور خدا کی مرضی اور حکم کے مطابق اسے کام میں لا دیں۔ بعد آپ کے خلیفۂ وقت اور امام زمان کے قبضے اور اختیار میں دیا گیا تاکہ وہ بھی انہیں مصارف میں اسے صرف کریں جس میں رسول خدا صلعم صرف فرمایا کرتے تھے۔ اور اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فئے کے مال میں بسبب اس کے کہ وہ ذاتی ملکیت آپ کی نہ تھی میراث جاری نہیں ہو سکتی تھی۔ اور چونکہ فدک اموال فئے میں سے تھا۔ اس لئے اگر آنحضرت صلعم کے متروکہ میں بالفرض میراث بھی جاری ہوتی اور میراث کے حکم عام سے آپ کی ذات مبارک مستثنیٰ بھی نہ ہوتی تاہم فدک بوجہ نہ ہونے ذاتی ملکیت کے تقسیم اور اجراء احکام میراث سے مستثنیٰ رہتا۔

اسی سے بعض دور اندیش امامیہ نے فاطمہؑ کے دعوی فدک کو میراث پر محدود رکھنا مناسب نہ جان کے اس کا ہبہ کیا جانا اور فاطمہؑ کا دعویٰ ہبہ کرنا پیش کیا حالانکہ آنحضرت کا فدک پر فقط متولیانہ قابض ہونا نہ مالکانہ خود ہبہ کو باطل کرتا ہے کیونکہ ہبہ بغیر قبضۂ مالکانہ ممکن نہیں ہے۔ مگر ہم اس سے قطع نظر کر کے دیکھتے ہیں۔ اور اسے ایک ایسی تاریخی سلسلے سے بیان کرنا مناسب جانتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ حضرات امامیہ کے متقدمین اور متاخرین علما نے اس کی نسبت سُنّیوں کی روایتوں سے کیا کیا ثبوت پیش کیا ہے۔

بحث متعلق ہبہ فدک

اس کے متعلق جو کچھ شیعوں کے ان بزرگوں نے لکھا ہو جن کا زمانہ ائمہ کرامؑ کے قریب تھا۔ وہ ہماری نظر سے نہیں گذرا مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ زیادہ مفصل نہ ہوگا۔ ہم کو جہاں تک علم ہے سب سے اوّل کتاب جس میں یہ بحث تفصیلاً بیان کی گئی ہے۔ وہ شافی ہے۔ جس کو جناب سید مرتضیٰ ملقب بعلم الہدی نے قاضی عبدالجبار

کی کتاب مغنی کے جواب میں لکھا ہے۔ یہ کتاب غالباً چوتھی صدی کے اخیر یا پانچویں صدی کے شروع میں تالیف ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اس کے مؤلف ۳۵۵ھ سنہ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۴۳۶ھ سنہ ہجری میں انتقال فرمایا۔ ۱۳۰۱ھ سنہ ہجری میں یہ کتاب ایران میں چھاپی گئی اور اس کی نسبت یہ لکھا گیا۔ وھو کتاب لم یات بمثلہ احد من الانام فی سالف الشھور والاعوام ولا یاتون ابداً ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا لان اجدادہ الطاھرین کانوا لہ فی نصرتہم ھادیا ومؤیدا ونصیرا کہ یہ ایسی بے مثل کتاب ہے کہ جس کے مانند گذشتہ زمانے میں کوئی نہ لکھ سکا اور نہ آئندہ لکھ سکے گا اس لئے کہ اس کی تصنیف میں ائمہ کرام مصنف کے اجداد کی تائید اور مدد تھی۔

اسی کتاب شافی کے مضامین کو بہ ترتیب جدید شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے لکھا اور اس کا نام تلخیص شافی رکھا یہ کتاب جیسا کہ خود مؤلف نے خاتمہ پر لکھا ہے ۴۳۲ھ سنہ ہجری میں لکھی گئی۔ اس کی تعریف میں بھی یہ لکھا گیا ہے وھو کا صلہ لم یات مصنف ولا مؤلف بمثلہ علی رد العلماء العامۃ العمیاء یہ بھی مثل اپنی اصل کے بے مثل ہے کسی مصنف اور مؤلف نے ایسی کتاب کور چشم علماء اہل سنت کے رد میں نہیں لکھی۔

اس کے بعد کتاب کشف الحق و نہج الصدق لکھی گئی جو تصنیف ہے لسان المتکلمین سلطان الحکماء المتاخرین علامہ جمال الدین ابو المنصور حسن بن یوسف بن علی مطہر حلی کی جن کی نسبت قاضی نور اللہ تستری اپنی کتاب احقاق الحق میں فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے مصنف نے سلطان غیاث الدین او لجا یتو خدا بندہ کے سامنے علماء اہل سنت سے جو مختلف شہروں سے جمع کئے گئے تھے۔ مناظرہ کیا اور بدلائل عقلیہ اور براہین نقلیہ ان کے مذہب کا بطلان اور مذہب امامیہ کی حقیقت اس طور پر ثابت کی کہ علماء اہل سنت تمنا کرنے لگے کہ کاش وہ پتھر یا درخت ہو جاتے۔ اور اس کے بعد علامہ ممدوح نے کتاب کشف الحق و نہج الصدق بالصواب تصنیف کی۔ اور سلطان مع امراء اور بہت بڑے گروہ علماء اور اکابر کے شیعہ ہو گیا۔ اور باوجودیکہ اس زمانے میں علماء اہل سنت میں سے بڑے نامی لوگ موجود تھے جیسے کہ قطب الدین شیرازی و عمر کاتبی قزوینی اور مولی نظام الدین مگر کسی نے اس کتاب کے جواب لکھنے کی جرأت نہ کی۔ یہ کتاب غالباً ساتویں

Marfat.com

صدی کے اخیر میں لکھی گئی ہے۔ اس کے مصنف ۶۴۸ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۷۲۶ھ ہجری میں وفات پائی۔

ساتویں صدی میں ایک اور مشہور کتاب لکھی گئی جس کا نام طرائف فی معرفۃ مذاہب الطوائف ہے۔ جس کے مصنف ثقۃ الاسلام علی بن طاؤس حلّی ہیں جناب ممدوح ۵۸۹ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور ۶۶۴ھ ہجری میں انہوں نے وفات فرمائی۔ علامہ موصوف نے اس کتاب کو تقیۃً ایک ذمی کے نام سے لکھا ہے اور اس کا نام عبد المحمود قرار دیا ہے۔ آغاز میں کتاب کے ایک تمہید اس ذمی کی طرف سے لکھی ہے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا مذہبوں کا اختلاف سن کر ارادہ کیا کہ مذہبی عقائد کی حقیقت دریافت کروں۔ سب سے اول میں نے دین محمدی کی تحقیق شروع کی مگر ان میں اکثر کو مالکی، حنفی، شافعی، حنبلی مذہب پر پاکر متعجب ہوا کہ یہ لوگ نہ نبی کے زمانے میں تھے۔ نہ ان کے اصحاب اور نہ عقائد میں باہم متفق۔ پھر کیونکر وہ اپنے عقائد مذہب کو سب سے اچھا سمجھتے ہیں۔ پھر شیعوں کا ذکر لکھا ہے کہ وہ اپنے مذہب کو اماموں اور پیغمبر کی اولاد سے منسوب کرتے ہیں۔ پھر میں نے مذاہب اربعہ کے علما سے مذہبی عقائد کی تحقیق کی اور ان سے سوالات کیے مگر معلوم ہوا کہ حق پر نہیں ہیں اور ان کے مذہب کی برائی انہیں کی کتابوں سے ثابت کی۔ گویا اس پیرائے میں علامۂ ممدوح نے اپنے مذہبی عقائد کی سچائی ظاہر کی ہے۔ اور اس کتاب میں بحث فدک کو بہت تفصیل سے اور نہایت فصیح بلیغ تقریر میں ادا کیا ہے اس کی خوبی اور قدر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اپنی مشہور کتاب عماد الاسلام میں بہت بڑا حصہ ان کی تقریر کا بحث فدک میں نقل کیا ہے۔

اس کے بعد قاضی نور اللہ تستری نے نہایت مشہور کتابیں اس فن میں تالیف کیں ان میں سے احقاق الحق نہایت مبسوط اور مشہور کتاب ہے جو جواب میں ابطال الباطل کے جس کو علامہ روزبہان نے کشف الحق کے جواب میں لکھا تھا قاضی صاحب نے تصنیف فرمایا ہے۔

گیارہویں صدی میں جناب ملا باقر مجلسی نے جن کا خطاب محی طبقہ سید البشر فی راس

Marfat.com

مائۃ الحادی عشر ہے بہت کتابیں لکھیں جن میں سے ایک بحار الانوار ہے جو روایتوں اور واقعات کا گویا ایک دریا ہے اس کی اٹھویں جلد کتاب الفتن میں ایک خاص باب فدک کی بحث میں ہے جس کا عنوان ہے باب نزول الآیات فی امر فدک و قصصہ و جوامع الاحتجاج فیہ اور اسی کا خلاصہ بزبان فارسی حق الیقین اور حیات القلوب میں جناب ممدوح نے لکھا ہے۔

تیرھویں صدی میں ایک نیا دور شروع ہوا اور ہندوستان میں شیعہ وسنی کے باہم مناظرہ کا غلغلہ بلند ہوا۔ تحفہ اثنا عشریہ کے شائع ہونے کے بعد علماء شیعہ نے اس فن میں اپنی علمیت اور قابلیت کے خوب جوہر دکھائے اور دہلی اور لکھنؤ کے علماء مجتہدین شیعہ نے بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں سے عماد الاسلام مولانا مولوی دلدار علی صاحب کی نہایت مبسوط و مشرح کتاب عربی زبان میں ہے اور جس میں جناب ممدوح نے امام رازی کی نہایۃ المعقول کا جواب دیا ہے اس میں فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔ اس کے بعد تحفہ اثنا عشریہ کے جوابات میں تشئید المطاعن مولوی سید محمد قلی صاحب کی اور طعن الرماح جناب مجتہد سید محمد صاحب کی ان کتابوں میں سے ہیں جن پر حضرات امامیہ کو بہت ناز ہے۔ اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ اس کا جواب ہی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ منشی سبحان علی خان صاحب اپنے بعض رسائل میں فرماتے ہیں از آنجا کہ مجتہد العصر والزمان سمی رسول اللہ الی کافۃ الانس والجان اعنی مولانا و مقتدانا السید محمد مدظلہ الصمد درکتاب معدوم النظیر موسوم بطعن الرماح این معضلہ دلدوز مخالفین را بچناں بیان کافی ووافی ایضاح فرمودہ اند کہ بالاتر ازاں بلکہ مماثل آن از حد قدرت بشری بیرون ست این فاقد الادراک استیعاب دلائل اثبات غصب حق بضعۃ رسول اللہ برہمان کتاب مستطاب حوالہ نمودہ بر تقریری آخر کہ خالی از تجددی نیست از ما جری فیہا ابطال خلافت اول وثانی می سازد۔

سوائے ان کے ایران میں بھی چند کتابیں بالفعل ایسی طبع ہوئی جن میں فدک کی بحث تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ منجملہ ان کے ایک کتاب بحر الجواہر ہے جس کے مصنف سید محمد باقر بن سید محمد موسوی ہیں جو فتح علی شاہ قاچار کے زمانے میں تھے۔ دوسری کتاب

Marfat.com

کفایۃ الموحدین فی عقائد الدین تصنیف سے اسماعیل بن احمد علوی طبرسی کی ہے جس کی جلد خاص امامت کی بحث میں ہے۔ تیسری کتاب لمعتہ البیضا فی شرح خطبتہ الزہرا ہے جس کے ۷۰۰ صفحے مطبوعہ ہیں اور اس میں حضرت فاطمہؓ کے خطبے کا جو متعلق فدک کے ہے بیان ہے مع ان روایات اور مباحث کے جو اس مسئلے سے تعلق رکھتی ہیں۔ چوتھی کتاب جلد چہارم از کتاب دوم فاتح التواریخ ہے جس میں مقرب الخاقان مرزا محمد تقی لسان الملک مصنف فاتح التواریخ نے خاص حضرت فاطمہ کا حال لکھا ہے جس میں فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے اس کے سوا لے جو اور فارسی اور اردو میں رسالے لکھے گئے ہیں ان میں صرف خوشہ چینی طعن الرماح کی گئی ہے اور اسی کے اقوال اور مضامین الٹ پھیر کے بیان کئے گئے ہیں۔

ان کتابوں میں جن کے نام ہم نے اوپر بیان کئے ہیں کتاب الحق میں میراث کے دعویٰ کا اول ذکر کیا گیا ہے۔ اور ہبہ کا بعد اس کے اور اس سے یہ خیال کیا جا سکتا ہے اس کے مصنف میراث کے دعوی کو ہبہ پر غالباً مقدم سمجھتے تھے۔ اور فدک کی بحث میں پہلا امر تصفیہ طلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ نے اول میراث کا دعویٰ کیا تھا یا ہبہ کا عموماً علمار امامیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدۃ النساءؓ نے فدک کے متعلق دو دعوے کئے تھے اولؔ یہ کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک انہیں ہبہ کر دیا تھا۔ اور وہ اس پر منصرف اور قابض تھیں۔ جب ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تب انہوں نے حضرت فاطمہؓ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا اور اپنا قبضہ کر لیا یہ سنکر وہ حضرت ابوبکر کے پاس آئیں اور یہ دعوی کیا کہ فدک مجھے ہبہ کیا گیا تھا اور میں اس پر قابض تھی تم نے کیوں میرا قبضہ اٹھا دیا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق نے ان سے شہادت طلب کی حضرت فاطمہ نے حضرت علی اور حسین اور ام ایمنؓ کو شہادت میں پیش کیا اور ان سب نے حضرت فاطمہ کے دعوی کی تائید میں گواہی دی مگر ابوبکر صدیق نے یہ کہہ کر شہادت کا نصاب پورا نہیں ہوا ان کی گواہی کو رد کر دیا۔ اور فدک انکیں واپس نہ کیا اس پر وہ خفا ہو گئیں اور اس کے میراث کا دعوی کیا۔ اس لئے سب سے پہلے اس بحث میں یہ امر قابل تصفیہ ہے کہ کونسا دعوی مقدم تھا چنانچہ عماد الاسلام کے دسویں باب کے چوتھے فائدے کے چوتھے مسئلے میں جناب

Marfat.com

مولانا دلدار علی صاحب نے اسی کی نسبت خاص بحث فرمائی ہے کما یقول المسئلۃ الرابعۃ ان فاطمۃ ھل ادعت المیراث اولاثم ادعت النحلۃ او بالعکس و یستفاد من کلام اکثر العامۃ ان دعوی النحلۃ ظھرت منھا بعد دعوی المیراث و قالت الامامیۃ بالعکس یعنی چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ آیا فاطمہؓ نے پہلے میراث کا دعوی کیا پھر ہبہ کا یا بالعکس۔ اور اہل سنت کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہبہ کا دعوی میراث کے بعد پیش کیا گیا۔ اور امامیہ اس کے برعکس کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً مجتہد صاحب اس بات کو اپنے ناظرین کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ ہبہ کا دعوی اہل سنت کے نزدیک بھی صحیح ہے۔ مگر یہ دعوی میراث کے دعوی کے بعد حضرت فاطمہؓ نے کیا تھا۔ حالانکہ اہل سنت کے نزدیک کسی معتبر اور صحیح روایت سے ہبہ کا دعوی ثابت ہی نہیں اور اہل سنت اس بات کو مانتے ہی نہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے ہبہ کا دعوی کیا تھا۔ اس لئے جو عمارت اس روایت کی بنیاد پر حضرت امامیہ نے کھڑی کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ سے شہادت طلب کی گئی۔ اور انہوں نے حضرت علیؓ اور حسنینؓ اور ام ایمنؓ کو شہادت میں پیش کیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس کو نہ مانا اور یہ عذر کر کے کہ از روئے احکام شریعت کے شہادت کافی نہیں ہے۔ فاطمہؓ کے دعوی کو رد کر دیا۔ اور پھر اس پر بہت طرح سے حضرت ابوبکر صدیقؓ پر ملامت کی ہے۔ اور ان کا ظلم و ستم ثابت کیا ہے۔ اور سنیوں کے نزدیک فاطمہؓ اور علیؓ اور حسنینؓ کو جھوٹا اور خود غرض اور اپنے جلب منفعت کے واسطے جھوٹا دعوی اور جھوٹی شہادت دینے والا قرار دیا ہے۔ وہ سب منہدم ہو جاتی ہے۔ جب نفس دعوی کی نسبت کوئی صحیح روایت سنیوں کے یہاں نہیں ہے تو جو کچھ زور قلم اس باب میں حضرات علماء امامیہ نے دکھایا ہے اس پر ثبت العرش ثم انقش کی مثل صادق آتی ہے۔ اور تمام وہ فصیح و بلیغ تقریریں اور وہ پرجوش اور زبردست تحریریں جو اس باب میں کی ہیں۔ ہباءً منثوراً ہو جاتی ہیں۔ اسی واسطے جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے بعد جواب دینے دعوی میراث کے اپنی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں فرمایا ہے وللہ درہ وعلی اللہ اجرہ

Marfat.com

درینجا[۵] فائدہ عظیمہ باید دانست کہ شیعہ دراول درباب مطاعن ابوبکر منع میراث می نوشتند و چون از عمل ائمہ معصومین و از روی روایات این حضرات عدم توریث پیغمبر ثابت شد ازیں دعوی انتقال نمودہ دعوی دیگر تراشیدند وطن دیگر برآوردند کہ آن طعن سیزوہم ست کہ ابوبکرؓ فدک رابفاطمہ نداد حالانکہ پیغمبر برای او ہبہ نمودہ بود۔ و دعوی فاطمہؓ را مسموع ننمود و از وی گواہ و شاہد طلبید الی قولہ جواب ازیں طعن آنکہ دعوی ہبہ از حضرت زہراؓ و شہادت دادن حضرت علیؓ و ام ایمنؓ یا حسنینؓ علی اختلاف الروایات در کتب اہل سنت اصلاً موجود نیست۔ محض از مفتریات شیعہ است و در مقام الزام اہل سنت آوردن وجواب آن طلبیدن کمال سفاہت ست۔)

ہم اس بحث کی نسبت زیادہ کہنا کچھ نہیں چاہتے۔ بجز اس کے کہ خود علماء شیعہ نے تسلیم کیا ہے کہ بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ ارث کا دعوی ہبہ پر مقدم تھا جیساکہ المعتہ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا مطبوعہ ایران کے صفحہ ۱۴۱ میں لکھا ہے وما فی بعض الروایات انہا ادعت الارث اولاثم ادعت النحلۃ فذلک علی تقدیر الصحۃ انما ہو بلحاظ انہا فی محل اثبات النحالۃ فلما القوا الشبہۃ بنقل الروایۃ ادعت ما ہو الواقع من حقیقۃ النحلۃ کہ بعض روایات میں جو یہ آیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے اول ارث کا دعوی کیا پھر ہبہ کا پس

---

۵ یہاں ایک بڑی بات ہے یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت ابوبکرؓ پر طعنہ زنی کے لئے شیعوں نے پہلی بات یہ گھڑی کہ انہوں نے وراثت نبی کی ممانعت لکھی ہے اور جب کہ ائمہ معصومین کے عمل اور ان بزرگوں کی روایات سے رسول اللہ کا ورثہ نہ ہونا ثابت ہوا تو شیعوں نے اس کے بجائے دوسرا دعوی تراش کر وہ طعن و تشنیع دنیا شروع کی جسے تیرھواں طعنہ کہتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے باغ فدک حضرت فاطمہ کو نہیں دیا حالانکہ بقول شیعہ رسول اللہؐ نے یہ حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کر دیا تھا۔ آخرکار حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کا مطالبہ باغ فدک قبول نہیں فرمایا بلکہ ان سے گواہ طلب کئے۔

شیعوں کے اس طعنہ کا جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا دعوی اور حضرت علیؓ و ام ایمنؓ یا حضرت حسنینؓ کا شہادت و گواہی دنیا جس کی شیعوں میں مختلف روایات ہیں یہ سب کچھ اہل سنت الجماعتہ کی کتابوں میں سرے ہی سے موجود نہیں۔ بلکہ یہ سب شیعوں کی افترا پردازی ہے اور سنیوں پر اس قسم کا الزام دنیا اور پھر ان سے جواب کرنا در حقیقت پگلاپن اور مکمل نادانی ہے۔

بشرط صحیح ہونے اس کے وہ اس لحاظ سے ہے کہ بوجہ میراث کے وہ ہر طرح سے اس کی مستحق تھیں جب اس میں ایک روایت نقل کر کے شبہ ڈال دیا تو جو اصلی بات تھی۔ اور حقیقی واقعہ تھا یعنی ہبہ اس کا دعویٰ کیا۔ مگر چونکہ علمائے امامیہ نے ہبہ کے دعویٰ کو اکثر پہلے بیان کیا ہے اور ارث کے دعویٰ کو بعد اس کے اس لئے ہم بھی یہی ترتیب اختیار کرتے ہیں کیونکہ تقدیم و تاخیر سے نفس مطلب پر زیادہ اثر نہیں ہوتا خصوصاً اس وقت جبکہ ہبہ کا دعویٰ فی نفسہ ہمارے نزدیک پیش ہی نہ ہوا ہو۔

آیا فدک پیغمبر خدا نے حضرت فاطمہ کو ہبہ کیا تھا یا نہیں

چونکہ حضرات امامیہ اس بات کے مدعی ہیں کہ فدک حضرت فاطمہؑ کو ہبہ کیا گیا تھا اور اسی بنا پر حضرت فاطمہؑ نے جبکہ وہ غصب کر لیا گیا ابوبکر صدیقؓ کے سامنے دعویٰ کیا اس لئے ثبوت ان کے ذمے ہے کہ وہ اہل سنت کی معتبر روایتوں سے ان دونوں دعووں کو ثابت کریں اگر وہ اسے ثابت کر سکیں تو ہمارے ذمے ہے کہ اس بنا پر جو کچھ اعتراضات وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ پر لگاتے ہیں اور اس کے متعلق جو باتیں پیش آئیں ان سے حضرت صدیق اکبرؓ کو الزام دیتے ہیں۔ ان کے جوابات دیں۔ لیکن اگر وہ اپنا دعویٰ ہی ثابت نہ کر سکیں تو ہمیں ضرور نہیں کہ بر بنا فرض و تسلیم کے ان لغو و بیہودہ الزامات کا جواب دیں اور تردید شہادت کے متعلق فضول بحث کریں۔ اس لئے ہم ایک تفصیلی نظر ان تمام کتابوں پر جن کے نام اوپر بیان کئے گئے کرتے اور اپنے ناظرین کو دکھاتے ہیں کہ کیا ثبوت ان کی طرف سے ان دونوں دعووں کے متعلق پیش کیا گیا ہے۔ اور کس قسم کی روایتیں کس قسم کی کتابوں سے بتائید اپنے دعوے کے انہوں نے بیان فرمائی ہیں۔

شافی میں متعلق فدک کے ہبہ کئے جانے کی کوئی حدیث یا کوئی روایت سنیوں کی کتابوں سے پیش نہیں کی گئی بلکہ قاضی عبدالجبار نے اپنی کتاب مغنی میں جو یہ لکھا تھا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ ابوسعید خدری سے روایت کی گئی ہے کہ جب آیہ وات ذالقربیٰ حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہؑ کو فدک عطا فرمایا۔ پھر عمر بن عبدالعزیز نے اولاد فاطمہؑ پر اوسے رد کیا۔ اسی روایت پر

Marfat.com

کفایت فرمائی ہے اور شیعوں کے اس قول کو نقل کرکے قاضی عبدالجبار نے لکھا تھا کہ اکثر جو شیعہ اس باب میں روایت پیش کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے اس کی تردید میں ہبہ فدک کے متعلق کوئی تائیدی روایت پیش نہیں کی۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علم الہدیٰ کے نزدیک سوائی اس روایت کے جو نام سے ابوسعید خدری کے شیعوں میں مشہور ہوری تھی کوئی صحیح روایت سنیوں کی معتبر کتابوں میں انہوں نے نہیں پائی ورنہ اسے پیش فرماتے تلخیص شافی میں بھی کوئی دوسری روایت ہبہ فدک کی تائید میں پیش نہیں کی گئی۔

علامہ مطہر ابن حلی کی کتاب کشف الحق و نہج الصدق میں کوئی صحیح سند متعلق ہبہ کے نظر نہیں آئی۔

طرائف میں ایک روایت بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے لکھی ہے روی غیر واحد منہم من بشر بن الولید الواقدی وبشر بن غیاث فی احادیث یرفعونہا الی محمد نبیہم انہ لما فتح خیبرا صطفیٰ لنفسہ قری من قری الیہود فنزل جبریل بھذہ الآیۃ فات ذالقربیٰ حقہ فقال محمد صلعم من ذی القربیٰ وما حقہ قال فاطمۃ فدفع الیہا فلک ثم اعطاھا العوالی بعد ذلک فاستغلتہا حتی توفی ابوھا محمد صلعم کہ ان لوگوں نے یہ حدیث اپنے پیغمبر سے بیان کی ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو آپ نے منجملہ یہود کے دیہات کے ایک گاؤں اپنے لئے علیحدہ کر لیا پھر جبریلؑ یہ آیت لائے کہ اپنے ذاالقربیٰ کو ان کا حق دیدو اس پر آنحضرتؐ نے پوچھا کہ ذاالقربیٰ کون ہیں اور ان کا حق کیا ہے جبریلؑ نے کہا کہ ذاالقربیٰ فاطمہؑ ہیں اس پر آپ نے فدک انہیں دے دیا اور پھر عوالی یعنی چند باغات اور عطا کئے کہ اس کا غلہ حضرت فاطمہؑ لیا کرتیں تا وفات اپنے باپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے (دیکھو طرائف صفحہ ۶۸ مطبوعہ بمبئی) اس کے علاوہ اسی کتاب میں ایک اور روایت سید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت کی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں۔

ومن طریف ما قصاتہم ما رووھم فی کتبہم الصحیح عندھم برجالہم عن مشائخہم حتی اسندوہ عن سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا محی السنۃ ابوالفتح عبدوس بن عبداللہ

الہمدانی اجازة قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن علی قال حدثنا موسی بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عباس عن فضیل عن عطیة عن ابی سعید قال لما نزلت آیة وآت ذا القربی حقه دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاہا فدک

کہ سنیوں کے عجیب مناقضات میں سے وہ روایت ہے جس کو انہوں نے اپنی معتبر اور صحیح کتابوں میں اپنے مشائخ سے روایت کی ہے اور اسے سید ... حافظ ابن مردویہ باسناد مذکورۂ بالا یوں لکھتے ہیں کہ ابو سعید سے منقول ہے کہ جب آیہ وآت ذالقربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فاطمہؑ کو بلایا اور فدک انہیں دے دیا۔

بحار الانوار کی کتاب باب نزول الآیات فی امر فدک میں ملا باقر مجلسی آیہ وآت ذا القربی حقہ کی شان نزول میں فرماتے ہیں رواہ کثیر من المفسرین وورد ت بہ الاخبار من طرق الخ... ة والعامة۔ کہ آیت کے شان نزول میں بہت روایتیں بہت سے مفسرین نے اہل ... اور شیعہ کے بیان میں کی ہیں۔ اور اس کے بعد لکھتے ہیں قال الشیخ الطبرسی قیل ان المراد قرابة الرسول کہ شیخ طبرسی کہتے ہیں کہ اس آیت میں ذا القربی کا لفظ ہے اس سے مراد قرابت رسول سے ہے پھر انہیں سے ایک روایت نقل کرتے ہیں اخبرنا السید مہدی بن نزار الحسنی باسناد ذکرہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قولہ وآت ذا القربی حقہ اعطی رسول اللہ صلعم فاطمۃ فدک قال عبد الرحمن بن صالح کتب المامون الی عبید اللہ بن موسی یسئلہ عن قصة فدک فکتب الیہ عبید اللہ بہذا الحدیث رواہ عن الفضیل بن مرزوق عن عطیة فرد المامون فدک علی ولد فاطمة انتہی۔

کہ ہم کو خبر دی ہے سید مہدی بن نزار حسنی نے ان اسناد سے جس کو انہوں نے بیان کیا ہے۔ ابو سعید خدری سے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب آیت وَاٰتِ ذالقربی حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا صلعم نے فاطمہؑ کو بلا کر فدک عطا فرمایا۔ اور عبد الرحمن بن صالح کہتے ہیں کہ خلیفہ مامون نے عبید اللہ بن موسی سے لکھ کر فدک کا قصہ دریافت کیا۔ عبید اللہ نے اس کے جواب میں اس حدیث کو لکھ بھیجا اور اسے روایت کیا ہے فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے اس پر مامون نے فدک اولاد فاطمہؑ کو

Marfat.com

دے دیا۔ اس روایت میں ملا باقر مجلسی نے اسناد کو ترک کر دیا ہے۔ مگر علامہ طبرسی نے آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ کی تفسیر میں جو سورۂ بنی اسرائیل میں واقع ہے اس اسناد کا اس طرح پر ذکر کیا ہے واخبرنا السید ابو حمید مہدی بن نزار الحسنی قراءۃ قال حدثنا الحاکم ابو القاسم بن عبد اللہ الحسکانی قال حدثنا الحاکم الوالد ابو محمد قال حدثنا عمر بن احمد بن عثمان ببغداد شفاها قال اخبرنی عمر بن الحسین بن علی بن مالک قال حدثنا جعفر بن محمد الاحمصی قال حدثنا حسن بن حسین قال حدثنا ابو معمر بن سعید حثیم والو علی القاسم الکندی و یحییٰ بن یعلی و علی بن مسہر عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ الکوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قولہ وآت ذی القربیٰ حقہ الخ اور اسی روایت کو اسی آیت کی تفسیر میں تفسیر منہج الصادقین میں اس طرح بیان کیا ہے۔ ونیز[1] سید ابو حمید مہدی بن نزار الحسنی از حاکم ابو القاسم عبد اللہ الحسکانی نقل می کند کہ در بغداد حاکم ابو محمد از عمر بن احمد بن عثمان بمن حدیث کرد کہ عمر بن حسین بن مالک گفت کہ جعفر بن محمد الاحمصی بمن گفت کہ حسن بن حسین مرا حدیث کرد از ابو معمر بن سعید و علی بن سعید خدری کہ گفتند چون آیہ وآت ذا القربیٰ[2] نازل شد حضرت رسالت باغ فدک را بفاطمہؑ عطا فرمودہ الخ۔

دوسری روایت ملا باقر مجلسی نے یہ لکھی ہے محمد بن العباس عن علی بن العباس المقانعی عن ابی کریب عن معاویۃ عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت فآت ذی القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاها فدک

تیسری روایت سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کرتے ہیں روی السید بن

---

[1] اس روایت کے راویوں میں اور منہج الصادقین کے راویوں میں کچھ نام میں فرق ہے ہم نے جیسا لکھا پایا ویسا ہی لکھ دیا ہے اپنی طرف سے کچھ دست اندازی تصحیح میں نہیں کی ۱۲

[2] سعید ابو حمید مہدی نے حاکم ابو القاسم عبد اللہ کی زبانی بیان کیا کہ بغداد میں حاکم ابو محمد نے عمر بن احمد بن عثمان کے ذریعہ مجھ سے کہا جیسے ابو العمر بن سعید و علی بن سعید خدری نے ظاہر کیا کہ جب وآت ذی القربیٰ کی آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ نے حضرت فاطمہؓ کو باغ فدک عنایت فرمادیا۔

Marfat.com

طاؤس فی کتاب سعد السعود من تفسیر محمد بن العباس بن علی بن مروان قال روی حدیث فدک فی تفسیر قولہ تعالیٰ وآت ذا القربی حقہ عن عشرین طریقا فمنہا مارواہ عن محمد بن محمد بن سلیمان الاعبدی وھیثم بن خلف الدوری وعبد اللہ بن سلیمان بن الاشعث ومحمد بن القاسم بن زکریا قالوا حدثنا عباد بن یعقوب قال اخبرنا علی بن عابس وحدثنا جعفر بن محمد الحسینی عن علی بن منذر الطریقی عن علی بن عابس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃؑ واعطاھا فدک۔

کہ سید ابن طاوس نے کتاب سعد السعود میں تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حدیث ہبہ فدک کی آیہ وآت ذا القربی حقہ کی تفسیر میں بیس طریقوں سے مروی ہے ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جو محمد بن سلیمان اعبدی نے اور ہیثم بن خلف دو نے اور عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث نے اور محمد بن قاسم بن زکریا نے روایت کی یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم سے روایت کی ہے عباد بن یعقوب نے اور انہوں نے علی بن عابس سے۔ اور نیز روایت کی ہے جعفر بن محمد حسینی نے علی بن منذر طریقی سے انہوں نے علی بن عابس سے انہوں نے فضیل بن مرزوق سے انہوں نے عطیہ عوفی سے اور انہوں نے ابی سعید خدری سے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے فاطمہؑ کو بلاکر فدک دے دیا۔

قاضی نور اللہ تستری نے اپنی کتاب احقاق الحق میں بھی اسی روایت کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے روی الواقدی وغیرہ من نقلۃ الاخبار عندھم وذکروہ فی الاخبار الصحیحۃ عندھم ان النبی لما افتتح خیبرا صطفیٰ تری من قری الیھود الخ

عماد الاسلام میں ایک روایت تو متعلق ہبہ کے وہی نقل کی ہے جو طرائف میں مذکور ہے یعنی سید الحفاظ ابن مردویہ سے چنانچہ وہ فرماتے ہیں فاقول یدل علی ثبوت ذلک (اعطاھا النبی فدک فاطمۃ) مارواہ سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا محی السنۃ ابو الفتح عبدوس بن عبد اللہ الھمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن

علی قال حدثنا موسی بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عابس عن فضیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذی القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک ۔

دوسری روایت کنز العمال شیخ علی متقی سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں" وما فی کنز العمال للشیخ علی المتقی فی صلۃ الرحم من کتاب الاخلاق عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذی القربیٰ حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک رواہ الحاکم فی تاریخہ وقال تفرد بہ ابراھیم بن محمد بن میمون عن علی بن عابس بن النجار یعنی کنز العمال میں شیخ علی متقی نے باب صلۃ الرحم میں ابو سعید سے یہ روایت کی ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ نازل ہوئی پیغمبر خدا نے فاطمہؑ سے کہا کہ اے فاطمہؑ فدک تمہارے لئے ہے اور اسے روایت کیا ہے حاکم نے اپنی تاریخ میں اور کہا ہے کہ اسے صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس بن بخار سے روایت کیا ہے۔

اور تیسری روایت اسی کتاب میں تفسیر درمنثور سیوطی سے نقل کی ہے ۔ وفی الدر المنثور للسیوطی فی تفسیر قولہ تعالیٰ وآت ذی القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک ۔

اور اسی کتاب میں چوتھی روایت معارج ... سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں وما فی معارج النبوۃ الشھیر بسیر مولانا الھر... الخ السنۃ السابعۃ بعد واقع خیبر بھذہ العبادۃ در مقصد اقصیٰ[1] مذکو... کہ بعضی گویند کہ حضرت رسول اللہ صلعم

---

[1] مقصد اقصیٰ میں تحریر ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے حضرت علیؓ کو خیبر کی جانب روانہ کیا اور وہاں حضرت علیؓ سے اس بات پر مصالحت ہوگئی کہ آپ ان خیبر والوں کا خون نہ بہائیں بلکہ وہاں کے خاص باغ رسول اللہ کی نذر دے جائیں۔ اس نوبت پر جبریل نے آکر کہا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آپ اپنے عزیزوں کے حقوق ادا کریں رسول اللہ نے پوچھا میرے عزیز کون ہیں؟ اور ان کے کیا حقوق ہیں؟ جبریل نے جواباً کہا حضرت فاطمہؑ کو آپ باغ فدک دے دیں جو کچھ ان کا حصہ اللہ رسول کا ہے چنانچہ رسول اللہؐ نے حضرت فاطمہ کو بلوا کر بطور سند باغ فدک انہیں لکھ دیا۔ اور رسول اللہ کی وفات کے بعد خلیفہ وقت ابوبکرؓ کے پاس حضرت فاطمہؑ نے یہ وثیقہ دکھا کر کہا یہ رسول اللہ کا حکم میرے اور حسنینؑ کے لئے ہے۔

بوی خیبر امیر المومنین علی را فرستاد و مصالحہ بر دست امیر واقع شد براں نہج کہ حضرت امیر قصد خون ایشان نکند و حوائط خواص آں آں رسول باشد پس جبرئیل فرود آمد و گفت کہ حق تعالیٰ می فرماید کہ حق خویشاں بدہ رسول گفت کہ خویشں من کیستند و حق ایشاں چیست جبرئیل گفت فاطمہ است حوائط فدک را با و دہ و آنچہ از حصہ خدا و رسول است در فدک ہم باو بدہ پیغمبر فاطمہ را نجو ند و برائے وی حجتی نوشت و آن وثیقہ بودہ کہ بعد از وفات رسول بپیش ابوبکر آورد و گفت این کتاب رسول خدا است برای من و حسن و حسین۔

ان چاروں روایتوں کو نقل کر کے آپ فرماتے ہیں "وقال السید المرتضیٰ فی الشافی وقد روی من طرق مختلفۃ غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما نزل قولہ تعالیٰ وآت ذا القربیٰ حقہ دعا النبی فاطمۃ فاعطاھا فدک واذا کان ذلک مرویا فلا معنی لدفعہ بغیر حجۃ انتہی کلام السید" یعنی سید مرتضےٰ شافی میں کہتے ہیں کہ سوائے ابوسعید کے جس کا ذکر صاحب کتاب نے کیا ہے۔ اور بھی کئی مختلف طریقوں سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربیٰ نازل ہوئی۔ تو پیغمبر خدا نے فاطمہ کو بلایا اور فدک انھیں دے دیا۔ اور جب کہ یہ روایت مروی ہے پھر بغیر دلیل کے اس کے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے فقط۔ لیکن نہ جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اپنی کتاب عماد الاسلام میں اور نہ جناب سید مرتضےٰ نے اپنی کتاب شافی میں ان روایتوں کو بیان کیا کہ وہ کون سے طریق مختلف غیر طریق ابی سعید کے ہیں جن میں یہ روایت مذکور ہے ایسے موقع پر فقط مجمل کہہ دینا کہ اور بہت سی روایتوں میں بھی یہ منقول ہے کافی اور شافی نہیں ہے۔ خصوصًا جبکہ قاضی عبدالجبار نے اپنی کتاب مغنی میں اس روایت کو شیعوں کی طرف سے باین الفاظ ذکر کیا تھا قالوا قد روی عن ابی سعید الخدری کہ شیعہ البیا کہتے ہیں کہ ابوسعید خدری سے ایسی روایت ہے اور اس کی نسبت اپنے جواب میں یہ لکھا تھا الجواب عن ذلک ان اکثر ما یروون فی ھذا الباب غیر صحیح کہ جواب شیعوں کے اس

Marfat.com

قول کا یہ ہے۔ کہ جو کچھ اس باب میں وہ روایت کرتے ہیں اکثر غلط ہے۔

آگے چل کر قاضی عبدالجبار نے صاف لکھ دیا تھا وان صح عقد الھبۃ کہ اگر عقد ہبہ صحیح بھی ہو تو فدک حضرت فاطمہؑ کے قبضے میں ہونا چاہیئے تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی عبدالجبار اس روایت پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ اسی حالت میں جناب علم الہدی کا بالاجمال یہ کہہ دینا کہ اور بہت سے طریقوں سے بھی یہ روایت ثابت ہے قابل تسلیم اور ان کے دعوے کے ثبوت کے لئے کافی نہیں تھا۔ ان کو چاہیئے تھا کہ ان طرق مختلفہ سے جس کا انہوں نے بالاجمال دعویٰ کیا تھا۔ اس روایت کو ثابت کرتے اور ان تمام روایتوں کو بیان کرکے اپنے دعویٰ کی تائید فرماتے۔

طعن الرماح میں جناب مجتہد سید محمد صاحب در منثور سیوطی اور کنز العمال شیخ علی متقی اور سید الحفاظ ابن مردویہ کے علاوہ صاحب تاریخ آل عباس سے فدک کے ہبہ کیئے جانے کا ذکر کرتے ہیں۔ کما یقول روی السیوطی فی تفسیر الدر المنثور فی ذیل تفسیر قولہ تعالیٰ وآت ذا القربیٰ حقہ اخرج البزار و ابو یعلی وابن حاتم وابن مردویہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت ھذہ الایۃ وآت ذا القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھ

۱؎ اصل عبارت یہ ہے قال صاحب الکتاب شبھتہ لھم آخری واحدا ما طعنوا بہ وعظموا القول فیہ امر فدک قالوا قد روی عن ابی سعید الخدری انہ قال لما نزلت وآت ذا القربیٰ حقہ اعطی رسول اللہ فاطمۃ فدک ثم فعل عمر بن عبداللہ ذلک وردہ علی ولدہا قالوا ولا شک ان ابابکر اغصبہا ان لم نصحح کل الذی روی فی ہذا الباب وقد کان الاجمل ان یمنعھم التکرم مما ارتکبوا فضلا عن الدین ثم ذکرا انہا استشہدت امیر المومنین وام ایمن فلم تقبل شہادتہ ہذا مع ترکہ ازواج النبی فی حجرہن ولم یجعلہا صدقۃ وصدقہن فی ان ذلک لہن ولم یصدقہا ثم قال الجواب عن ذلک ان اکثر ما یروون فی ہذا الباب غیر صحیح ولنا ننکر صحۃ ما روی من ادعاءہا فدک فاما انہ کان بیدہا فغیر مسلم بل لو کان بیدہا لکان الظاہر انہا لہا فاذا کان فی جملۃ الترکۃ فالظاہر انہ میراث وان صح عقد الہبۃ وہذا ہو الظاہر لان التعلیم لو کان وقع بظہر انہ کان فی یدہا فکان ذلک کافیا فی الاستحقاق ۱۲ شافی صفحہ ۲۲۴ و ۲۲۵۔

فدک وایں[۱] روایت صریح ست در آنکہ ہرگاہ آیہ وآت ذاالقربی حقہ یعنی عطا نما صاحب قرابت را حق او نازل گردید آں جناب فاطمہ را طلب فرمودہ فدک را باآنحضرت عطا فرمود۔ شیخ علی متقی در کتاب کنزل العمال در باب صلہ رحم از ابو سعید روایت کردہ قال لما نزلت وآت ذاالقربی حقہ قال النبی یا فاطمۃ لك فدك وسید الحفاظ ابن مردویہ در کتاب خود مسند ابو سعید روایت سابقہ را نقل کردہ ونیز صاحب روضۃ الصفا و معارج النبوت از مقصد اقصی روایت اعطار فدک ونوشتن وثیقہ رانقل کردہ چنانچہ آنفا عبارت آں بمعرض بیان در آمد عقل ہیچ عاقل باور نمی کند کہ باوصف اعطائے فدک وہبۂ آں ونوشتن وثیقہ برائے آں از زماں فتح خیبر تا ہنگام وفات سرور کائنات اقباض آں بوقوع نہ پیوستہ باشد

---

[۱] اور یہ روایت بالکل صاف ظاہر ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ رشتہ دار کو اس کا حق دے دیجئے تو رسول اللہ نے حضرت فاطمہؓ کو بلا کر باغ فدک انہیں دے دیا۔ شیخ علی متقی نے اپنی کتاب کنزل العمال میں بروایت ابو سعید لکھا ہے۔ کہ اس آیت کے نزول پر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اے فاطمہ باغ فدک تمہارے لئے ہے۔ روضۃ الصفا اور معارج کے مولفین نے بھی باغ فدک دینا اور وثیقہ لکھنا نقل کیا ہے۔ کسی عقل مند کی عقل باور نہیں کرتی کہ فتح خیبر کے بعد رسول اللہؐ کے پردہ کرنے تک باوجودیکہ رسول اللہؐ نے باغ فدک دیا ہوا اور وثیقہ لکھ دیا ہو اس پر حضرت فاطمہؓ کا قبضہ نہیں ہوا اور رسول اللہؐ کے دینے کے وہی معنی ظاہر ہیں جسے ہر ایک جانتا ہے کہ ان کی بھی اسی مال سے کفالت ہوتی رہی۔ صاحب تاریخ آل عباس جو زبردست سنی ہیں۔ انہوں نے اپنی اس تاریخ میں لکھا ہے اگر حضرات حسنینؑ کی اولاد نے جب مامون الرشید خلیفہ وقت سے باغ فدک کا مطالبہ کیا تو۔ مامون نے دو سو علماء حجاز وعراق وغیرہ کو جمع کر کے تاکید کی کہ آپ لوگ امر حق وصحیح بات کو پوشیدہ نہ رکھیں اور صداقت ومتابعت احکام شریعت سے انحراف نہ کریں۔ چنانچہ ان تمام علماء نے واقدی اور بشر بن ولید وغیرہ کی روایات بیان کیں کہ فتح خیبر کے بعد جبریل آیت ذی القربی لے کر آئے۔ رسول اللہؐ نے پوچھا رشتہ دار کون ہے۔ اور اس کا حق کیا ہے؟ جبریل نے کہا فاطمہؓ رشتہ دار ہیں اور فدک ان کا حق ہے۔ چنانچہ رسول اللہؐ نے باغ فدک انہیں دے دیا۔

Marfat.com

بلکہ لفظ اعطا نیز بر آن دلالت دارد کما لا یخفی۔ وصاحب تاریخ آل عباس کہ از معتمدین اہل سنت ست در تاریخ مذکور علی ما نقل عنہ نوشتہ کہ بعد از آنکہ جماعتی از اولاد حسنین نزد مامون دعوی فدک کردند مامون جمع نمود و صد کس از علمای حجاز و عراق وغیر ایشان را و تاکید کرد کہ کتمان صواب نا نمودہ از متابعت حق و راستی سر نہ پیچند پس ایشان روایت واقدی و بشر بن الولید وغیرہ نقل کردند کہ بعد از فتح خیبر جبریل با آیہ وآت ذاالقربی حقہ نازل شد پس رسول خدا گفت کیست ذاالقربی و چیست حق او جبریلؑ گفت فاطمہؑ است و فدک حق او ست پس رسول خدا فدک را بآنحضرت داد۔

صاحب تشئید المطاعن نے بھی کوئی نئی روایت روایات مذکورہ بالا کے علاوہ پیش نہیں کی۔

کفایہ موسوم عصمت الولایہ کے جلد دوم میں صفحہ ۲۷۰ سے تا صفحہ ۲۸۰ بہت تفصیل سے فدک کی بحث لکھی ہے۔ اور یہ آیہ وآت ذاالقربی حقہ کی نسبت صفحہ ۲۷۰ میں یہ لکھا ہے۔ کہ از برائے[1] احدی از امت شبہ نبود در آنکہ فدک خالص بود از برای رسول خدا صلعم واحدی را دران حق نبود از امت۔ واخبار طرفین از خاصہ وعامہ ناطق باین امر ست۔ ونیز ظاہر آیہ وآت ذاالقربی حقہ بہ تصدیق کثیرے از علما و مفسرین در روایات عامہ آنکہ رسول خدا صلعم آنرا نحلہ وعطیہ داد بحضرت فاطمہؑ چون[2] ثعلبی وجوہری و یاقوت شافعی صاحب کتاب معجم البلدان وشہرستانی وصاحب تاریخ آل عباس و واقدی و بشر بن الولید و عبدالرحمن بن صالح و عمر بن شبہ وابن حجر در صواعق وابن ابی الحدید و

---

[1] کسی امتی کو شک و شبہ نہیں کہ باغ فدک رسول اللہ کے لئے مخصوص تھا اور اس میں کسی امتی کا کوئی حق نہ تھا۔ اور عام وخاص لوگ بھی یہی کہتے ہیں۔ نیز آیت کی ظاہری تفسیر اکثر علماء ومفسرین نے یہی کی ہے کہ رسول اللہ نے حضرت فاطمہ کو بطور عطیہ سرفراز فرمایا۔

[2] جیسے ثعلبی اور قاضی بن عبداللہ موسیٰ وغیرہ۔

Marfat.com

ابو ہلال عسکری در کتاب اخبار الاوائل و حاکم ابوالقاسم الحسکانی و حاکم ابو محمد واحمد بن عثمان بغدادی و قاضی عبداللہ ابن موسیٰ انہ لما نزلت آیۃ وآت ذا القربیٰ حقہ اعطیٰ رسول اللہ فاطمۃ فدک فقط اس میں مؤلف نے روایت ہبہ فدک اور دعویٰ فدک کو مختلط کر دیا ہے۔ اور ان کی روایتوں اور اقوال کو نقل نہیں کیا۔ مگر سوای ثعلبی کے کسی جدید راوی کا جن کا ذکر اوپر ہو چکا نام بھی نہیں لیا۔ اور ثعلبی کی روایت صفحہ ۲۵۸ میں اس کتاب کے بایں الفاظ بیان کی گئی ہے کما فیہ " و ثعلبی کہ[1] از اعاظم مفسرین ایشان ست بسند خود از سدی و دیلمی روایت کردہ است کہ حضرت علی ابن الحسین یکی از اہل شام فرمود آیا قرآن خواندہ گفت بلی۔ فرمود در سورۂ بنی اسرائیل ایں آیتہ خواندہ کہ وآت ذا القربیٰ حقہ آں شخص عرض کرد مگر شما آیہ ذی القربیٰ کہ حق سبحانہ وتعالیٰ امر فرمودہ کہ حق آنہا را برسانند فرمود بلے "

ان کتابوں کے علاوہ ایک اور کتاب ایران میں بالفعل چھپی ہے اور اس کا نام غایۃ المرام وحجۃ الخصام فی تعیین الامام من طریق الخاص والعام اس کے مصنف سید ہاشم معروف بالعلامہ ہیں۔ اور ان کی نسبت صاحب الحدائق شیخ یوسف بحرانی نے اپنی کتاب مسمی بلؤلؤۃ البحرین میں لکھا ہے۔ کان السید المذکور فاضلا محدثا جامعا متتبعا للاخبار بما لم یسبق الیہ سابق سوی الشیخ المجلسی و کانت وفاتہ للسنۃ السابعۃ بعد المائۃ والالف وصنف کتبا عدیدا تشہد بشدۃ تتبعہ واطلاعہ یعنی سید موصوف بڑے فاضل اور محدث اور جامع اور ایسے حاوی احادیث و اخبار ہیں کہ مثل ان

---

[1] ثعلبی سنیوں کا زبردست مفسر ہے اس نے سدی و دیلمی کے ذریعہ روایت کی ہے کہ علی بن حسین (امام زین العابدین) نے ایک شامی سے پوچھا کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ اس پر فرمایا سورۂ بنی اسرائیل میں یہ آیت پڑھی ہے کہ رشتہ دار کو اس کا حق دے دو۔ اس پر اس شامی نے کہا مگر آپ اور اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کے حقوق ادا کر دیں۔ اس پر امام نے جواب دیا۔ ہاں۔

Marfat.com

کے اگلے لوگوں میں سے سوائے ملا باقر مجلسی کے کوئی نہیں ہوا اور ان کی بہت تصنیفات ہیں جن سے ان کی علمیت اور واقفیت ثابت ہوتی ہے۔ فقط سید موصوف نے غایۃ المرام امامت کے ثابت کرنے میں لکھی ہے۔ اور اس میں تمام آیات قرآنی کو جمع کیا ہے۔ اور ہر آیت کے متعلق جتنی روائتیں اور حدیثیں ہیں خواہ اہل سنت کی خواہ شیعوں کی ان سب کو نقل کیا ہے۔ اور انہوں نے اس کتاب کے دیباچہ میں ان تمام کتابوں کے نام لکھے ہیں جن سے انہوں نے روائتیں نقل کیں ہیں۔ اور بلا شبہ یہ کتاب ایسی جامع ہے کہ خود ان کے مؤلف کی غزارت علم اور کمال واقفیت کی شاہد ہے اس کتاب کے مقصد دوم کے سترھویں اور اٹھارویں باب میں آیۂ وآت ذا القربی حقہ کے متعلق جتنی حدیثیں اور روائتیں فریقین کی ہیں مگر باوجود اس جامعیت کے سوائے ایک روایت ثعلبی کے کوئی دوسری روایت انہوں نے سنیوں کی طرف سے بیان نہیں کی۔ البتہ گیارہ حدیثیں شیعوں کی نقل کی ہیں۔ چنانچہ اس کے صفحہ ۲۲۲ میں یہ لکھا ہے

الباب السابع عشر قوله تعالیٰ وآت ذا القربی حقه والمسكين الآية من طريق العامة وفيه حديث واحد الثعلبي فی تفسيره فی هذه الآية قال عنی بذلك قرابة رسول الله صلعم ثم قال الثعلبي روی عن السدی عن ابی الدیلمی قال قال علی بن الحسين لرجل من اهل الشام اقرأت القرآن قال نعم قال فما قرأت فی بنی اسرائيل وآت ذا القربی حقه وانكم القرابة التی امر الله تع ان يؤتی حقه قال نعم۔ فقط اس کا ترجمہ جو کفایہ میں بزبان فارسی ہے وہ اوپر ہم لکھ چکے۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں الباب الثامن عشر فی قوله تع وآت ذا القربی حقه والمسكين الآية من طريق الخاصة فيه احد عشر حديثا کہ امامیہ کے طریق سے اس آیت کے متعلق گیارہ حدیثیں ہیں۔ اور اس میں عطیہ عوفی کی وہ روائتیں بھی منقول ہیں جس کو بعض سنیوں کی کتابوں سے علماء امامیہ نے نقل کی ہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں الثامن العياشی باسناده من عطية

Marfat.com

العوفی قال لما فتح رسول اللہ خیبر و أفاء اللہ علیہ فدکا و انزل اللہ علیہ و آت ذا القربی حقه قال یا فاطمة لک فدک ۔ التاسع العیاشی باسنادہ عن عبد الرحمٰن بن صالح کتب المامون الی عبد اللہ بن موسی العبسی یسألہ عن قصة فدک فکتب الیہ عبد اللہ بن موسی بھذا الحدیث ۔ العاشر العیاشی باسنادہ عن فضیل بن مرزوق عن عطیة ان المامون رد فدکا علی ولد فاطمة ۔

منشی سبحان علی خان صاحب نے جو فن ادب میں مشہور ہیں۔ ایک کتاب امامت میں لکھی ہے۔ اس کے دوسرے حصہ کے صفحہ ۲۲ میں فدک کی بحث ہے۔ مگر اس میں خان صاحب نے صرف خوشہ چینی طعن الرماح کی کی ہے اور بعبارت جدید اسی کے مضمون کو الٹ پھیر کے بیان کیا ہے۔ جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں کہ این فاقد الادراک استیعاب دلائل اثبات حق بضعتہ الرسول برہان کتاب مستطاب (طعن الرماح) حوالہ نمودہ بہ تقریری آخر کہ خالی از تجدیدی نیست از ماجری فیہا البطال خلافت خلیفہ اول وثانی کہ بانی مبانی ایں اعتدا مشار الیہ است می سازد فقط۔ اس میں کوئی روایت جدید منقول نہیں ہے جو قابل نقل ہو۔

ہم نے جو کچھ اوپر بیان کیا۔ اس سے اس کتاب کے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ چوتھی صدی سے لے کر تیرھویں صدی تک جتنی مشہور کتابیں شیعوں کی اس بحث کے متعلق تھیں۔ ان سب سے ہم نے ان روایتوں کو جو متعلق ہبہ فدک کے ہماری کتابوں سے انہوں نے نقل کی تھیں بلفظہ لکھ دیا۔ اور اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ اور بھی بہت سی کتابیں ہونگی۔ جو ہمیں نہیں مل سکیں۔ مگر ایسے مشہور اور نامور عالموں نے جیسے کہ جناب علم الہدیٰ اور علامہ حلی اور سید ابن طاؤس اور ملا باقر مجلسی اور قاضی نور اللہ شستری اور مولانا دلدار علی اور مجتہد سید محمد اور مولانا محمد قلی صاحب تھے غالباً ان کے مطالعے سے کوئی اور روایت رہ نہ گئی ہوگی خصوصاً مجتہدین لکھنؤ سے۔ اور اس لیے ہم کو اس یقین کرنے کی وجہ ہے

Marfat.com

کہ جو کچھ انہوں نے ثبوت پیش کیا ہے اس سے زیادہ ان کے پاس نہ تھا۔ اب ہم اس بات کو دکھاتے ہیں کہ یہ ثبوت نہ عقلاً و نقلاً شہادت میں داخل کرنے کے لائق ہے اور نہ وہ فی نفسہ کوئی ثبوت ہے اس لئے کہ ان تمام روایتوں کا سلسلہ اس راوی پر ختم ہوتا ہے جو نہ صرف غیر معتبر اور غیر ثقہ تھا۔ بلکہ کاذب اور شیعی تھا۔ ایک ہی شخص اس تمام زنگاری پردے میں چھپا ہوا ہے۔ جس کے مختلف رنگ دوسروں نے لئے ہیں اور ایک ہی گندلا چشمہ ہے جس سے یہ سب نہریں نکلی ہیں اور ایک ہی کذب کی جڑ ہے جہاں سے ساری شاخیں پھوٹی ہیں۔ اور ہم یقین کرتے ہیں کہ علماء شیعہ جن کو ان روایتوں پر بہت کچھ ناز ہے اور جنہوں نے اس کی بنیاد پر ایک بہت بڑی عمارت قائم کی ہے۔ اور جس کی بنا پر بہت بڑے الزام حضرات شیخین پر لگائے ہیں۔ اور بہت دردناک تقریروں میں ان کا ظلم و ستم ظاہر کیا ہے۔ اور جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہرا کے دعوی ہبہ کے رد کرنے پر بہت کچھ دھوکے میں ڈالنے والی باتیں بنائی ہیں۔ اپنے پیش کئے ہوئے ثبوت کی حقیقت فاش ہونے پر جیسا کہ اب ہم اسے فاش کرتے ہیں حیران اور ششدر ہو جائیں گے اور وہ الفاظ جو جناب قاضی نور اللہ تستری نے کشف الحق کے شائع ہونے کے بعد سنیوں کی نسبت فرمائے تھے وہ اپنے اوپر صادق سمجھیں گے ای یتمنون ان یکونوا جمادا او شجرا و یبہتون کانہم القمو احجرا یعنی تمنا کریں گے کہ کاش وہ پتھر یا درخت ہو جائیں اور ایسے مبہوت ہو جائیں گے گویا ان پر پتھر پڑ گئے ہیں۔

علماء امامیہ کی مذکورہ بالا کتابوں میں جو حدیثیں اور روایتیں پیش کی گئی ہیں جن کو وہ سنیوں کی روایت کہتے ہیں۔ ان کی تکرار اور نقل در نقل کو حذف کر کے دو قسم کی مفصلۃ الذیل روائتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک وہ جن میں پوری تفصیل راویوں کی لکھی گئی ہے۔ دوسری وہ جس میں یا صرف منقول عنہ کتاب کا نام ہے۔ یا بجائے پوری سند بیان کرنے کے صرف بعض راویوں کے نام لکھ دیئے ہیں۔ اوّل قسم میں چار اور دوسری قسم میں پانچ روائتیں ہیں۔ اوّل قسم کی روائتیں یہ ہیں۔

Marfat.com

ایک[1] وہ روایت جو طرائف میں سید الحفاظ ابن مردویہ سے نقل کی گئی ہے۔ جس کو عماد الاسلام اور دوسری کتابوں میں بھی نقل کیا ہے۔ اس کے بیان کرنے والے راوی حسب ذیل ہیں۔ اول محی السنۃ ابو الفتح عبدوس بن عبد اللہ ہمدانی دوسرے قاضی ابو نصر شعیب بن علی تیسرے موسیٰ بن سعید چوتھے ولید بن علی پانچویں عباد بن یعقوب چھٹے علی بن عباس ساتویں فضیل آٹھویں عطیہ نویں ابو سعید جن پر روایت کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔

دوسری[2] وہ روایت جو بحار الانوار میں بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی میں بہ تفصیل اسناد بیان کی گئی ہے اور اس کے راوی یہ ہیں۔ اول سید ابو حمید مہدی بن نزار حسینی دوسرے حاکم ابو القاسم بن عبد الحسکانی تیسرے حاکم الوالد ابو محمد چوتھے عمر بن احمد بن عثمان۔ پانچویں عمر بن حسین ابن علی بن مالک، چھٹے جعفر بن محمد احمصی ساتویں حسن بن حسین۔ آٹھویں ابو معمر بن سعید، نویں ابو علی قاسم کندی، دسویں یحییٰ بن یعلی گیارھویں علی بن مسہر، بارھویں فضیل بن مرزوق، تیرھویں عطیہ کوفی، چودھویں ابو سعید خدری۔ تیسری[3] وہ روایت جس کو بحار الانوار میں سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کیا ہے اور انہوں نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے۔ اس کے راوی۔ اول محمد بن سلیمان اعبدی ہیں۔ دوسرے ہیثم بن خلف دوری۔ تیسرے عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث، چوتھے محمد بن قاسم بن زکریا، پانچویں عباد بن یعقوب، چھٹے علی بن عابس (یہ حقیقت میں علی بن عباس ہے) ساتویں جعفر بن محمد حسینی، آٹھویں علی بن منذر طریقی۔ نویں فضیل بن مرزوق۔ دسویں عطیہ عوفی۔ گیارھویں ابو سعید خدری
چوتھی[4] وہ روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں لکھی ہے۔ اُس کے اوّل راوی محمد بن عباس ہیں۔ دوسرے علی بن عباس مقالعی۔ تیسرے ابو کریب۔ چوتھے معاویہ، پانچویں فضیل بن مرزوق۔ چھٹے عطیہ، ساتویں ابو سعید خدری۔

---

[1] یہ روایت صفحہ ۱۷۰ میں ہے۔ ۱۲ منہ۔ [2] یہ روایت صفحہ ۱۶۵ اور ۱۶۶ میں ہے۔ ۱۲ منہ۔
[3] دیکھو صفحہ ۹ اس کتاب کا۔ ۱۲ منہ۔ [4] دیکھو صفحہ ۹ اس کتاب کا۔ ۱۲ منہ۔

Marfat.com

اور دوسری قسم کی روایتیں یہ ہیں۔
پہلی[1] وہ روایت جو کنز العمال سے عماد الاسلام میں نقل کی ہے۔ اس کو حاکم کی تاریخ سے لیا ہے اور اُس میں اور راویوں کے نام منقول ہیں۔ ایک ابراہیم بن محمد بن میمون۔ دوسرے علی بن عابس بن النجار۔ ان راویوں نے اپنی سند کا سلسلہ ابوسعید تک پہنچایا ہے۔
دوسری[2] وہ روایت جو عماد الاسلام وغیرہ میں درمنثور سیوطی سے بلا حوالۂ سند نقل کی ہے اور طعن الرماح میں اُس پر اتنا اور بڑھایا ہے کہ بزار اور ابو یعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ نے اسے ابوسعید خدری سے نقل کیا ہے۔
تیسری[3] جو بحار الانوار وغیرہ میں لکھی ہے کہ عبدالرحمٰن بن صالح کہتے ہیں کہ مامون نے عبیداللہ بن موسیٰ سے فدک کا حال تحریراً دریافت کیا تو انہوں نے اسی حدیث کو جس کا ذکر سید مہدی بن نزار حسینی نے کیا ہے لکھ بھیجا اور اُس کو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں دو نام مذکور ہیں۔ ایک فضیل بن مرزوق، دوسرے عطیہ۔
چوتھی[4] وہ روایت ہے جو طرائف میں بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے بیان کی ہے، جس میں سلسلۂ اسناد محذوف ہے۔ اور اسی کو بحوالۂ واقدی قاضی نور اللہ تستری نے احقاق الحق میں نقل کیا ہے۔
پانچویں[5] وہ روایت جو معارج النبوت اور مقصد اقصیٰ سے عماد الاسلام وغیرہ میں نقل کی گئی ہے۔
یہ ہے کل مایۂ ناز علمائے امامیہ کا۔ اور یہ ہے مجموعہ ان تمام روایتوں کا جس کو وہ بہت بڑے زور و شور سے سنیوں کے مقابلے میں ہبہ فدک کے ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ اور چونکہ یہ روایتیں مختلف طور سے اور مختلف موقع پر بحث فدک میں بیان کی جاتی ہیں۔ بیچارے ناواقف سنی اُنہیں دیکھ کر گھبرانے لگتے ہیں۔ اور یہ سمجھ کر کہ یہ روایتیں تو ہماری ہی کتابوں سے نقل کی گئی ہیں اور غالباً صحیح ہوں گی، حیران رہ جاتے ہیں۔ اور اکثر لوگوں کو خلجان

---

[1] دیکھو صفحہ ۹ اس کتاب کا۔ ۱۲ منہ [2] دیکھو صفحہ ۹ و ۱۰۔ ۱۲ منہ
[3] دیکھو صفحہ ۱۵۔ ۱۲ منہ [4] دیکھو صفحہ ۱۵۔ ۱۲ منہ [5] دیکھو صفحہ ۱۷۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

اور اپنے عقائد میں شبہ پیدا ہونے لگتا ہے۔ مگر اب کہ ہم نے اُن سب کو ایک جگہ جمع کر دیا اس سے دیکھنے والوں کو معلوم ہو سکے گا کہ سلسلہ ان تمام روایتوں کا ابو سعید پر ختم ہوتا ہے۔ اور ابو سعید سے عطیہ نے اور عطیہ سے فضیل بن مرزوق نے آگے چلایا ہے۔ اور انہیں سے اس روایت کا سلسلہ آئندہ بڑھا ہے۔ غرضکہ جو کچھ پھل پھول اس میں لگائے گئے ہیں، اُس کی جڑ ابو سعید ہیں، مگر ابو سعید کے نام میں ایک عجیب دھوکا دیا گیا ہے۔ جس سے ناظرین کو شبہ ہوتا ہے کہ یہ ابو سعید، ابو سعید خدری ہیں جو صحابی تھے۔ حالانکہ یہ ابو سعید، ابو سعید خدری نہیں ہیں۔ بلکہ یہ وہ ابو سعید ہے جو کلبی کے خطاب سے مشہور اور صاحب تفسیر ہیں اُنکے بہت سے نام اور مختلف کینیتیں ہیں۔ اور اسی سبب سے لوگوں کو اکثر ان کے نام میں دھوکا ہو جاتا ہے، کبھی ان کا نام محمد بن سائب کلبی سے لیا جاتا ہے، اور کبھی حماد بن سائب کلبی کہکر پکارے جاتے ہیں۔ اور ان کی تین کنیتیں ہیں، ایک ابو النصر اور دوسری ابو ہشام اور تیسری ابو سعید اور انہیں سے عطیہ عوفی روایت کرتے ہیں۔ اور چونکہ عطیہ ادنی شیعہ تھے، وہ اسی قسم کی حدیثوں کو اپنے شیخ ابو سعید کلبی سے اس طور پر روایت کرتے ہیں، کہ جس سے دھوکا ہو کہ یہ ابو سعید خدری صحابی سے روایت ہے کیونکہ وہ حدثنا یا قال ابو سعید کہکر چپ ہو جاتے ہیں، کلبی یا اور مشہور نام انکا نہیں لیتے، تاکہ لوگوں کو شبہ ہو کہ یہ روایت جس سے یہ روایت کرتے ہیں، وہ ابو سعید خدری صحابی ہیں چنانچہ یہ مغالطہ ظاہر ہو گیا اور انکی یہ ہوشیاری کھل گئی۔ تاکہ عطیہ اور کلبی کا اصلی حال اور اصلی اعتقاد ظاہر ہو جائے اور یہ امر کہ عطیہ کی روایت ابو سعید کلبی سے ہے نہ کہ ابو سعید خدری سے کھل جائے، ہم اول عطیہ کا اور پھر ابو سعید کلبی کا حال اسماء الرجال کی کتابوں سے بیان کرتے ہیں۔ اور اس پردے کو جو ایک مدت دراز سے ان روایتوں پر پڑا ہوا تھا۔ اٹھاتے ہیں۔ عطیہ، جنہوں نے اس روایت کو ابو سعید سے بیان کیا ہے۔ اُن کی نسبت تقریب میں جو معتبر کتاب اسماء الرجال کی ہے۔ لکھا ہے کہ وہ روایت میں خطا بھی کرتے تھے۔ اور تدلیس بھی فرماتے تھے اور شیعہ بھی تھے۔

اول تو ان کی روایت بہ سبب اس کے کہ وہ بہت خطا کرتے تھے یقین کے قابل نہیں دوسرے بوجہ تدلیس کے پایہ اعتبار سے ساقط ہے تیسرے بہ لحاظ شیعہ ہونے کے یہ روایت شیعوں کی ہے، نہ کہ سُنیوں کی۔

روایت میں خطا کرنا اور شیعہ ہونا یہ دو چیزیں محتاج بیان نہیں ہیں۔ مگر تدلیس کیا چیز ہے

Marfat.com

اور راوی ہیں یہ عیب کس درجے کا خیال کیا جاتا ہے۔ البتہ قابل بیان ہے۔ تاکہ ناظرین اس روایت کی صحت کا صرف ایک تدلیس کے سبب سے اندازہ کر سکیں۔ ابن جوزی تدلیس کو روایت میں اس قدر قبیح اور شنیع سمجھتے ہیں کہ وہ تلبیس ابلیس میں لکھتے ہیں۔ ومن تلبیس ابلیس علی علماء المحدثین روایۃ الحدیث الموضوع من غیر ان یبینوا انہ موضوع وھذا خیانۃ منھم علی الشرع ومقصودھم تنفیق احادیثھم وکثرۃ روایاتھم وقد قال النبی من روی عنی حدیثا یری انہ کذب فھو احد الکاذبین ومن ھذا الفن تدلیسھم فی الروایۃ قتادۃ یقول احدھم فلان عن فلان اوقال فلان عن فلان یوھم انہ سمع منہ ولم یسمع وھذا قبیح لانہ یجعل المنقطع فی مرتبۃ المتصل انتہی۔ یعنی علما محدثین کو ابلیس حدیث موضوع کی روایت کرتے ہیں یہ دھوکا دیتا ہے کہ وہ یہ بیان نہیں کرتے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ حالانکہ یہ بات انکی شرع میں خیانت ہے اور ان کا اپنی احادیث کا جاری کرنا اور کثرت سے روایات کا ہونا مقصود ہوتا ہے۔ اور پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری طرف سے کوئی حدیث روایت کرے اور وہ یہ جانتا ہو کہ وہ حدیث جھوٹی ہے تو وہ خود بھی جھوٹوں میں کا ایک جھوٹا ہے۔ اور فن حدیث میں روایت کی تدلیس یہ ہے کہ راوی یہ کہے فلاں نے فلاں سے یا فلاں نے کہا فلاں سے جس سے وہم دلاتا ہے کہ فلاں نے فلاں سے سنا ہے۔ حالانکہ نہیں سنا تو یہ بہت بری بات ہے اس لئے کہ راوی حدیث منقطع کو (جس کا راوی بیچ میں سے چھوٹتا ہو) متصل کے (جس کے راوی برابر مسلسل ہوں) برابر کرنا چاہتا ہے۔ انتہی۔

اور میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے۔ عطیۃ بن سعد العوفی الکوفی تابعی شھیر ضعیف قال سالم المرادی کان عطیۃ یتشیع وقال احمد ضعیف الحدیث وکان ھشیم یتکلم فی عطیۃ وروی ابن المدائنی عن یحیی قال عطیۃ وابو ھارون وبشر بن حرب عندی سواء وقال احمد بلغنی ان عطیۃ کان یاتی الکلبی فیاخذ عنہ التفسیر کان یکنیہ بابی سعید فیقول قال ابو سعید قلت یعنی یوھم انہ الخدری وقال النسائی وجماعۃ ضعیف یعنی عطیہ بن سعد عوفی کوفی تابعی مشہور ضعیف ہے اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ اُن کی حدیث ضعیف ہے۔ اور سالم مرادی کہتے ہیں کہ عطیہ شیعہ تھا۔ اور امام احمد کہتے ہیں کہ وہ ضعیف الحدیث ہے۔

Marfat.com

اور ہشیم کو عطیہ میں کلام ہے۔ اور ابن مدینی نے یحییٰ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ عطیہ اور ابو ہارون اور بشر بن حرب میرے نزدیک برابر ہیں۔ اور امام احمد کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عطیہ کلبی کے پاس آتے اور اُن سے تفسیر لیتے اور اُسے ابو سعید کے نام سے لکھ دیتے اور یوں کہتے کہ ابو سعید نے ایسا کہا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مقصود ان کا یہ ہوتا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ ابو سعید خدری ہیں۔ اور نسائی اور ایک جماعت نے اُن کو ضعیف بنایا ہے۔ اور سخاوی نے رسالہ منظومۂ جزری میں جو اصول حدیث میں ہے۔ باب من له اسماء مختلفة ونعوت متعددة میں جہاں کلبی کا ذکر لکھا ہے۔ وہاں یہ بیان کیا ہے۔ وهو ابو سعيد الذى روى عنه عطية العوفى موهماً انه الخدرى کہ یہی کلبی ابو سعید کی کنیت سے بھی پکارے جاتے ہیں۔ اور عطیہ عوفی اُن سے جو روایت کرتے ہیں وہ اسی کنیت سے یعنی قال ابو سعید کہہ کر روایت کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو یہ خیال ہو کہ یہ ابو سعید خدری ہیں۔

اس حقیقت سے جو ہم نے عطیہ کی بیان کی مثل آفتاب روز روشن کے یہ بات کھل گئی کہ یہ روایت ابو سعید خدری سے جو صحابی رسول تھے نہیں ہے۔ بلکہ ابو سعید کلبی سے ہے جو مفسر تھے۔

اب ہم ابو سعید کلبی کا حال ظاہر کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ حضرت جن پر ان تمام روایتوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ جھوٹے اور حدیثوں کے بنانے والے اور شیعہ تھے۔ انکی نسبت امام سخاوی نے شرح رسالہ منظومۂ جزری میں اُس باب میں جس کا اوپر ذکر ہوا یہ لکھا ہے۔ کہ اُن لوگوں میں سے جن کے مختلف نام اور متعدد لقب اور کنیتیں ہیں۔ ایک محمد بن سائب کلبی مفسر ہیں۔ انہیں کی کنیت ابو النضر ہے۔ اور اس کنیت سے ابن اسحاق اُن سے روایت کرتے ہیں اور اُنہیں کا نام حماد بن سائب ہے۔ اور ابو اسامہ اسی نام سے اُن سے روایت کرتے ہیں۔ اور انہیں کی کنیت ابو سعید ہے۔ اور اسی کنیت سے عطیہ عوفی ان سے روایت کرتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو شبہ میں ڈالیں کہ یہ ابو سعید خدری ہیں۔ اور انہیں کی کنیت ابو ہشام بھی ہے اور اس کنیت سے قاسم بن الولید اُن سے روایت کرتے ہیں۔ اصل الفاظ شرح مذکور کے یہ ہیں۔ ان من امثلته (اى من له اسماء مختلفة ونعوت متعددة) محمد بن السائب

الکلبی المفسر ھو ابو النضر الذی روی عنه ابن اسحاق وھو حماد بن السائب روی عنه ابو اسامة وھو ابو سعید الذی روی عنه عطیة الکوفی موھما انه الخدری وھو ابو ھشام روی عنه القاسم بن الولید - اور تقریب میں ان کی نسبت یہ لکھا ہے محمد بن السائب بن بشیر الکلبی ابو النضر الکوفی النسابة المفسر متہم بالکذب ورمی بالرفض من السادسة مات سنة مائة وست واربعین۔ کہ محمد بن سائب کلبی نسب جاننے والے اور تفسیر لکھنے والے جھوٹ اور رفض سے متہم ہیں اور میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے۔ محمد بن السائب الکلبی ابو النضر الکوفی المفسر النسابة الاخباری قال الثوری اتقوا الکلبی فقیل انك تروی عنه قال انا اعرف صدقه من کذبه قال البخاری ابو النضر الکلبی ترکه یحیی وابن مھدی ثم قال البخاری قال علی حدثنا یحیی عن سفیان قال لی الکلبی کلما حدثتك عن ابی صالح فھو کذب قال یزید بن زریع حدثنا الکلبی وکان سبائیا قال ابو معاویة قال الاعمش اتق ھذا السبائیة فانی ادرکت الناس وانما یسمونھم الکذابین وقال ابن حبان کان الکلبی سبائیا من اولئك الذین یقولون ان علیا لم یمت وانه راجع الی الدنیا ویملأھا عدلا کما ملئت جورا وان راوا سحابة قالوا امیر المؤمنین فیھا وعن ابی عوانة سمعت الکلبی یقول کان جبریل یملی الوحی علی النبی صلعم فلما دخل النبی صلعم الخلاء جعل یملی علی علی وقال احمد بن زھیر قلت لاحمد بن حنبل یحل النظر فی تفسیر الکلبی قال لا وقال الجوزجانی وغیره کذاب وقال الدارقطنی وجماعة متروك وقال ابن حبان وضوح الکذب فیه اظھر من ان یحتاج الی الاعراق فی وصفه یروی عن ابی صالح عن ابن عباس التفسیر وابو صالح لم یر ابن عباس ولا سمع الکلبی من ابی صالح فلما احتیج الیه اخرجت له الارض افلاذ کبدھا لا یحل ذکره فی الکتب فکیف الاحتجاج به کہ محمد بن سائب کلبی جن کی کنیت ابو النضر ہے وہ کوفی ہیں اور مفسر اور نسب جاننے والے اخباری ہیں۔ امام ثوری انکی نسبت کہتے ہیں کہ کلبی سے بچنا چاہیے اس پر ان سے کسی نے کہا کہ آپ تو خود ان سے روایت کرتے ہیں توانہوں نے جواب دیا کہ میں اس کے جھوٹ کو اس کے سچ سے جدا کرنا جانتا ہوں۔ اور بخاری نے کہا ہے کہ یحیی اور ابن مہدی نے اسکی روایت قابل ترک بتلائی ہے۔ اور بخاری نے یہ بھی کہا ہے کہ علی نے یحیی سے اور انہوں نے سفیان سے بیان کیا ہے کہ کلبی نے سفیان سے کہا کہ ابو صالح سے جو میں تم سے روایت کروں۔ وہ جھوٹی ہے

Marfat.com

اور یزید بن زریع نے کلبی سے روایت کی ہے کہ وہ عبداللہ بن سبا کے فرقے کا تھا اور ابو معاویہ کہتے ہیں کہ اعمش نے کہا ہے کہ اس سبائیہ فرقے سے بچنا چاہیئے، کیونکہ وہ کذاب ہوتے ہیں۔ اور ابن حبان نے کہا ہے کہ کلبی سبائی تھا۔ یعنی اُن لوگوں میں سے جو کہتے ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ نہیں مرے اور پھر وہ دنیا کی طرف رجعت کریں گے اور اُسے انصاف سے اُسی طرح بھر دیں گے۔ جیسے کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی۔ اور جب کہ وہ بادل کو دیکھتے تو کہتے کہ امیر المومنین اسی میں ہیں۔ اور ابی عوانہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے خود کلبی کو یہ کہتے سُنا ہے۔ کہ جبرئیلؑ پیغمبرؐ خدا صلعم پر وحی بیان کرتے۔ اور ایسا اتفاق ہوتا کہ آپ رفع ضرورت کے لئے بیت الخلا جاتے تو جبرئیلؑ علیؓ پر اُس وحی کو املا کرتے۔ یعنی اُن سے کہتے۔ اور احمد بن زہیر کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ کلبی کی تفسیر کا دیکھنا درست ہے۔ اُنہوں نے کہا نہیں۔ اور جوزجانی وغیرہ نے کہا ہے کہ کلبی بڑا جھوٹا ہے اور دار قطنی اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ متروک ہے۔ یعنی اس کی روایت لینے کے لائق نہیں ہے۔ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ اُس کا جھوٹ ایسا ظاہر ہے کہ بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ اور ان حضرت کے صفات میں سے یہ صفت بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ تفسیر کو ابی صالح سے اور ابو صالح کی روایت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ نہ ابو صالح نے ابن عباس کو دیکھا ہے۔ نہ کلبی نے ایک حرف ابو صالح سے سُنا۔ مگر جب اُن کو تفسیر میں کچھ بیان کرنے کی حاجت ہوتی، تو اپنے دل سے نکال لیتے۔ ایسے کا ذکر کرنا بھی کتاب میں جائز نہیں ہے، نہ کہ اُس سے سند لینا

اور تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی نے اُن کے فرزندلہ ارجمند ہشام بن کلبی کا جہاں بیان لکھا ہے وہاں ان کے پدر بزرگوار یعنی محمد بن سائب کلبی کو رافضی لکھا ہے اور ان کے فرزند کو اس قسم کے متروکین میں سے کہ جس کو حفاظ حدیث میں داخل بھی نہیں کیا، جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔ ھشام بن الکلبی الحافظ احد المتروکین لیس بثقۃ فلھذا لم ادخلہ بین حفاظ الحدیث وھو ابو المنذر ھشام بن محمد بن السائب الکوفی الرافضی النسابۃ اور یاقوت حموی نے معجم الادباء میں، جہاں محمد بن جریر طبرسی کی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ لکھا ہے۔

لہ اور ان دونوں باپ بیٹوں کی نسبت انساب سمعانی مؤلفہ ابو سعید عبدالکریم ابن محمد المروزی الشافعی دیاتی ۲۲ (بہ)

Marfat.com

ولم یتعرض ای الطبری تفسیر غیر موثوق بہ فانہ لم یدخل فی کتابہ شیئا عن کتاب محمد بن السائب الکلبی ولا مقاتل بن سلیمان ولا محمد بن عمر الواقدی لانہم عندہ اظناء کہ طبرسی نے غیر معتبر تفسیر اپنی تفسیر کی کتاب میں بیان نہیں کی، اور اسی لئے اپنی کتاب میں کچھ بھی محمد بن سائب کلبی اور مقاتل بن سلیمان اور محمد بن عمر واقدی کی کتابوں سے نہیں لیا۔ کیونکہ یہ لوگ اُن کے نزدیک مشکوکین میں سے ہیں۔ اور محمد طاہر گجراتی نے تذکرۃ الموضوعات میں کلبی کی نسبت لکھا ہے۔ قد قال احمد فی تفسیر الکلبی من اولہ الی اخرہ کذب لا یحل النظر فیہ ؛

یہ حالت ہے ابوسعید کلبی کی جو محققین کے اقوال سے ہم نے بیان کی ہے کہ بلحاظ عقائد کے عبداللہ بن سبا کے فرقے میں سے ہیں، اور رجعت کے قائل اور جناب امیر کے بادلوں میں چھپے

(بقیہ ص۲۱۹ کا) میں یہ لکھا ہے۔ والو النضر محمد بن السائب ابن بشر بن عمرو بن الحارث بن عبد العزے بن امری القیس بن عامر بن النعمان ابن عامر بن عبدود بن کنانہ بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن افیدہ ابن ثور بن کلب صاحب التفسیر من اہل الکوفۃ یروی عنہ الثوری ومحمد بن اسحاق ویقولان ثنا ابو النضر حتی لا یعرف وہو الذی کناہ عطیۃ العوفی ابا سعید فکان یقول حدثنی ابوسعید یرید بہ الکلبی فیتوہمون انہ اراد بہ ابا سعید الخدری وکان الکلبی یقول اسابا من اصحاب عبداللہ بن سبا من اولئک الذین یقولون ان علیا لم یمت وانہ راجع الی الدنیا قبل قیام الساعۃ فیملاہا عدلا کما ملئت جورا وان راوا سحابۃ قالوا امیر المومنین فیہا حتی برا فاخذ منہم ونال ؓ ومن قوم اذا ذکروا علیا ؛ یصلون الصلوۃ علی السحاب ؛ مات الکلبی ۱۴۶ھ۔ وابنہ ابو المنذر ہشام بن محمد بن السائب بن بشر الکلبی من اہل الکوفۃ صاحب النسب یروی عن ابیہ ومعروف مولی سلیمان الغرائب والعجائب والاخبار التی لا اصول لہا روی عنہ شباب العصفری وابنہ العباس بن ہشام ومحمد بن سعید کاتب الواقدی وعلی بن حرب الموصلی وعبداللہ بن الضحاک الہدادی والو الاشعث احمد ابن المقدام العجلی وکان غالیا فی التشیع اخبارہ فی الاغلوطات اشہر من الحتاج الی الاعراق فی وصفہا وکان ہشام بن الکلبی یقول حفظت مالم یحفظ احد ونسیت مالم ینسہ احد کان لی عم یعاتبنی علی حفظ القرآن قد خلت بیتا وعلفت ان لا اخرج منہ حتی احفظ القرآن محفظتہ فی ثلاثۃ ایام ونظرت فی المرأۃ فقبضت علی لحیتی لاخذ مادون القبضۃ فاخذت مافوق القبضۃ قال عبداللہ بن احمد بن حنبل سمعت ابی یقول ہشام بن محمد بن السائب الکلبی من یحدث عنہ انما ہو صاحب سمر ونسب ماظننت ان احدا یحدث عنہ مات سنۃ اربع اوست ومائتین - ۱۲

Marfat.com

ہونے کے معتقد، اور بلحاظ صدق کے ایسے اعلےٰ درجے پر ہیں کہ جن کو نہ دیکھا اور جن سے نہ کچھ سُنا اُن سے برابر روایت کرتے ہیں۔ اور جس موقع پر جو چاہا اُسے اپنے دل سے گڑھ کر بیان کر دیتے ہیں۔ اور اعتبار کی یہ کیفیت ہے کہ معتبر اور محقق تفسیر لکھنے والے مثل طبرسی کے اپنی کتاب میں ان کی کسی روایت کا نقل کرنا بھی جائز نہیں سمجھتے اور یہی ہیں واضع یا ناقل حدیث ہبہ فدک کے جس کو عطیہ نے کہ وہ بھی مدلس اور شیعی تھے اپنے مذہبی عقائد کی حمایت کے لئے ان سے روایت کیا اور ان کے دیگر نام اور کنیتیں چھوڑ کر حدثنا ابوسعید لکھکر لوگوں کو اس شبہ میں ڈالا کہ یہ ابوسعید خدری ہوں گے۔

اس بات کا ثبوت کہ ابوسعید جن پر سلسلہ ان حدیثوں کا ختم ہوتا ہے۔ ابو سعید خدری نہیں ہیں صرف خیالی نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت متقدمین کی تحریروں اور روایتوں سے بھی ملتا ہے۔ مثلاً کنز العمال میں جو روایت حاکم کی تاریخ سے منقول ہے اور عماد الاسلام وغیرہ میں بیان کیا ہے اور سید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت جو طرایف اور عماد الاسلام وغیرہ میں منقول ہے، اور در منثور سیوطی اور بزار اور ابویعلی اور ابن حاتم کی روایتوں میں صرف ابوسعید سے لکھا ہے خدری کا لفظ اُس کے آگے نہیں ہے۔ یہ لفظ اسی وہم کے سبب سے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا پیچھے بڑھایا گیا۔

اگرچہ عطیہ اور کلبی کے حالات بیان کرنے کے بعد ہبہ فدک کی روایت کا غلط اور جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا اور ثابت بھی اس طور پر کہ اس میں کچھ شبہ نہیں رہا۔ اور اس بات کی ضرورت باقی نہ رہی کہ اور راویوں سے بحث کی جائے مگر ہم روایت اور راویوں سے بھی بحث کرتے ہیں، تاکہ معلوم ہو کہ یہ سارے سلسلے متروکین اور مجہولین اور کاذبین اور رافضیین سے کم و بیش بھرے ہوئے ہیں، اور جن کو دیکھئے اُس میں کچھ نہ کچھ تشیع یا تدلیس یا مجہولیت کی بو پائی جاتی ہے۔

پہلی روایت جو طرائف کی سید الحفاظ ابن مردویہ سے ہم نے نقل کی اُس کے آخری راوی ابوسعید ہیں اور جس سے اُن سے روایت کی ہے۔ یعنی عطیہ اُن کا حال تو معلوم ہو گیا۔ اب فضیل کا حال سنئے جنہوں نے عطیہ سے روایت کی ہے۔ ان کی نسبت تقریب میں لکھا ہے۔ الفضیل بن مرزوق الکوفی رمی بالتشیع کہ فضیل بن مرزوق بسبب تشیع کے چھوڑ دیئے گئے اور تہذیب التہذیب میں لکھا ہے الفضیل بن مرزوق الکوفی قال ابن معین شدید التشیع قال ابوحاتم صدوق یھم کثیرا کہ فضیل بن مرزوق

Marfat.com

کوفی کی نسبت ابن معین نے کہا ہے کہ بڑے کٹر شیعہ تھے۔ اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ سچے تھے مگر وہم بہت کرتے تھے اور تہذیب میں ان کی نسبت لکھا ہے یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ وقال النسائی ضعیف کہ ان کی حدیث لکھ لی جائے مگر قابل حجت نہیں ہے اور نسائی کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہیں اور میزان الاعتدال میں ہے وقال ابو عبد اللہ الحاکم فضیل بن مرزوق لیس من شرط الصحیح عیب علی مسلم اخراجہ فی الصحیح وقال ابن حبان منکر الحدیث جدا کان ممن یخطئ علی الثقات ویروی عن عطیۃ الموضوعات قلت عطیۃ اضعف منہ قال ابن عدی عندی انہ اذا وافق الثقات یحتج بہ وروی احمد بن ابی خیثمۃ عن ابن معین ضعیف۔ یعنی ابو عبد اللہ حاکم کہتے ہیں کہ فضیل بن مرزوق میں شرط صحت نہیں ہے۔ اور حاکم نے امام مسلم پر اس امر سے عیب لگایا ہے کہ انہوں نے اس کو ثقہ لوگوں میں بیان کیا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ فضیل بہت ہی منکر الحدیث ہے۔ اور ثقات پر خطا لگایا کرتے تھے۔ اور عطیہ سے موضوعات روایت کرتے ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں عطیہ تو ان سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ فضیل جب ثقات کی موافقت کریں تو ان سے احتجاج کیا جائے۔ اور احمد بن ابی خثیمہ نے ابن معین سے ان کا ضعیف ہونا روایت کیا ہے۔

اور فضیل بن مرزوق سے اس خبر کو علی بن عباس نے روایت کیا ہے۔ ان کا حال سنیئے۔ میزان الاعتدال میں ہے۔ علی بن عباس الازرق الاسدی الکوفی عن العلاء بن المسیب وابن ابی سلیم وغیرھما روی عباس عن ابن معین لیس بشیئ وقال الجوزجانی والنسائی والازدی ضعیف وقال ابن حبان فحش خطاؤہ فاستحق الترک القاسم بن زکریا ثنا عباد بن یعقوب ثنا علی بن عیاس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاھا فدک قلت ھذا باطل ولو کان دفع ذلک لما جاءت فاطمۃ تطلب شیئا ھو فی حوزھا وملکھا وفیہ غیر علی من الضعفاء۔ کہ علی بن عباس ازرق اسدی کوفی علاء بن مسیب اور ابن ابی سلیم وغیرہما سے روایت کرتے ہیں۔ اور عباس نے ابن معین سے بیان کیا ہے کہ یہ کچھ نہیں ہیں۔ اور جوزجانی اور نسائی اور ازدی ان کو ضعیف کہتے ہیں۔ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ ایسی خطائیں فاحش کرتے تھے، جس سے چھوڑ دینے کے مستحق ہوئے۔ قاسم بن زکریا نے

کہ عباد بن یعقوب نے ہم سے بیان کیا، اور اُن سے علی بن عباس نے، اور اُس سے فضیل بن مرزوق نے اور اس سے عطیہ نے، اور اُس سے ابوسعید نے کہ جب آیہ وآت ذاالقربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہؓ کو بلاکر فدک دے دیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے۔ اگر آپ فدک دے دیتے تو حضرت فاطمہؓ پھر کچھ طلب نہ فرماتیں۔ اس لئے کہ فدک آپ کے قبضے اور ملک میں ہوتا۔ اور اس حدیث میں سوائے علی بن عباس کے اور بھی ضعیف راوی ہیں۔

اور علی بن عباس سے عباد بن یعقوب روایت کرتے ہیں، ان حضرت کا حال معلوم کیجئے تقریب میں یہ لکھا ہے۔ عباد بن یعقوب الرواجنی بتخفیف الواو وبالجیم المکسورۃ والنون الخفیفۃ ابوسعید الکوفی صدوق رافضی حدیث فی البخاری مقرون بالغ ابن حبان فقال یستحق الترک۔ یعنی عباد بن یعقوب رافضی تھے۔ ان کی ایک حدیث بخاری میں ہے جس کی نسبت ابن حبان نے نہایت مبالغہ کرکے کہا ہے کہ وہ چھوڑ دینے کے لائق ہے اور مغنی مولفہ صاحب مجمع البحار میں ہے ابن یعقوب الرواجنی صدوق رافضی حدیثہ فی البخاری مقرون فقیل علیہ ہو یستحق الترک۔ اور تہذیب التہذیب میں ہے عباد بن یعقوب الاسدی ابوسعید الرواجنی احد رؤس الشیعۃ.... قال بن عدی فیہ فلوروی احادیث منکرۃ فی فضائل اہل بیت وقال صالح بن محمد یشتم عثمان کہ عباد بن یعقوب شیعوں کے بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ ان میں تشیع کا غلو تھا۔ فضائل اہل بیت میں بہت سی حدیثیں منکر روایت کرتے ہیں۔ اور صالح بن محمد کہتے ہیں کہ یہ حضرت عثمان غنیؓ کو برا کہا کرتے تھے۔ اور میزان الاعتدال میں ہے۔ عباد بن یعقوب الاسدی الرواجنی الکوفی من غلاۃ الشیعۃ ورؤس البدع لکنہ صادق فی الحدیث عن شریک والولید بن ابی ثور وخلق وعنہ البخاری حدیثا فی الصحیح مقرونا باخر وقال ابن خزیمۃ حدثنا الثقۃ فی روایتہ والمتہم فی دینہ عباد وروی عبدان الاہوازی عن الثقۃ ان عباد بن یعقوب کان یشتم السلف وقال ابن عدی یروی احادیث فی الفضائل انکرت علیہ وقال صالح جزرہ کان عباد بن یعقوب یشتم

Marfat.com

عثمان وسمعتہ یقول اللہ اعدل من ان یدخل طلحۃ والزبیر الجنۃ قاتلا علیا بعد ان بایعاہ وکان داعیۃ الی الرفض ومع ذلک یروی المناکیر عن المشاھیر فاستحق الترک وقال الدارقطنی عباد بن یعقوب شیعی صدوق ۔ یعنی عباد بن یعقوب اسدی رواجنی کوفی غالیان شیعہ اور بدعتیوں کے رئیسوں میں سے ہیں۔ لیکن حدیث میں صادق ہیں شریک اور ولید بن ابی ثور اور بہت سی خلق سے روایت کرتے ہیں۔ اور اُن سے بخاری نے ایک حدیث جو دوسرے راوی سے مقرون ہے روایت کی ہے۔ اور ابن خزیمہ کہتے ہیں۔ کہ ایسا شخص جو روایت میں ثقہ اور دین میں متہم ہو کر ہم سے حدیث بیان کرتا ہے۔ وہ عباد ہے۔ اور عبدان اہوازی نے ثقہ سے روایت کی ہے کہ یہ سلف کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ اور ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ فضائل میں احادیث منکر روایت کرتے ہیں۔ اور صالح جزرہ کہتے ہیں کہ عباد عثمان غنیؓ کو گالیاں دیتا تھا۔ اور میں نے اُس کو یہ بھی کہتے سُنا کہ اللہ تعالیٰ اس امر سے زیادہ عادل ہے کہ طلحہؓ اور زبیرؓ کو جنت میں داخل کرے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت علیؓ سے بیعت کرنے کے بعد قتال کیا۔ اور یہ رفض کی طرف لوگوں کو بلایا کرتا تھا۔ اور باوجود اس کے مشاہیر سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اس لئے مستحق ترک ہوا۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ عباد پکا شیعہ ہے۔

اس روایت کے سلسلے میں جن لوگوں کے نام اسماء الرجال کی اُن کتابوں میں ہم کو ملے جو ہمارے پاس ہیں اُن میں پانچ نام پائے گئے اور خدا کے فضل سے پانچوں شیعہ نکلے یعنی عبّاد بن یعقوب۔ علیؒ بن عباس۔ فضیلؒ۔ عطیہؒ۔ ابو سعیدؓ۔ اور ان سب کے بزرگ جو بانی اس روایت کے ہیں، وہ ابو سعید کلبی ہیں جن کا درجہ تشیع سے بھی بالا ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے کہ وہ حضرت علیؓ کی موت کے بھی قائل نہیں بلکہ اُن کی رجعت کے معتقد ہیں۔

دوسری روایت جو بحار الانوار میں بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی میں بہ تفصیل سناد سید ابو حمید مہدی ابن نزار حسینی سے شروع اور ابو سعید خدری پر منتہی ہوتی ہے اُس کے اخیر تین راوی فضیل بن مرزوق اور عطیہ کوفی اور ابو سعید کلبی ہیں، جن کو غلطی سے، یا دھوکے سے ابو سعید خدری جانا ہے۔ باقی اس سلسلے میں ایک یحییٰ بن یعلی ہیں ان کی نسبت تقریب میں ہے یحیی بن یعلے الاسلمی کوفی شیعی ضعیف من التاسعۃ اور تہذیب التہذیب

میں ہے یحیی بن یعلی الاسلمی ابوزکریا الکوفی القطوانی عن یونس بن خباب والاعمش وعنہ جندل ابن والق وقتیبۃ قال ابن معین لیس بشئ وقال ابوحاتم ضعیف الحدیث کہ یحیی بن یعلی شیعی ضعیف ہیں اور ابن معین کہتے ہیں کہ کچھ نہیں ہیں، اور ابوحاتم کہتے ہیں کہ ضعیف الحدیث ہیں۔ باقی راویوں کی حقیقت نہ موجود کتابوں میں نکلی اور نہ ان کے تحقیق کی ضرورت ہے اس لئے کہ بالفرض اگر وہ صدوق اور سنی ثقہ بھی ہوں، تاہم سلسلہ روایت اُن تین پر ختم ہوتا ہے جو شیعی اور مدلس ہیں، اور اخیر کے راوی جو بانی حدیث ہیں، اور جن کو ابوسعید خدری غلطی یا دھوکے سے لکھا ہے، وہ کاذب اور واضع حدیث اور شیعی غالی ہیں، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ سوائے اس کے یہ روایت جو بحار الانوار میں لکھی ہے اُس میں کسی کتاب کا حوالہ نہیں، کہ جس کی طرف رجوع کی جائے، کیا تعجب ہے، بلکہ گمان غالب ہے، کہ یہ روایت شیعوں ہی کی ہو، اور ملا باقر مجلسی نے یا صاحب مجمع البیان نے اپنے یہاں کی کتابوں سے نقل کیا ہو۔

تیسری روایت جس کو بحار الانوار میں سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کیا ہے اور اُنہوں نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے اس روایت کو لیا ہے۔ اُس کی نسبت اول تو یہ دیکھنا ہے کہ محمد بن عباس بن علی بن مروان کون بزرگ ہیں۔ منتہی المقال[1] فی اسماء الرجال کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ علما و مفسرین شیعہ میں سے ہیں، جیسا کہ ان کے ترجمہ کتاب مذکور میں لکھا ہے محمد بن عباس بن علی بن مروان بن الماھیار ابو عبد اللہ البزاز المعروف بابن الجحام ثقۃ فی اصحابنا عین سدید کثیر الحدیث لہ کتاب المقنع فی الفقہ کتاب الدواجن کتاب ما نزل من القرآن فی اھل البیت وقال جماعۃ من اصحابنا انہ کتاب لم یصنف فی معناہ مثلہ وقیل انہ الف ورق حیث الاذکر الکتابین الاولین وفی ست اجبرنا بکتب وروایات جماعۃ من اصحابنا عن ابی محمد ھارون بن موسی التلعکبری عنہ اقول فی مشکا ابن عباس بن علی بن مروان

---

[1] یہ کتاب اسماء الرجال میں شیعوں کے یہاں نہایت معتمد ہے اور اُس درجے کی ہے، جیسے کہ میزان الاعتدال سنیوں کے یہاں۔ ۱۲ منہ۔

الثقۃ عنہ التلعکبری کہ محمد بن عباس ثقہ ہیں۔ اور ہمارے اصحاب میں سے ہیں۔ نہایت کثرت سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ اور بہت کتابیں ان کی تصنیفات میں سے ہیں۔ اُن میں سے ایک تفسیر ہے اُن آیات قرآنی کے ہے جو اہل بیت کی شان میں نازل ہوئیں۔ اور جس کی نسبت ہمارے بہت سے عالموں نے کہا ہے۔ کہ اس قسم کی کتاب اس باب میں کبھی تصنیف نہیں ہوئی۔ اور اس کے ہزار ورق ہیں تو اس لئے اس تفسیر میں لکھا ہونا تو صرف شیعوں کو مقبول ہوگا نہ کہ سنیوں کو۔ اور ان حضرت نے اپنی تفسیر میں یہ لکھا نہیں کہ اس روایت کو سنیوں کی کتاب سے لیا ہے یا شیعوں کی، مگر یہ بھی وہی روایت ہے جس کو ہم اوپر بیان کر چکے۔ اس لئے کہ اس میں دو طریقوں سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ ایک تو محمد بن محمد اور ہیثم بن خلف اور عبداللہ بن سلیمان اور محمد بن قاسم سے۔ کہ یہ چاروں کہتے ہیں حدثنا عباد بن یعقوب یعنی یہ حدیث ان کو عباد بن یعقوب سے پہنچی، اور عباد بن یعقوب کو علی بن عباس سے۔ (جس کو غلطی سے عابس لکھا ہے) اور دوسرا سلسلہ یہ ہے کہ جعفر بن محمد حسینی روایت کرتے ہیں۔ علی بن منذر طریفی سے اور وہ روایت کرتے ہیں علی بن عباس سے۔ پس یہ دونوں سلسلے علی بن عباس پر ختم ہوتے ہیں۔ اور علی بن عباس کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ فضیل پر، اور اُن کا عطیہ پر، اور اُن کا ابوسعید پر۔ اور ان تینوں کا حال بخوبی معلوم ہو چکا ہے۔ اُن سے ایک سلسلہ جو علی بن منذر طریفی سے چلا ہے، اُس کی کیفیت یہ ہے، کہ علی بن منذر اگرچہ صدوق تھے، مگر شیعہ جیسا کہ تقریب میں لکھا ہے۔ علی بن منذر الطریقی بفتح المہملۃ وکسر الراء بعدھا تحتانیۃ ساکنۃ ثم قاف الکوفی صدوق یتشیع اور میزان الاعتدال میں ذہبی ان کی نسبت کہتے ہیں قال النسائی شیعی محض ثقۃ اور جب کہ علی بن منذر شیعہ تھے تو ان کی ایسی روایت پر جو ان کے عقائد کی تائید کرنے والی ہو، جو کچھ اعتبار ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے، اور علی بن منذر طریقی سے اس روایت کو جعفر بن محمد حسینی نے روایت کیا ہے اور یہ نہ صرف معمولی شیعہ ہیں، بلکہ نہایت صدوق اور ثقہ من مشائخ الاجازہ شیعوں کے ہیں جیسا کہ منتہی المقال میں جو اسماء الرجال میں نہایت معتبر کتاب شیعوں کی ہے۔ ان کی نسبت لکھا ہے جعفر بن محمد بن ابراھیم الحسینی الموسوی المصری یروی عنہ التلعکبری

کان سماعہ عنہ سنۃ اربعین وثلاث مائۃ بمصر ولہ منہ اجازۃ وزاد فی بعض النسخ ابوالقاسم فی الاول فانظر انہ یکنی بہ وکناہ بہ الشیخ ایضاً فی محمد بن ابی عمیر وعبر عنہ بن شریف الصالح وفی عبداللہ احمد بن نہیک ایضاً کونہ من مشائخ الاجازۃ وذلک الامارۃ و ذلک امارۃ الوثاقۃ۔ اور عبداللہ بن احمد بن نہیک کے ذکر میں لکھا ہے۔ الشیخ الصدوق ثقہ اور انہیں کے تذکرے میں لکھا ہے۔ اخبرنا القاضی ابوالحسین محمد بن عثمان بن الحسن قال اشتملت اجازۃ ابی القاسم جعفر بن محمد بن ابراهیم الموسوی انتہیٰ۔

دوسرے سلسلے میں ایک راوی محمد بن قاسم بن زکریا ہیں، ان کی نسبت تقریب میں لکھا ہے۔ محمد بن القاسم الاسدی الکوفی شامی الاصل لقبہ کاو کذبوہ یعنی یہ حضرت جھوٹوں میں داخل ہیں۔ اور رجعت پر ایمان لانے والے تھے۔ اس سے بڑھ کر ان کے تشیع کی اور کیا دلیل ہوگی۔ کما قال فی میزان الاعتدال محمد بن القاسم بن زکریا المحاربی الکوفی عن علی بن منذر الطریقی وجماعۃ تکلم فیہ وقیل کان یؤمن بالرجعۃ وقد حدث بکتاب النہی عن حسین بن نصر بن مزاحم ولم یکن لہ فیہ سماع ومات سنۃ ست وعشرین وثلاث مائۃ۔ اور ایک راوی اس میں محمد بن محمد بن سلیمان ہیں۔ یہ وضع حدیث میں متہم ہیں۔ اور میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے محمد بن محمد بن سلیمان عن الطبرانی بخبر موضوع اتہم بہ۔ اور ایک راوی عبداللہ بن سلیمان بن اشعث ہیں ان کی نسبت میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ یہ اول میں منسوب بناصبیت تھے اس لئے یہ بغداد سے نکال دیئے گئے، مگر پھر علی بن عیسیٰ کے زمانے میں واپس آئے۔ اور اس داغ کے مٹانے کے لئے اپنے خیال سے بنا بنا کر فضائل کی حدیثیں بیان کیں، اور اُن میں کے ایک شیخ بن گئے۔ الفاظ میزان کے یہ ہیں، عبداللہ بن سلیمان بن اشعث السجستانی ابوبکر الحافظ الثقۃ صاحب التصانیف وثقہ الدارقطنی فقال ثقۃ الا انہ کثیر الخطاء فی الکلام علی الحدیث وذکرہ ابن عدی وقال لولا ما شرطنا والا لما ذکرتہ الیٰ قولہ سمعت ابا داؤد یقول ابنی عبداللہ کذاب قال ابن سعد کفانا ما قال ابوہ فیہ ثم قال ابن عدی سمعت موسیٰ بن القاسم یقول حدثنی ابوبکر سمعت ابراهیم الاصبہانی یقول

ابوبکر بن ابی داؤد کذاب قال ابن عدی کان فی الابتداء نسب الی شئ من النصب نفاہ ابن الفرات من بغداد فردہ علی بن عیسی فحدث واظہر فضائل من تخیئل فصار شیخا منہم۔ یہ حال تو ہے اُن دو طریقوں کا جو سید ابن طاؤس نے تفسیر محمد بن عباس سے نقل کی ہے، اور لکھا ہے کہ بیس طریقوں سے یہ حدیث منقول ہے، غالباً یہی کیفیت باقی سلسلوں کی بھی ہوگی۔ بشرطیکہ کوئی اور سلسلے نام کے لئے بھی بیان کئے گئے ہوں ہم کو تو ملا باقر مجلسی کی عادت سے یقین نہیں آتا کہ اور کوئی سلسلہ بیان بھی کیا گیا ہوگا۔ کیونکہ اگر بیان کیا گیا ہوتا تو وہ اپنی کتاب بحار الانوار میں جو ایک دریائے ناپیدا کنار ہے، لکھنے سے دریغ نہ فرماتے، بلکہ ضرور لکھتے، تاکہ دیکھنے والوں کو روایت کی عظمت معلوم ہو۔

چوتھی روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں لکھی ہے، اُس کے اول محمد بن عباس ہیں، دوسرے علی بن عباس مقانعی، تیسرے ابوکریب، چوتھے معاویہ بن ہشام، پانچویں فضیل بن مرزوق چھٹے عطیہ۔ ساتویں ابوسعید خدری ہیں۔

یہ سلسلہ بھی فضیل بن مرزوق اور عطیہ اور ابوسعید پر منتہی ہوتا ہے۔ اس لئے ہم اس روایت کو بھی اگرچہ اس کے درمیانی راوی دوسرے ہیں، دوسری روایت نہیں خیال کرتے، اور کیونکر خیال کریں، جب کہ آخری راوی تو وہی فضیل اور عطیہ اور ابوسعید ہیں۔ ان میں سے ایک درمیانی راوی ابوکریب ہیں، وہ بھی مجاہیل سے ہیں۔ جیساکہ تہذیب التہذیب میں لکھا ہے۔

ابوکریب الاسدی قال ابوحاتم مجہول۔

قسم اول جس میں چار روایتیں تھیں ان کا حال ہم بیان کر چکے، اور یہ بات ہم نے صاف صاف دکھادی، کہ یہ ایک ہی روایت ہے۔ جس کے آخری راوی شیعی ہیں۔ دوسرے قسم کی روایتوں کا بھی یہی حال ہے۔

کنز العمال سے جو روایت عماد الاسلام میں نقل کی ہے وہ صرف یہ ہے۔ عن ابی سعید نہ لفظ خدری کا ابوسعید کے آگے ہے اور نہ سلسلہ اسناد کا اُس میں مذکور ہے، اور صاحب کنز العمال نے اُس کو حاکم کی تاریخ سے لیا ہے، اور حاکم نے اس کی نسبت کہا ہے کہ اس روایت کو صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس سے بیان کیا ہے۔ یہ روایت بھی مثل دوسری

روایتوں کے تعجب خیز اور نفرت انگیز ہے۔ اس لئے کہ اول تو حاکم خود مائل بہ تشیع تھے۔ بلکہ اس سے بھی کسی قدر بڑھے ہوئے اور ان کی کتابوں میں موضوع حدیثیں منقول ہیں۔ اور الفاظ رافضی خبیث بھی اُن کی نسبت استعمال کئے گئے ہیں، جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں لکھا ہے۔ قال الخطیب ابوبکر ابو عبد اللہ الحاکم کان ثقۃ یمیل الی التشیع فحدثنی ابراہیم بن محمد الموری و کان صالحا عالما قال جمع الحاکم احادیث وزعم انہا صحاح علی شرط البخاری و مسلم منہا حدیث الطیر و من کنت مولاہ فعلی مولاہ فانکرہا علیہ اصحاب الحدیث ولم یلتفتوا الی قولہ ولاریب ان فی المستدرک احادیث کثیرۃ لیست علی شرط الصحۃ بل فیہ احادیث موضوعۃ شان المستدرک باخراجہا فیہ قال ابن طاہر سالت ابا اسمعیل الانصاری عن الحاکم فقال ثقۃ فی الحدیث رافضی خبیث ثم قال ابن طاہر کان شدید التعصب للشیعۃ فی الباطن اور انہوں نے جو ابراہیم بن محمد بن میمون سے روایت کی ہے، وہ خود ان کے تشیع کو ثابت کرتی ہے۔ اس لئے کہ ان کی نسبت منتہی المقال فی اسماء الرجال میں جو کہ شیعوں کی معتمد کتاب سے ہے۔ لکھا ہے کہ ابراہیم بن محمد بن میمون کو میزان الاعتدال میں اجلاء شیعہ سے لکھا ہے۔ کما قال و من کتاب میزان الاعتدال انہ من اجلاء الشیعۃ روی عن علی بن عابس انتہی ولعلہ ابن میمون الآتی ۔ اور پھر دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ ابراہیم بن میمون الکوفی صدوق ویاتی فی ترجمۃ عبد اللہ بن مسکان ان ابراہیم ھذا حمل جواب مسائل عبد اللہ عن ابی عبد اللہ فیظہران الامام کان یعتمد علیہ فہو معتمد علیہ رفاتا للجمع اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معمولی شیعہ نہ تھے۔ بلکہ امام جعفر صادقؑ کے معتمد علیہ تھے۔ ان حضرت نے روایت کی ہے علی بن عابس سے جو حقیقت میں علی بن عباس ہیں۔ اور علی بن عباس کا حال ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ انہ کان من الضعفاء والمتروکین اور ان حضرت کا سلسلہ ابو سعید تک پہنچتا ہے۔ اور خیریت سے اس میں خدری کا لفظ بھی نہیں ہے جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ ابو سعید، ابو سعید خدری نہیں ہیں، بلکہ وہی ابو سعید کلبی ہیں۔

دوسری وہ روایت ہے جو عماد الاسلام میں تفسیر درمنثور سیوطی سے اور طعن الرماح میں تفسیر مذکور اور نیز بزار اور ابو یعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ سے بلا حوالہ سند نقل کیا ہے۔ اور لکھا

Marfat.com

ہے کہ ابو سعید خدری سے یہ روایت منقول ہے۔ اس روایت کا سلسلہ اگرچہ منقول نہیں ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہی روایت ہے جو سید الحفاظ ابن مردویہ سے اوپر نقل ہو چکی۔ اور مولوی حیدر علی صاحب مرحوم نے اپنی ایک تالیف میں اس کی اسناد بیان کی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ حدثنا عباد بن یعقوب حدثنا ابو یحیی التیمی حدثنا فضیل ابن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید اس میں بھی ابی سعید کے آگے لفظ خدری نہیں ہے۔ اور جس سے تصدیق اس بات کی ہوتی ہے۔ جو اوپر ہم لکھ چکے کہ یہ ابو سعید کلبی ہیں۔ اور عطیہ انہیں سے روایت کرتے ہیں۔ اور سوائے ابو یحیی تیمی سب راوی اس کے شیعی ہیں، جن کی تفصیلی کیفیت اوپر بیان ہو چکی۔ اور ابو یحیی تیمی کی نسبت تہذیب میں لکھا ہے۔ ضعفہ ابو حاتم کہ یہ بھی ضعفا میں سے ہیں۔ غرضیکہ یہ روایت بھی کوئی جدید روایت نہیں ہے، بلکہ وہی ابو سعید کلبی کی روایت ہے۔

تیسری روایت وہ ہے جو بحار الانوار وغیرہ میں لکھی ہے کہ عبد الرحمٰن بن صالح کہتے ہیں کہ مامون کے پوچھنے پر ہبہ فدک کے متعلق عبید اللہ بن موسیٰ نے وہ حدیث لکھ بھیجی جس کو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت از سرتاپا شیعوں کی روایت ہے۔ ابتدا بھی اس کی شیعی سے اور انتہا بھی اُس کی شیعی پر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ روایت عبد الرحمٰن ابن صالح سے بیان کی گئی ہے۔ اُن کی نسبت میزان الاعتدال ذہبی میں لکھا ہے۔ عبد الرحمٰن بن صالح الازدی ابو محمد الکوفی کان شیعیا وقال ابو داؤد الف کتابا فی مثالب الصحابۃ رجل سوء وقال ابن عدی احترق بالتشیع مات سنۃ خمس وثلاثین ومائتین اور تقریب میں ان کی نسبت لکھا ہے۔ عبد الرحمٰن بن صالح الازدی الکوفی نزیل بغداد صدوق یتشیع وقال ابو داؤد وضع مثالب فی الصحابۃ کہ یہ حضرت شیعہ تھے۔ اور نہ صرف معمولی شیعہ، بلکہ تشیع میں غرق تھے۔ یہاں تک کہ صحابہ کے معائب اور مطاعن میں حضرت نے ایک کتاب بھی تصنیف کی۔ پھر ان سے کیا تعجب ہے کہ وہ ایسی روایت نقل کریں۔ اور بالفرض اگر یہ سنی بھی ہوتے تو چونکہ جس قصے کو یہ بیان کرتے ہیں۔ بشرط صحت اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مامون کو جو جواب عبید اللہ ابن موسیٰ نے لکھا، اُس میں وہی روایت بیان کی جو فضیل بن مرزوق اور عطیہ سے منقول

Marfat.com

ہے ۔اوران حضرات کا حال ہم اوپر بالتفصیل بیان کر چکے ۔ اس لئے وہ روایت قابل سند نہیں ہے ۔

چوتھی وہ روایت ہے جو طرائف اور احقاق الحق میں واقدی اور بشر بن الولید اور بشر بن غیاث سے بحذف سلسلہ اسناد منقول ہے ۔غالباً یہ بھی وہی روایت ابوسعید اور عطیہ اور فضیل کی ہوگی ۔اور چونکہ اسی واقدی اور بشر بن غیاث سے طرائف اور احقاق الحق میں بیان کیا ہے ۔اس لئے اس کی طرف توجہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے ۔اس لئے کہ واقدی اُن بزرگوار مصنفوں میں ہیں کہ اُن کی کتابیں نہ صرف ضعیف روایتوں بلکہ موضوع اور غلط اور جھوٹی خبروں سے بھری ہوئی ہیں ۔اور اُن کی غیر معتبر ہونے پر اکثر محققین اور علما کا اتفاق ہے ۔اور بشر بن غیاث کی شان واقدی سے بھی بڑھی ہوئی ہے ۔یہاں تک کہ اُن کو محققین نے زندیق تک کا خطاب دیا ہے ۔

اول واقدی کا حال سنیئے ان کی نسبت تقریب میں لکھا ہے ۔عمر بن واقدی المدانی القاضی نزیل البغداد متروک مع سعۃ علمہ کہ وہ باوجود بہت بڑے عالم ہونے کے متروک ہیں ۔اور تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی ان کی نسبت لکھتے ہیں ۔ محمد ابن عمر الواقدی الاسلمی الحافظ البحر لم استق ترجمتہ ھنا لاتفاقھم علی ترک حدیثہ وھو من اوعیۃ العلم لکنہ لایتقن الحدیث وھو راس فی المغازی والسیر ویروی من کل ضرب یعنی واقدی بڑے حافظ ہیں ۔ہیں اُن کے ترجمے کو یہاں اس لئے نہیں لکھتا کہ محدثین نے ان کے متروک الحدیث ہونے پر اتفاق کیا ہے ۔اگرچہ یہ زبردست عالم ہیں لیکن حدیث میں احتیاط نہیں کرتے ۔مغازی اور سیر خوب جانتے ہیں ،مگر ہر طرح کی جھوٹی سچی روایت کرتے ہیں ،اور تہذیب التہذیب میں بھی یہی ان کی صفت لکھی ہے ۔اور پھر لکھا ہے ۔قال البخاری متروک اور تہذیب میں ہے وقال احمد ھو کذاب وقال ابن معین ھو ضعیف اور میزان الاعتدال میں اُن کی نسبت لکھا ہے ۔محمد بن عمر بن واقدی الاسلمی صاحب التصانیف واحد اوعیۃ العلم علی ضعفہ وحسبک ان ابن ماجۃ لا یجوان یسمیہ قال احمد بن حنبل ھو کذاب یقلب الاحادیث یلقی حدیث ابن اخی الزھری

علی معمر ونحو ذا وقال ابن معین لیس بثقۃ وقال مرۃ یکتب حدیثہ وقال البخاری وابو حاتم متروک وقال ابو حاتم ایضا والنسائی یضع الحدیث وقال ابن عدی احادیثہ غیر محفوظۃ والبلاء منہ وقال ابو غالب بن بنت معاویۃ بن عمرو سمعت ابن المدینی یقول الواقدی یضع الحدیث وقال ابوداؤد بلغنی ان علی بن المدینی قال کان الواقدی یروی ثلاثین الف حدیث غریب قال المغیرۃ بن محمد المہلبی سمعت ابن المدینی یقول الہیثم ابن عدی اوثق عندی من الواقدی لا ارضاہ فی الحدیث ولا فی الانساب ولا فی شئ قلت وقد سبق جملۃ من اخبار الواقدی وجودہ وغیر ذلک فی تاریخی الکبیر ومات وہو علی القضاء سنۃ سبع ومائتین فی ذی الحجۃ واستقر الاجماع علی وھن الواقدی ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گو وہ بہت بڑے عالم تھے۔ اور بڑے صاحب تصنیف مگر بالکل نامعتبر یہاں تک کہ ان کے وھن اور متروک الحدیث ہونے پر سب متفق ہیں۔ اور اس سے زیادہ اور کیا عیب ہو سکتا ہے کہ حدیث بنایا کرتے تھے اور تیس ہزار حدیث غریب اُن سے منقول ہیں۔ اُن کی روایت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ معتبر مفسرین ان کی روایت کے نقل کرنے سے بھی پرہیز کرتے تھے جیسا کہ تفسیر طبرسی کی نسبت ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ اُس کے مفسر نے کلبی اور واقدی سے کچھ بھی اپنی تفسیر میں نہیں لیا۔ اس لئے کہ یہ لوگ ضعیف اور غیر معتبر تھے۔ اور اس سے بڑھکر یہ ہے کہ واقدی کی نسبت بعضوں نے بیان کیا ہے کہ اس کے نام سے جو کتابیں مشہور ہیں وہ دراصل ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ ابو اسحاق مدنی کی ہیں جو کہ رواۃ اور مصنفین شیعہ سے ہیں ان کی کتابوں کو واقدی نے نقل کیا اور اپنے نام سے اُسے مشہور کیا۔ اس لئے اس کی کتابیں درحقیقت شیعوں کی کتابیں سمجھنا چاہئیں جیسا کہ منتہی المقال فی اسماء الرجال میں جو معتبر کتابوں میں سے شیعوں کی ہے ابراہیم بن محمد کے ترجمے کے ذیل میں لکھا ہے۔ کما یقول

ابراہیم بن محمد بن ابی یحیی ابو اسحق مولی اسلم مدنی روی عن ابی جعفر وابی عبد اللہ وکان خصیصا والعامۃ لہذہ العلۃ تضعفہ وحکی بعض اصحابنا عن بعض المخالفین ان کتب الواقدی سائرھا انما ھی کتب ابراہیم بن محمد بن ابی یحیی نقلہا الواقدی وادعاھا وفی فہرست الشیخ وابن محمد بن یحیی ابو اسحاق مولی اسلم مدنی روی عن ابی

جعفر وابی عبد اللہ وکان خاصا بحدیثنا والعامۃ تضعفہ لذلک ذکر یعقوب بن سفیان فی تاریخہ فی اسباب تضعیفہ عن بعض الناس انہ سمع بیال من الاولین ذکر بعض ثقات العامۃ ان کتب الواقدی سائرھا انما ھی کتب ابراھیم بن محمد بن یحیی نقلھا الواقدی وادعاھا وذکر بعض اصحابنا ان لہ کتابا مبوبا فی الحلال والحرام عن ابی عبد اللہ الحسین بن محمد الازدی الی قولہ وما مر من ان العامۃ تضعفہ لذلک ویشھد لہ ما من صاحب میزان الاعتدال وھو کذاب ۱ رافضی۔

(دیکھو صفحہ ۲۵ منتہی المقال مطبوعہ ایران) ایسے وضاع کی روایت ثبوت میں پیش کرنا اور اُس سے ایسے معرکۃ الآرا بحثوں میں استدلال کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی صحیح روایت اس باب میں حضرات امامیہ کو نہیں ملی۔ اور ملے کیونکر جب کہ اُس کا وجود ہی نہ تھا اور نہ ہے۔ اور جب کہ واقدی کی کتابوں کی نسبت یہ مانا جائے کہ اُس نے ابراہیم بن محمد بن ابی یحیی کی کتابوں کو نقل کر کے اپنے نام سے مشہور کیا تو پھر کیا شبہ باقی رہتا ہے کہ یہ کتابیں اصل میں شیعوں کی ہیں۔

بشر بن غیاث کا بھی حال سُن لیجئے۔ میزان الاعتدال میں اُن کی نسبت لکھا ہے۔

بشر بن غیاث المریسی مبتدع ضال لا ینبغی ان یروی عنہ وقال ابو النضر ھاشم بن القاسم کان والد بشر المریسی یھودیا قصابا صباغا فی سریقۃ نضر بن مالک وقال المروزی سمعت ابا عبد اللہ ذکر بشرا فقال کان ابوہ یھودیا وکان بشر یستغیث فی مجلس ابی یوسف فقال لہ ابو یوسف لا تنتھی اوتفسد خشبۃ یعنی تصلب وقال قتیبۃ بن سعید بشر المریسی کافر وقال الخطیب حکی عنہ اقوال شنیعۃ اساء اھل العلم قولھم فیہ وکفرہ اکثرھم لاجلھا قال ابو زرعۃ الرازی بشر المریسی زندیق۔ کہ بشر بن غیاث مریسی بدعتی گمراہ ہے۔ اس لائق نہیں کہ اُس سے روایت کی جائے ابو نضر ہاشم بن قاسم کہتے ہیں کہ اس کا باپ یہودی قصاب رنگریز نصر بن مالک کے بازار میں تھا۔ اور مروزی کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ سے سنا ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ بشر قاضی ابو یوسف کی مجلس میں استغاثہ کر رہا تھا کہ قاضی صاحب نے

Marfat.com

کہا کہ تو باز نہ آئے گا۔ کیا سولی کو خراب کیا چاہتا ہے۔ یعنی سولی دیدیں گے۔ اگر تو باز نہ آئے گا۔ اور قتیبہ بن سعید کا قول ہے کہ یہ کافر تھا۔ اور خطیب کہتے ہیں کہ اس سے بُرے اقوال منقول ہیں جن کی وجہ سے علما نے اس کو کافر کہا ہے۔ اور ابو زرعہ رازی کہتے ہیں کہ یہ زندیق تھا۔

پانچویں روایت معارج النبوت کی ہے جو عماد الاسلام میں نقل کی گئی ہے۔ اس روایت سے استدلال کرنے پر ہم کو تعجب ہے کہ جناب مجتہد امام مولنا سید دلدار علی صاحب سے محقق اور متبحر عالم اسے سند میں پیش کرتے ہیں۔ معارج النبوت کا حال فارسی پڑھنے والے طالب علم تک جانتے ہیں کہ مولود کے رسالوں سے بڑھ کر کوئی قدر اور قیمت اس کی علما کے نزدیک نہیں ہے۔ وہ ایک شاعرانہ اور منشیانہ تحریر کیلئے عمدہ نمونہ ہے لیکن بلحاظ صحت کے کچھ بھی اس کی وقعت نہیں ہے۔ یہ اس قسم کے مؤرخین میں سے ہیں۔ کہ اپنے تنور گرم کرنے کے لیے جو خشک و تر ایندھن ان کو ملا اسے کام میں لائے اور سامعین کے متعجب اور مسرور اور محفوظ کرنے کے لیے اسے عمدہ الفاظ میں بیان کیا۔ مگر اس کو آج تک کسی نے اس قابل نہیں سمجھا ہے کہ اس سے کوئی سند پیش کی جائے، نہ سوائے رسالوں مولود کے کسی بحث میں آج تک اس سے کوئی سند پیش کی گئی۔ لہذا اس میں مرقوم ہونے پر اس روایت سے یا اور کسی روایت سے استدلال کرنا شان علماء سے نہایت ہی بعید ہے اور بالفرض اگر وہ اور اس کا مصنف معتبر و معتمد ہوتے تو اس روایت سے استدلال کرنا اور بھی بعید تھا کیونکہ خود اس میں اس روایت کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار ہونے کی طرف بوجوہ اشارہ موجود ہے۔ وجہ اول صاحب معارج نے باوصف التزام لکھنے واقعات کے اس روایت ہبہ کو واقعہ نہیں قرار دیا ہے۔ بلکہ اس روایت کے قبل کی روایت کو جو اس روایت کے منافی ہے۔ واقعہ قرار دیا ہے۔ وجہ دوم صاحب معارج نے اس روایت کو وضعاً موخر اور اس کے منافی روایت کو وضعاً مقدم کیا ہے۔۔۔ وجہ سوم اس روایت کو بغیر حوالہ نقل کیا ہے۔ اور اس کے منافی روایت کو بحوالہ مقصد اقصیٰ لکھا ہے۔ وجہ چہارم اس روایت کو بغیر عنوان واقعہ و بدون حوالہ بلفظ بعضے گویند

Marfat.com

نقل کیا ہے جو منقول عن المجہول یا منقول عن المجروح ہونے پر دال ہے اور اس کی منافی روایت کو بعنوان واقعہ و بحوالہ لکھا ہے جو صحیح و قابل اعتبار ہونے پر دال ہے۔ پس بخوبی واضح ہو گیا کہ صاحب معارج نے اس روایت ہبہ کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار ہونے کی طرف بوجوہ اشارہ کر دیا ہے۔ لہذا معارج مع اپنے مصنف کے معتبر و معتمد ہونے کی تقدیر پر بھی اُس میں موجود ہونے پر اس روایت سے جو استدلال کیا گیا ہے۔ وہ اس قابل نہیں ہے کہ ہم اس کی نسبت کچھ بھی لکھیں۔ بجز اس کے کہ اس کو علما کی شان سے بعید سمجھیں۔

ہم نے تمام روایتوں کی حقیقت بیان کر دی اور سب راویوں کا حال لکھ دیا۔ اور شافی کے تصنیف ہونے کے زمانے سے اب تک جس کو نو سو برس ہوئے جتنی روایتیں ہبہ کی تائید میں پیش کی گئی تھیں اُن سب کو دکھا دیا۔ اور یہ مثل کہ ہر گاہ دم بر داشتم مادہ بر آمدن روایتوں پر ثابت کر دی۔ اس لئے کہ ان تمام روایتوں کا سلسلہ ابو سعید کلبی تک پہنچتا ہے۔ اور اُس کی روایت بسبب اُن عیبوں کے جو اس میں تھے۔ ہرگز قابل لحاظ نہیں اور باوجود اس کے کہ یہ ایک ہی ماخذ سے لی گئی ہے۔ ہم کو تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اور جناب مولانا دلدار علی صاحب سے محقق اور کاملین نے اس کہنے کی جرأت کی کہ قد روی من طرق مختلفۃ غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما نزل قولہ تعالیٰ وآت ذا القربیٰ حقہ دعا النبی فاطمۃ فاعطاھا فدک واذا کان ذلک مرویاً فلا معنی لدفعہ بغیر حجۃ کیا یہ بات تعجب انگیز نہیں ہے سید مرتضیٰ ایک طریقے سے بھی اس روایت کو بیان نہ فرمائیں اور صرف اُس روایت کو جواباً عن جلد شیعوں میں مشہور تھی۔ اور جس کا ذکر قاضی عبد الجبار نے اپنی کتاب مغنی میں کیا تھا کہ شیعہ ایسا کہتے ہیں۔ کافی سمجھ کر اپنی طرف سے صرف یہ لکھ دیں کہ اور مختلف طریقوں سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ اور پھر کیا اُس سے کم یہ بات تعجب کرنے والی ہے۔ کہ علم الہدیٰ کے زمانے سے لے کر اب تک باوجودیکہ ہزاروں عالم اس مدت میں گذرے اور سیکڑوں کتابیں اس بحث میں لکھی گئیں اور بڑے بڑے دعوے کئے گئے اور نہایت

Marfat.com

فصیح و بلیغ اور دردانگیز تقریروں میں یہ دعویٰ بیان کیا گیا اور علماء شیعہ نے سنیوں کی ساری کتابیں چھان ڈالیں۔ نہ متن چھوڑا نہ حاشیہ نہ حدیث کی کتاب باقی رکھی نہ تاریخ کی مگر ایک صحیح روایت بھی اس دعویٰ کے ثبوت میں اہل سنت کی کتابوں سے پیش نہ کر سکے اور یہ تمنا اپنے ساتھ قبریں لے گئے۔ اگر یہ نامور علما اور یہ مشہور متکلمین جن کے علم و فضل کا غلغلہ آسمان تک پہنچا اور جنہوں نے اپنے گروہ میں سنیوں پر فتح و ظفر حاصل کرنے کی خوب شہرت پائی۔ بجائے فصیح و بلیغ تقریریں کرنے اور زورِ قلم دکھانے کے ایک صحیح روایت پیش کر دیتے تو غلط بنیاد پر ایک مبسوط کتاب لکھنے سے اور ہزار قوت بیانیہ ظاہر کرنے سے زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب اور زیادہ موزوں ہوتا۔ مگر ایسا نہ کرنے سے خود انہوں نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ کوئی روایت ایسی موجود ہی نہیں ہے جسے وہ اہل سنت کے مقابلے میں صحیح اور قابل اعتبار قرار دے کر پیش کر سکتے۔ شافی۔ اور کشف الحق۔ اور طرائف اور بحار الانوار۔ اور عماد الاسلام۔ اور طعن الرماح۔ اور تشئید المطاعن کے مشہور اور نامور مصنفین سوا اس کے اور کچھ نہ کر سکے کہ فضیل بن مرزوق اور عطیہ نے جو وضعی اور جھوٹی روایت کلبی سے پائی تھی۔ اور آیندہ مشہور کی تھی اُسی کو پیش کرتے اور اُسی سے استدلال کرتے۔ اور ہم نہ صرف پچھلے لوگوں پر کسی حدیث صحیح کے پیش نہ کرنے کا الزام دیتے ہیں بلکہ اب بھی ہم تحدی کرتے ہیں اور ہندوستان اور ایران اور لکھنو اور طہران بلکہ تمام دنیا کے شیعوں کو مقابلے پر بلاتے اور کہتے ہیں کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اب بھی کوئی ایک صحیح روایت جس کے بانی اور راوی شیعہ نہ ہوں اہل سنت کی کتاب سے پیش کرو فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ج اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ۔

چونکہ اب ہم اچھی طرح اُن روایتوں کی تکذیب اور تردید کر چکے جو ہماری کتابوں سے شیعوں نے پیش کی تھیں۔ اب ہم اُس تناقض اور تخالف کو دکھاتے ہیں جو خود شیعوں کی

لہ پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کرو گے تو بچو آگ سے جس کی چھپٹیاں ہیں۔ آدمی اور پتھر طیار ہے منکروں کے واسطے ۱۲۔ موضوع پارہ ۱، سورہ بقر رکوع ۳،

روایتوں میں ہے۔ اور جس سے اُن کا دعویٰ خود اُن کے یہاں کی روایتوں سے ثابت نہیں ہوتا۔

تناقض و اختلاف شیعوں کی ان احادیث و اخبار میں جو اس باب میں بیان کی گئی ہیں کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک حضرت فاطمہ رض کو ہبہ کر دیا تھا

ہبہ فدک کے متعلق اول ہم امامیہ کی اُن حدیثوں کو بیان کرتے ہیں جس میں فدک کے دیئے جانے کا ذکر ہے۔ بعد اُس کے اُس کا تناقض اور اختلاف بیان کریں گے۔

(۱) جب[1] آیہ وآتِ ذا القربیٰ حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ فاطمہ رض کو بلاؤ وہ بلائی گئیں۔ آپ نے کہا کہ اے فاطمہ رض فدک اُن میں سے ہے۔ جن پر لشکر نے چڑھائی نہیں کی اور وہ خاص میرا ہے۔ مسلمانوں کا اُس میں کچھ حق نہیں ہے۔ اور میں وہ تمہیں دیتا ہوں۔ اس لئے کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے۔ پس اسے تم اپنے اور اپنی اولاد کے لئے لو۔ (بحار الانوار کتاب الفتن باب نزول الآیات فی امر فدک صفحہ ۸۹ مطبوعہ ایران از عیون الاخبار)

(۲) دوسری[2] روایت جو تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں امام جعفر صادق ؑ سے مروی ہے۔ یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلعم جب ایک غزوے سے لوٹے اور راہ میں اپنے ہمراہیوں

---

[1] اصل عبارت عربی کی یہ ہے۔ فیما احتج الرضا فی فضل العترۃ الطاہرۃ قال والآیۃ الخامسۃ قال اللہ عزوجل وآت ذالقربیٰ حقہ خصوصیۃ خصہم العزیز الجبار بہا واصطفاہم علی الامۃ فلما نزلت ہذہ الآیۃ علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ادعوا الی فاطمہ رض فدعیت لہ فقال یا فاطمۃ قالت لبیک یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال فدک ہی مالم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب وہی لی خاصۃ دون المسلمین وقد جعلتہا لک لما امرنی اللہ بہ فخذیہا لک ولولدک۔ ۱۲

[2] اصل عبارت یہ ہے روی عن ابی عبداللہ ان رسول اللہ خرج فی غزاۃ فلما انصرف راجعا نزل فی بعض الطریق فبینا رسول اللہ صلعم یطعم والناس معہ اذا تاہ جبریل ؑ فقال یا محمد قم فارکب فقام النبی فرکب و(باقی صفحہ ۲۲۸ پر)

Marfat.com

کیساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمدؐ اٹھو اور سوار ہو۔ حضرت سوار ہوئے اور جبرئیلؑ آپؐ کے ساتھ تھے۔ زمین آپ کے واسطے ایسی لپیٹ دی گئی۔ جس طرح کپڑا لپیٹا جاتا ہے۔ جس سے فوراً آنحضرت صلعم فدک میں پہنچ گئے۔ اہل فدک نے ڈر کر دروازے بند کر لئے اور کنجیاں ایک بڑھیا کو دیدیں۔ جبرئیلؑ نے اُس سے کنجیاں لے کر شہر کے دروازے کھولے اور آنحضرت صلعم نے اندر داخل ہو کر گھر اور مکانات وغیرہ دیکھے اُس وقت جبرئیلؑ نے کہا کہ یا محمدؐ ھذا ما خصك الله به واعطاكه دون الناس یہ وہ ہے جسے خدا نے آپ کے لئے مخصوص کیا۔ اور آپ کو عطا فرمایا ہے اور کوئی مسلمان اس میں آپ کا شریک نہیں پھر جبرئیلؑ نے دروازے شہر کے بند کر دیئے اور کنجیاں آپ کے حوالے کیں جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے تو فاطمہؑ کے پاس آئے۔ اور کہا کہ اے میری بیٹی خدا نے فدک مجھے

(بقیہ صفحہ ۲۴۷ کا) جبرئیلؑ معہ فطویت لہ الارض کطی الثوب حتی انتہی الی فدک فلما سمع اہل فدک ...... وقع الخیل فظنوا ان عدوہم قد جاءہم تغلقوا ابواب المدینۃ ودفعوا المفاتیح الی عجوز لہم فی بیت لہم خارج من المدینۃ ولحقوا برؤس الجبال فاتی جبرئیل العجوز حتی اخذ المفاتیح ثم فتح ابواب المدینۃ ودار النبی فی بیوتہا وقراتہا فقال جبرئیلؑ یا محمدؐ ہذا ما خصک اللہ بہ واعطاکہ دون الناس وہو قولہ تعالیٰ ما آفاء اللہ علی رسولہ من اہل القری فللہ وللرسول ولذی القربی وذلک قولہ فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط علی من یشاء ولم یعرف المسلمون ولم یطوہا ولکن اللہ افاءہا علی رسولہ وطوف بہ جبرئیلؑ فی دورہا وحیطانہا وغلق الباب ودفع المفاتیح الیہ فجعلہا رسول اللہ فی غلاف سیفہ وہو معلق بالرحل ثم رکب وطویت لہ الارض کطی الثوب فاتاہم رسول اللہ وہم علی مجالسہم ولم یتفرقوا ولم یبرحوا فقال رسول اللہؐ قد انتہیت الی فدک انی وقد افاءہا اللہ علی فغمز المنافقون بعضہم بعضا فقال رسول اللہ ہذہ مفاتیح فدک ثم اخرج من غلاف سیفہ ثم رکب رسول اللہ ورکب معہ الناس فلما دخل المدینۃ دخل علی فاطمۃؑ فقال یا بنیۃ ان اللہ قد آفاء علی ابیک بفدک واختصہ بہا فہی لہ خاصۃ دون المومنین افعل بہا ما اشاء وانہ قد کان لامک خدیجۃ علی ابیک مہر وان اباک قد جعلہا بذلک وانحلتکہا لک ولولدک بعدک فدعا بادیم ودعا علی ابی طالبؑ فقال اکتب لفاطمۃ بفدک نحلۃ من رسول اللہ فشہد علی ذلک علی بن ابی طالب ومولی لرسول اللہ وام ایمن فقال رسول اللہ ان ام ایمن امراۃ من اہل الجنۃ وجاء اہل فدک الی النبی فقاطعہم علی اربعۃ وعشرین الف دینار فی کل سنۃ ۱۲ ؁

دیا ہے اور میں اختیار رکھتا ہوں کہ جو چاہوں کروں وانہ قد کان لامک خدیجۃ ؓ علی ابیک مہر وان اباک قد جعلھا لہ بذلک وانحلتکھا لک ولولدک بعدک کہ تمہاری ماں کا مہر تمہارے باپ پر واجب الادا ہے۔ اس میں میں تمہیں اور بعد تمہارے تمہاری اولاد کو فدک دیتا ہوں۔ پھر حضرت علی ؓ کو بلا کر کہا کہ ہبہ نامہ فاطمہ کے لئے لکھ دو۔ چنانچہ ہبہ نامہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے علی ؓ نے لکھا اور اس پر حضرت علی ؓ اور ام ایمن کی گواہی لکھی گئی۔ پھر اہل فدک آنحضرت کے پاس آئے اور ان کو چوبیس ہزار دینار سالانہ پر اس کا اجارہ دیدیا گیا۔ بحار الانوار مطبوعہ ایران صفحہ ۹۰۔

(۳) تیسری روایت میں بعد بیان اس امر کے کہ کس طرح فدک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں آیا لکھا ہے کہ آیہ وآت ذالقربی حقہ نازل ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے اس وقت جبریل ؑ نے فرمایا۔ اعط فاطمۃ فدکا وھی من میراثھا من امھا خدیجۃ ومن اختھا ھند بنت ابی ھالہ کہ فاطمہ ؓ کو فدک دیدیجئے کہ وہ ان کی ماں خدیجہ اور ان کی بہن ہند بنت ابی ہالہ کی میراث میں سے ہے۔ پھر آپ نے جو کچھ اس میں سے مال لیا تھا اس کو لے کر فاطمہ کے پاس آئے اور اس آیت کی خبر کی۔ فاطمہ ؓ نے جواب دیا کہ میں آپ کی زندگی میں کوئی نئی کارروائی نہ کروں گی بلکہ آپ کو میری جان و مال کا اختیار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس امر کا خوف ہے کہ لوگ تم پر یہ عار رکھ کر اس کو میرے بعد تم سے چھین لیں اور تم کو نہ دیں۔ فاطمہ ؓ نے کہا تو اچھا آپ اپنا حکم جو کرنا چاہتے ہیں کریں۔ آپ نے لوگوں کو ان کے گھر میں بلا کر سب سے کہدیا کہ یہ مال فاطمہ ؓ کا ہے اور پھر اس کی ان میں تفریق کر دی اور ہر سال ایسا

ل اصل عبارت یہ ہے فنزل وآت ذالقربی حقہ فقال وما ھو قال اعط فاطمۃ فدکا وھی من میراثھا من امھا خدیجۃ ومن اختھا ھند بنت ابی ھالۃ فحمل الیھا النبی ما اخذ منہ واخبرھا بالآیۃ فقالت لست احدث فیھا حدثا وانت حی انت اولی بی من نفسی ومالی لک فقال اکرہ ان یجعلوھا علیک سبۃ فیمنعوک ایاھا من بعدی فقالت انفذ فیھا امرک فجمع الناس الی منزلھا واخبرھم ان ھذا المال لفاطمۃ ؓ ففرقہ فیھم وکان یفعل کل سنۃ کذلک ویاخذ منہ قوتھا فلما دنا وفاتہ دفعہ الیھا۔

Marfat.com

ہی کرنے کہ فاطمہؓ کی قوت کے بقدر رہے لیتے۔ اور جب آپ کی وفات قریب پہنچی تو آپ نے فدک بالکل ان کو دے دیا۔ بحار الانوار صفحہ ۹۱۔ از مناقب ابن شہر آشوب۔

(۴) چوتھی[1] روایت یہ ہے کہ جب آیہ واٰت ذالقربیٰ حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریلؑ سے پوچھا کہ مسکین تو میں جانتا ہوں ذوالقربیٰ کون ہیں جبریل نے کہا ھم اقاربك وہ آپ کے رشتہ دار ہیں تب آپ نے حسنؑ وحسینؑ اور فاطمہؓ کو بلاکر کہا کہ خدا مجھے حکم دیتا ہے کہ جو خدا نے فئے مجھے عطا کیا ہے اور جو میرے ساتھ مخصوص ہے وہ تمہیں دوں۔ اس لئے میں تمہیں فدک دیتا ہوں۔ بحار الانوار از تفسیر عیاشی صفحہ ۹۱۔

(۵) عبداللہ بن سنان نے امام جعفر صادقؓ سے ایک بڑی لمبی روایت کی ہے جس کو ہم مفصل دعوی ہبہ فدک میں نقل کریں گے۔ اس میں جہاں شہادت حضرت ام ایمن کی بیان کی گئی ہے۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ جب آپ کو جبرئیلؑ فدک کے حدود بنانے کے لئے لے گئے اور واپس تشریف لائے تو حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جبریل مجھے فدک کے حدود بنانے لے گئے تھے۔ اس پر حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا۔ یا ابت انی اخاف العیلة والحاجة من بعدك فصدق بها علی فقال ھی صدقة علیك فقبضتها کہ اے میرے باپ میں بعد آپ کے افلاس اور محتاجی سے ڈرتی ہوں، فدک مجھے دے دیجئے آپ نے فرمایا۔ اچھا یہ تمہارے اوپر صدقہ ہے۔ یعنی تمہارے لئے عطیہ ہے۔ پس فاطمہؓ نے اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمن اور علیؓ سے کہا کہ تم اس پہ گواہ رہو۔ بحار الانوار از کتاب الاختصاص صفحہ ۱۰۱۔

یہ روایتیں جو اوپر ہم نے بیان کیں، کچھ جزئی اور غیر ضروری باتوں ہی میں باہم مختلف نہیں ہیں، بلکہ ان کا تخالف ان اہم امور میں ہے۔ جو نفس واقعہ پر مؤثر ہے۔ اور

---

[1] اصل عبارت یہ ہے لما انزل اللہ تعالیٰ فآت ذا القربی حقہ والمسکین قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا جبریل قد عرفت المسکین فمن ذوالقربی قال ہم اقاربک فدعا حسنا وحسینا وفاطمة علیہم السلام فقال صلی اللہ علیہ وسلم ان ربی امرنی ان اعطیکم مما افاء علی قال اعطیتکم فدک ۱۲۔ عیاشی ۱۲-۱۳

Marfat.com

ان کے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واضعین روایت نے ہر موقع اور ہر محل کے واسطے اور ہر اعتراض کے دفع کرنے کے خیال سے یہ روایتیں بنائی ہیں مگر ان کی کثرت ہی نے وہ تناقص پیدا کر دیا کہ اس کا دفع کرنا مشکل ہے۔

چنانچہ پہلی روایت میں جو بحوالہ عیون الاخبار بحار الانوار سے ہم نے نقل کی ہے۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیت نازل ہونے پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ رض کو بلاؤ اور وہ بلائی گئیں۔ اور دوسری روایت میں جو بحوالہ تفسیر قمی بحار الانوار سے ہم نے نقل کی ہے یہ ہے کہ جب آپ کنجیاں فدک کی لے کر مدینہ میں داخل ہوئے تو خود فاطمہ رض کے پاس آئے اور کہا کہ تمہاری ماں کے مہر میں جو مجھ پر واجب الادا ہے تمہیں اور تمہاری اولاد کو فدک دیتا ہوں۔

اور نیز پہلی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فاطمہ رض سے فرمایا کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ تم کو فدک دیدوں۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ فدک خدا نے مجھے دیا ہے اور میرے لئے مخصوص کر دیا ہے اور میں اختیار رکھتا ہوں کہ جو چاہوں کروں اور اس اختیار کی وجہ سے آپ نے کہا کہ تمہاری ماں کے مہر میں اسے دیتا ہوں۔

تیسری روایت میں جو بحوالہ مناقب ابن شہر آشوب ہم نے بحار الانوار سے نقل کی ہے یہ ہے کہ آیہ مذکور کے نازل ہونے پر آپ نے جبرئیل ؑ سے پوچھا کہ حق ذوالقربیٰ کا کیا ہے۔ جبرئیل ؑ نے کہا کہ فاطمہ رض کو فدک دیدیجئے کہ وہ ان کی ماں خدیجہ اور ان کی بہن ہند بنت ابی ہالہ کی میراث میں سے ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کی میراث میں فدک فاطمہ رض کو دیا گیا۔ اور دوسری روایت میں لکھا ہے کہ ماں کے مہر میں دیا گیا۔ غالباً جبرئیل امین نے میراث اور مہر کو ایک تصور کیا ہوگا یا ان سے سہو ہو گیا ہوگا۔ سوائے اس کے یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ فدک کی آمدنی چوبیس ہزار دینار سالانہ بتائی گئی ہے۔ اور حضرت خدیجہ کے مہر کی تعداد کا یہاں کچھ ذکر نہیں۔ شاید چوبیس ہزار دینار سالانہ کی آمدنی کی جاگیر ہی مہر میں قرار پائی ہوگی۔

پھر اسی تیسری روایت میں یہ ہے کہ جب آپ نے فدک فاطمہ رض کو دینا چاہا تو انہوں

Marfat.com

نے عرض کیا کہ آپ کی زندگی میں کوئی نئی کارروائی نہیں کرنی چاہتی۔ آپ کو میری جان و مال کا اختیار ہے۔ اس پہ آپ نے فرمایا کہ شاید میرے بعد لوگ تم کو نہ دیں، تب فاطمہ رض نے کہا بہت اچھا جو آپ کرنا چاہتے ہیں کیجئے۔ اس پہ آپ نے لوگوں کو ان کے گھر میں بلا کر سب سے کہہ دیا کہ یہ مال فاطمہ رض کا ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کر کے فدک کے دینے کا اعلان فرما دیا تھا مگر تعجب ہے کہ حضرات شیعہ ان روایتوں میں جن میں یہ ذکر ہے کہ جب فاطمہ رض سے شہادت طلب کی گئی۔ یہ لکھتے ہیں کہ آپ نے ام ایمن اور علی مرتضیٰ اور حسنینؑ کو شہادت میں پیش کیا اور کسی دوسرے مرد کو شہادت میں پیش نہ کیا۔ اگر واقعی یہ واقعہ بہت سے لوگوں کے سامنے ہوا تھا تو بہت سے گواہ اس وقت زندہ اور موجود ہوں گے۔ پھر طلب کرنے کے وقت ان میں سے دو چار کے نام اگر لئے جاتے اور وہ آ کر شہادت دیتے تو یا فدک فاطمہ کو مل جاتا، یا انکی حجت ابوبکر رض پر تمام ہو جاتی۔ کیونکہ وہ تو جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے۔ نصاب شہادت کی تکمیل چاہتے تھے پھر وہ تکمیل کیوں نہ کر دی گئی۔ اس تیسری روایت سے ایک اور بات ثابت ہوتی ہے جو اس معاملے میں نہایت اہم ہے۔ وہ یہ کہ فدک بعد ہبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں رہا اس کا کل انتظام آپ ہی فرماتے تھے اور اُس کی آمدنی آپ ہی جس مصرف میں چاہتے تھے۔ صرف کرتے تھے۔ اور حضرت سیدہ کو اس کی آمدنی سے فقط بقدر قوت آپ ہی دیتے تھے۔ پس ہبہ بغیر قبضہ ہوا لہذا اس ہبہ سے فدک حضرت سیدہ کا ملک نہیں ہو سکتا ہے اور جس روایت میں بعد ہبہ فدک پر حضرت سیدہ کا قبضہ ہونا اور انہیں کا وکیل اس پہ مامور ہونا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اس وکیل کو نکال دینا مذکور ہے۔ وہ روایت اس تیسری روایت سے باطل ہو گئی۔

اور اسی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو فاطمہ رض کے گھر بلا کر کہہ دیا کہ یہ مال فاطمہ رض کا ہے۔ اور دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رض کے ہاتھ سے ہبہ نامہ فاطمہ رض کے نام لکھا دیا تھا اور اس پہ شہادت علی رض اور ام ایمن کی کرائی تھی۔

تعجب ہے کہ اس خیال سے کہ آئندہ لوگوں کو موقع فاطمہؓ کے محروم کرنے کا باقی نہ رہے یہاں تک تو آپ نے دور اندیشی فرمائی، کہ لوگوں کو بلاؤ اور ان کو جتنا یا کہ یہ مال فاطمہؓ کو دیا جاتا ہے۔ مگر ہبہ نامہ حضرت علیؓ سے لکھوایا اور صرف ام ایمن کی گواہی کرائی آن لوگوں میں سے جو بلائے گئے تھے۔ کسی کی گواہی نہ لکھوائی۔ حالانکہ ان میں سے دو چار کی گواہی کرانا زیادہ مناسب اور زیادہ ضروری تھا۔ تاکہ شہادت پر بقول شیعوں کے جو اعتراض ہوا وہ نہوتا، اور غیروں کی گواہی سن کر شیخینؓ کو بھی دعوئی تسلیم ہی کرنا پڑتا۔

اور گو اس تیسری روایت میں یہ ذکر ہے کہ وقت وفات کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک فاطمہؓ کو واپس کر دیا، مگر پھر اس کی کوئی تفصیل نہیں بیان کی گئی کہ کس طرح واپس کیا اور کیونکر فاطمہؓ کو قبضہ کرایا۔ اب اس امر کا ثبوت پیش کرنا شیعوں پر ہے کہ یہ کاروائی فدک پر فاطمہؓ کے قبضہ کرانے کی کس وقت اور کیوں کر اور کن کے سامنے ہوئی۔

چوتھی حدیث دیگر احادیث کے بالکل تناقص ہے۔ اس لئے کہ اور حدیثوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب ذوالقربیٰ کے معنی آپ نے جبریلؑ سے پوچھے تو جبریلؑ نے خدا کی طرف سے بالتخصیص حضرت فاطمہؓ کا نام لیا۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا نام ہی نہیں لیا۔ بلکہ اس قدر تخصیص ظاہر کر دی کہ مراد اس سے آپ ہی کے رشتہ دار ہیں۔ یعنی امت کے اقارب مراد نہیں۔ اور یہ امر کہ وہ اقارب کون ہیں اور کن کو ان کا حق دینا چاہیئے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر چھوڑ دیا گیا۔ اور آپ کے عدل نے یہی تقاضا کیا کہ جو کچھ ہے اور سب اقارب کو چھوڑ کر حسنینؓ اور فاطمہؓ ہی کو وہ دیدیں۔ اور حدیثوں میں تو حضرت فاطمہؓ کی تخصیص کا یہ جواب ہو سکتا تھا کہ آنحضرت نے یہ تخصیص نہیں کی، بلکہ خدا ہی نے ایسا حکم دیا اور آپ صرف اس کی تعمیل کرنے والے تھے۔ مگر اس حدیث میں جو تخصیص آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اس کا جواب کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس واسطے کہ آپ کی شان سے بعید ہے کہ عدل نفرمائیں اور تمام اقارب میں سے صرف اپنے نواسوں اور ایک بیٹی کو منتخب کر لیں۔ اور معاذاللہ اس طور پر دوسروں کے حقوق تلف کئے جائیں۔ معلوم نہیں کہ حضرات امامیہ پیغمبر صاحب کے اس داغ کو جو ان کے اس قول اور خیال سے لگتا

Marfat.com

ہے۔ کیونکہ دور کرسکیں گے۔ اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کیا پیغمبرؐ کے عدل اور انصاف اور بے طرف داری اور بے غرضی کی یہی شان تھی کہ وہ اوروں کو چھوڑ کر تین رشتہ داروں کو صرف اس لئے کہ انہیں زیادہ چاہتے تھے چن لیں اور جو کچھ اس وقت اُن کو ملا ہو وہ سب کا سب انہیں کو دے دیں۔ معلوم نہیں کہ حضرات امامیہ اس کا کیا جواب دیں گے۔ ہمارے تو رونگٹے اس سے کھڑے ہوتے ہیں اور پیغمبرؐ کی شان میں اسے ایک نہایت بے ادبی اور گستاخی بلکہ ان پر ایک قسم کا اعتراض سمجھتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ھذا سوائے اس کے اکثر روایتوں میں جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابوبکرؓ کی شہادت طلب کرنے پر حضرت فاطمہؓ نے حسنینؓ کو بھی پیش کیا اور انہوں نے بھی گواہی دی۔ اس کا بھی بطلان ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث کی رو سے تو فقط فاطمہؓ دعویٰ کرنے والی نہیں ہو سکتی تھیں بلکہ حسنینؓ کا بھی مدعیوں میں شریک ہونا چاہئے تھا۔ پھر وہ کیونکہ مدعی ہو کر گواہوں میں پیش کئے جا سکتے تھے۔

پانچویں روایت سے تو سارا بنا بنایا گھر شیعوں کا گر جاتا ہے اور سارا تانا بانا اُن کا ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لئے کہ جو شہادت ام ایمن کی اس میں بیان کی گئی ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ اے میرے باپ میں آپ کے بعد افلاس اور احتیاج سے ڈرتی ہوں، فدک مجھے عطا کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا، اچھا یہ تم پر صدقہ یعنی عطا ہے۔ اس پر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے ام ایمن اور اے علیؓ تم گواہ رہنا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے خود فدک کی درخواست کی اور آپ کے بعد مفلسی کا خوف بتا کر آپ سے فدک مانگا اور ان کے مانگنے پر آنحضرت نے فدک ان کو دے دیا اس وابت سے آیہ وآت ذاالقربی حقہ کا دربارۂ فدک نازل ہونا اور جبرئیل سے ذوالقربی کے معنے پوچھ کر بحکم آیہ وآت ذاالقربی حقہ۔ حضرت فاطمہ علیہم السلام کو فدک ہبہ کر دینا باطل ہو گیا۔ اور وہ روایتیں بھی جس میں یہ بیان ہے کہ فدک حضرت فاطمہؓ کو اُن کی ماں کے مہر یا میراث میں دیا گیا تھا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی روایتوں کے ہوتے ہوئے حضرت امامیہ کس طرح فدک کے ہبہ کو ثابت کر سکتے ہیں اور کس منہ سے باوجود

Marfat.com

ان متناقص روایتوں کے ہبۂ فدک کا نام زبان پہ لاتے ہیں۔

ان تناقص اور مختلف روایتوں کے علاوہ ایک اور روایت کافی میں حضرت امام جعفر صادق رضؓ سے منقول ہے جس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقربیٰ سے مراد علیؓ تھے اور حق اُن کا وہ وصیت تھی جو ان کو کی گئی۔ اور نیز اسم اکبر اور میراث علم اور آثار علم نبوت جو اُن کو دیئے گئے۔ یہ حدیث باب شصت و چہارم کتاب الحجۃ میں کافی کے منقول ہے۔ یہ حدیث بہت بڑی ہے۔ جس میں اس بات کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فضائل اہل بیت اظہار فرماتے اور جو کچھ قرآن میں ان کی نسبت بیان ہوا ہے اسے ظاہر کرتے۔

آپ نے آیہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا[1] کا بیان کیا اور پھر فرمایا کہ خدا کہتا ہے۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی[2]۔ اور اس کے بعد آپ نے فرمایا جس کو بالفاظ ذیل کافی میں بیان کیا ہے۔ ثم قال جل ذکرہ واٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ فکان علی وکان حقہ الوصیۃ التی جعلت لہ والاسم الاکبر ومیراث العلم واثار علم النبوۃ اور اس کا ترجمہ صافی شرح اصول کافی میں ان لفظوں سے کیا ہے (بعد ازاں[3] گفت جل ذکرہ در سورۂ بنی اسرائیل بدہ صاحب نزدیک تر را حق او پس حاضر شد علیؓ برائے اخذ حق خود و بود حق او وصیتی از رسول کہ گردانیدہ شد برای او یعنی اینکہ آں حق باو رسانیدہ شد و اسم اکبر و میراث علم و آثار علم نبوت)۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس کا مطلب صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ آیت حضرت علیؓ

---

[1] اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں۔ اے گھر والو اور ستھرا کرے تم کو ایک ستھرائی سے ۱۲ موضح پارہ ۲۲۔ سورہ احزاب رکوع ۵۔ [2] اور جان رکھو کہ جو غنیمت لاؤ کچھ چیز ہو اللہ کے واسطے، اس میں سے پانچواں حصہ اور رسول کے اور قرابت والے کے۔۱۲ موضح پارہ ۱۰ سورہ انفال رکوع ۵۔

[3] اس کے بعد اللہ نے سورۂ بنی اسرائیل میں کہا ہے کہ پاس والے دوست کو اس کا حق دیدیجئے۔ اس پر حضرت علیؓ اپنا حق لینے آئے۔ اور ان کا حق وہ وصیت رسول تھی جس سے انہیں موسوم کیا گیا تھا یعنی ان کا حق جو اسم اکبر میراث علم اور آثار علم نبوت تھا وہ ان کو دے دیا گیا۔

Marfat.com

کے حق ادا کرنے کے لئے نازل ہوئی اور ذوالقربیٰ سے بھی وہی مراد ہیں اور اس صورت میں وہ روایتیں باطل ہوتی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ یہ آیت فدک کے دینے کے لئے نازل ہوئی شاید حضرات شیعہ یہ فرمائیں کہ دونوں روایتیں صحیح ہیں اور ذوالقربیٰ سے فاطمہؓ بھی مراد ہیں اور ان کا حق فدک۔ اور جناب امیرالمومنین بھی مقصود ہیں اور ان کا حق وصیت اور میراث علم اور اسم اکبر تھا۔ مگر یہ کہنا صحیح نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اور روایتوں سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقربیٰ اور حق ذوالقربیٰ کی حقیقت سے ناواقف تھے اور اس لئے آپ نے جبرئیلؑ سے پوچھا اور جبرئیلؑ نے بحکم خدا بتایا کہ اس سے مراد فاطمہؓ اور حق سے مراد فدک ہے۔ دونوں روایتیں کسی طرح سے مطابق نہیں ہو سکتیں۔ اس حدیث کو تفسیر صافی میں ذیل آیہ وآت ذاالقربیٰ سورۂ بنی اسرائیل میں بھی نقل کیا ہے۔ اور چونکہ صاحب تفسیر کو خیال گذرا کہ یہ روایتیں متناقض ہیں۔ اس لئے بطور دفع دخل مقدر یہ فرمایا اقول لاتنافی بین ھذا الحدیث وبین الاحادیث السابقة ولا بینھما وبین تفسیر العامة کما یظھر للمتدبر العارف بمخاطبات القرآن ومعنی الحقوق ومن الذی له الحق ومن الذی لاحق له والحمد للہ۔ کہ کچھ اختلاف اس حدیث میں اور پچھلی حدیثوں میں نہیں ہے۔ اور نہ ان حدیثوں میں اور سینیوں کی تفسیر میں اختلاف ہے، جیسا کہ غور کرنے والے اور مخاطبات قرآن اور معنی حقوق و مستحق اور غیر مستحق کے جاننے والے پر ظاہر ہے۔ مگر وجہ عدم اختلاف کچھ بیان نہ کی۔ الحمد للہ کہہ کر ساکت ہو گئے اور متدبر و عارف بالقرآن کے رائے پر رفع تناقض کو چھوڑ دیا۔ مگر متدبر اور عارف بمعنی القرآن کے نزدیک جو کچھ ظاہر ہو سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ ساری روایتیں غلط اور یہ تمام باتیں بنائی ہوئی اور خلاف سوق قرآن کے ہیں۔

چونکہ ہم شیعوں کی روایتیں بیان کر کے اس بات کو ثابت کر چکے کہ ان روایتوں میں باہم ایسا اور اتنا تناقض ہے کہ ایک پر بھی یقین کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے اب ہم اس بات کو دکھاتے ہیں کہ جو شخص سوق اور مخاطبات قرآنی پر غور کرے گا اور جس کو یہ علم ہوگا کہ یہ آیت مکی ہے نہ مدنی، وہ ان بیانات کو جو حضرت امامیہ نے اس آیت کے متعلق کئے ہیں ایک

Marfat.com

نوع کی تحریف معنوی سمجھے گا۔

آیہ وآت ذا القربی حقہ کے موقع نزول اور طرز بیان پر غور کرنے سے ہبہ فدک کا ثابت نہ ہونا

جو روایتیں ہبۂ فدک کے متعلق حضرات امامیہ کے یہاں منقول تھیں، ان کو نقل کر کے ہم نے ثابت کر دیا کہ ان میں ایسا اور اتنا تناقض ہے کہ از روئے اصول شہادت کے وہ قابلِ اعتبار نہیں ہیں، اب ہم اس بات کو دکھاتے ہیں کہ آیہ وآت ذاالقربی حقہ بوجوہ مفصلۂ ذیل شیعوں کے دعویٰ کے مفید یا اس سے متعلق نہیں ہے۔

وجہ اول۔ یہ آیت دو جگہ قرآن مجید میں آئی ہے۔ ایک سورۂ بنی اسرائیل میں دوسرے سورۂ روم میں، اور یہ دونوں سورتیں مکی ہیں۔ اور مکے میں فدک کہاں تھا۔ فدک تو ساتویں سال ہجرت کے آنحضرتؐ کے قبضے میں آیا تھا۔

تحفۂ اثنا عشریہ کے باب دوم میں کید سی و دوم کے ذکر میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے کہ جمعیؔ کثیر از علماء ایشان سعی بلیغ نمودہ اند و در کتب احادیث کہ شہرت ندارند و نسخ آں کتب متعذر و بدست نمی آید اکاذیب موضوعہ کہ مؤید مذہب شیعہ و مبطل مذہب سنیاں باشد الحاق نمایند۔ چنانچہ قصہ فدک در بعضے تفاسیر داخل نمودہ اند و سیاق حدیث چنیں روایت کردہ اند و لما نزلت وآت ذاالقربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمہ و اعطاھا فدک۔ اما بحکم آنکہ دروغ گو را حافظہ نمی باشد بیاد شان نماند کہ ایں آیہ مکی است

لہ اکثر و بیشتر شیعہ علماء نے اس امر کی کوشش کی کہ غیر مشہور احادیث کی کتابوں اور ان کتابوں میں جو نایاب ہیں وہ جھوٹی اور من گھڑت احادیث شامل کر دیں، جو سنیوں کے مذہب کو باطل ٹھہرائیں جیسا کہ باغِ فدک کا قصہ جسے بعض تفاسیر میں داخل و شامل کر دیا ہے اور پھر حدیث کا سیاق و سلسلہ یوں روایت کرتے ہیں، کہ وہ جب رشتہ دار کو حق ادا کرنے کی آیت نازل ہوئی تو رسولؐ اللہ نے حضرت فاطمہؓ کو بلا کر باغِ فدک انہیں دے دیا۔ اور چونکہ جھوٹے کو یاد نہیں رہتا۔ اس لئے شیعوں کو یہ یاد نہ رہا کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور باغ فدک مکہ میں نہیں تھا۔ ۱ور وہ اس آیت و حکم الہٰی کے نازل ہونے ہی باغ فدک دینا لکھ گئے۔ از مترجم

Marfat.com

ودر مکہ فدک کجا بود) اور حاشیہ پر اس کے تفسیر مجمع البیان سے نقل کیا ہے - ا لسورۃ الروم مکیۃ الا قولہ تعالیٰ فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ بجواب اس کے تقلیب المکائد میں مولانا محمد قلی صاحب فرماتے ہیں کہ مجمع البیان میں بہت سے قول اہلسنت کے بھی بطریق نقل و حکایت کے مسطور ہیں اور یہ بھی کہ اطلاق مکی کا اس سورت پر باعتبار اکثر آیات کے ہے اور اس کی نظیر قرآن میں بہت ہے - اور نیز یہ کہ ممکن ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو - مرتبہ اول مکے میں اور مرتبہ دوم مدینے میں جیسا کہ فخر الدین رازی نے سورۂ فاتحہ کے شان نزول میں کہا ہے - اور یہ بھی کہ مکی اس کو کہتے ہیں جو مکے میں نازل ہوئی ہو عام اس سے کہ قبل ہجرت کے ہو یا بعد ہجرت کے - فتح مکے کے سال میں یا حجۃ الوداع کے سنہ میں اور پھر یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم ان سب باتوں سے درگذر کریں تو ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جائے کہ اگرچہ فدک مکے میں نہ تھا لیکن چونکہ خدائے تعالیٰ کو اپنے علم ازلی سے معلوم تھا کہ پیغمبر خدا کو بعد ہجرت کے مدینے میں اور بعد فتح خیبر کے جو امیر المومنین علی بن ابی طالب کے ہاتھ سے ہو گی فدک ملے گا حکم اس کا پہلے ہی نازل کر دیا اور نزول حکم میں کسی ایسی چیز کا ذکر کرنا جو آئندہ زمانے میں آئے گی قبل اس کے وقوع کے کچھ حرج نہیں ہے - اور اس کی بہت سی مثالیں ہیں جیسا کہ تفسیر کبیر میں وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ[۱] کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی امیہ کو خواب میں دیکھا تھا - اس طور پہ کہ بندر آپ کے منبر پہ اچھلتے کودتے ہیں اور پھر فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ یہ قول ابن عباس کا ہے مگر مشکل اس میں یہ ہے کہ یہ آیت تو مکی ہے اور مکے میں منبر نہ تھا - اور پھر اس کا جواب اس طور پہ دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جائے کہ یہ کچھ بعید نہیں ہے کہ مکے میں ان کو دکھایا جائے کہ مدینے میں منبر قائم ہو گا -

چونکہ ضروری بات قابل بحث کے آخری جواب صاحب تقلیب المکائد کا ہے اس لئے اسی کے الفاظ ہم یہاں نقل کرتے ہیں باقی کل تقریر جسے دیکھنی ہو وہ صفحہ ۲۳۷

---

[۱] اور وہ دکھاوا جو تجھ کو دکھایا ہم نے سو جانچنے کو لوگوں کے ۱۲ موضح پارہ - ۱۵ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۶ -

کیدسی و دوم تقلیب المکاتد مطبوعہ مطبع اردو اخبار دہلی کو ملاحظہ کرے۔

واگر ازیں ہمہ مراتب تنزل کنیم[1] پس ممکن ست کہ جواب دادہ شود کہ اگرچہ فدک در مکہ نبود لیکن چوں حق تعالیٰ شانہ بعلم ازلی میدانست کہ رسول خدارا بعد از ہجرت بمدینہ و فتح جنگ خیبر از دست حق پرست امیر المومنین علی بن ابی طالب فدک بدست خواہد آمد حکم آن از پیشتر نازل کردہ و در نزول حکم امریکہ در استقبال خواہد آمد از وقوع آں ممانعتی نیست و امثال آں بسیار ست۔ و فخر الدین رازی در تفسیر کبیر در تفسیر قولہ تعالیٰ۔ وَمَا جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس گفتہ القول الثالث فی الرؤیا قال سعید بن المسیب رای رسول اللہ بنی امیۃ ینزلون علی منبرہ نزو القردۃ فساءہ ذلک وھذا قول ابن عباسؓ فی روایۃ والاشکال فیہ ان ھذہ الایۃ مکیۃ وما کان لرسول اللہ بمکۃ منبر قال و یمکن ان یجاب عنہ بانہ لایبعد ان یری بمکۃ ان لہ بالمدینۃ منبر ینداولہ بنوا میۃ۔

یہ کہنا کہ مجمع البیان میں بہت سے قول اہل سنت کے بھی بطریق نقل و حکایت کے مسطور ہیں۔ کافی جواب نہیں ہے۔ کم سے کم اپنے ہی یہاں کی روایتوں سے اس کو ثابت کرنا تھا کہ یہ سورت مکی نہیں ہے بلکہ مدنی ہے۔ نہ یہ جواب کافی ہے کہ اطلاق مکی کا اس سورت پہ باعتبار اکثر آیات کے ہے۔ تاوقتیکہ اس کا ثبوت نہ دیا جائے کہ کونسی آیتیں اس میں مکی ہیں اور کونسی مدنی۔

اور یہ فرمانا کہ ممکن ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو۔ مرتبہ اول مکے میں اور مرتبہ دوم مدینے میں تعجب انگیز ہے اس لئے کہ دو مرتبہ تو یہ آیت نازل ہی ہوئی ہے۔ ایک

---

[1] اور اگر ان تمام واقعات سے ہم تھوڑی دیر کے لئے پہلو تہی کریں تو ممکن ہے کہ شیعہ یہی جواب دیں گے کہ باغ فدک تو مکہ میں نہ تھا لیکن اللہ کو بہ شان علم ازلی معلوم تھا کہ رسول اللہ کی مدینہ میں ہجرت کے (ساتویں سال) بعد حضرت علیؓ کے ہاتھوں جنگ خیبر میں فتح ہوگی اور باغ فدک رسول اللہ کے ہاتھ آئے گا تو ان تمام واقعات کے رونما ہونے سے پہلے ہی آیت مذکورہ نازل فرمادی۔ اور نزول حکم میں اس امر کا ذکر جو زمانہ مابعد میں ہوگا بیان کر دینا ممنوع نہیں ہے۔ اور اس کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ جیسا کہ فخر الدین رازی نے بھی تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔

Marfat.com

سورۂ روم میں اور دوسری بنی اسرائیل میں۔ اور خیبر سے دونوں مکی ہیں۔ اس لئے یہ فرمانا تھا کہ ممکن ہے کہ یہ آیت تین مرتبہ نازل ہوئی ہو۔

اور یہ فرمانا کہ مکی اُسے کہتے ہیں جو مکے میں نازل ہوئی ہو عام اس سے کہ قبل ہجرت کے ہو یا بعد ہجرت کے فتح مکے کے سال میں یا حجۃ الوداع میں۔ کچھ مفید مطلب نہیں ہے اس لئے کہ مکے میں فدک فاطمہؓ کو نہیں دیا گیا، بلکہ مدینے میں اور فوراً بعد قبضے میں آنے فدک کے۔ اس لئے ان سب جوابوں سے بہتر بظاہر صاحب تقلیب المکائد کو یہی جواب معلوم ہوا۔ جو اخیر میں فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جائے کہ اگرچہ فدک مکے میں نہ تھا۔ لیکن موافق علم ازلی کے پیش از وقوع خدا نے حکم دیدیا۔ جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ جب فدک تمہارے قبضے میں آئے تو اسے فاطمہؓ کو دیدینا مگر اس سے بھی مطلب حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جو روایتیں حضرات شیعہ نے فدک دینے کی بیان کی ہیں۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اسی وقت آپ نے جبریلؑ سے پوچھا کہ ذوالقربیٰ کون ہیں اور ان کا حق کیا ہے۔ بلکہ احادیث شیعہ صاف اس بات پر دال ہیں کہ یہ آیت بعد فتح خیبر اور فدک کے قبضے میں آنے کے نازل ہوئی ہے۔ نہ قبل اس کے۔ جیسا کہ تفسیر صافی میں اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے۔ وفی الکافی عن الکاظم فی حدیث له مع المهدی ان الله تعالیٰ لما فتح علیٰ نبیه فدك وما والاها لم یوجف علیه بخیل ولا رکاب فانزل الله علیٰ نبیه وآت ذا القربیٰ حقه ولم یدر رسول الله صلعم من هم فراجع فی ذلك جبرئیل وراجع جبرئیل ربه فاوحی الله الیه ان ادفع فدك الیٰ فاطمة الخ۔ یعنی امام موسیٰ کاظمؑ سے یہ حدیث منقول ہے کہ جب فدک فتح ہوا بغیر لڑائی کے تب خدا نے پیغمبرؐ پر یہ آیت نازل کی کہ وآت ذا القربیٰ حقه۔ اور پیغمبرؐ خدا نہیں جانتے تھے کہ وہ اقارب کون ہیں تب آپ نے جبریلؑ سے پوچھا اور جبرئیل نے خدا سے، اور وحی آئی کہ فدک فاطمہؓ کو دے دو۔ اس حدیث سے اور دیگر حدیثیں جو عیون اخبار رضا وغیرہ میں منقول ہیں۔ یہی ثابت ہوتا ہے کہ فدک کے قبضے میں آنے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سے صاحب تقلیب المکائد کا فرمانا کہ بطور پیش بندی از قبضہ فدک مکے

Marfat.com

میں یہ آیت نازل ہوئی ہوگی۔ احادیث ائمہ کی تکذیب کرنا ہے۔
غرضکہ کسی طرح بات بنائے نہیں بنتی اور یہ مصنوعی روایت کسی پہلو سے صحیح نہیں ہوسکتی اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا یہ فرمانا کہ بحکم آنکہ دروغ گورا حافظہ نمی باشد صادق آتا ہے۔

وجہ دوم۔ یہ کہ خطاب وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے مگر سیاق قرآنی صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ خطاب عام ہے تمام امت سے۔ نہ مخصوص ہے صرف آپ کی ذات مبارک پر۔ اس لئے کہ یہ آیت جو سورۂ بنی اسرائیل میں ہے اس میں توحید اور احسان اور صلۂ رحم اور مکارم اخلاق کا بیان ہے۔ اور آیات ماقبل ومابعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تخصیص نہیں ہے، بلکہ تعمیم ہے۔ چنانچہ آیات ماقبل و ما بعد یہ ہیں۔ وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۭ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ۝ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۝ اب ان آیات کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔ کہ تیرے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا تم کسی کی عبادت مت کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو نہ کہہ ان سے ہوں اور نہ ان کو جھڑک اور نہ کہہ ان سے ادب کی بات۔ اور جھکا ان کے سامنے بازو عاجزانہ اور نیازمندانہ اور یہ دعا مانگ کہ اے رب ان پر رحم کر جس طرح کہ انہوں نے مجھے چھٹ پن میں پرورش کیا۔ تمہارا رب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں

Marfat.com

ہے۔ اگر تم نیک ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کو بخشتا ہے۔ اور دے قرابت والے کو اس کا حق اور محتاج کو اور مسافر کو اور مت اُڑا فضول خرچی میں، فضول خرچ بھائی ہیں شیاطین کے۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ اور اگر کبھی تو ان سے تغافل کرے۔ بوجہ چاہنے اپنے رب کے رحمت کی جس کی تجھے امید ہے تو ان سے بات نرمی کی ہی کہہ دے۔ اور مت باندھ لے اپنے ہاتھ گردن میں (یہ کنایہ ہے بالکل خرچ نہ کرنے سے) اور نہ بالکل فراخ دستی کر کہ بیٹھ رہے ملامت زدہ اور پشیمان۔ تیرا رب تو جس کو چاہتا ہے۔ رزق خوب سا دیتا ہے اور (جس کو چاہتا ہے) کم دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے حال سے خبردار ہے۔

ان آیتوں سے پہلے بھی وہ آیتیں ہیں جن میں شرک اور معاصی سے نہی اور توحید اور عبادت کا امر کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا۔ کہ خداوند تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو مت ملاؤ کہ ملامت زدہ اور پشیمان ہو کر بیٹھ رہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اول خداوند تعالیٰ نے شرک اور معاصی کی برائیاں بیان کیں اور بعد اس کے توحید اور عبادت ارشاد کیا۔ اور اس کے پیچھے احسان اور تبرع اور صلۂ رحم اور مکارم اخلاق کا ذکر فرمایا۔ پس گویا اس سورت میں جو یہ آیتیں ہیں وہ بیان ہیں توحید اور عبادت اور صلۂ رحم اور مکارم اخلاق اور سلوک اور احسان اور ادائے حقوق کے ہیں اور یہ وہ چیزیں ہیں کہ دراصل امت کی ہدایت اور عمل کے لئے بیان کی گئی ہیں اور گویا وہ ایک قانون ہے جس میں انسان کی اخلاقی صفات کا بیان اور اس پر عمل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ سب آیتیں تو عام ہوں اور ان کا خطاب اُمت کی طرف اور ایک آیت یعنی وآت ذا القربی حقہ صرف مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔ اور پھر وجہ خصوصیت بھی کوئی موجود نہ ہو۔ مجمع البیان طبرسی میں بھی ان آیتوں کے معنی میں علامۂ طبرسی فرماتے ہیں۔ کما تقدم النھی عن الشرک والمعاصی عقبہ سبحانہ بالامر بالتوحید والطاعات فقال سبحانہ وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ اور پھر وآت ذا القربی حقہ کی آیت سے لے کر تا آیہ انہ کان بعبادہ خبیرا بصیرا۔ جو پانچ آیتیں ان کی تفسیر میں علامۂ موصوف فرماتے ہیں ثم حث سبحانہ نبیہ علی ایتاء الحقوق

لمن یستحقہا وعلی کیفیۃ الانفاق فقال وآت ذا القربی حقہ معناہ وآت القربات حقوقہم التی اوجبہا اللہ لہم فی اموالکم۔ یعنی خداوند تعالیٰ نے اول شرک و معاصی سے ممانعت کی اس کے بعد توحید و عبادت کا حکم بیان فرمایا پھر اپنے پیغمبر کو ان لوگوں کے حقوق کو جو اس کے مستحق ہیں دینے اور خرچ کرنے کے طریقوں پہ آگاہ کیا اور فرمایا کہ ذوی القربی کو ان کا حق عطا کر، یعنی رشتہ داروں کو ان کے حقوق جو خدا نے ان کے لئے تمہارے مالوں میں مقرر کئے ہیں عطا کر، پس ان سب آیتوں کے دیکھنے اور سیاق قرآنی پہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی موقع کسی خاص بات میں پیغمبر صاحب کی تخصیص کا نہیں ہے۔ اور اگر خاص آیت وآت ذا القربی حقہ کی تخصیص پیغمبر کے ساتھ کی جائے تو سارا کلام مہمل اور بے معنی ہوا جاتا ہے۔ حضرات امامیہ کو آیہ وآت ذا القربی حقہ میں صرف ایک بات سے اس کا موقع ملا کہ اس آیت کے حکم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص خیال کریں اور وہ یہ ہے کہ اس آیت میں خطاب بصیغۂ واحد ہے لیکن علم معانی و بیان کے جاننے والے بیک طرف معمولی سمجھ کے آدمی اور قرآن کے ترجمہ جاننے والے بھی اس بات کو سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کا طرز بیان ایسا واقع ہوا ہے کہ اکثر خطاب خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتا ہے، مگر درحقیقت مراد اس سے امت ہوتی ہے۔ بہت دور جانے اور قرآن کے اور مقامات دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اسی رکوع میں جو طرز بیان خدا کا ہے۔ اس سے اس کا ثبوت ہوتا ہے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے۔ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۔ کہ خدا کے ساتھ دوسرے کو معبود نہ بنا، نہیں تو ذلیل اور عاجز ہو جائے گا۔ کیا ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ یہ خطاب خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور اسی لئے مفسرین شیعہ نے بھی اس خطاب کو عام مانا ہے، جیسا کہ علامۂ طبرسی فرماتے ہیں۔ ان الخطاب للنبی والمراد بہ امتہ۔ کہ یہ خطاب پیغمبر سے ہے اور مراد امت ہے۔

اس آیت کے سوا یہ آیت بھی اسی رکوع میں ہے۔ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۔ کہ اگر پہنچ جائیں تیرے سامنے بڑھاپے کو ماں باپ میں سے ایک یا دونوں تو ان سے اُف کر کے بات نہ کر اور نہ اُن

Marfat.com

کو جھڑکی دے اور ان سے ادب کی بات کر۔ کیا کوئی۔ ناداں اس خطاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سمجھے گا جب کہ آنحضرتؐ کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ تھی کہ آپ کو ایسی برائی سے بچانے کے لئے نصیحت کی جاتی۔ آپ کے والدین چھٹ پن ہی میں گذر گئے تھے، اور ان کے مرنے کے چالیس برس بعد خدا کا کلام نازل ہوا تھا تو صاف ظاہر ہے کہ یہ خطاب بھی امت ہی کی طرف ہے اور سوائے اس کے اور آیتیں جو بیان کی گئی ہیں مثلاً لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَۃً اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبْسُطْھَا کُلَّ الْبَسْطِ کہ اسراف نہ کر اور اپنے ہاتھوں کو باندھ نہ لے۔ یعنی بخل نہ کر اور نہ زیادہ فضولی ان میں سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں ہے کہ مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔ باوجودیکہ یہ سب خطاب بصیغہ واحد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کئے گئے ہیں اور ان میں کوئی موقع اور محل شیعوں کو بھی انکار کا نہیں ہے۔ پس ان تمام آیتوں میں سے صرف ایک آیت کو مخصوص کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر کسی مرجح اور مخصص وجہ کے قابل مضحکہ ہے۔ خصوصاً جب کہ آیہ وآت ذاالقربیٰ کی پہلی آیت کو دیکھا جائے جس میں والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک مسلسل بیان اُس کا ہے جو ہدایت انسان کو اخلاق اور احسان اور صلہ رحم اور ادائے حقوق کے متعلق کی گئی ہے۔ اس میں اول بیان کیا کہ خدا کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد بتایا کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا لازم ہے۔ اس کے بعد فرمایا قرابت داروں اور مسکینوں اور مسافروں کے حق ادا کرنے چاہئیں اور پھر اسی کے ساتھ اعتدال کی بھی ہدایت فرمائی کہ نہ بخشش ایسی ہو کہ اسراف کے درجے پر پہنچ جائے اور نہ ایسا بخل کہ آدمی اپنے ہاتھ باندھ لے اور پھر اس کے ساتھ یہ بھی کہ اگر اتنی استطاعت نہ ہو کہ ان کے ساتھ کچھ سلوک کیا جا سکے تو ان سے اخلاق اور نرمی سے بات چیت کرنی چاہیئے جیسا فرمایا ہے۔ فَقُلْ لَّھُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا ہ اگر آیہ وآت ذاالقربیٰ میں مراد خدا کی یہ ہوئی کہ فدک فاطمہؓ کو دیدیا جائے تو معلوم نہیں کہ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ہ کیوں کہا جاتا۔ اور پھر تبذیر کی برائی اور اس کا خوف بھی نہایت سخت لفظوں میں کہ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ۔ کیوں دلایا جاتا۔ اور یہ کیوں کہا کہ اگر تمہارے پاس دینے کو نہ ہو تو ان سے وعدہ ہی کر دو کہ جب خدا تم کو دے گا تو تم ان سے سلوک

کروگے۔ اگر کوئی اس آیت کو ہبہ فدک کے متعلق سمجھے تو آیہ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ۝ اس موقع پر مہمل ہوئی جاتی ہے مفسرین شیعہ نے بھی اس آیت کے وہی معنی لکھے ہیں جس سے ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ صاحب مجمع البیان طبرسی فرماتے ہیں۔ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ای و ان تعرض عن هولاء الذین امرنك باداء حقوقهم عند مسالتهم ایاك لانك لا تجد ذلك حیاء منهم ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوهَا ای لتبتغی الفضل من الله والسعة التی یمکنك معها البذل بامل تلك السعة وذلك الفضل فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ۝ ای عدهم عدة حسنة وقل لهم قولا سهلا لینا یتیسر علیك و روی ان النبیؐ کان لما نزلت هذه الایة اذا سئل ولم یکن عنده ما یعطی قال یرزقنا الله وایاکم من فضله۔ یعنی اگر ان لوگوں کے حقوق ادا کرنے اور ان کے دینے سے تم مجبور ہو اور ان کے سوال پورا کرنے کے لئے تمہارے پاس کچھ نہ ہو اور شرم کے مارے ان سے اعراض کرو تو نہیں چاہیئے کہ خدا کے فضل پر امید رکھ کر ان سے وعدہ کرو اور اچھے لفظوں میں ان سے کہہ دو کہ جب خدا تمہیں دے گا تو تم ان کے ساتھ سلوک کروگے۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد یہی کیا کرتے کہ جب آپ سے سوال کیا جاتا اور آپ کے پاس کچھ دینے کو نہ ہوتا تو یہ فرماتے کہ اللہ اپنے فضل سے ہم کو اور تم کو رزق دے۔

یہ بیان تو سورہ بنی اسرائیل کا کیا گیا۔ اب سورہ روم پر غور کرنا چاہیئے کہ وہاں یہ آیت کس موقع پر آئی ہے۔ آیات ماقبل ومابعد یہ ہیں۔ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ یعنی جب لوگوں کو ہم رحمت پہنچاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ان کے اعمال کے سبب ان کو کوئی برائی پہنچ جاتی ہے تو وہ ناامید ہو جاتے ہیں، کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے روزی فراخ دیتا ہے۔

Marfat.com

اور جس کو چاہتا ہے) کم دیتا ہے۔ اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لئے پس دے رشتہ دار کو اس کا حق اور مسکین اور مسافر کو۔ یہ بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی رضامندی چاہتے ہیں اور یہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

اس میں بھی تخصیص باطل ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس کو اس طرح پر شروع کیا ہے کہ اللہ کو اختیار ہے جس کو چاہے روزی فراخ دے اور جس پر چاہے تنگ کر دے یہ مضمون عام ہے اسی پر آگے چل کر تصریح کی ہے اور فرمایا ہے کہ اے پیغمبر تو قرابتیوں اور مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دینا رہ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں تعمیم مراد ہے خصوصاً اس آیت کے اخیر لفظوں سے تو تعمیم میں کوئی شک ہی نہیں رہتا۔ اور وہ الفاظ ہیں۔ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ کہ یہ بات بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو خدا کی رضامندی چاہتے ہیں اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ یہ ارشاد اسی وقت باموقع اور برمحل صحیح ہو سکتا ہے جب کہ حکم عام ہو اور خطاب مومنین سے ورنہ قرآن جو ایک کلام فصیح و بلیغ ہے مہمل سمجھا جائے گا اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو یہ گمان ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ ان حقوق کے دینے میں تامل فرماتے یا ان کو اس حکم پر عمل کرنے کے لئے ترغیب اور ترہیب کی ضرورت ہوتی اور ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ہ کہنے کی خدا کو کیا ضرورت پڑتی۔ یہ اسی وقت باموقع سمجھا جا سکتا ہے جب کہ خطاب عام اور مومنین کی طرف سمجھا جائے کہ امت ہی کے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو پورے طور پر حقوق ادا کرنے کے لئے ترغیب و ترہیب کی ضرورت ہوتی ہے اور ذاتی اغراض اور شخصی محبت کو دخل نہ دینے کے لئے اس قسم کے بیان سے ان کو نصیحت کی جاتی ہے۔ پس جو شخص ذرا بھی قرآن کو غور سے دیکھے گا اور اس آیت کے ماتقدم اور ماتاخر اور طرز بیان اور سیاق عبارت پر نظر کرے گا، وہ ذرا شبہ نہیں کر سکتا کہ قربیٰ سے عام رشتہ دار مراد ہیں۔ کما قیل انہ خطاب لہ ولغیرہ والمراد بالقربیٰ قرابۃ الرجل وھو امر بصلۃ الرحم بالمال۔

وجہ سوم یہ کہ اگر شیعوں کے خیال کے موافق تسلیم کیا جائے کہ آیہ ذات ذاالقربیٰ حقہ

Marfat.com

ہیں ذالقربیٰ سے مراد فاطمہؓ اور حقہ سے مراد فدک ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کے حکم کی پوری تعمیل یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ خود نہیں کی یا خدا نے نہیں کرائی اس لئے کہ اس آیت میں تین لوگوں کے حق ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک ذوالقربیٰ دوسرے مسکین تیسرے مسافر ذوالقربیٰ کی نسبت تو شیعوں نے یہ بات بنالی کہ آپ اس کے معنی نہیں سمجھے اور جبرئیلؑ سے بتایا کہ ذوالقربیٰ فاطمہؓ ہیں اور ان کا حق بھی دریافت کرلیا اور ادا بھی کردیا گیا مگر باقی اشخاص ویسے ہی محروم چھوڑے گئے۔ پھر ذوالقربیٰ کا حق جس طرح ادا کیا گیا، وہ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لئے کہ لفظ تو ذوالقربیٰ کا عام ہے اور سب رشتہ داروں کو مشتمل اور تخصیص کردی گئی صرف ایک کی۔

سوائے اس کے ذوالقربیٰ کا لفظ قرآن مجید میں اسی آیت میں نہیں آیا بلکہ تیرہ جگہ متعدد آیتوں اور مختلف سورتوں میں آیا ہے۔ اور ایسے موقع پر آیا ہے جہاں کہ ادائے حقوق کی ہدایت اور اس کی ترغیب ہے اور اکثر اس کے ساتھ دیگر اشخاص مساکین اور ابن السبیل وغیرہ شریک ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں جہاں ایسے موقع پر یہ لفظ آیا ہے وہاں مراد ان سب کے ساتھ نیکی کرنا اور ان کی خبر لینا اور ان کی مدد کرنا ہے۔ مثلاً سورۂ بقر میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۔ یعنی جب کہ عہد لیا ہم نے بنی اسرائیل سے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔ اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور غریبوں کے ساتھ سلوک کرنا۔ اور لوگوں سے اچھی بات کہنا اور نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا پھر تم پھر گئے اس عہد سے مگر تم میں سے چند لوگ اور اب بھی تم اعراض کرتے ہو۔

اس آیت میں بیان ہے کہ بنی اسرائیل سے ہم نے ان باتوں کا عہد لیا تھا کہ خدا کے سوا عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھلائی۔ اور سب سے اچھی بات کرنا مگر انہوں نے اس عہد کو توڑ ڈالا۔ چونکہ بنی اسرائیل نے اس عہد کو توڑ دیا تھا۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے اس موقع پر اس کا ذکر اس لئے کیا

Marfat.com

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو تنبیہ ہو کہ وہ ایسا نہ کرے۔ اور پھر اسی کی تشریح اور تصریح سورہ بنی اسرائیل میں کر دی۔ یعنی بتا دیا کہ جن باتوں کا بنی اسرائیل سے عہد لیا گیا تھا وہ انہیں کے ساتھ مخصوص نہ تھیں، بلکہ حسن اخلاق اور حسن معاشرت اور حسن معاملے کے لئے یہ باتیں ہر انسان پہ لازم ہیں اور ان کا کرنا ضروری ہے اور انہیں باتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے آپ کی اُمت کو بتلایا اور ان لفظوں سے وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا الخ فرمایا کہ خدا نے تمہارے اوپر لازم اور واجب کر دیا ہے کہ اس کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان اور ذالقربی اور مسکین اور ابن سبیل کا حق ادا کرو۔ گویا یہ آیتیں انہیں آیتوں کا صاف صاف بیان ہیں جو سورہ بقر میں بنی اسرائیل پر واجب کی گئی تھیں۔ وہاں واذا اخذنا میثاق بنی اسرائیل فرمایا اور یہاں وقضی ربك جس کے معنی قریب قریب ایک ہوتے ہیں یعنی ان باتوں کا کرنا واجب کر دیا گیا پھر وہاں فرمایا۔ لا تعبدون الا اللہ اور یہاں ارشاد کیا ان لا تعبدوا الا ایاہ پھر وہاں تو فرمایا تھا۔ وبالوالدین احسانا۔ یہاں بھی وہی فرمایا۔ وبالوالدین احسانا اور اس کی اور بھی زیادہ تشریح کر دی اور احسان کا ادنیٰ درجہ تک بھی بیان کر دیا کہ ان سے اُف تک نہ کہو۔ پھر وہاں بیان فرمایا۔ وذی القربی والیتٰمی والمسکین یہاں فرمایا وآت ذا القربی حقہ والمسکین وابن السبیل اور پھر اعتدال کی بھی یہاں نصیحت فرمائی کہ لا تبذر تبذیرا الخ اور پھر وہاں فرمایا وقولوا للناس حسنا، اور یہاں فرمایا کہ فقل لھم قولا میسورا۔ پس دیکھو کیسا مسلسل اور مرتب بیان ان دونوں آیتوں کا ہے۔ اور سورہ بنی اسرائیل کی آیتیں کیسی اور تصریح انہیں احکام کی ہیں جو بنی اسرائیل کو دیئے گئے تھے۔

ذوالقربی کا لفظ سورہ بقر میں ایک اور آیت میں آیا ہے اور وہ یہ ہے لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ یعنی نیکی یہ نہیں ہے کہ تم پورب پچھم کی طرف منہ کر لو بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ اور آخرت اور فرشتوں اور کتاب اللہ اور

پیغمبروں پر ایمان لائے۔ اور خدا کی محبت میں مال رشتہ داروں اور یتیموں اور غریبوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو اور غلاموں کے آزاد کرنے میں دے۔

اس میں بھی بڑا اور احسان کا بیان حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور گویا یہ بھی دوسرے لفظوں میں انہیں احکام کا تذکرہ ہے جو سورۂ بنی اسرائیل میں بیان کئے گئے ہیں کہ نیکی یہی نہیں ہے کہ اپنے منہ پورب پچھم کی طرف کرو، بلکہ نیکی یہ ہے کہ خدا اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر ایمان لاؤ۔ اور خدا کی محبت میں اپنا مال ذوی القربیٰ اور یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل اور سائلین کے دینے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں صرف کرو۔

سورۂ نسا میں بھی ذی القربیٰ کا لفظ اسی موقع پر آیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۙ یعنی عبادت کرو اللہ کی اور اس کا شریک کسی کو مت کرو۔ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ دار اور یتیم اور مساکین اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور دوست ورفیق اور مسافر اور باندی غلاموں سے بھلائی کرو۔ اللہ کو اچھا نہیں معلوم ہوتا وہ شخص جو اترائے اور بڑائی کرے۔

اور سورۂ نحل میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ یعنی اللہ حکم دیتا ہے انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی اور برے کام اور سرکشی کرنے سے تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

ان تمام آیتوں کے دیکھنے سے وہی ایک سلسلہ بیان کا اور وہی ایک قسم کی تعلیم احسان اور سلوک کی معلوم ہوتی ہے۔ جو سورۂ بنی اسرائیل میں بیان کی گئی ہے۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی وہ اصل اصول اخلاق کے ہیں جن کی تعلیم خدا کو منظور تھی اور جس کو طرح طرح سے بیان کیا کبھی پچھلی امتوں کے میثاق اور عہد کی یاد لاکر۔ کبھی اس کی خوبیاں بتا کر۔ اور کبھی بطور حکم اور ہدایت کے۔ پس جب کہ لفظ ذی القربیٰ کا متعدد جگہ آیا ہوا اور

Marfat.com

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کے معنی کبھی پہلے استفسار نہ فرمائے ہوں تو اس موقع پر کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لفظ کے معنی پوچھنے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ یا یہ لفظ جو اپنے عام معنوں میں استعمال کیا گیا ہو اور جس میں خطاب کا عام ہونا صاف ظاہر ہوتا ہو وہ ایک اس موقع پر ایسا معلق اور مشتبہ ہو جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے معنی معلوم نہ ہوں اور پھر ان کے ساتھ احسان کرنا اور ان کے حقوق کا ادا کرنا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص سمجھا جائے اور تمام اقارب میں سے ایک ہی رشتہ دار مستثنٰی کر لیا جائے۔ یہ بات خدا کے رسول کی شان سے بہت بعید اور سیاق قرآن کے بالکل مخالف اور عام ہدایت کے سراسر متناقض ہے۔

سورہ انفال میں بھی ذوالقربیٰ کا لفظ آیا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ الآیۃ کہ جو کچھ غنیمت میں تمہارے ہاتھ آئے اس کا پانچواں حصہ خدا اور رسول اور ذی القربیٰ اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافرین کے لئے ہے۔ اس آیت پر اگر حضرات امامیہ غور فرمائیں تو ان کو اس کہنے میں کہ آیہ وآت ذا القربی حقہ مدینے میں خیبر کے فتح ہونے کے بعد نازل ہوئی بہت مشکل پیش آئے گی، بلکہ ان کا سارا عنکبوتی گھر برباد ہو جائے گا۔ اس لئے کہ کوئی اس باب میں شبہ نہیں کر سکتا کہ آیہ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ فتح خیبر سے پہلے نازل ہوئی۔ اس لئے کہ غنیمت کا مال خیبر کے فتح ہونے سے پہلے آیا کرتا تھا اور اس کی تقسیم ہوا کرتی تھی اور اس آیہ واعلموا انما غنمتم میں اس کی تفصیل یہی ہے۔ پس جنگ بدر سے لے کر خیبر کے فتح ہونے تک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم آیہ واعلموا انما غنمتم کے مالِ غنیمت کے حصے میں سے اقارب اور مساکین اور مسافرین کو انکے حقوق دیا کرتے تھے۔ اور دینا ہو نہیں سکتا جب تک کہ معلوم نہ ہو کہ اقارب اور مساکین وغیرہ کون ہیں اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت کو ذوالقربیٰ کے معنی اور یہ کہ اقارب کون ہیں معلوم تھے تو بعد خیبر کے فتح ہونے اور فدک ملنے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیلؑ سے ذوالقربیٰ اور حقہ کے معنی دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہوئی اگر ضرورت

Marfat.com

ہوتی تو اس آیہ واعلموا انما غنمتم کے نازل ہونے کے وقت ہو سکتی تھی تا کہ غنیمت کی تقسیم میں غلطی نہ ہو۔ اور اگر تسلیم کیا جائے کہ آیہ وآت ذا القربیٰ میں مراد ذی القربیٰ سے صرف حضرت فاطمہؓ ہیں تو آیہ واعلموا انما غنمتم میں بھی جو لفظ ذی القربیٰ کا آیا ہے اس سے بھی مراد حضرت فاطمہؓ ہوں گی۔ اور خمس بھی صرف انہیں کا حق ہوگا۔ اور بجز ان کی اولاد کے تمام بنی ہاشم خمس سے محروم ہوں گے ولم یقل بہ احد یہ خود مذہب شیعہ کے خلاف ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ خمس میں سے نصف امام وقت کا اور باقی نصف یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کا ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں مجمع البیان طبرسی میں لکھا ہے اختلف العلماء فی کیفیۃ قسمۃ الخمس ومن یستحقہ علی اقوال احدھا ما ذھب الیہ اصحابنا وھو ان الخمس یقسم علی ستۃ اسھم فسھم للہ وسھم للرسول وھذان السھمان مع سھم ذی القربیٰ للامام القائم مقام الرسول وسھم لیتامی آل محمد وسھم لمساکینھم وسھم لابناء سبیلھم لا یشرکھم فی ذلک غیرھم لان اللہ سبحانہ حرم علیھم الصدقات لکونھا اوساخ الناس وعوضھم من ذلک الخمس۔ روی ذلک الطبری عن علی بن الحسین زین العابدین ومحمد بن علی الباقر واختلف فی ذوی القربیٰ فقیل ھم بنو ھاشم خاصۃ من ولد عبد المطلب لان ھاشما لم یعقب الامنہ عن ابن عباس ومجاھد والیہ ذھب اصحابنا۔ یعنی کیفیت قسمت خمس میں علما کا اختلاف ہے اور ان لوگوں میں کہ اس کے کون کون مستحق ہیں۔ ہمارے علما کا یہ مذہب ہے کہ خمس کے چھ حصے کیے جائیں۔ ایک حصہ اللہ کا اور ایک حصہ رسول کا۔ اور یہ دونوں حصے مع ایک حصہ ذی القربیٰ کے امام کا ہے جو قائم مقام رسول ہے اور ایک سہم آل محمد کے یتیموں کا اور ایک انہیں کے مساکین کا اور ایک انہیں کے مسافرین کا۔ آل محمد کا کوئی اور شریک اس میں نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے صدقات کو۔ بوجہ لوگوں کے میل ہونے کے آل محمد پہ حرام کر دیا ہے اور اس کے عوض میں ان کو بھی خمس دیا ہے طبری نے امام زین العابدین اور امام باقرؑ سے یہ روایت کی ہے۔ دوسرا اختلاف ذوالقربیٰ میں ہے کہ اس سے کون مراد ہیں۔ بعضے کہتے ہیں کہ اس سے مراد خاص بنی ہاشم اولاد عبد المطلب ہیں۔ کیونکہ ہاشم کی نسل عبد المطلب ہی سے چلی ہے۔ یہ مروی ہے ابن عباس اور مجاہد سے،

اور یہی مذہب ہے ہمارے علما کا۔

اور تفسیر قمی میں ہے۔ فمن الغنیمۃ یخرج الخمس ویقسم علی ستۃ اسھم سھم للہ وسھم لرسول اللہ وسھم للامام فسھم اللہ وسھم الرسول یرثہ الامام فیکون للام ثلاثۃ اسھم من ستۃ وثلاثۃ اسھم لایتام ال الرسول ومساکینھم وابناء سبیلھم۔

غرضکہ کسی پہلو یہ بات ٹھیک نہیں بیٹھتی کہ ذوالقربیٰ کے معنی پیغمبر نہ جانتے ہوں اور ان اقارب کو جن کا حق دینا چاہیے آپ نہ پہچانتے ہوں اور باوجود نازل ہونے متعدد آیات کے جو متعلق احسان ذوی القربیٰ کے ہیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیہ وآت ذالقربیٰ کے نازل ہونے پر جبریل امینؑ سے پوچھنے پر مجبور ہوئے ہوں۔ اور خدا نے فرمایا ہو کہ ذوالقربیٰ سے مراد فاطمہؓ ہیں اور فدک جس کی آمدنی سالانہ چالیس یا ستر ہزار دینار تھی، ان کو دے کر پیغمبر خدا صلعم ادائے حقوق سے سبک دوش ہو گئے ہوں اور باقی تمام رشتہ داروں اور مسکینوں اور مسافروں کو محروم چھوڑ دیا ہو۔ وکیف یجوز لاحد من المسلمین ان ینکلم بمثل ھذا و یبدل کلام اللہ من تلقاء نفسہ و یحرفہ عن موضعہ سبحانک ھذا بھتان عظیم

کیا یہ بات قیاس میں آسکتی ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک جس کی آمدنی چوبیس ہزار دینار کہی جاتی ہے حضرت فاطمہؓ کو دے دیا ہو

روایتوں اور حکایتوں کو ایک طرف رکھ کر اور ان کے تناقض اور باہمی اختلاف سے بھی قطع نظر کر کے اس بحث کو عقل کی آنکھ سے دیکھنا اور ایک منصف غیر متعصب آدمی کی طرح اس پر غور کرنا چاہیئے۔ تاکہ معلوم ہو کہ آیا اسی زمانے میں جب کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کیا غنیمت یا فئے یا خراج یا اور کسی قسم کی آمدنی ایسی کافی ووافی تھی کہ جس سے اخراجات جو اس وقت اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی حفاظت اور کفار کے حملوں سے بچانے اور ان پر جہاد کرنے اور وفود یعنی ایلچیوں اور مہمانوں کے ٹھہرانے اور

Marfat.com

تحف و ہدایا دینے کے لئے ضروری تھے۔ بغیر کسی وقت کے ادا ہو سکتے۔ اور موجودہ حالت اس زمانے کی ایسی تھی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم چوبیس ہزار یا ستر ہزار دینار کی سالانہ آمدنی کی جاگیر اپنی بیٹی کو بخش دیتے۔ اور کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور عادت ایسی تھی کہ مہاجرین و انصار اور عامہ مسلمین کا خیال نہ کر کے اور ان کو تنگی اور افلاس میں چھوڑ کر جو کچھ آپ کے حصے میں آیا تھا (بشرطیکہ اس کو ہم آپ کا ذاتی حصہ سمجھیں) وہ اپنے رشتہ داروں میں سے کسی ایک چہیتے رشتہ دار کو دیتے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ان باتوں پر خیال کرنے سے ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی آدمی ہبہ کی روایت کو صحیح نہ سمجھے گا اور نہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور خصلت اور سیرت اور حالت کے مطابق پائے گا۔ اس لئے کہ فدک ساتویں برس ہجرت کے پیغمبر خدا صلعم کے قبضے میں آیا۔ اور وہ زمانہ نہایت عسرت اور تنگی کا تھا حضرت کی خود یہ حالت تھی کہ فاقے پہ فاقے کرتے اور بھوک کی تکلیف سے دو دو دن تک شکم مبارک پر پتھر باندھتے اور اہل بیت کا یہ حال تھا کہ نان جویں کو محتاج تھے اور ضروری حاجتوں کے پورا کرنے کے لئے بھی کچھ سرمایہ نہ رکھتے تھے مہاجرین گھر بار چھوڑے ہوئے مدینے میں دوسروں کے یہاں پڑے ہوئے تھے اور وہ اپنے اوپر تنگی اٹھا کر اور ایثار علی النفس کر کے ان کی مدد کرتے تھے۔ اور حالت اسلام کی یہ تھی کہ چاروں طرف سے دشمنوں کا ہجوم تھا اور ہر جانب سے حملہ اور لڑائی کا اندیشہ۔ ہر روز جہاد کی ضرورت پیش آتی۔ اور ہر وقت دشمنوں کا کھٹکا لگا رہتا اسلام کے لشکر کی تیاری اور اُن کے لئے آلات حرب و ضرب تیار کرنے کے لئے پیغمبر خدا صلعم کو ہر دم فکر لگی رہتی۔ وفود اور ایلچی اور قاصد چاروں طرف سے چلے آتے اور انکی مہمانداری ان کی حالت کے مطابق کرنی پڑتی۔ اور نیز تحف اور ہدایا جو وہ لاتے اس کے موافق انہیں آپ کو بھی دینا پڑتے اور ان اخراجات کے لئے مسلمانوں سے مدد لینے کی ضرورت ہوتی اور اس کام میں اعانت کرنے کے لئے خدا کی طرف سے رغبت دلانے والی آیتیں نازل ہوتی رہتیں۔ اور مسلمان جو کچھ استطاعت رکھتے تھے وہ اپنے حوصلے اور استطاعت کے موافق مال سے اثاث البیت سے کپڑے سے غلے سے غرضکہ ہر طرح سے مدد کرتے یہاں تک کہ جو مفلس اور فقیر تھے وہ بھی بوقت ضرورت اپنے اوپر خود فاقہ کرتے اور جو کچھ اُن کے پاس کھانے کو ہوتا وہ فی سبیل اللہ آنحضرت صلعم کے

Marfat.com

سامنے لا کر رکھ دیتے۔ تو کیا ایسی تنگی کے زمانے میں کسی معمولی آدمی سے بھی جو کسی گروہ کی سرداری کا دعویٰ کرتا ہو یا کسی قسم کی اولوالعزمی کے خیال رکھتا ہو اور اپنے گروہ کی حفاظت کا ذمہ دار ہو یہ توقع ہو سکتی ہے کہ جو کچھ اس کو ملے وہ بجائے اس کے کہ ان اغراض ومقاصد میں کام میں لائے جو اس کے پیش نظر ہوں اپنے رشتہ داروں کو دے دے۔ اور پھر رشتہ داروں میں بھی سب کے ساتھ انصاف نہ کرے۔ بلکہ سب کے حقوق تلف اور ضائع کر کے صرف اپنے ایک چہیتے فرزند کو دے دے۔ تو کیا ایسے شخص کو دنیاوی لحاظ سے بھی کوئی سرداری کے قابل سمجھے گا یا اس کے لشکری اسے سردار مانیں گے۔ یا کچھ بھی ایسے شخص کی عزت اُن کے دل میں ہو گی۔ یا سوائے خود غرضی اور نفس پروری کے کوئی دوسرا خیال اس کی نسبت کیا جائے گا۔ چہ جائے اس کے کہ ایک ایسی ذات پاک کی نسبت یہ امر منسوب کیا جائے جو دین کا پیشوا اور تمام دنیا کا سردار اور سارے خلق میں برگزیدہ اور خدا کا پیارا ہو۔ اور جس کو خدا نے اخلاقی مکارم کی تکمیل کے لئے بھیجا ہو۔ اور جس نے خود غرضی اور نفس پروری کو بیخ وبن سے اکھاڑ دیا ہو۔ اور جس نے ہمیشہ ایثار علی النفس پر خود عمل کیا ہو اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو ہر حالت اور ہر موقع پر اسی بات کی نصیحت کی ہو۔ اور ان سے ہمیشہ اس کی تعمیل کرائی ہو۔ اور جس کے عزیز اور رشتہ دار بھی ایسے ہوں جن کے زہد اور پرہیزگاری و ترک دنیا پر خداوند تعالیٰ نے اظہار خوشنودی اور رضامندی فرمایا ہو۔ اور جو فیض اور سخاوت اور دوسروں کے آرام دینے کو اپنے اوپر مقدم رکھتے رہے ہوں اور جو دنیا کے تعلقات سے نفرت رکھنے اور دنیا سے بے تعلق رہنے میں زمین پر انسانوں میں ضرب المثل اور آسمانوں میں خدا کے فرشتوں کے سامنے ممدوح اور بے غرضی اور نفس کشی میں سارے دنیا کے لئے ایک نمونہ ہوں۔ کیا ایسے شخص کی نسبت کوئی یہ خیال کر سکتا ہے کہ وہ سب کا خیال چھوڑ کر جو کچھ ملے وہ اپنے ایک عزیز کو دے دے۔ اور کیا اس کے عزیزوں سے یہ امید ہو سکتی ہے کہ اور سب کو عسرت و تنگی کی حالت میں چھوڑ کر جو کچھ اس کے باپ کا حصہ ہو اُسے تنہا اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے لینا پسند کرے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ درحقیقت اگر ہبہ فدک کی روایت صحیح مانی جائے۔ اور فدک کا خراج چوبیس یا ستر ہزار دینار تسلیم کیا جائے تو منکرین نبوت کو آپ

کی نبوت میں شکوک پیدا کرنے کا اچھا موقع ملے گا اور دشمنوں کے ہاتھ میں گویا یہ ایک عمدہ ہتھیار دینا ہوگا حضرات امامیہ اہل بیت کی محبت میں گو ایسے مستغرق ہوں کہ ان کو اس قسم کی باتوں کے بُرے نتائج سمجھ میں نہ آویں۔ اور صحابۂ کرام کے اوپر الزام لگانے کے لئے جیسی روایتیں چاہیں بنا کر پیش کریں مگر ہمارے تو رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور ہم تو اس قسم کے خیال سے جس سے پیغمبر خدا کی شان میں ذرا بھی داغ آئے لاکھوں کوس بھاگتے ہیں۔

اب ہم اس کو ثابت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا کا زمانہ تنگی و افلاس کا تھا اور جہاد کے لئے کافی سامان مہیا نہ تھا اور نہایت تکلیف اور تنگی سے جہاد کا سامان جمع کیا جاتا تھا چنانچہ[1] خود شیعوں کے یہاں سے اس کا ثبوت ہوتا ہے اور انکی تواریخ میں لکھا ہے کہ آخری غزوہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا تبوک ہے۔ جو سنہ ۹ھ میں ہوا۔ اس وقت ایسی تنگی اور مصیبت مسلمانوں پر تھی کہ اس غزوے کا نام جیش العسرہ ہو گیا۔ اور خدا کی طرف سے آیات ترغیب و ترہیب نازل

---

[1] یہ مضمون اگرچہ اکثر کتابوں میں ہے مگر ہم نے اس کو ناسخ التواریخ سے جو ابھی حال ہی ایران میں چھپی ہے اور جس کا مصنف بڑا عالم شیعوں کا ہے لیا ہے چنانچہ اصل عبارت اس کی منتخبا یہ ہے صفحہ ۴۲۱ جلد اول کتاب دوم ناسخ التواریخ مطبوعہ ایران سنہ ۱۳۰۸ھ ذکر غزوۂ تبوک۔ و این لشکر را جیش العسرہ گفتند چہ در تحطی و سختی زحمت فراوان دیدند بالجملہ این غزوہ واپسین غزوات رسول خدا است .. مع القصہ رسولؐ خدا فرمود ہاں اے مردم دنیا با آخرت آں مقدار ندارد کہ سر انگشت خویش را با آب نمے و آلائش آں را بتمامت دریا بمیزان بری لاجرم دولتی بزرگ را از بہر چیزے اندک از دست مگذارید و در کار جہاد سبک خیز و استوار باشید چنانچہ خدا فرماید انفروا خفافا و ثقالا الایہ.... مع القصہ چوں پیغمبرؐ لختے تحریص جہاد سخن کرد در مردم مدینہ جنبش پدید گشت لاجرم عثمان بن عفان کہ ایں وقت دوصد شتر و دوصد اوقیہ سیم از بہر تجارت شام ساز کردہ بود بتمامت بحضرت رسولؐ آورد و برائے تجہیز لشکر پیش داشت پیغمبر فرمود لایغر عثمان ان اعمل بعد ہذا۔ و بروایتی سی صد شتر با ساز و برگ و ہزار مثقال زر سرخ حاضر کرد پیغمبر فرمودہ اللہم ارض عن عثمان فانی منہ راض۔ و نیز گفتہ اند کہ از سی ہزار تن لشکر کہ سفر تبوک کردہ، دو بہرہ را عثمان تجہیز داد.... عمر بن خطاب گوید کہ من با خود اندیشیدم کہ امروز بر ابوبکر سبقت گیرم و یک نیمہ مال خود را بحضرت رسولؐ بردم تا کار لشکر بسازد فرمود یا ابن الخطاب از بہر اہل خود چہ ذخیرہ نہادہ عرض کردم ہم بدیں مقدار برائے اہل خویش گذاشتہ ام، ایں ہنگام ابوبکر برسید و اندوختہ خویش را بتمامت پیش داشت۔

Marfat.com

ہونے لگیں۔ اور مسلمان جو ایمان میں صادق تھے مدد کرنے لگے۔ چنانچہ جب آیہ اِنْفِرُوْا[1] خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ[2] ۝ نازل ہوئی۔ اور آنحضرت صلعم نے جہاد کی تحریص اور جان و مال سے مدد دینے کی ترغیب شروع کی تو مدینے میں ایک ہل چل مچ گئی۔ حضرت عثمان رضؓ نے دو سو اونٹ اور دو سو[200] اوقیہ چاندی کے شام کی تجارت کے لئے جمع کئے تھے، وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تجہیز لشکر کے لئے حاضر کر دیئے۔ جس پر پیغمبر خدا نے فرمایا لا یضر عثمان ما عمل بعد ھذا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ تین سو اونٹ مع سامان کے اور ہزار مثقال زر سرخ پیش کیا اس پر پیغمبر خدا نے فرمایا۔ اللّٰھم[2] ارض عن عثمان فانی عنہ راض حضرت عمرؓ نے آدھا مال اپنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کیا۔ آپ نے پوچھا کہ تم نے اپنے اہل و عیال کیلئے کیا چھوڑا ہے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اتنا ہی ان کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ آئے اور کل مال و متاع اپنا تمام پیغمبر[3] صاحب کے سامنے رکھ دیا، آپ نے پوچھا کہ اپنے اہل و عیال کے لئے

---

[1] نکلو ہلکے اور بوجھل اور لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے، یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے ۱۲ موضح پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۶۔ [2] اے اللہ راضی ہو عثمان سے پس بے شک میں اس سے راضی ہوں ۱۲ [3] پیغمبر فرمود برائے اہل خود چہ نہادہ عرض کرد اذخرت اللہ و رسولہ یعنی خدا و رسول را از بہر ایشاں ذخیرہ نہادم عمر گفت اے ابو بکر ہیچ گاہ بر تو پیشی نتوانستم گرفت ...... عبد الرحمٰن بن عوف چہل اوقیہ زر و بروایتی چہار ہزار درہم آورد و گفت مرا ہشت ہزار درہم بود یک نیمہ انقرض پروردگار خویش دادم و نیم دیگر را از بہر عیال خود گذاشتم ...... بالجملہ عباس بن عبد المطلب و طلحہ بن عبید اللہ و سعد بن عبادہ و محمد بن سلمہ ہر یکے مبلغی حاضر کردند و عاصم بن عدی انصاری صد وسق خرما از بہر تجہیز لشکر بذل کرد۔ ابو عقیل انصاری نیم صاع خرما یا ماعی آورد و گفت دوش تا بامداد بریسمان آب کشیدم و دو در زمز دور مردم بودہ ام دو صاع خرما مرا اجرت دادہ اند یکی را برائے عیال نہادم و آں دیگر را از بہر ساز ابطال آوردم پیغمبر فرمود تا آں صاع را بر فراز دیگر صدقات نثر کردہ اند منافقان بر قلت صدقہ او عیب گرفتند و اخذ آں را ناستودہ شمردند و گفتند ایں صدقہ از بہر آں آورد کہ از اموال صدقات چیزی بستاند خدا ایں آیت فرستاد الذین یلمزون المطوعین الخ ...... ایں ہنگام سالم بن عمیر و عتبہ بن زید الحارثی و ابو لیلی، عبد الرحمٰن بن کعب مازنی و عمرو بن عنمہ اسلمی و سلمہ بن صخر از بنی زریق و عرباض بن ساریہ اسلمی و عبد اللہ بن مغفل و بروایتے مغفل بن یسار یا مہدی

باقی صفحہ ۲۶۷ پر

کیا رکھا ہے۔ جواب میں عرض کیا۔ اذخرت اللہ ورسولہ۔ یعنی خدا اور رسول کو ان کے لئے چھوڑا ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے چالیس اوقیہ اور ایک روایت میں چار ہزار درہم پیش کئے اور عرض کیا کہ میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے۔ آدھا خدا کو قرض دیا اور آدھا اپنے اہل وعیال کے لئے چھوڑا۔ اسی طرح حضرت عباس بن عبدالمطلب و طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن عبادہ اور محمد بن سلمہ نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق رقم حاضر کی اور چونکہ ضرورت شدید تھی اور جہاد کے سامان جمع کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت فکر تھی۔ اس لئے جن مسلمانوں کے پاس روپیہ نہ تھا، نہ مال ومتاع، انہوں نے کھانے کا سامان جو کچھ مل سکا وہی حاضر کر دیا۔ چنانچہ عاصم بن عدی انصاریؓ نے سو وسق خرمے لشکر کے سامان کے لئے پیش کئے۔ اور ابو عقیل انصاریؓ نے آدھا صاع یعنی سوا سیر یا ایک صاع یعنی ڈھائی سیر چھوارے ہی حاضر کئے اور کہا کہ کل صبح تک میں نے پانی بھرا اور دو دن مزدوری کی اس میں مجھے دو صاع خرما یعنی پانچ سیر چھوارے ملے ہیں ایک اپنے عیال کے لئے رکھا ہے اور دوسرا آپ کے سامنے حاضر کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے پیش کئے ہوئے خرمے کو سب مال کے اوپر رکھیں اس پر منافقوں نے بنظر حقارت اس کے صدقے کو دیکھا اور اس کی کمی پر عیب لگایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی[2]
اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ اور آخر کار یہاں تک نوبت پہنچی کہ عورتوں نے اپنا زیور اتار اتار کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور بعض لوگ ایسے بھی رہ گئے جن کے پاس نہ مال تھا نہ اثاث البیت۔ اور لشکر کے ساتھ جانے کے لئے سواری تک نہ تھی۔ چنانچہ ان میں سے سالم بن عمیر و عتبہ بن زید و ابو لیلیٰ و عمرو بن عنمہ اسلمی اور عبداللہ بن

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۶ - بن عبدالرحمٰن و نیز گفتہ اند عمرو بن الحمام بن الجموح و بروایتے صخر بن خنسا گفتند یا رسول اللہ لیس بنا قوۃ ان نخرج معک ما را الضاعتی و عدتی نیست کہ با تو توانیم کوچ داد از ہر قوتی و ثروتی دست ما تہی است ۱۲

[1] الصاع اربعۃ امداد و مد بالضم پیمانہ و ہو رطل و ثلث ۱۲ [2] وہ جو طعن کرتے ہیں دل کھول کر خیرات کرنے والے مسلمانوں کو اور ان پر جو نہیں رکھتے مگر اپنی محنت کا پھر ان پر ٹھٹھے کرتے ہیں اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے اور ان کو دکھ کی مار ہے ۱۲ موضح پارہ ۱۰ سورۂ توبہ رکوع ۱۰۔

Marfat.com

مغفل وغیرہ تھے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ لیس بنا قوۃ ان نخرج معک کہ نہ ہمارے پاس کچھ سرمایہ ہے نہ کچھ سامان کہ آپ کے ساتھ ہم چل سکیں ہر طرح کی قوت و ثروت سے ہمارا ہاتھ خالی ہے۔ ہمیں کچھ سواری عنایت فرمائیے۔ تاکہ ہم ہمراہ ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم چاہتے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے۔ یعنی بوجہ تنگی اور کمی سامان کے کوئی زائد سواری نہ تھی جو آپ ان کو دیتے۔ چنانچہ یہ لوگ یہ جواب سن کر روتے ہوئے باہر نکلے اور بکائین کی جماعت سے ملقب ہوئے۔ اور یہ آیت ان کی شان میں

---

[۱] کنون مارا مرکبی بذل فرما کہ بیاو گاییم فرمود آنچہ شما طلب می کنید بدست نیست ایشان از نزد پیغمبر بیرون شدند وگریاں بودند ازیں رہ بجماعت بکائیں ملقب گشتند وایں آیت مبارک در صفت ایشان آمد ولا علی الذی اذا ما اتوک لتحملهم الخ...۔ بالجملہ ابن یامین بن عمرو کعب نضری ابولیلی وابو مغفل را دیدار کرد و شتری بدیشان داد و آذوقہ نیز بخشید واز بہر زاد صاعی خرما عطا کرد......۔ مع القصہ رسول خدا طریق تبوک پیش داشت و لشکر کوچ بوزند و در ہیچ سفر چندیں سختی وصعوبت بر مسلماناں نرفت چہ بیشتر لشکریان ہر دہ تن یک شتر بر زیادت نداشتند وآں را بنوبت بر می نشستند و چنداں از زاد و توشہ تہی دست بودند کہ ہر روز دو کس یک خرما قوت می ساختند یک تن می مکید و یک نیمہ را از بہر صاحب خود می گذاشت واز قلت بضاعت بدیں قدر قناعت می کردند و طے مسافت می نمودند مقرر است کہ دو تن از مسلمین از قفای رسول خدا بیرون شدند وایشان را یک شتر بود کہ ہر ساعت یک تن بر می نشست وکان زادہم الشعیر المسوس والتمر المدود والاہالۃ السنخۃ و زاد ایشان جو کرم زدہ و تمر خوشیدہ و چربش بدبوی شدہ بود و چند تن از ایشان را تمر تیز بود و دفع را بدیں گونہ می دادند فاذا بلغ الجوع من احدہم اخذ التمرۃ فلاکہا حتی یجد طعمہا ثم یعطیہا صاحبہ فیمصہا ثم یشرب علیہا جرعۃ من ماء کذلک حتی یاتی علی آخرہم فلا یبقی من التمرۃ الا النواۃ یعنی چوں شدت گرسنہ و جوع حال می شدند یک تن از ایشاں تمرہ بر می گرفت و اندک می مکید بداں اندازہ کہ ادراک طعم آں می کرد پس بر رفیق خویش می گذاشت تا او نیز اندکی می مکید و جرعہ آب در می کشید بدیں گونہ ہر یک ازاں تمرہ می گرفتند چند آنکہ حستوی آں بجای بماند دیگر آنکہ باحدت ہوا و سورت گرما آب در منازل ایشاں نایاب بود چندانکہ با ایں ہمہ قلت راحلہ شتر خویش می گشتند و رطوبات احشا و امعا آں را بجائے آب می نوشیدند ازیں روئے ایں لشکر را جیش العسرہ می نامیدند کہ ملاقات سہ عسرت شگرف ہمی کردند خداوند بدیں داں می فرماید۔ لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منہم ثم تاب علیہم انہ بہم رؤف رحیم ۱۲۔

نازل ہوئی۔ وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّ أَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝ إِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَأْذِنُوْنَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ رَضُوْا بِأَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝[1]

آخر ابن یامین نے ابو لیلی اور ابو مغفل کو ایک اونٹ دیا تاکہ باری باری وہ اس پر بیٹھیں اور اُن کی زاد راہ کے لئے ایک صاع یعنی ڈھائی سیر خرمے بھی دیئے۔ غرضکہ اس طرح پر سامان جمع کیا گیا اور لوگوں نے مدد کی۔ اس پر بھی منجملہ تیس ہزار آدمی کے صرف ہزار آدمیوں کے پاس سواری تھی باقی سب پیادہ۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ آخری غزوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا تکلیف دہ تھا اور اخیر زمانے میں آپ پر اور آپکے لشکر پر ایسی تنگی اور تکلیف تھی کہ لوگ سیر سیر بھر خرمے تجہیز لشکر کے لئے پیش کرتے اور وہ قبول کیا جاتا اور باوجود ہر طرح کی مدد و اعانت کے کافی سامان مہیا نہ ہو سکتا اور لوگ بوجہ سواری نہ ملنے کے لشکر کے ساتھ نہ جا سکتے۔ اور بے استطاعتی سے مایوس ہو کر روتے رہ جاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی قسم کی مدد سواری وغیرہ سے نہ کر سکتے۔

پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خود یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمرؓ[2] آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کوٹھری کو دیکھا جس میں آپ کا سامان رہتا تھا تو سوائے ڈھائی سیر جو کے اور چند دباغت کی ہوئی کھالوں کے کچھ نہ دیکھا۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ اے ابن خطاب تم کیا دیکھتے ہو تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ خدا کے رسولؐ ہیں اور یہ کل خزانہ آپکا ہے۔ حالانکہ قیصر و کسری اور مردمان روم و فارس کیسی زندگی

---

[1] اور نہ اُن پر کہ جب تیرے پاس آئے تا اُن کو سواری دے تو نے کہا مجھ کو پیدا نہیں جو تم کو سواری دوں اُلٹے پھرے اور ان کی آنکھوں سے بہتے ہیں آنسو اس غم سے کہ ان کو پیدا نہیں جو خرچ کریں راہ الزام کی، اُن پر ہے جو رخصت مانگتے ہیں تجھ سے اور مال دار ہیں خوش لگا کہ رہ جاویں ساتھ پچھلی عورتوں کے اور مہر کی اللہ نے ان کے دل پر سو وہ نہیں جانتے ۱۲ موضح پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۱۲۔

[2] دیکھو صفحہ ۲۰۴ ناسخ التواریخ جلد اول از کتاب دوم مطبوعہ ایران ۱۲۔

Marfat.com

بسر کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ط وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝[1]

یہ نہ خیال کیا جائے کہ آپ پر مصارف کی تنگی ابتدائے زمانے میں تھی اور اخیر میں غنائم اور فئے وغیرہ کی آمدنی سے کچھ تکلیف کم ہو گئی ہو گی، بلکہ اخیر وقت تک عسرت کا وہی حال رہا۔ اور اگرچہ کسی قدر مداخل غنائم اور فئے سے ہونے لگے، لیکن مخارج اس قدر بڑھ گئے تھے کہ کسی طرح پورے نہ ہوتے تھے، اور شب و روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف اٹھانی پڑتی تھی۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں ہم ایک روایت کافی کی پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہو گا کہ بعد حجۃ الوداع کے جو آخری سال آپ کی زندگی کا ہے۔ آپ کی مالی حالت کیسی تھی۔ کتاب مذکور کے جزو سوم کتاب الحجۃ کے باب شصت و چہارم میں جس کا عنوان مانص اللہ ورسولہ علی الائمہ واحدا وحدا ہے۔ ایک طویل حدیث امام جعفر صادق ؑ سے درج ہے۔[2] جس میں یہ لکھا ہے کہ جب رسول خدا حجۃ الوداع سے لوٹے اور مدینے میں داخل ہوئے تو انصار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ خداوند تعالیٰ نے ہم کو یہ عزت بخشی کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لائے اور اپنے آنے سے ہم کو مشرف کیا۔ اور آپ کی بدولت خدا نے ہمارے دوستوں کو خوش اور ہمارے دشمنوں کو ذلیل کیا۔ آپ کے پاس باہر سے ایلچی آتے ہیں اور آپ کے پاس اتنا بھی نہیں ہوتا کہ آپ ان کو کچھ عطا فرما دیں اس پر آپ کے دشمن ہنستے ہیں اور شماتت کرتے ہیں۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ آپ ایک تہائی مال ہمارا قبول فرمایئے تاکہ آپ اسے ایلچیوں کی مدارات اور دعوت اور تحف

---

[1] یہ دنیا کا جینا تو یہی ہے جی بہلانا اور کھیلنا، اور پچھلا گھر جو ہے، سو یہی ہے جینا، اگر یہ سمجھ رکھتے ۱۲ موضح پارہ ۲۱ سورہ عنکبوت۔ رکوع ۷۔ [2] اصل عبارت یہ ہے۔ فلما رجع رسول اللہ من حجۃ الوداع الی قولہ فلما قدم المدینہ الانصار فقالوا یارسول اللہ۔ ان اللہ شرفنا بک وبنزولک فقد فرح اللہ لعدیقنا وکبت عدونا وقد ناتیک وفود فلا تجد ما تعلیھم فیشمت بک العدو فنحب ان تاخذ ثلث اموالنا۔ حتی اذا قدم الیک وفد مکۃ وجدت ما تعطیھم فلم یرد رسول اللہ شیئا وکان ینتظر ما یاتیہ من ربہ فنزل علیہ جبریل ؑ وقال قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ الخ ۱۲ کافی کتاب الحجۃ۔

اور ہدایا میں خرچ کریں۔ آپ نے یہ سن کر انتظار فرمایا اور جبریل امین یہ آیت لائے۔
قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى الآیۃ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب زمانہ وفات تک آپ کو استطاعت معمولی مصارف کے ادا کرنے کی بھی نہ تھی تو کیونکر سمجھ میں آسکتا ہے کہ ایسی تنگی کے زمانے میں اور ایسی تکلیف کے وقت میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فئے کے مال میں سے ایک بڑی جاگیر جس کی آمدنی ستر ہزار دینار کی ہو، وہ اپنی بیٹی کو بخش دیں۔ اور ان تکالیف کا کچھ لحاظ نہ کریں۔ اگر حضرات شیعہ یہ کہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آیندہ کے خیال سے یہ جاگیر حضرت فاطمہؓ کو بخش دی تھی، مگر آمدنی اس کی آپ ہی صرف فرماتے اور خود حضرت سیدہ قوت مالایموت کے بقدر رکھ کر سب فی سبیل اللہ خرچ کر دیا کرتیں مگر یہ جواب قابل اطمینان نہ ہوگا۔ اس لئے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر منظور نہ تھا کہ حضرت فاطمہؓ اس سے متمتع ہوں یا فراغ حاصل کریں تو ضرورت ہی کیا تھی کہ نام کے لئے جاگیر ان کے نام کر دیتے۔ اور آئندہ کے خیال سے اپنے اس عمل سے ایک ایسا نمونہ قائم کرتے جو بظاہر نبوت کی شان کے خلاف تھا۔ اور نیز آئندہ کے خیال سے ستر ہزار دینار کی جاگیر دینے کا آپ کو خیال کیوں ہوتا۔ جب کہ خود خداوند تعالیٰ نے آپ سے فرمایا ہو جیسا کہ خود شیعوں کی روایت سے ظاہر ہے کہ یا احمد[1] ان احببت ان تکون اورع الناس فازھد فی الدنیا وارغب فی الآخرۃ وخذ من الدنیا خفا من الطعام والشراب واللباس ولا تدخر لغد واجعل نومک صلوۃ وطعامک الجوع وقال اللہ یا احمد ان المحبۃ للفقراء والتقرب الیھم قال یارب ومن الفقراء قال رضوا بالقلیل وصبروا علی الجوع وشکروا

---

[1] یعنی اے احمد اگر تم یہ چاہتے ہو کہ لوگوں میں سب سے زیادہ متقی ہو تو دنیا کو چھوڑ دو اور آخرت کی رغبت کرو۔ اور طعام و پانی و لباس دنیا کی اشیاء سے کم حاصل کرو۔ اور کل کے لئے جمع مت کرو۔ اپنی نیند کو نماز کرو اور بھوک اپنا طعام اور کہا اللہ تعالیٰ نے کہ اے احمد فقراء کی محبت اور ان سے تقرب اختیار کرو۔

آپؐ نے عرض کیا کہ فقرا کون لوگ ہیں فرمایا وہ ہیں، جو تھوڑی شے پر راضی ہوں اور بھوک پر صبر کریں اور فراخی میں شکر کریں اور اپنی بھوک اور پیاس کی شکایت نہ کریں ۱۲ ناسخ التواریخ کتاب اول از کتاب دوم صفحہ ۴۴۷

Marfat.com

علی الرخاء ولم یشکوا جوعھم ولا ظماھم اور نیز من لا یحضرہ الفقیہ میں منجملہ اُن وصایا کے جو آپ نے حضرت علیؓ کو کی تھیں۔ ایک یہ وصیت بھی لکھی ہے۔ یا علی ثلاث من حقائق الایمان الانفاق من الاقتار وانصافک الناس من نفسک وبذل العلم للمتعلم اور نیز یہ حدیث بھی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ تکون امتی فی الدنیا علی ثلاثۃ اطباق اما الطبق الاول فلا یحبون جمع المال وادخارہ ولا یسعون فی اقتناء واحتکارہ وانما رضوا من الدنیا بسد جوعۃ وستر عورۃ وغناھم فیھا ما بلغ بھم الاخرۃ فاولئک الامنون الذین لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔ یعنی میری امت دنیا میں تین قسم کی ہو گی اول وہ کہ جمع مال اور ثروت کو پسند نہ کریں گے اور دنیا کی اشیا سے صرف بقدر سد جوع اور ستر عورت کی کفایت کریں گے اور دولت عقبیٰ کو شرط اغنا جانیں گے یہی لوگ ایمان والے ہیں جن پر نہ کچھ خوف اور غم ہوگا۔

اگر بالفرض ہم ان باتوں میں سے کسی بات کو خیال میں نہ لائیں اور یہ سمجھ کر کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ کا خیال فرما کر اور خلیفوں کے ظلم وستم سے جس کا علم ان کو شیعوں کے قول کے موافق تھا۔ اندیشہ کر کے حضرت فاطمہؓ کو فدک دے دیا ہو اور اس سے گو یہ مقصود نہ ہو کہ وہ خود اپنی ذات میں اسے صرف کریں، بلکہ آپ کو اطمینان تھا کہ وہ سب خدا کی راہ میں خرچ کر دیا کریں گی۔ مگر عزت اور حرمت قائم رکھنے کے لئے فدک کا دینا مصلحتاً مناسب جانا ہو۔ مگر سیرت نبوی اس خیال کو ہمارے دل میں آنے نہیں دیتی۔ اس لئے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کا برتاؤ اپنے عزیزوں کے ساتھ کیا تھا اور ان کے لئے کچھ آئندہ کی فکر نہیں فرماتے تھے۔ اور کسی خیال سے بھی زہد اور توکل اور ایثار علی النفس کے سوائے کچھ اُن کے واسطے جمع نہ کرتے تھے تو ہمارے خیال میں کسی طرح نہیں آتا کہ آپ نے کسی خیال سے بھی ایسی بڑی جاگیر اپنی بیٹی کو عطا کر دی ہو۔ جب ہم آپ کی سیرت پر غور کرتے ہیں تو آپ کی ساری زندگی میں ہم یہی دیکھتے ہیں کہ آپ نے توکل اور ایثار علی النفس کا خود اپنی ذات سے ایک عمدہ نمونہ قائم کیا اور اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو بھی اس کا عمدہ سبق سکھلایا۔ اگر خمس ملا تو اس میں سے صرف بقدر قوت لایموت کے اپنے اور اپنے عزیزوں کے لئے لے کر

باقی سب خدا کی راہ میں صرف کر دیا۔ اور ملکی مصالح اور جہاد کی ضرورتوں میں صرف فرمایا اگر فئے میں سے کوئی جائداد ہاتھ آئی تو اس کی آمدنی بھی خدا کی ہی راہ میں خرچ کی۔ نہ یہ کہ شیعوں کے عقیدے کے مطابق ہم آپ کی سیرت میں یہ پاتے ہوں کہ اگر خمس ملا تو وہ بھی اپنے رشتہ داروں کے لئے مخصوص کر دیا۔ اگر فئے میں سے بڑی آمدنی کی جائداد ہاتھ آئی تو وہ بھی اپنے ہی پیاروں کو دے دی۔ اور ایسے وقت میں جب کہ مصیبت اور تنگی چاروں طرف سے مسلمانوں کو گھیرے ہوئے تھی اور ہر جانب سے الجوع الجوع کی صدا آ رہی تھی۔ ایک طرف تو مسلمان بے سواری کے پیادہ پا جہاد کو چلے جاتے تھے۔۔ دوسری جانب سے اصحاب صفہ اور فقرا اور مساکین پر دو دو روز کے فاقے ہوتے تھے۔ نہ ان کے بدن پر کپڑا تھا کہ ستر عورت کرتے۔ اور نہ ان کے پاس ہتیار تھے کہ جہاد میں شریک ہو تے۔ ایسی حالت میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور پیغمبر بھی ایسے پیغمبر جو دنیا کو ترک دنیا کی تعلیم دے رہے ہوں اور ایثار علی النفس کا سبق خلق خدا کو سکھا رہے ہوں۔ اس فکر میں کہ اُن کے رشتہ داروں کو آئندہ تکلیف نہ ہو اور ان کے بچے اُن کے بعد تکلیف نہ اُٹھائیں اور اس خیال سے ستر ہزار دینار کی جاگیر ان کے لئے علیحدہ کر دیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ باتیں آپ کی سیرت مبارک سے کیونکر مطابق ہوں گی اور نبوت کی شان اس سے کیونکر ظاہر ہو گی اور دنیا پر آپ کی نبوت کا عمدہ اثر کیونکر پڑے گا۔

اب رہا یہ امر کہ آیا سیرت نبوی وہی تھی جس کا ہم نے نقشہ کھینچا۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ شیعوں اور سنیوں کی کتابیں اس سے بھری پڑی ہیں۔ اور کوئی بات اس کے خلاف معلوم نہیں ہوتی چنانچہ اور باتوں کو جانے دو وہ معاملہ جو خود حضرت فاطمہؓ سے پیش آیا اسی سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی تصدیق میں ہم چند روایتیں لکھتے ہیں۔

(۱) کتاب قرب الاسناد میں امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جناب امیر المومنین اور حضرت فاطمہؓ پیغمبر خدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ گھر کی خدمت باہم ان کی تقسیم کر دی جائے۔ آپ نے گھر کے اندر کا کام حضرت فاطمہؓ کے اور باہر کا جناب امیر کے متعلق کیا فقط۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ گھر اور باہر کا کام خود دونوں

Marfat.com

حضرات کرتے تھے۔ کوئی خادم یا خادمہ بہت دنوں تک مدد دینے کے لیئے بھی نہ تھے۔

(۲) کتاب علل الشرائع میں حضرت امام حسنؑ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی والدہ فاطمہ رضہ کو دیکھا کہ جمعے کی شب کو محراب میں کھڑی نماز پڑھ رہی ہیں اور صبح تک رکوع اور سجود فرماتی رہیں۔ بعد ختم نماز کے آپ نے مومنین و مومنات کے لیئے دعا کی تو میں نے کہا کہ اے مادر مہربان آپ اپنے لیئے کچھ دعا کیوں نہیں مانگتیں حضرت سیدہ نے جواب دیا کہ یا بنی الجار ثم الدار اول ہمسایہ کا کام کرنا چاہیئے پھر اپنا فقط۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود حضرت سیدہ کو ایثار علی النفس کا درجہ یہاں تک حاصل تھا کہ اپنے کام پر ہمسائے کے کام کو مقدم سمجھتی تھیں۔ اور ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتی تھیں۔

(۳) علل الشرائع میں حضرت امیر المومنین رضہ سے مروی ہے کہ آپ نے قبیلۂ بنی سعد کے ایک آدمی سے کہا کہ میں تمہیں اپنے اور فاطمہ رضہ کے حال سے خبر دیتا ہوں کہ ان کو پیغمبر خدا صلعم سب سے زیادہ چاہتے تھے اور اس پر وہ سارا گھر کا کام خود کرتی تھیں۔ یہاں تک آپ نے پانی کے گھڑے اٹھائے کہ آپ کے سینہ مبارک پر اس کا نشان پڑ گیا۔ اور یہاں تک چکی پیسی کہ آپ کے دست ہائے مبارک کی کھال سخت پڑ گئی۔ اور یہاں تک گھر میں جھاڑو دی کہ آپ کے سب کپڑے غبار آلودہ ہو جاتے اور کھانا پکانے کے لیئے اس قدر آگ سلگانے کی محنت فرمائیں کہ اس کے دھوئیں سے آپ کے کپڑے سیاہ ہو جاتے۔ اسی طرح ہر قسم کی تکلیف آپ اٹھاتیں۔ تب میں نے آپ سے کہا کہ اگر تم اپنے باپ کے پاس جاؤ اور ایک خادم مانگو تو کسی قدر تمہاری یہ تکلیف کم ہو جائے۔ اس پر وہ پیغمبر خدا کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ مگر آپ کو لوگوں سے بات چیت کرتے دیکھ کر مارے شرم کے واپس چلی آئیں۔ حضرت رسول خدا صلعم سمجھ گئے کہ فاطمہ رضہ کسی غرض سے آئی تھیں اور بے کہے لوٹ گئیں۔ دوسرے دن آپ تشریف لائے اور پوچھا کہ اے فاطمہ رضہ کل تم کس غرض سے آئی تھیں۔ یہ سن کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ایک خادم کے مانگنے کے لیئے آئی تھیں تا کہ اس محنت اور تکلیف سے جو ان کو پانی بھرنے اور چکی پیسنے اور جھاڑو دینے میں ہوتی ہے کچھ نجات ملے۔ یہ سن کر

Marfat.com

رسول اللہ صلعم نے فرمایا، کیا میں تم دونوں کو وہ چیز نہ بتا دوں جو خادم سے تم دونوں کے حق میں بہتر ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ ۳۳ دفعہ سبحان اللہ اور ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھا کرو، اس پر تین دفعہ حضرت فاطمہ رضؓ نے کہا۔ رضیت عن اللہ و رسولہ کہ میں خدا اور اس کے رسول سے راضی ہوئی۔ فقط اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اس محبت کے جو انہیں حضرت فاطمہ رضؓ کے ساتھ تھی اور باوجود دیکھنے اس تکلیف اور محنت کے جو انہیں گھر کے کام کاج کرنے میں ہوتی تھی، نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان غریبوں اور مسکینوں کو چھوڑ کر اپنے اہل وعیال کے لئے آسائش کا سامان مہیا کردیں اور ایسے وقت میں جب کہ اور بہت سے ضروری کام درپیش تھے اور مسلمان مفلس و محتاج۔ تو آپ اپنی بیٹی کو ایک خادم دیتے شان نبوت یہی تھی، اور رسالت کی تصدیق اور اہل بیت کی عظمت اور آل رسول کے مکارم اخلاق کا ثبوت انہیں باتوں سے ہوتا ہے۔

(۴) کتاب عیون الاخبار میں حضرت امام زین العابدین رضؓ سے روایت ہے کہ اسما بنت عمیس کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا صلعم حضرت فاطمہ رضؓ کے پاس تشریف لائے اور اُن کی گردن میں ایک گلوبند سونے کا دیکھا جسے علی بن ابی طالبؑ نے فئے میں سے ان کے لئے خریدا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہؓ سے فرمایا کہ لے فاطمہؓ کیا لوگ نہ کہیں گے کہ فاطمہ رضؓ محمدؐ کی بیٹی جابرہ یعنی مغرور امیروں کا سا زیور پہنتی ہے یہ سنتے ہی حضرت فاطمہ رضؓ نے اسی وقت اُسے توڑ دیا اور بیچ ڈالا۔ اور اس سے ایک غلام خرید کر کے اُسے آزاد کر دیا۔ اس بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوش ہوئے۔

(۵) کافی میں زرارہ امام باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب آپ سفر کا ارادہ کرتے تو اپنے ہر ایک گھر والے سے رخصت ہوتے۔ مگر سب سے آخر حضرت فاطمہؓ کو الوداع کہتے اور انہیں کے گھر سے سفر کو تشریف لے جاتے اور جب سفر سے واپس آتے تو پہلے حضرت فاطمہ کے دیکھنے کو تشریف لاتے۔ ایک وقت

Marfat.com

ایسا ہوا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر پر گئے اور جناب امیرؓ نے فئے سے کچھ حصہ پایا اور اُسے فاطمہؓ کو دے دیا اور پھر خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ جناب امیر کی غیبت میں حضرت فاطمہؓ نے دو کنگن چاندی کے بنائے اور ایک پردہ اپنے دروازے پر لٹکایا جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پھر مدینے میں واپس تشریف لائے اور مسجد سے موافق اپنی عادت کے سیدھے فاطمہؓ کے گھر میں آئے فاطمہؓ خوش خوش آپ کی طرف دوڑیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جوں ہی آپ کے ہاتھ میں وہ کنگن دیکھے اور دروازے کے پردے پر نظر کی ویسے ہی بغیر اس کے کہ بیٹھیں واپس تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہؓ اسے دیکھ کر رونے لگیں اور سوچیں کہ ان چیزوں سے پہلے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت نہ تھی۔ اس لئے فوراً پردے کو دروازے سے اُتار لیا اور دونوں کنگن ہاتھ سے نکال لئے اور حسنینؓ کو بلا کر ایک کے ہاتھ میں کنگن اور دوسرے کے ہاتھ میں پردہ دیا اور فرمایا کہ اسے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ اور بعد سلام کے میری طرف سے عرض کرو کہ آپ کے پیچھے ان چیزوں کے سوا ہم نے کچھ نہیں بنایا ہے اب یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہیں جو چاہیے کیجئے۔ جب حسنینؓ ان چیزوں کو لے کر پہنچے اور اپنی ماں کا پیغام ادا کیا، تو آپ نے دونوں کے منہ چومے اور زانوئے مبارک پہ بٹھلا لیا اور حکم دیا کہ دونوں کنگن چاندی کے توڑ دیئے جائیں اور پھر اہل صفہ کو جو منجملہ مہاجرین کے تھے اور مسجد نبوی کے حجرے میں بوجہ مسکینیت اور نہ ہونے گھر کے پڑے رہتے تھے، بلایا اور ان پر وہ چاندی کے ٹکڑے تقسیم کر دیئے۔ پھر انہیں اصحاب صفہ میں سے ایک آدمی کو کہ ننگا تھا جس کے پاس کوئی کپڑا بدن چھپانے کے لئے بھی نہ تھا۔ آگے بلایا اور اس دروازے کے پردے میں سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر اُسے دیدیا اور اسی طرح ہر ایک کو تھوڑا تھوڑا باندازہ کمر اور ستر عورت کے ایک ایک پارچہ اس پردے کا عنایت کیا، اور پھر آپ نے فرمایا کہ خدا رحمت بھیجے فاطمہؓ پر اور ان کو حلہائے جنت عطا کرے، بعوض اس بخشش کے جو انہوں نے کی، اور بعوض اس پردے کے جس سے چند مسلمانوں کی ستر پوشی ہوئی اور جنت کا زیور پہنائے، بعوض ان کنگنوں کے جو انہوں نے غربا میں تقسیم کئے۔

جس طرح پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو خادمہ کے مانگنے کے بدلے

Marfat.com

تسبیح سکھائی اور اسے نعم البدل دنیاوی آرام کا بتایا۔ یہی معاملہ آپ نے اپنے دوسرے عزیز جعفر طیار رض کے ساتھ بھی کیا اور اس کا قصہ یہ ہے کہ جس دن خیبر فتح ہوا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رض جو مکے سے حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے آئے۔ اور یہ ایک عمدہ اتفاق تھا کہ اُن کا آنا اور خیبر کا فتح ہونا ایک ہی دن ہوا۔ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر کی فتح اور اسی کے ساتھ جعفر بن ابی طالب رض کے آنے کا مژدہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان دونوں خوشیوں میں سے کس کو ترجیح دوں، جعفر کے آنے کو یا خیبر کے فتح ہونے کو۔ جب جعفر رض آپ کے پاس پہنچے آپ نے اُٹھ کر ان کو گلے لگایا اور ان کی آنکھوں کو چوما اور فرمایا کہ اے جعفر کیا تمہیں کچھ نہ دوں اور کیا میں تمہیں کچھ عطا نہ کروں۔ جعفر رض نے کہا ضرور، یا رسول اللہ ص۔ اس پہ لوگوں نے گمان کیا کہ آپ ان کو سونا چاندی دیں گے اور لوگ مشتاق ہوئے کہ دیکھیں آپ کیا عطا فرماتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا اے جعفر میں تم کو ایسی نماز نہ سکھاؤں کہ اگر تم اُسے پڑھو اور گو تم جہاد سے بھی بھاگ گئے ہو اور مثل سمندر کے جھاگ کے گناہ ہوں، تب بھی وہ اس کے پڑھنے سے بخش دیئے جائیں۔ حضرت جعفر رض نے عرض کیا کہ ہاں۔ اس پر آپ نے ان کو وہ نماز سکھائی جو جعفر طیار رض کی صلوٰۃ سے مشہور ہے۔ اس میں چار رکعتیں ہیں دو دو سلاموں سے۔ جس کی پہلی رکعت میں بعد الحمد کے سورہ زلزال اور دوسری میں بعد الحمد والعادیات تیسری میں سورۂ نصر اور چوتھی میں قل ہو اللہ۔ اور بعد قرآن کے ہر رکعت میں پندرہ مرتبہ سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر۔ اور ہر رکوع میں اور سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد اسی کو دس مرتبہ پڑھنے کا ارشاد ہے۔

پس کیا کوئی انصاف پسند آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس برتاؤ کو جو آپ کا اپنے عزیزوں کے ساتھ تھا، دیکھ کر ایک لحظہ کے لئے بھی یہ خیال کر سکے گا کہ وہ پاک رسول ص جو دو چاندی کے کنگن اپنی بیٹی کے ہاتھ میں دیکھ کر ان کے پاس سے چلے آئیں اور اس کا دیکھنا گوارا نہ کریں۔ اور وہ دنیا سے نفرت دلانے والا پیغمبر جو اپنے جگر گوشہ کے دروازے پر ایک پردے کا پڑا ہونا دیکھ نہ سکے اور اسے ناپسند کرے اور وہ زہد و توکل و ایثار علی النفس کی تعلیم دینے والا باپ جو اپنی بیٹی کے پانی بھرنے کے داغ سینہ پہ دیکھ کر اور اس کے مبارک

اور پیارے ہاتھ چکی کے پیسنے سے خستہ دیکھنے پر بھی ایک خادم سے مدد نہ کرے۔ اور اپنے بھائی جعفرؓ کے حبشہ سے واپس آنے پر خیبر کی فتح سے کم خوش نہ ہو اور اس خوشی میں بجائے دراہم ودنانیر دینے کے انہیں خاص نماز کی تعلیم دیں اور اسی کو وہ تمام دنیا کی دولت سے بڑھ کر سمجھے۔ اور وہ نبی اپنی اولاد کی بزرگی اور عزت اور فضیلت کے سامان اسی بات میں دیکھے اور ان کو دنیاوی تکالیف سے روحانی آسایش اور وجدانی اطمینان حاصل کرنے کے لئے عبادت اور تسبیح سکھائے۔ اور اسی کو تمام رنجوں اور مصیبتوں کا نعم البدل سمجھے۔ اور جو کچھ اسے ملے وہ فقرا او رمساکین اور خدا کی راہ اور اعلاء کلمۃ اللہ اور ادائے فرائض جہاد وغیرہ میں صرف کرے۔ اس کی نسبت کوئی یہ گمان کر سکے گا یا اس کی ایسی پاک ذات سے اس بات کی امید ہوگی کہ وہ ایک ایسی بڑی جاگیر جس کی آمدنی ستر ہزار دینار کی ہو وہ اپنی بیٹی کو بخش دے اور سب کو اُنکے حقوق سے محروم کرے۔ لا واللہ لا واللہ لا واللہ ہر گز نہیں ہر گز نہیں۔ اِنْ ھٰذَا اِلَّا اِفْکٌ مُّبِیْنٌ ۔

چونکہ آیہ وآت ذا القربی حقہ کے متعلق ہم پوری بحث کر چکے۔ اس لئے اب ہم اس سے بحث کرتے ہیں کہ آیا فدک حضرت فاطمہ زہراؓ کے قبضے میں تھا۔ اور بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وہ غصب کر لیا گیا۔ اور حضرت سیدہؓ نے اس کا دعویٰ ابوبکر صدیقؓ کے سامنے کیا اور اُن سے شہادت مانگی گئی۔ اور وہ روکی گئی اور فدک اُن کو واپس نہ دیا گیا۔ اس کے متعلق حضرات امامیہ کیا ثبوت ہمارے یہاں کی روایتوں سے پیش کرتے ہیں۔ اور خود اُن کے یہاں اس کے متعلق کیا روایتیں بیان کی گئی ہیں۔

کیا فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قبضے میں تھا

علمائے امامیہ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کیا تو اس کا ہبہ نامہ بھی لکھ دیا اور قبضہ بھی کرا دیا مگر کوئی روایت جس سے ثابت ہو۔ کہ درحقیقت فدک پر حضرت فاطمہؓ کا قبضہ تھا۔ سنیوں کی کتابوں سے پیش نہیں کی گئی۔ مجرد دعویٰ ہی کیا گیا ہے۔ جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ شافی میں فرماتے ہیں کہ صاحب کتاب یعنی قاضی عبدالجبار جو اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ فدک حضرت سیدہ کے قبضے میں تھا

Marfat.com

ہم اس کے اس انکار پر کوئی حجت نہیں دیکھتے۔ اور گو جیسا وہ کہتے ہیں یہ ٹھیک ہے کہ اگر فدک آپ کے قبضے میں ہوتا تو وہ انہیں کا سمجھا جاتا۔ لیکن یہ کیونکر معلوم ہوا کہ وہ اُن کے قبضے سے نہیں نکال لیا گیا۔ اور جب کہ یہ بات طرق مختلفہ سے ثابت ہے کہ آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ کے نازل ہونے پر پیغمبر خدا نے آپ کو فدک دیدیا تو بغیر حجت کے اُس کے آپ کے قبضے میں ہونے سے انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر کوئی ثبوت اس بات کا کہ درحقیقت فدک پر حضرت فاطمہؓ کا قبضہ تھا اور ان کی طرف سے کوئی وکیل انتظام کے لئے مامور تھا اور اس کی آمدنی آپ کے پاس آتی تھی ہمارے یہاں کی کتابوں سے پیش نہیں کیا۔

اور جناب مولانا دلدار علی صاحب نے بھی سوائے قیاسی دلیل کے کوئی روایت عماد الاسلام میں بیان نہیں فرمائی جو کچھ انہوں نے ارشاد فرمایا وہ یہ ہے۔ المسئلۃ الثانیۃ ان فدک کانت فی ید فاطمۃ یدل علیہ اطباق الامامیۃ وروایاتھم کما مرت وایضا یدل علیہ انک قد عرفت ان روایات العامۃ والامامیۃ تدل ان النبی کان مامورا باعطاء فاطمۃ فدک وکان واجبا علیہ ان یرفع یدہ عنہا ویجعلہا تحت ید فاطمۃ وعقد الھبۃ بدون تسلیم فدک لہا لایصح ولا یخرج رسول اللہ عما فی ذمتہ من اداء امر اللہ تعالیٰ لان الھبۃ بدون القبض والتسلیم کلاھبۃ وایضا یدل علیہ ما مر من عبارۃ علمائھم المسطور فی الطرائف وایضا یدل علی کون فدک فی ید فاطمۃ انہ استشھد ابوبکر فاطمۃ علی ما ادعتہ من النحلۃ فلو لم یکن فی یدھا لکان الاستشھاد عبثا لانہ معلوم ان الھبۃ بدون القبض کلاھبۃ لم کان کافیا لابی بکر ان یقول انک وان کنت صادقۃ فی ذلک لکنک تعلمین ان الھبۃ بدون القبض لاتفید بل کان ھذا اولی لان فی الاستشھاد من بنت رسول اللہ ورد شھادۃ امرأتین من اھل الجنۃ قباحۃ لایقدر احد علی اخفائہا یعنی دوسرا مسئلہ اس بیان میں ہے کہ فدک حضرت فاطمہؓ کے قبضے میں تھا اور اس پر تمام امامیہ متفق اور ان کی روایتیں اس پر شاہد ہیں اور نیز یہ بات بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ کہ سنیوں اور شیعوں کی روایت سے یہ معلوم ہو چکا کہ پیغمبر مامور تھے کہ حضرت فاطمہؓ کو

Marfat.com

فدک عطا کریں اور ان پر واجب تھا کہ اپنا قبضہ اُٹھا کر اُسے فاطمہ رض کے قبضے میں دے دیں کیونکہ عقد ہبہ بغیر اس کے کہ فدک فاطمہ رض کو تسلیم کردیا جائے پورا نہیں ہو سکتا تھا اور نہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تعمیل حکم الٰہی سے بغیر اس کے سبکدوش ہو سکتے تھے۔ اس لئے کہ ہبہ بغیر قبض و تسلیم کے مثل ہبہ نہ کرنے کے ہے۔ اور سوا اس کے اس بات کے ثبوت میں وہ بھی ہے جو سینوں کے علماء کی عبارت سے طرائف میں بیان کیا گیا ہے۔ اور نیز قبضہ فدک کی یہ بھی دلیل ہے کہ ابو بکر نے فاطمہ رض سے شہادت مانگی اگر فدک آپ کے قبضے میں نہ ہوتا تو شہادت کا طلب کرنا عبث ہوتا۔ اس لئے کہ یہ بات معلوم ہے کہ ہبہ بغیر قبض کالعدم ہے۔ اور ایسی حالت میں ابوبکر کو یہ کہہ دینا کافی تھا کہ گو آپ اپنے دعویٰ میں سچی ہیں، مگر اتنا تو آپ بھی جانتی ہیں کہ ہبہ بغیر قبض کے مفید نہیں۔ اور یہ کرنا بہ نسبت طلب اور رد کرنے شہادت کے بہتر تھا، فقط اس میں جناب مجتہد صاحب نے کچھ اشارہ طرائف کی طرف کیا ہے مگر وہ کتاب بھی اس وقت ہمارے سامنے ہے اس میں کوئی روایت بھی ہمارے یہاں کی منقول نہیں ہے جس سے فدک پر حضرت فاطمہ رض کے قبضے کا ثبوت ہوتا ہو اگر کوئی روایت اس میں ہوتی تو ہم ضرور جہاں طرائف کی روایتوں کا ذکر ہے، وہاں اُسے بیان کرتے۔ اگر کسی کو شک ہو تو وہ طرائف دیکھے اور کوئی ایک روایت بھی اس میں سے اس کے متعلق پیش کرے۔

حضرت مجتہد صاحب قبلہ کا کسی روایت کا نقل نہ کرنا خود ظاہر کرتا ہے کہ کوئی روایت متعلق قبضۂ فدک کے انہوں نے نہیں پائی، اگر جھوٹی سچی قوی یا ضعیف اصلی یا وضعی کوئی بھی وہ روایت پاتے اُسے نقل کرنے سے نہ چھوڑتے۔ رہا یہ قیاس آپ کا کہ اگر حضرت فاطمہ رض کا قبضہ نہ کرا دیا ہوتا تو عقد ہبہ کیونکر پورا ہوتا، کیونکہ بغیر قبضے کے ہبہ کا ہونا نہ ہونا برابر ہے، اس بنیاد پر تھا کہ آیہ واٰت ذا القربیٰ حقہ کے نازل ہونے پر فدک حضرت فاطمہ رض کو دے دیا گیا۔ مگر جب ہم نے اس بنیاد ہی کا باطل ہونا ثابت کر دیا تو جو کچھ آپ نے یہ قیاس لگایا تھا وہ بھی باطل ہو گیا اور قبضہ کا نہ ہونا اس وجہ سے ہمارے بیان کا مؤید ہوا اس لئے کہ اگر حقیقت میں آپ نے فدک ہبہ کر دیا ہوتا تو ضرور حضرت فاطمہ رض اس پہ قابض ہوتیں اور قبضہ ایک

Marfat.com

ایسی جاگیر پر جس کی آمدنی چالیس یا ستر ہزار دینار کی ہو اور تین چار برس تک حضرت فاطمہؓ اس پر قابض رہی ہوں اور ان کے کارندے اس پر مامور ہوں اور جاگیر کی آمدنی اور غلہ ان کے پاس آتا رہا ہو ایسا معاملہ نہ تھا کہ وہ پوشیدہ رہتا یا کسی کے چھپائے چھپ سکتا بلکہ شہادت وغیرہ پیش کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ اگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے شہادت طلب فرمائی ہوتی تو اس کا یہ جواب کافی تھا کہ القبض دلیل الملک اور اسی کو آپ مہاجرین و انصار کے سامنے نہایت مدلل طور پر بیان فرما سکتی تھیں کہ خلیفہ وقت کا ظلم و ستم میرے اوپر دیکھو کہ کل تک جس جاگیر پر میرا قبضہ تھا اور جس کا محاصل میرے پاس آتا تھا اسے انہوں نے غصب کر لیا اور میرا قبضہ اٹھا دیا اور مجھ سے شہادت مانگتے ہیں کیا قبضے سے بڑھ کر کوئی شہادت ہو سکتی ہے۔ اور کیا میرا قبضہ کوئی پوشیدہ امر تھا۔ کیا آپ کے اس ارشاد سے صحابہ پر اثر نہ ہوتا اور وہ خلیفۂ وقت کے حکم کو ظالمانہ اور جابرانہ نہ سمجھتے۔ اور بالفرض اُن سب نے ستانے ہی پر کمر باندھی تھی اور سب اس ظلم کرنے پر آمادہ یا شریک تھے تو آپ کی حجت تو ختم ہو جاتی۔ جب کہ ایسی بڑی شہادت ہوتے ہوئے آپ نے پیش نہیں فرمائی اور قبضے پر زور نہیں دیا اور اپنے تصرف کا اظہار نہیں فرمایا تو یہ امر خود اس بات کے لئے کافی ہے کہ حقیقت میں قبضہ آپ کا فدک پر ہوا ہی نہ تھا اور جب قبضہ نہ تھا تو ہبہ کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔

آیا فدک کے ہبہ کا دعویٰ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے کیا یا نہیں!!

جتنی کتابیں امامیہ کی ہم نے اوپر بیان کی ہیں ان سب پر ہم ایک نظر ڈالتے ہیں کہ ان میں متعلق اس دعویٰ کے حضرات علمائے امامیہ نے ہماری طرف سے کیا ثبوت پیش کیا ہے۔

شافی میں بجواب مغنی کے جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا مضمون زیادہ تر یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ فدک کے دعوی میں حق پر تھیں اور ان کا مانع اور شہادت کا طلب کرنے والا خطا پر۔ کیونکہ بوجہ

Marfat.com

معصومہ ہونے کے آپ شہادت کی محتاج نہ تھیں، مجرد آپ کا دعوٰی ہی کافی تھا اور پھر آپکی عصمت پر قرآنی شہادت آیہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا سے پیش کی ہے اور خزیمہ ذوالشہادتین کا قصہ نقل کرکے بہت پُر درد تقریر میں اس بات کو بیان کیا ہے کہ کیا حضرت فاطمہؓ ان سے بھی کم تھیں۔ اور کیا سوائے حق کہنے کے دوسرا شبہ ان کی طرف ہو سکتا تھا۔ مگر کوئی صحیح روایت کہ جس سے یہ ثابت ہوتا کہ آپ نے فدک کے ہبہ کا دعوٰی کیا اور اس پر شہادت طلب کی گئی پیش نہیں فرمائی۔ البتہ دو بے سروپا روایتیں پیش کی ہیں مگر ان کی نسبت بھی یہ نہیں لکھا کہ وہ کس کتاب سے انہوں نے لی ہیں بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایتیں خود شیعوں کی ہیں۔

چنانچہ پہلی روایت جو صفحہ ۲۳۵ شافی مطبوعہ ایران میں درج ہے یہ ہے کہ مروی ہے[1] کہ جب امیرالمومنین علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی گواہی دی تو ابوبکر نے ان کو فدک دینے کو لکھ دیا اور عمر نے ان کے حکم پر اعتراض کرکے اس کو پھاڑ ڈالا چنانچہ ابراہیم بن محمد ثقفی نے روایت کی ہے ابراہیم بن میمون سے اور اس نے عیسٰی بن عبداللہ بن عمر بن علی بن ابی طالب سے اور عیسٰی نے اپنے باپ عبداللہ سے اور عبداللہ نے اپنے باپ محمد سے اور محمد نے اپنے دادا علی بن ابی طالب سے کہ فاطمہؓ ابوبکر کے پاس آئیں اور فرمایا کہ میرے باپ نے مجھے فدک دیا تھا اور اس کے گواہ علی اور ام ایمن ہیں۔

---

[1] اصل عبارت یہ ہے وقد روی ان ابابکر لما شہد لہا امیرالمومنین کتب بتسلیم فدک الیہا فاعترض عمر قضیتہ فخرق ما کتبہ روی ابراہیم ابن محمد الثقفی عن ابراہیم بن میمون قال حدثنا عیسے بن عبداللہ بن محمد ابن عمر بن علی بن ابی طالب عن ابیہ عن جدہ عن جدابیہ علی قال جاءت فاطمہ الی ابی بکر وقالت ان ابی اعطانی فدک وعلی یشہد و ام ایمن قال ماکنت تقولی الا الحق نعم قد اعطیتک ایاہا ودعا بصحیفۃ من ادیم فکتب لہا فیہا فخرجت فلقیت عمر فقال من این جئت یا فاطمۃ قالت من عند ابی بکر اخبرتہ ان رسول اللہ اعطانی فدکا وعلی یشہد وام ایمن فاعطانیہا وکتبہا لی فاخذ عمر منہا الکتاب ثم رجع الی ابی بکر فقال اعطیت فاطمۃ فدکا وکتبت بہا لہا قال نعم قال عمر علی یجرالی نفسہ وام ایمن امراۃ وبصق فی الصحیفۃ ومحاہا وقد روی ہذا المعنی من وجوہ مختلفۃ من ارادالوقوف علیہا واستقصاہا اخذہا من مواضعہا ولیس لہم ان یقولوا انہا اخبار احاد ران کانت کذلک فاقل احوالہا ان یوجب الظن ویمنع من القطع علی خلاف معناہا ۱۲ شافی۔

ابوبکر نے کہا کہ آپ بھی تو سچ ہی فرماتی ہیں اچھا میں اس کو آپ کو دیتا ہوں اور پھر ایک چمڑے کا کاغذ منگا کر اس پر لکھ دیا۔ وہاں سے فاطمہؑ نکلیں تو عمر سے ملاقات ہوئی۔ عمر نے کہا کہ آپ کہاں سے آتی ہیں، آپ نے فرمایا کہ ابوبکر کے پاس سے۔ میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ رسول اللہؐ نے مجھے فدک دے دیا تھا اور علی اور ام ایمن اس کے گواہ ہیں تو ابوبکر نے فدک مجھے دے دیا اور وثیقہ لکھ دیا عمر ان سے اس وثیقہ کو لے کر ابوبکر کے پاس لوٹ کر آئے اور کہا کہ تم نے فاطمہؑ کو فدک دے کر وثیقہ بھی لکھ دیا ابوبکر نے کہا ہاں، عمر نے کہا علی تو اپنے ہی لئے چاہتے ہیں اور ام ایمن صرف ایک عورت ہے اور وثیقہ پر تھوک کر اس کو مٹا دیا۔ یہ روایت مختلف طور سے مروی ہے جو شخص معلوم کرنا چاہے وہ دوسری کتابوں میں دیکھے۔ اہل سنت یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ از اخبار احاد ہے۔ اور اگر ہو بھی تو کم سے کم اس کا حال یہ تو ہوگا کہ ظن کے موجب ہوگی اور اپنے خلاف مضمون کے یقینی ہونے کی مانع ہو گی انتہٰی۔

دوسری روایت عمر بن عبد العزیز کی رد فدک کے متعلق ہے جیسا[1] کہ فرماتے ہیں کہ محمد بن زکریا غلابی اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہیں اور ان کے شیوخ ابو المقدام ہشام بن زیاد مولی آل عثمان سے کہ ہشام کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو انہوں نے

---

[1] اصل عبارت یہ ہے وقد روی محمد بن زکریا الغلابی عن شیوخہ عن ابی المقدام ہشام بن زیاد مولی آل عثمان قال لما ولی عمر بن عبد العزیز رد فدک علی ولد فاطمۃ وکتب الی والیہ علی المدینۃ ابی بکر عمرو بن حزم یامرہ بذالک فکتب الیہ ان فاطمۃ قد ولدت فی آل عثمان وآل فلان وآل فلان فکتب الیہ اما بعد فانی لو کنت کتبت الیک امرک ان تذبح شاۃ لسألتنی جماء او قرناء او کتبت الیک ان تذبح بقرۃ لسألتنی ما لونہا فاذا ورد علیک کتابی ہذا فاقسمہا بین ولد فاطمۃ من علی قال ابو المقدام فنقمت بنو امیۃ ذلک علی عمر بن عبد العزیز دعا بنوہ فیہ وقالوا لہ ہجنت فعل الشیخین وخرج الیہ عمر بن عبس فی جماعۃ من اہل الکوفۃ فلما عاتبوہ علی فعلہ قال انکم جہلتم وعلمت ونسیتم وذکرت ان ابا بکر محمد بن عمرو بن حزم حدثنی عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ قال فاطمۃ بضعۃ منی یسخطنی ما یسخطہا ویرضی ما یرضیہا وان فدک کانت صافیۃ علی عہد ابی بکر وعمر ثم صار امرہا الی مروان فوہبہا لابی عبد العزیز فورثتہا انا واخوتی فسألتہم ان یبیعونی حصتہم منہا فمنہم من باعنی ومنہم من وہب لی حتی استجمعتہا فرأیت ان اردہا علی ولد فاطمۃ فقالوا ان ابیت الا ہذا فامسک الاصل واقسم الغلۃ ففعل ۱۲ شافی صفحہ ۲۳۶۔

Marfat.com

آل فاطمہؓ پر فدک رد کر دیا۔ اور ابوبکر عمرو بن حزم والی مدینے کو یہ لکھ بھیجا کہ اگر میں تجھ کو یہ لکھوں کہ ایک بکری ذبح کرنا تو تو پوچھا۔ کہ منڈی ہو یا سینگ دار یا یہ لکھوں کہ ایک گائے ذبح کرنا تو تو اس کا رنگ دریافت کرنا۔ جب میرا یہ پروانہ تیرے پاس پہنچے تو فدک کو اولاد فاطمہؓ و علیؓ پر تقسیم کر دے۔ ابوالمقدام کہتے ہیں کہ بنوامیہ نے اس امر سے عمر بن عبدالعزیز پر نہایت شور مچایا اور کہا کہ تم نے شیخین کے فعل کی حقارت کی اور عمر بن عبس ایک لشکر کوفہ کا لے کر ان پر چڑھ آیا۔ جب لوگوں نے بہت غوغا کیا تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ تم لوگ کچھ نہیں جانتے اور میں جانتا ہوں تم کو یاد نہیں، مجھے یاد ہے مجھ سے ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم نے اپنے باپ سے اور ان کے باپ نے ان کے دادا سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہؓ میری جگر پارہ ہے۔ جس سے اسکو رنج پہنچے اس سے مجھ کو پہنچتا ہے اور جس شئے سے وہ خوش ہوئی اس سے میں خوش ہوتا ہوں۔ اور فدک ابوبکر و عمر کے زمانے میں کسی کا نہ تھا۔ پھر مروان اس کا مالک ہوا اور اس نے اس کو میرے باپ عبدالعزیز کو ہبہ کر دیا۔ پھر اس کے وارث میں اور میرے بھائی ہوئے میں نے اُن سے یہ درخواست کی کہ وہ اپنا حصّہ میرے ہاتھ فروخت کر دیں ان میں سے بعض نے میرے ہاتھ فروخت کر دیا اور بعض نے مجھے ہبہ کر دیا۔ یہاں تک کہ میں سب کا مالک ہو گیا اب میں نے بہتری یہ دیکھی کہ میں اس کو اولاد فاطمہؓ پر رد کر دوں۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ اگر تم نے یہ کیا ہے تو اس کی اصل اپنے قبضے میں رہنے دو اور علیؑ کو تقسیم کرادو تو عمر بن عبدالعزیز نے یوں ہی کرا دیا۔

صاحب تلخیص شافی نے بھی انہیں دونوں روایتوں کو بیان کیا ہے۔ مگر انہوں نے بھی منقول عنہ کتاب کا حوالہ نہیں دیا، جس سے معلوم ہو کہ انہوں نے سنیوں کی کسی کتاب سے نقل کیا ہے۔ اور ان دو روایتوں کے نقل کرنے کے بعد بلا حوالہ سند مامون کا قصہ کہ انہوں نے فدک آلِ فاطمہؓ کو واپس کیا لکھا ہے۔ کما قال و مما یدل علی صحۃ دعوٰھا النحل و ان ذلک کان معروفا شائعا ما کان من عمر بن عبد العزیز من ردہ فدک علی ولدھا لما تبین ان الحق کان معھا و کذلک فعل المامون فانہ نصب لھا وکیلا و وکیلا لابی بکر و جلس للقضاء و حکم لھا بذلک و لو لم یکن الامر معروفا کما فعلوا ذلک مع

موضعھم من الخلافۃ وسلطانھم الذی ارادوا حفظ قلوب الرعیۃ وان لایفعلوھا یؤدی الی تنفیرھم ولیس لاحدھم ان ینکر ذلک ویدفعہ لان الامر فی ذلک اظھر من ان یخفی۔ کہ حضرت فاطمہؓ کے دعویٰ ہبہ کی صحت پر دلالت کرنے والی باتوں میں سے ایک عمر بن عبدالعزیز کا قصہ ہے کہ انہوں نے فاطمہؓ کی اولاد کو فدک واپس کر دیا جب کہ ان پر یہ ثابت ہو گیا کہ فاطمہؓ حق پر تھیں اور اسی طرح مامون نے کیا کہ انہوں نے ایک مجلس قائم کی اور اس میں ابوبکر و فاطمہؓ دونوں کی طرف سے وکیل مقرر کئے اور خود فیصلہ کیا اور فدک آل فاطمہؓ کو واپس کیا۔ اگر یہ بات کہ فدک کا دعویٰ فاطمہؓ نے کیا ہے۔ مشہور اور معلوم نہ ہوتی تو باوجود خلیفہ ہونے اور صاحب سلطنت ہونے کے وہ کبھی ایسا نہ کرتے، کیونکہ خیال رعایا کے دلوں کا ان کو کرنا ضروری تھا۔ اور ایسی بات جس سے وہ شور مچاویں، کبھی نہ کرتے۔ اگر ان کے نزدیک وہ بات حق نہ ہوتی۔ اور اس بات کا کوئی انکار تو کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ چھپائے چھپ نہیں سکتی۔ (دیکھو صفحہ ۴۰۹ مطبوعہ ایران)

علامہ حلی نے کتاب کشف الحق میں ایک روایت واقدی کی لکھی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ واقدی[1] اور دوسرے ناقلین اخبار اہل سنت نے روایت اور اخبار صحیحہ میں ذکر کیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیبر کو فتح کیا تو ایک گاؤں یہود کے دیہات سے اپنے لئے خاص کر لیا اور فاطمہؓ کو بحکم خدا دیدیا۔ (جتنا حصہ متعلق ہبہ کے تھا وہ اوپر ہم نقل کر چکے) بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جب ابوبکر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فدک سے فاطمہؓ کو روکا اس پر حضرت فاطمہؓ

---

[1] وروی الواقدی وغیرہ من نقلۃ الاخبار عندہم وذکروہ فی الاخبار الصحیحۃ ان النبی لما افتتح خیبر اصطفی قری من قری الیہود فنزل جبریل بہذہ الآیۃ وآت ذا القربی حقہ فقال محمد ومن ذو القربی وما حقہ قال فاطمۃ تدفع الیہا فدک والعوالی فاستغلتہا حتی توفی ابوہا علیہ الصلوٰۃ والسلام فلما بویع ابوبکر منعہا وکلمتہ فی ردہا الیہا وقالت انہا لی فابی دفعہا الیہا فقال ابوبکر فلا امنعک ما دفع الیک ابوک فاراد ان یکتب لہا کتابا فاستوقفہ عمر بن الخطاب وقال انہا امرأۃ فطالبہا بالبینۃ علی ما ادعت فامرہا ابوبکر فجاءت بام ایمن واسماء بنت عمیس مع علی فشہدوا بذلک فکتب لہا ابوبکر فبلغ ذلک عمر فاخذ الصحیفۃ فمحاہا فحلفت ان لا تکلمہما وماتت وہی ساخطۃ علیہما ۱۲۔ احقاق الحق صفحہ ۱۴۸۔

نے اس کی واپسی کا دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ میرا ہے۔

ابوبکر نے اس کی واپسی سے انکار کیا۔ پھر ابوبکر نے کہا کہ جو آپ کے باپ نے آپ کو دیا ہے اسے میں نہیں روک سکتا اور ارادہ کیا کہ ان کو اس کے متعلق سند لکھ دیں مگر عمر بن خطاب نے ان کو اس سے روکا اور کہا کہ فاطمہؓ ایک عورت ہیں جس بات کا وہ دعویٰ کرتی ہیں اس کے لئے اُن سے شہادت مانگنی چاہیئے اس پر ابوبکر نے شہادت پیش کرنے کا حکم دیا تب حضرت فاطمہؓ ام ایمن اور اسماء بنت عمیس کو مع علیؓ کے لائیں اور ان سب نے شہادت دی۔ تب ابوبکرؓ نے سند لکھ دی مگر جب یہ خبر عمر کو پہنچی تو انہوں نے اس کاغذ کو لے کر مٹا دیا اس پر جناب سیدہ نے قسم کھائی کہ ان دونوں سے بات نہ کریں گی اور ہمیشہ ان سے ناراض رہیں۔

دوسری روایت مامون کی لکھی ہے جس میں کسی کتاب یا سند کا حوالہ نہیں اور وہ یہ ہے جمع المامون الف نفس من الفقہاء وتناظروا وادی بحثہم الی رد فدک علی العلویین من ولدہا فردہا علیہم۔ کہ مامون نے ہزار فقیہوں کو جمع کیا اور فدک کے متعلق مباحثہ کرایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فدک حق فاطمہؓ کا ثابت ہوا اور مامون نے اسے فاطمہؓ کی اولاد کو واپس کر دیا۔

تیسری روایت متعلق قصہ عمر بن عبدالعزیز کے ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل سے بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ابو ہلال عسکری نے کتاب اخبار الاوائل میں ذکر کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز اول ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے فدک فاطمہؓ کے وارثوں کو واپس کیا۔

علامہ فضل بن روزبہان نے اپنی کتاب ابطال الباطل میں جو کشف الحق کے جواب میں لکھی

ل وذکر ابو ہلال العسکری فی کتاب اخبار الاوائل ان اول من رد فدک علی ورثۃ فاطمۃ عمر بن عبدالعزیز وکان معاویۃ قطعہا لمروان بن الحکم وعمر بن عثمان ویزید ابنہ اثلاثا ثم غصب فردہا علیہم السفاح ثم غصبت فردہا علیہم المہدی ثم غصبت فردہا علیہم المامون ثم قال عن ابی ہلال ثم غصبت فردہا علیہم الواثق ثم غصبت فردہا علیہم المستنصر المتحمد ثم غصبت فردہا المعتضد ثم غصبت فردہا الراضی مع ان ابابکر اعطی جابر بن عبداللہؓ عطیۃ ادعاہا علی رسول اللہؐ من غیر بینۃ وحضر جابر بن عبداللہ وذکر ان النبیؐ وعدہ ان یحثولہ ثلاث حثیات من مال البحرین فاعطاہا ذلک ولم یطالبہ البینۃ مع ان العدۃ لا یجب الوفا بہا والہبۃ لکولد مع التصرف توجب التملیک فاقل المراتب انہ کان تجری فاطمہ مجراہما ۱۲

احقاق الحق صفحہ ۱۴۸۔

ہے۔ ان بے بنیاد فصول کی نسبت یہ جواب دیا ہے ۔ واما دعوی فاطمة فلم یصح فی الصحاح ویذکرونها نقلة الاخبار من ارباب التواریخ ومجرد نقلهم لا یصیر سببا للقدح فی الخلفاء ۔ کہ حضرت فاطمہ رض کا دعویٰ کرنا صحاح میں ثابت نہیں ہے اور جو کچھ اہل تواریخ اور ناقلان اخبار ذکر کرتے ہیں فقط ان کے غلط سلط نقل کر دینے سے خلفا پر الزام عائد نہیں ہو سکتا ۔ اس کے جواب میں قاضی نور اللہ تستری نے احقاق الحق میں کوئی مستند روایت پیش نہیں کی اور دو بے سروپا قول نقل کئے ہیں ایک معجم البلدان سے کہ اس میں فدک کے ذکر میں یہ لکھا ہے ۔

وهی التی قالت فاطمة رض ان رسول الله نحلنیها فقال ابوبکر ارید بذلك شهودا ولها قصة ۔ کہ فدک وہی ہے جس کے لئے فاطمہ رض نے دعویٰ کیا تھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہبہ کر دیا ہے اور جس پر ابوبکر نے کہا تھا کہ اس کے لئے شہادت چاہیئے اور اس کا ایک قصہ ہے ۔

دوسرے عمر بن عبدالعزیز اور مامون کے رد فدک کا قصہ مگر اس میں بھی کسی منقول عنہ کتاب یا سند کا ذکر نہیں کیا ۔ مجملا یوں لکھا ہے کہ جب عمر؎ بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انہوں نے عامل مدینہ کو فدک کے واپس کرنے کو اولاد فاطمہ پر لکھ بھیجا پھر فدک خلافت عمر بن عبدالعزیز میں اولاد فاطمہ رض ہی کے قبضے میں رہا جب یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے پھر لے لیا اور پھر بنو امیہ کے ہی قبضے میں رہا ۔ یہاں تک کہ ابوالعباس سفاح خلیفہ ہوا کہ اس نے حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کو دیدیا اور وہی اس کے منتظم رہے اور علویوں میں اس کو تقسیم کرتے رہے ۔ جب منصور خلیفہ ہوا اور اس پر اولاد حسن نے خروج کیا تو اس نے ان سے پھر لے لیا ۔ پھر جب مہدی بن

؎ لما ولی عمر بن عبدالعزیز الخلافة کتب الی عامله بالمدینة یامره برد فدک الی ولد فاطمة فکانت فی ایدیهم ایام عمر بن عبدالعزیز فلما ولی یزید بن عبدالملک قبضها فلم تزل فی ایدی بنی امیة حتی ولی ابوالعباس السفاح الخلافة فدفعها الی الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب فکان هو القیم علیها یفرقها فی بنی علی بن ابی طالب فلما ولی منصور وخرج علیه بنو الحسن قبضها عنهم فلما ولی المهدی بن المنصور الخلافة اعادها علیهم ثم قبضها موسی الهادی ومن بعده الی ایام المامون فجاءه بنو علی فطالبوا بها فامر ان یسجل لهم بها فکتب السجل وقرئ علی المامون فقام دعبل وانشد شعرا ع اصبح وجه الزمان قد ضحکا ؛ برد مامون هاشما فدکا ؛ وفی فدک اختلاف کثیر فی امرها بعد النبی من رواة اخبرها بحسب الاهوا وشدة المراء انتهی کلام المعجم ۱۲ احقاق الحق صفحہ ۱۱۲

منصور والی خلافت ہوا تو اس نے اس کو ان پر واپس کر دیا پھر اس کو موسٰی ہادی نے لے لیا اور جو اس کے بعد خلیفہ ہوئے زمانہ مامون تک اسی طرح رہا پھر مامون کے پاس اولاد علیؓ نے آ کر اس کا مطالبہ کیا تو اس نے حکم دیا کہ یہ ایک وثیقہ پر لکھ دیا جائے اور وہ لکھ کر مامون کو سنا دیا گیا دعبل شاعر کھڑا ہوا اور اس نے یہ شعر پڑھا ؎ اصبح وجہ الزمان آہ الخ، یعنی آج زمانہ بہت خوش ہے کہ مامون نے بنی ہاشم کو فدک دیدیا۔ اور فدک کے باب میں بہت سا اختلاف پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد راویوں کی وجہ سے ہوا ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی خواہش کے موافق روایت کرتا ہے معجم البلدان کی عبارت یہاں تک تھی۔

اور ایک روایت شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفاء سے لکھی ہے جس میں عمر بن عبدالعزیز کے رد فدک کا مختصراً بیان ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ یہ امر خلاف ہے اس روایت کے بھی جو شیخ جلال الدین سیوطی شافعی نے تاریخ الخلفاء میں لکھی ہے کہ ابوبکر و عمر کے زمانہ میں فدک ویسا ہی رہا پھر اس میں مروان نے قطع و برید کی۔ اور عمر بن عبدالعزیز نے فدک بنی ہاشم کو لوٹا دیا۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اولاد فاطمہ کو لوٹا دیا انتہی[۱][۲]۔

اور سوائے اس روایت کے اگرچہ اور کوئی سند جناب قاضی نور اللہ نے پیش نہیں کی مگر اجمالاً ایک مقام پر لکھا ہے کہ اور بھی بہت طریقوں سے ہبہ کے دعوی کی روایتیں بیان کی گئی ہیں۔ کما قال واما دعوی النحلۃ فقد مر نقلا عن کتاب المعجم وقد روی من عدۃ طرق من طریق غیرہ ایضا۔ احقاق الحق صفحہ ۱۱۲۔

---

[۱] کما قال وایضا ینا قض ذلک مارواہ الشیخ جلال الدین السیوطی الشافعی فی تاریخ الخلفاء من ان فدکا کان بعد ذلک حیوۃ ابی بکر ثم عمر اقطعہا مروان عمر بن عبدالعزیز تذرو فدکا الی بنی ہاشم وروے ایضا انہ ردہا الی اولاد فاطمہ انتہی ۱۲۔ احقاق الحق صفحہ ۱۱۲۔

[۲] قاضی نور اللہ شستری نے اوپر کی روایت بالکل غلط بیان کی ہے بلکہ تاریخ الخلفاء میں عمر بن عبدالعزیز کا بیان درج ہے کہ رسالتمآب کی رحلت کے بعد باغ فدک حضرات شیخین کی نگرانی میں رہا۔ اور لوگو گواہ رہنا کہ جس طرح اس باغ کی ملکیت رسول اکرم کے عہد مبارک میں تھی اب بھی اسی طرح جمہور مسلمانوں کی ملکیت رہے گی۔ مترجم تاریخ الخلفاء اقبال الدین احمد۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ فاطمہؓ کا دعویٰ فدک کا ایسا مشہور ہے کہ کتب صحاح میں اس کی صحت کے طلب کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کی خبر تمام علماء اور جہلا اور عوام و خواص سب کو معلوم ہے اور اب سے پانچ سو برس پہلے بعض حکماء شعرا نے بھی اس کو مثل میں بیان کیا ہے۔ ؎

ملک بخشائندہ در حرمان میمون خدمتت چوں خلافت بی علی بود ست بی زہرا فدک

مجیب نے یہ جو ذکر کیا ہے کہ صرف ارباب تواریخ کا نقل کر دینا قدح خلفا کے لئے کافی نہیں تو اس میں یہ بات ہے کہ اگر کتب تواریخ میں وہ امور نقلی ہیں جو اور کتابوں سے بھی ثابت ہوتے ہیں تو وہ ضرور ثابت صحیح ہوں گے اور اصول میں یہ متقرر ہو چکا ہے کہ نقلیات میں ایک شخص عادل کی خبر کافی ہوتی ہے اور اگر شہرت اور تواتر معنوی کی حد کو پہنچ جائے تو تعدیل کی بھی ضرورت نہیں رہتی مصنف حلی نے یہاں صرف واقدی ہی کی روایت سے تمسک نہیں کیا بلکہ اوروں کو بھی تصریح کی ہے اور ان اخبار کا اشارہ کیا ہے جو خصم کے نزدیک صحیح مانے گئے ہیں اور اس کی تائید اس مناظرے سے کی ہے جو ایام مامون میں اس بارہ میں ہزار فقہا کے سامنے ہوا تھا اور ان

ؔ واما دعوی فاطمۃ فدکا فاشہر من ان یطلب صحتہا فی کتب الصحاح اذ قد عم خبرہا العلماء والجہال والسادۃ والاتباع والرؤس والاذناب وقد مثل بہ قبل ذلک بخمس مائۃ سنۃ بعض حکماء الشعراء بقولہ ؎ ملک بخشائندہ در حرمان میمون خدمتت ؛ چوں خلافت بی علی بود ست بی زہرا فدک ۔ واما ما ذکرہ من ان مجرد نقل اہل التواریخ لا یصیر حجۃ و سببا للقدح فی الخلفا نفیہ ان ما اشتمل علیہ کتب التواریخ من جملۃ العلوم النقلیۃ فیثبت بما ثبت بہ غیرہ من الامور النقلیۃ وقد تقرر فی الاصول ان خبر العدل الواحد فی النقلیات فیثبت بہ واذا بلغ الی حد الشہرۃ والتواتر المعنوی استغنی عن التعدیل والمصنف لم یتمسک ہہنا بمجرد روایۃ الواقدی بل صرح بغیرہ واشار الی کثرۃ الاخبار المحکوم علیہا بالصحۃ عند الخصم و ایدہ بما روی من مناظرۃ الف نفس من الفقہا ایام المامون نے ذلک واکملہ بالحدیثین المرویین عن سید الحفاظ اہل السنۃ وصدر ائمتہم ولیس علیہ الا تصحیح النقل ان انکر الناصب وجودہ والا فلیترک تشنیعہ وجحودہ انتہی

کامہ سید الحفاظ کی روایت کا جو احقاق الحق میں ذکر کیا ہے وہ متعلق دعویٰ فدک کے نہیں ہے، بلکہ ہبہ فدک کے ہے جسے ہم اوپر ذکر کر چکے اور صدر الائمہ کی روایت بھی دعوی ہبہ سے غیر متعلق ہے، چنانچہ یہ دونوں روایتیں جو کشف الحق میں بیان کی گئی ہے یہ ہیں وقد روی سید الحفاظ ابن مردویہ باسنادہ الی ابی سعید قال لما

دو حدیثوں سے جو سید الحفاظ اور صدر الائمہ اہل سنت سے مروی ہیں اس کی تکمیل کی ہے مصنف حلی کے ذمہ اسی قدر ہے کہ نقل کی تصحیح کر دیں اگر خصم انکار کرے اور نہ خصم کو چاہئے کہ اپنے انکار سے باز آئے۔ انتہی۔ اگرچہ اس میں قاضی نور اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ مصنف نے اور روایتوں کا بھی حوالہ دیا ہے۔ مگر ہمیں تو کوئی روایت کتاب کشف الحق میں نہیں ملی سوائے ان کے جن کو ہم نے نقل کیا ہے۔ اور نہ قاضی صاحب نے اپنی احقاق الحق میں سوائے مجرد دعوی شہرت کے کوئی روایت یا کوئی سند پیش فرمائی ہے۔ دونوں کتابیں ایران کے چھاپے کی موجود ہیں جو کوئی چاہئے دیکھ لے۔

طرائف میں بھی اگرچہ جناب تحفۃ الاسلام نے بہت کچھ قلم کا زور دکھایا اور بہت کچھ زبان درازی فرمائی ہے مگر کوئی صحیح روایت اور کوئی معتبر سند آپ نے بھی متعلق دعوئی ہبہ فدک کے پیش نہیں فرمائی۔ ان کی طرائف مطبوعہ بمبئی میں صفحہ ۷۶ سے تا صفحہ ۸۰ فدک کا بیان ہے۔ مگر اس میں متعلق اس دعوی کے سوائے ماموں کے قصے اور عمر بن عبد العزیز کی حکایت کے ایک روایت بھی درج نہیں ہے۔ جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت سیدہ نے فدک کا دعوی ابوبکر صدیق رض کے سامنے کیا اور انہوں نے شہادت طلب کی اور اسے رد کیا صرف معمولی سب وشتم پر کفایت کی ہے۔ اور عوام کے دلوں میں شبہ پیدا کرنے کے لئے قوت بیانیہ کا زور دکھایا ہے کہ باوجودیکہ فاطمہ رض معصوم تھیں اور باوجودیکہ حضرت علی رض نے شہادت دی اور حضرت ام ایمن نے بھی تصدیق کی مگر ابوبکر نے ان سب کو جھوٹا قرار دیا اور ان کے دعوی کی نسبت یہ خیال کیا کہ وہ اپنے جلب منفعت کے لئے حقوق مسلمین کا غصب کرنا چاہتی ہیں۔ تاکہ ان باتوں کو سن کر لوگ پریشان ہوں اور ان کے دلوں میں حضرت ابوبکر کی طرف سے شبہ پیدا ہو۔ مگر جب کہ نہ دعوی ہبہ کا پیش ہوا نہ شہادت مانگی گئی نہ اس کی تردید ہوئی، بلکہ یہ سب جھوٹی باتیں اور بنائی ہوئی کہانیاں ہیں اور جن علمائے اہل سنت نے اس کا جواب دیا ہے وہ محض علی سبیل التسلیم والفرض ہے تو یہ ساری

بقیہ صفحہ ۲۸۹ نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمہ فاعطاہا فدک وقد روی صدر الائمہ اخطب خوارزم الموفق بن احمد المکی قال ومما سمعت فی المعاویہ باسنادی عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلعم یا علی ان اللہ زوجک فاطمۃ وجعل صداقہا الارض فمن مشی علیہ منعا الہاشی حراما ۱۲ احقاق الحق صفحہ ۱۴۸۔ ۱۲ منہ

خوش تقریریں لغو اور فضول ہیں۔ ان کا کام تھا کہ اول بنیاد ثابت کرتے اور کوئی ایک بھی صحیح روایت متعلق اس دعویٰ کے ہمارے یہاں سے پیش فرماتے پھر جو دل چاہتا وہ لکھتے۔ اور جو کچھ قلم کا زور دکھانا تھا وہ دکھاتے۔ بے بنیاد بات اور جھوٹے قصے پہ ساری لن ترانیاں ہنسنے کے قابل ہیں۔

ان کی کتاب طرائف میں جو روایت متعلق قصہ مامون کے ہے اسے وہ یوں لکھتے ہیں۔ کہ عجیب وغریب ماجرا یہ ہے کہ باوجودیکہ فاطمہؑ بنت رسول کی بزرگی اور جلالت وطہارت کا اقبال کرتے بھی تھے مگر ان پہ طرح طرح کے ظلم وستم کئے اور ان کی اور ان کے باپ کی حرمت کو پامال کیا۔ اور باوجودیکہ حضرت فاطمہؑ کا زنان اہل جنت کی سیدہ ہونے کی تصدیق کرتے تھے۔ مگر ان کو ایذاوی اور طرح طرح سے ستایا۔ چنانچہ اہل تواریخ نے ایک طویل رسالے میں جو مامون خلیفہ عباسی کے حکم سے موسم حج میں لکھا اور پڑھا گیا۔ اس کا بیان کیا ہے۔ صاحب تاریخ عباسی نے اسے لکھا ہے۔ اور رومی فقیہ صاحب تاریخ نے بھی ان حوادث میں جو ۲۱۲ھ میں ہوئے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کا قصہ یہ ہے کہ اولاد حسنینؑ نے اپنے قضیے کا مرافعہ خلیفہ مامون کے سامنے اس دعویٰ سے پیش کیا کہ فدک درعوالی ان کی والدہ فاطمہؑ بنت محمدؐ نبی کا تھا۔ ابوبکر نے ان کے قبضے سے اس کو ناحق لے لیا۔ اب ہم اپنا انصاف اور ظلم کا انکشاف چاہتے ہیں اسی پہ مامون نے علماء حجاز وعراق کے دوسو علما کو جمع کیا اور نہایت تاکید کی کہ اداے امانت اور اتباع صدق کریں۔ اور ورثۂ فاطمہؑ نے جو قضیہ پیش کیا تھا ان سے بیان کی اور پوچھا تمہارے نزدیک اس باب میں کوئی حدیث صحیح ہے۔ اور اسی باب میں بہت لوگوں نے بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے حدیثیں روایت کی ہیں کہ یہ سب ان احادیث کو اپنے نبی محمدؐ تک پہنچاتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہو گیا تو آپ نے یہود کے گاؤں میں سے ایک گاؤں اپنے لئے خاص کر لیا۔ پھر جبریل نازل ہوئے اور یہ آیت لائے۔ وآت ذاالقربی حقہ۔ آپ نے پوچھا کہ ذی القربیٰ کون لوگ ہیں اور ان کا حق کیا ہے۔ جبریل نے کہا فاطمہؑ ہیں۔ پھر آپ نے فدک ان کو دے دیا۔ اس کے بعد پھر ان کو عوالی دیا۔ اور یہ مستقل طور پہ فاطمہؑ کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ ان کے والد بزرگوار محمدؐ نے وفات پائی۔ جب ابوبکر سے بیعت ہوئی، تو انہوں نے کہا کہ میں اس شے کو

Marfat.com

جس کو تمہارے باپ نے تم کو دی ہے روک نہیں سکتا اور یہ چاہا کر ان کو ایک وثیقہ لکھ دیں۔ کہ ابوبکر کو عمر بن خطاب نے ہوشیار کیا اور کہا کہ یہ ایک عورت ہیں ان سے گواہ طلب کرو۔ ابوبکر نے حکم دیا کہ گواہ لاؤ۔ تو فاطمہ رض ام ایمن اور اسماء بنت عمیس کو مع علی بن ابی طالب رض کے گواہ لائیں۔ پھر یہ خبر عمر کو پہنچی تو وہ ابوبکر کے پاس آئے۔ اور ابوبکر نے اس ماجرے کو ان سے کہا کہ ان سب نے گواہی ان کے دعوی کی دی اور فاطمہ رض کے لئے ایک وثیقہ لکھ دیا۔ عمر نے وہ وثیقہ لے لیا اور کہا کہ فاطمہ رض ایک عورت ہیں اور علی رض اس کے شوہر ہیں اپنا نفع چاہتے ہیں اور شہادت دو عورتوں کی بے مرد کے درست نہیں ہوتی۔ ابوبکر نے اس خبر کو فاطمہ رض سے کہلا بھیجا۔ آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ خدا وہ ہے۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ ان لوگوں نے شہادت حق ادا کی تھی۔ پھر ابوبکر نے کہا کہ شاید آپ سچی ہوں لیکن اور گواہ لے آؤ جو اپنا نفع نہ چاہتا ہو۔ انہوں نے کہا کہ تم نے میرے باپ رسول اللہ صلعم سے یہ نہیں سنا کہ فرماتے تھے کہ اسماء بنت عمیس اور ام ایمن اہل جنت سے ہیں۔ دونوں نے کہا ہاں آپ نے کہا کہ وہ عورتیں کہ اہل جنت سے ہوں وہ باطل گواہی دے سکتی ہیں پھر آپ خفا ہوتی ہوئی گھر کو لوٹ آئیں۔ اور اپنے باپ سے پکار کر کہتی تھیں کہ میرے باپ نے مجھ کو یہ خبر دی ہے کہ سب سے اول میں ان سے ملوں گی۔ قسم ہے خدا کی کہ میں اس کی شکایت ان سے کروں گی۔ پھر وہ مریض ہو گئیں اور علی رض کو وصیت کی کہ ابوبکر و عمر ان کی نماز نہ پڑھیں اور آپ نے ان دونوں کو چھوڑ دیا اور ان سے بات نہ کرتی تھیں حتی کہ آپکا انتقال ہوا۔ اور علی رض اور عباس رض نے آپ کو رات میں دفن کیا۔ پس مامون نے اسی مجلس میں اسی دن اولاد فاطمہ رض کو فدک دیدیا پھر دوسرے دن ایک ہزار علماء و فقہا کو بلایا اور ان سے صورت حال بیان کی اور انکو اللہ کا خوف دلایا اور ان سب نے آپس میں مناظرہ کیا پھر ان کے دو فریق ہوئے۔ ایک فریق ان میں یہ کہتا تھا کہ ہمارے نزدیک شوہر اپنا نفع چاہتا ہے تو اس کی شہادت قبول نہیں ہو سکتی۔ لیکن ہم خیال کرتے ہیں کہ حلف فاطمہ رض نے ان کے دعویٰ کو ثابت کر دیا تھا مع دو عورتوں کی شہادت کے اور ایک فریق یہ کہتا تھا کہ ہم یمین و شہادت پر حکم لازم نہیں سمجھتے۔ لیکن زوج کی شہادت جائز ہے اور ہم اس کو اپنا نفع چاہنے والا نہیں خیال کرتے اور ان کی شہادت دو عورتوں کی شہادت پر فاطمہ رض کے دعویٰ کو ثابت کرتی ہے۔ غرض ان دونوں فریق کا باوجود اختلاف کے اس امر پر اتفاق تھا کہ فدک و عوالی کا استحقاق فاطمہ رض کو تھا۔ اس کے بعد مامون نے ان سے

Marfat.com

فضائل علیؑ کو دریافت کیا۔ تو انہوں نے یہاں طرفہ جلیل بیان کیا ہے جو رسالۃ ماموں میں مذکور ہے۔ اور پھر ان سے فاطمہؑ کا حال دریافت کیا تو انہوں نے ان کے باپ سے اُن کے بہت سے فضائل بیان کئے پھر ام ایمن اور اسماء بنت عمیس کا حال دریافت کیا تو انہوں نے اپنے نبی محمدؐ سے روایت کی کہ یہ دونوں اہل جنت سے ہیں۔ ماموں نے کہا، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ یہ کہا جائے یا اعتقاد کیا جائے کہ علی بن ابی طالبؑ باوجود ورع و زہد کے فاطمہؑ کے لئے جھوٹی گواہی دیں۔ حالانکہ خدا و رسول ان کے فضائل بیان کرتے ہیں۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ ان کے علم و فضل کا اعتقاد رکھ کر یہ کہا جائے کہ وہ ایسی شہادت دینے کو تیار ہو جائیں جس کا خود حکم نہ جانتے ہوں۔ اور کیا یہ جائز ہو سکتا ہے کہ فاطمہؑ باوجود عبادت و عصمت اور نساء عالمین و نساء اہل جنت کے سیدہ ہونے کے جس کی تم روایت کرتے ہو ایسی شے طلب کریں جو ان کی نہ ہو اور تمام مسلمانوں پر ظلم پسند کریں اور اس پر اللہ لا الٰہ الا ہو کی قسم کھائیں۔ یا یہ جائز ہے کہ ام ایمن اور اسماء بنت عمیس جھوٹی گواہی دیں حالانکہ وہ اہل جنت سے ہوں۔ بے شک فاطمہؑ پر طعن کرنا کتاب اللہ پر طعن کرنا ہے اور دین میں الحاد ہے۔ کبھی ہو نہیں سکتا کہ یہ بات اس طرح ہوئی ہو۔ پھر مامون نے ان سے معارضہ اس حدیث سے کیا جس کو انہوں نے روایت کیا ہے کہ علی بن ابی طالبؑ نے بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہؐ پر قرضہ ہو یا کوئی وعدہ تو وہ میرے پاس آئے۔ تو بہت سے لوگ آپ کے پاس آئے اور انہوں نے جو بیان کیا آپ نے بے گواہ طلب کئے اُن کو دے دیا۔ اور ابو بکر نے بھی اس قسم کی منادی کرائی تو جریر بن عبد اللہ نے آکر پیغمبرؐ پر ایک دعویٰ کیا کہ ان سے پیغمبرؐ نے وعدہ کیا تھا کہ ان کو مال بحرین میں سے ایک تہائی دیں گے۔ جب مال بحرین کا آپ کی وفات کے بعد آیا تو ان کو ابو بکر نے ایک تہائی مال دیدیا۔ ان دونوں نے دعویٰ بے گواہ کے کیا تھا۔ عبد المحمود کہتے ہیں کہ اس حدیث کو حمیدی نے الجمع بین الصحیحین افراد مسلم کی نویں حدیث مسند جابر میں ذکر کیا ہے۔ اور یہ کہ جابر نے کہا کہ میں نے جو ان کا شمار کیا تو پانچ سو تھے تو ابو بکر نے جابر سے کہا کہ اتنے ہی اور لے لو۔ عبد المحمود کہتے ہیں کہ رسالۂ مامون میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے ماموں نے نہایت تعجب کیا اور کہا، کیا فاطمہؑ اور ان کے گواہ جریر اور جابر پسران عبد اللہ کے برابر بھی نہ تھے۔ پھر ماموں نے اس رسالے کے لکھے جانے کی نہایت

Marfat.com

تاکید کی اور یہ کہ موسم حج میں علی رؤس الاشہاد پڑھا جائے۔ اور فدک اور عوالی کو محمد بن یحیی بن الحسین بن علی بن الحسین بن علی بن الحسن بن علی بن الحسن بن علی بن ابی طالب کے قبضے میں کر دیا کہ اس میں وہ کاروبار کرتے اور ورثہ فاطمہؓ پر تقسیم کر دیتے۔

عمر بن عبد العزیز کا قصہ رد فدک کا ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل سے اسی طرح پر لکھا ہے جیسا کہ کشف الحق میں لکھا ہے۔

بحار الانوار میں بھی کوئی روایت معتبر متعلق دعوئ ہبہ فدک ہمارے یہاں کی کتابوں سے پیش نہیں کی گئی۔

عماد الاسلام میں جناب مولانا دلدار علی صاحب نے بھی کوئی روایت باسناد صحیح ثبوت میں اس دعوے کے پیش نہیں فرمائی۔ آپ نے جو کچھ عماد الاسلام میں ارشاد فرمایا ہے۔ اس میں ایک روایت تو وہ ہے جس میں مامون کے مباحثہ اور فدک کے رد کا قصہ ہے۔ اور اسے آپ نے طرائف سے بعینہٖ نقل فرمایا ہے جیسا کہ خود چوتھے فائدے کے پہلے مسئلے میں لکھتے ہیں۔

وقال السید علی بن طاؤس فی الطرائف ومن الطرائف العجیبۃ الخ۔

اور پھر آگے چل کر صواعق محرقہ اور جواہر العقدین سے ایک روایت حافظ ابن شبہ کی نقل کرتے اور فرماتے ہیں کہ تیسرا[1] مسئلہ اس بیان میں ہے کہ آیا فاطمہؓ نے ہبہ کا دعوی کیا یا نہیں

---

[1] اصل عبارت یہ ہے المسئلۃ الثالثۃ ہل فاطمۃ ادعت النحلۃ ام لا یدل علی صحۃ وقوع تلک الدعوی ما فی الباب الثانی من الصواعق المحرقۃ وفی الادب السابع من الذکر الخامس عشر من القسم الثانی من جواہر العقدین للسید السمہودی اخرج الحافظ ابن شبۃ عن النمیر بن حسان قال قلت لزید بن علی ہو اخو الباقر وانا ارید ان اہجن ارائی بکر ان ابا بکر انتزع من فاطمۃؓ فدک فقال ان ابا بکر کان رجلا رحیما وکان یکرہ ان یغیر شیئا ترکہ رسول اللہ فاتتہ فاطمۃ فقالت ان رسول اللہ اعطانی فدک فقال ہل لک علی ہذا بینۃ فجاءت بعلی فشہد لہا ثم جاءت بام ایمن فقالت الیس تشہد انی من اہل الجنۃ قال بلی قالت فاشہد ان النبی اعطاہا فدک فقال ابو بکر برجل او امرأۃ تستحقینہا الی آخر القصۃ وفی الفصل الخامس من الباب الاول من کتاب الصواعق المحرقۃ ودعواہا انہ صلی اللہ علیہ وآلہ نحلہا فدک لم یات بینۃ الا بعلی وام ایمن فلم یکمل نصاب البینۃ علی ان فی قبول شہادۃ الزوج لزوجتہ خلافا بین العلماء وعدم حکمہ بشاہد ویمین اما لعلہ لکونہ ممن لا یراہ ککثیرین من العلماء او انہا لم تطلب الحلف مع من شہد لہا وزعمہم ان الحسن والحسین وام کلثوم شہدوا لہا باطل علی ان شہادۃ

۲۹۵

الفرع والصغیر غیر مقبولۃ وفی المقصد الرابع من المرصد الرابع من الموقف السادس من شرح المواقف فان قیل ادعت باقی بر صفحہ

Marfat.com

اور اس دعویٰ کی صحت اس سے ہوتی ہے کہ صواعق محرقہ کے دوسرے باب اور اسی کتاب کے دوسرے حصے کے ساتویں ادب اور پندرھویں ذکر میں اور نیز سید سمہودی کی جواہر العقدین میں یہ روایت لکھی ہے کہ حافظ ابن شبہ نمیر بن حسان سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے زید بن علی سے جو امام باقرؒ کے بھائی تھے بارادہ تہجین تذلیل ابوبکر کے پوچھا کہ ابوبکر نے فاطمہؓ سے فدک چھین لیا تھا تو حضرت نے نے جواب دیا کہ ابوبکر ایک نرم دل آدمی تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی چیز میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ تغیر و تبدیل کریں۔ ان کے پاس حضرت فاطمہؓ آئیں اور فرمایا کہ رسول اللہؐ نے فدک مجھے دے دیا ہے۔ ابوبکر نے کہا۔ کیا اس پر تمہارے پاس کوئی گواہ ہے۔ وہ علی کو لائیں انہوں نے شہادت دی پھر ام ایمن کو انہوں نے پیش کیا انہوں نے اول تو یہ کہا کہ کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ میں اہل جنت سے ہوں۔ ابوبکر نے کہا بے شک۔ تب انہوں نے کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ فدک پیغمبر خدا نے فاطمہؓ کو عطا کیا تھا۔ اس پر ابوبکر نے کہا کیا ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے دعویٰ ثابت ہو سکتا ہے الیٰ آخر القصہ۔ اس کے آگے کا پورا قصہ بیان نہیں کیا اور وہ یہ ہے کہ زید بن علی نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ اگر یہ معاملہ میرے سامنے پیش ہوتا تو میں بھی اس میں وہی حکم دیتا جو ابوبکر نے دیا تھا۔ اور صواعق محرقہ کے باب کی پانچویں فصل میں یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا دعویٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک ان کو بخش دیا تھا ثابت نہیں ہوا اس لئے کہ سوائے علی اور ام ایمن کے وہ اس پر اور کوئی گواہ نہیں لائیں۔ اور نصاب شہادت پورا نہیں ہوا۔ سوا اس کے علماء میں اختلاف ہے کہ زوج کی شہادت زوجہ کے لئے قبول ہو سکتی ہے یا نہیں اور یہ گمان اُن کا کہ حسنین اور ام کلثوم نے شہادت دی باطل ہے۔ سوا اس کے فرع کی شہادت اور نابالغ کی گواہی غیر مقبول ہے۔ اور شرح مواقف کے چوتھے مقصد میں یہ لکھا ہے کہ اگر یہ بات کہی جائے کہ فاطمہؓ نے ہبہ فدک کا دعویٰ کیا اور علی و حسنین اور ام کلثوم نے اور صحیح یہ ہے ام ایمن نے شہادت دی اور ابوبکر نے اسے رد کیا تو اس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ شہادت کا نصاب پورا نہیں ہوا۔ انتہیٰ۔

حاشیہ صفحہ ۲۹ھا۔ فاطمہؓ ان صلی اللہ علیہ وآلہ نحلہ شہید علی والحسن والحسین وام کلثوم والصحیح ام ایمن فرد ابوبکر شہادتہم قلنا اما الحسین واما الحسنین ام کلثوم فلقصورہما عن نصاب البینۃ ۱۲

Marfat.com

جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اس کے سوا اور کچھ نہیں لکھا۔ اور چونکہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضہ نے یہ دلیل بھی حضرت ابوبکر صدیق کے سامنے پیش کی تھی، کہ فدک میرے قبضے میں تھا۔ اُمید ہوتی تھی کہ اس کے متعلق جناب ممدوح عماد الاسلام سے مبسوط اور مشہور کتاب میں کوئی سند ہمارے یہاں سے پیش کریں گے مگر جو کچھ انہوں نے بیان فرمایا اس سے ثابت ہو گیا کہ اس باب میں کوئی ضعیف اور غیر معتبر روایت نام کے واسطے بھی انہوں نے نہیں پائی۔

عماد الاسلام کے بعد طعن الرماح جناب سید محمد صاحب قبلہ کی ایک ایسی کتاب ہے جس کی نسبت خیال گذر سکتا ہے کہ اس میں ضرور دعوی ہبۂ فدک کے ثبوت میں کوئی صحیح روایت درج ہو گی۔ مگر افسوس ہے کہ یہ توقع بھی متوقعین کی اس کے دیکھنے سے مبدل بہ یاس ہوتی ہے۔ جناب ممدوح نے سوائے اعادہ ان تاریخی اخبار کے جو ان کے متقدمین اور والد ماجد نے لکھے ہیں یا حوالہ دینے بعض اسی قسم کی روایتوں اور اقوال کے کوئی ایک خبر یا ایک روایت بھی باسناد صحیح ایسی پیش نہیں فرمائی جس سے اس دعوے کا ثبوت ہوتا۔ اور جس کی وجہ سے یہ کتاب بقول ان کے ہم مشربوں کے لاجواب سمجھی جاتی۔ بہر حال جناب ممدوح نے طعن الرماح میں جن اقوال اور روایات کو اپنے متقدمین کی کتابوں سے نقل کیا ہے اور جو تازہ اقوال خود پیش کیے ہیں، ان میں سے ایک روایت تو نمیر بن حسان کی ہے جس میں حضرت زید سے فدک کے متعلق سوال کرنے کا ذکر ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ ابن حجر[1] در باب ثانی صواعق محرقہ و سید سمہودی در جواہر العقدین از حافظ ابن شبہ روایت کردہ واللفظ للاخیر عن النمیر بن حسان قال قلت لزید بن علی وانا ارید ان اھجن ابابکر الخ۔ اور بعد لکھنے ان الفاظ کے جو عماد الاسلام میں مذکور ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ این[2] روایت صریح ست در یں کہ جناب سیدہ نزد ابی بکر آمدہ

---

[1] ابن حجر نے صواعق محرقہ کے دوسرے باب میں اور سید سمہودی نے جواہر العقدین میں حافظ ابن شبہ سے نمیر بن حسان کی زبانی یہ روایت کی ہے کہ میں نے زید بن علی سے کہا میرا ارادہ یہ ہے کہ ابوبکر کو میں معیوب بناؤں [2] یہ روایت بالکل صحیح ہے کہ حضرت فاطمہ رضہ نے ابوبکر کے پاس موہوبہ باغ فدک کا دعوی کیا اور ابوبکر رضہ نے گواہ شہادت طلب کئے اور حضرت علی رضہ اور حضرت فاطمہ رضہ اور ام ایمن رضہ جو بنا بر حدیث نبوی جنتی تھے انہوں نے شہادت ہبہ دی مگر ابوبکر نے یہ شہادت قبول نہیں کی اور فرمایا ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے ثبوت حق نہیں ہوتا۔

Marfat.com

دعوٰی ہبہ فرمودہ داد گواہ و شاہد طلب نمود و جناب باب مدینۃ العلم و نفس رسول وام ایمن کہ بنا بر حدیث متفق علیہ نبوی مبشر بہشت بود و ابوبکر نیز بآن اقرار نمود او ای شہادت کردند پس او قبول نکرد و گفت از گواہی یک مرد و یک زن ثبوت حق نمی شود۔ انتھٰی۔

دوسری روایت ابوبکر جوہری کی جناب مجتہد صاحب نے شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید سے نقل کی ہے اور فرمایا ہے کہ وایضا ابوبکر جوہری کہ کینت شریفش شاہد عدل نصب و نسن اوست روایت کردہ قالت فاطمۃ ان ام ایمن تشھد ان رسول اللہ اعطانی فدک فقال لھا یا بنت رسول اللہ واللہ ما خلق اللہ خلقا احب الی من رسول اللہ ابیک لوددت ان السماء تقع علی الارض یوم مات ابوک الی ان قال ان ھذا المال لم یکن للنبی انما کان مال من اموال المسلمین یحمل بہ الرجال وینفقہ فی سبیل اللہ فلما توفی رسول اللہ ولیتہ کما کان یولیہ قالت واللہ لا کلمتک ابدا قال لا اھجرنک ابدا قالت واللہ لادعون اللہ علیک قال واللہ لادعون اللہ لک فلما حضرتھا الوفاۃ اوصت ان لا یصلی علیھا فدفنت لیلا انتھی علی ما نقلہ ابن ابی الحدید۔ یعنی ابوبکر جوہری نے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ ام ایمن گواہی دیتی ہیں کہ رسول اللہ نے مجھے فدک دیا تھا۔ تو ابوبکر نے ان سے کہا کہ اے بنت رسول اللہؐ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ کی کوئی مخلوق میرے نزدیک تمہارے باپ رسول اللہؐ سے زیادہ محبوب نہیں۔ اور میں بہت چاہتا رہا کہ جس روز تمہارے باپ نے انتقال فرمایا کہ آسمان زمین پہ گر پڑے۔ یہاں تک کہ ابوبکر نے کہا کہ یہ مال خاص پیغمبرؐ کا نہ تھا بلکہ مسلمانوں کا ہے۔ آپ اس مال سے لوگوں کو جہاد کا سامان دیتے اور راہ خدا میں صرف فرماتے۔ اب رسول اللہ نے وفات فرمائی تو میں بھی اس میں اسی طرح کروں گا جس طرح آپ کرتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی میں تم سے کبھی بات نہ کروں گی۔ ابوبکر نے کہا کہ میں کبھی تم کو نہ چھوڑوں گا۔ فاطمہؓ نے کہا کہ میں اللہ سے تمہارے لئے بددعا کروں گی۔ ابوبکر نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ میں تمہارے لئے دعا کروں گا۔ جب حضرت فاطمہؓ کی وفات قریب پہنچی تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ ابوبکر ان کی نماز نہ پڑھیں اس لئے وہ شب میں دفن کر دی گئیں انتہٰی۔

Marfat.com

تیسرے مجتہد صاحب نے عمر بن عبدالعزیز کے رد فدک کا ذکر ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل اور یاقوت حموی کی کتاب معجم البلدان اور ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغت سے کیا ہے اور اس میں انہیں باتوں کو نقل فرمایا ہے جن کو ان کے والد ماجد نے عماد الاسلام میں اور قاضی نور اللہ تستری نے بیان فرمایا ہے۔

چوتھے خلیفہ مامون کی مجلس قائم کرنے اور فدک واپس دینے کی روایت جو طرائف میں منقول ہے اور طرائف سے عماد الاسلام میں نقل کی گئی پھر نقل در نقل کی ہے۔ صرف یہ تصرف کیا ہے کہ بجائے عربی عبارت کے اس کا ترجمہ فارسی میں کر دیا ہے۔

پانچویں وہ روایت معارج النبوت کی جناب مجتہد صاحب نے نقل کی ہے جو عماد الاسلام میں بیان کی گئی ہے جس میں ذکر ہے کہ پیغمبر خدا نے فدک کی سند حضرت فاطمہ رضؓ کو لکھ دی تھی اور یہ وہی وثیقہ تھا کہ بعد وفات آنحضرتؐ کے حضرت فاطمہؓ نے ابوبکر رضؓ کے سامنے پیش کیا اور اُسے یوں لکھا ہے کہ وایضا در روضۃ الصفا و ہم در کتاب معارج النبوت کہ مشہور بسیر ملا معین ہروی است از مقصد اقصی نقل کردہ کہ بعضی می گویند الخ (باقی عبارت وہی ہے جو عماد الاسلام سے آیہ وات ذا القربی حقہ کی بحث میں ہم پہلے نقل کر چکے)

چھٹے ملل و نحل شہرستانی کا بھی حوالہ ہے کہ شہرستانی در ملل و نحل گفتہ الخلاف الثالث فی امر فدك والتوارث عن النبی ودعوی فاطمۃ علی نبینا وعلیہا السلام وراثۃ تارۃ وتملیکا اخری حتی دفعت عن ذلك بالروایۃ المشہورۃ عن النبی نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کہ تیسرا اختلاف امر فدک میں ہے اور پیغمبر خدا کی وراثت میں اور فاطمہ رضؓ کے دعوی کی نسبت کہ کبھی وراثتا کیا اور کبھی ملکیت کا اور اس سے وہ محروم کی گئیں، اس حدیث کی بنیاد پر کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم گروہ پیغمبروں کے ہیں، ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔

ساتویں مواقف اور شرح مواقف کا اس دعوی کی تائید میں حوالہ دیا ہے اور جو کچھ عماد الاسلام میں لکھا تھا اُسے نقل کر دیا ہے۔

آٹھویں امام رازی کی نہایۃ العقول کی سند پیش کی ہے اور عماد الاسلام سے جو کہ نہایۃ

العقول کے جواب میں لکھی گئی ہے عبارت نقل کی ہے۔ وہو ہذہ۔ الفائدة الرابعة فیما یتعلق بنحلة النبی قال الرازی مجیبا عما ذکرہ من قبل الامامیة ثانیا منعہا فدکا بانہ لو وجب علیہ تصدیقہا فی ہذہ الدعوی لکان ذلک اما لما یذکرونہ من وجوب عصمتہا و قد سبق الکلام علیہ اوللبینة لکن البینة الشرعیة ما کانت حاصلة لا یقال فیلزم ان تکون طالبة عن ذلک من غیر بینة و ذلک لا یلیق بہا لانا نقول لعلہا کانت تذہب الی ان الحکم بالشاہد الواحد والیمین جائز کما ذہب الیہ بعضہم و ان ابابکر ما کان یذہب الی ذلک۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چوتھا فائدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہبہ کرنے کے بیان میں ہے۔ امام رازی جواب میں اس سوال کے جو امامیہ کی طرف سے بیان کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ دوسری یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رض کو فدک سے روکا گیا اور یہ اس طرح ہے۔ کہ اگر حضرت فاطمہ رض کی اس دعوی میں تصدیق ابوبکر رض پر واجب ہوئی تو یا اس خیال سے جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ آپ معصومہ تھیں اور عصمت کے متعلق ہم پہلے لکھ چکے یا اس خیال سے کہ شہادت گذری، لیکن شرعی شہادت حاصل نہیں ہوئی۔ اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ بغیر شاہد کے طلب کرتی تھیں۔ کیونکہ یہ آپ کی شان کے مناسب نہیں ہے۔ اس لئے کہ شاید آپ کی رائے یہ ہو کہ ایک گواہ اور قسم پر حکم دینا کافی ہے جیسا کہ بعضوں کی رائے ہے اور ابوبکر رض کی یہ رائے نہ تھی۔

تشئید المطاعن میں جناب مولانا سید محمد قلی صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ کے جواب میں پچیس کتابوں سے اس سند کے پیش کرنے کا دعوی کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ اما آنچہ گفتہ[1]

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ نے جو یہ دعوی کیا ہے کہ حضرت فاطمہ رض کا دعوائے باغ فدک اور حضرت علی رض و ام ایمن یا حسنین رض کا گواہی دینا کہ یہ باغ رسول اللہ نے ہبہ فرمایا تھا، یہ دعوی سنیوں کی کتابوں میں بالکل موجود نہیں، اور یہ سب شیعوں کی من گھڑت ہے۔ اور اسے اہل سنت کے خلاف لانا اور ان پر الزام قائم کرکے ان سے جواب طلب کرنا یہ شیعوں کی مکمل بے وقوفی و نادانی ہے۔ استاد بے محدث دہلوی شاہ عبد العزیز کا قول ناقابل قبول ہے اور سنیوں کی کتابوں میں اس دعوی و شہادت کا انکار صرف دشمنی اور تعصب کی وجہ سے ہے حالانکہ یہ دعوی اہل سنت کی اکثر معتبر کتابوں اور تاریخوں میں موجود ہے۔

Marfat.com

جواب ازیں طعن آنکہ دعویٰ ہبہ از حضرت زہرا و شہادت دادن حضرت علی و ام ایمن یا حسنین علی اختلاف الروایات در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست از مفتریات شیعہ است در مقام الزام اہل سنت آوردن و جواب آں طلبیدن کمال سفاہت ست۔ پس مردود است یا بنکہ انکار وجود ایں دعوی و شہادت در کتب اہل سنت ناشی از کمال عناد و عصبیت ست زیرا کہ ایں دعوی در کتب کثیرہ از کتب معتمدہ و اسفار معتبرۂ ایشان مذکور است مثل تصانیف[1] عمر بن شبہ۔ و معجم[2] مورخ۔ و ابوبکر جوہری[3]۔ و مغنی[4] قاضی القضاۃ۔ و ملل و نحل شہرستانی[5]۔ و کتاب[6] الموافقۃ ابن سمان۔ و معجم البلدان[7] یاقوت حموی۔ و محلی ابن[8] حزم۔ و نہایۃ[9] العقول۔ و تفسیر کبیر مسمّی[10] بمفاتیح الغیب۔ و ریاض[11] النضرہ۔ و کتاب[12] الاکتفا۔ و فصل[13] الخطاب۔ و مواقف[14]۔ و شرح[15] مواقف و جواہر[16] العقدین۔ و وفاء[17] الوفا۔ و خلاصۃ[18] الوفا۔ ہر سہ از سید سمہودی۔ و حاشیہ صلاح[19] الدین رومی بر شرح عقائد نسفی از تفتازانی۔ و صواعق[20] محرقہ۔ و براہین[21] قاطعہ۔ و مقصد[22] اقصی۔ و معارج[23] النبوت و حبیب[24] السیر۔ و روضۃ[25] الصفا۔ و در بسیاری[5] ازیں کتب و فروع ایں شہادت ہم بریں دعویٰ مذکور ست۔ یہ لکھ کر پھر اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ہر ایک کتاب کی عبارت لکھی ہے۔ اگرچہ صاحب تشئید المطاعن نے پچیس کتابوں کے نام لکھ دیئے مگر حقیقت میں ان میں سے کسی ایک کتاب میں بھی ایک روایت ایسی نہیں ہے جو صحیح ہو اور سلسلۂ اسناد بیان کی گئی ہو۔ اس میں اکثر کتابیں تو وہی ہیں جن کا ذکر عماد الاسلام اور طعن الرماح میں ہے۔ اور وہی عبارتیں ہیں جو اُن میں نقل کی گئی ہیں اور بعض کتابیں جن کا ذکر ان میں نہیں ہے۔ اُن میں نہ کسی روایت کا بیان ہے نہ سوائے نام گنانے کے اس سے کچھ حاصل ہے۔ چنانچہ عمر بن شبہ میں سے خود ان کی کسی تصنیف کا نام نہیں لکھا، نہ اس میں سے کوئی عبارت نقل کی ہے، بلکہ جواہر العقدین میں جو روایت حافظ عمر بن شبہ سے منقول ہے اسی کو آپ نے لکھا ہے۔ اور سید نور الدین سمہودی کی کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ سے اسے نقل کیا ہے جیسا کہ تشئید المطاعن صفحہ ۲۳۰ اور ۲۳۱ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ وہ روایت ہے جس میں حضرت زید شہید سے فدک کے متعلق سوال کرنے کا ذکر ہے۔ شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید میں ابوبکر

---

[5] اور ان تمام بیشتر کتابوں میں یہ دعویٰ اور اس کی شہادت تحریر ہے۔

جوہری سے بھی وہی روایت زید بن علی کی منقول ہے۔ اور مجد مورخ کی تصانیف کا جو ذکر ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ ان کی کسی خاص کتاب کا نہ آپ نے نام لکھا ہے نہ اس سے عبارت نقل کی ہے۔ بلکہ کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ میں جو سید نور الدین سمہودی کی تصنیف ہے، اس سے یہ نقل کیا ہے۔ ذکر المجد فی ترجمۃ فدک ما تقتضی ان الذی دفعہ عمر الی علی وعباس ووقعت الخصومۃ فیہ ہو فدک فانہ قال فیہا وہی التی کانت فاطمۃ ادعت ان رسول اللہ اعطاہا فقال ابوبکر اریدُ بذلک شہودا فشہد لہا علی فطلب لہا شاہدا آخر فشہدت لہا ام ایمن فقال علمت یا بضعۃ رسول اللہ انہ لا یجوز الا بشہادۃ رجل وامراتین فانصرفت ثم ادی اجتہاد عمر الی ردہا لما ولی وفتحت الفتوح وکان علی یقول ان النبی جعلہا فی حیاتہ لفاطمۃ وکان العباس یابی ذلک فکانا یختصمان الی عمر فیابی ان یحکم بینہما ویقول انتما اعرف بشانکما۔ یعنی مجد نے ترجمۂ فدک میں بیان کیا ہے کہ مراد فدک سے وہی ہے جس کو حضرت عمر نے حضرات علیؓ و عباسؓ کو دیا تھا اور جس میں ان دونوں کا جھگڑا ہوا تھا۔ اس لئے کہ مجد نے فدک کا حال یہ بیان کیا ہے کہ فدک وہ ہے جس کا دعویٰ فاطمہؓ نے کیا تھا کہ رسول اللہؐ نے ان کو دیا تھا اور ابوبکر نے کہا تھا کہ میرے سامنے اس کے گواہ پیش کرو۔ اول حضرت علیؓ نے گواہی دی۔ پھر ابوبکر صدیقؓ نے دوسرا گواہ طلب کیا تو ام ایمن نے گواہی دی ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ اے جگر پارۂ رسول تم جانتی ہو کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے حق ثابت نہیں ہوتا اس کے لئے ایک مرد اور دو عورتیں ہونا چاہئیں حضرت فاطمہؓ یہ سن کر چلی گئیں۔ جب حضرت عمر کا زمانہ آیا اور فتوحات بہت ہونے لگے تو اُن کی رائے اس کے لوٹا دینے کے لئے قرار پائی۔ حضرت علی تو یہ کہتے تھے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی حیات میں فاطمہؓ کو دیدیا تھا اور حضرت عباس اس سے انکار کرتے تھے پھر ان دونوں حضرات نے اس جھگڑے کو حضرت عمر کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے ان میں کچھ حکم کرنے سے انکار کیا اور یہ کہا کہ تم دونوں اپنے معاملات آپ ہی خوب جانتے ہو۔ اور کتاب الموافقہ ابن السمان کا اگرچہ نام لکھا ہے مگر اس کی عبارت خواجہ محمد پارسا کی فصل الخطاب سے نقل کی

ہے اور وہ یہ ہے ۔ وقال ای ابن السمان فی کتاب الموافقۃ فی ذکر فاطمۃ و ابی بکر جاءت فاطمۃ الی ابی بکر فقالت اعطنی فدک فان رسول اللہ وھبھا لی فقال صدقت یا بنت رسول اللہ ولکنی رایت رسول اللہ یقسمھا فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطیکم منھا قوتکم فما تصنعین بھا قالت افعل فیھا کما کان یفعل فیھا ابی رسول اللہ ۔ یعنی ابن سمان کتاب الموافقہ میں جہاں ذکر فاطمہؓ اور ابوبکر کا کیا ہے یہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے ابوبکر صدیقؓ کے پاس آکر یہ کہا کہ مجھ کو فدک دے دو کہ وہ مجھے رسول اللہؐ نے ہبہ کر دیا تھا ۔ ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ اے دختر رسول تم سچ کہتی ہو ۔ لیکن میں نے رسول اللہؐ کو اس میں سے تقسیم کرتے ہوئے اور فقراء اور مساکین اور مسافر کو دیتے ہوئے دیکھا ہے اور پہلے اس میں سے تمہاری قوت تم کو دے دیا کرتے تھے تو تم اس کو کیا کرو گی فاطمہؓ نے کہا کہ میں بھی اس میں وہی کروں گی جو میرے باپ رسول اللہؐ کیا کرتے تھے ۔

اور حاشیہ صلاح الدین رومی سے جو شرح عقائد پر ہے یہ عبارت نقل کی ہے ۔ ومن منع الارث وفدک بالخلۃ وقع بین فاطمۃ و ابی بکر بغض وتشاجر ولم تتکلم معہ مدۃ حیاتھا ۔ اور تفسیر کبیر سے یہ پیش کیا ہے کہ امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں ۔ فلما مات صلعم ادعت فاطمۃ انہ صلعم کان نحلھا فدک فقال ابوبکر انت اعز الناس علی فقرا واحبھم الی غنی لکنی لا اعرف صحۃ قولک ولا یجوز ان احکم بذلک فشھد لھا ام ایمن وموالی رسول اللہ فطلب منھا ابوبکر الشاھد الذی یجوز قبول شھادتہ فی الشرع فلم یکن فاجری ابوبکر ذلک علی ما کان یجریہ فی رسول اللہ صلعم وینفق منہ علی کان ینفق علیہ رسول اللہ ویجعل ما یبقی فی السلاح والکراع ۔ یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تو فاطمہؓ نے یہ دعویٰ کیا کہ آپ نے فدک مجھے دے دیا تھا ۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ فقر و مسکنت کو تمہارے لئے سب سے زیادہ ناپسند کرتا ہوں اور غنی و تونگری کو تمہارے لئے سب سے زیادہ چاہتا ہوں لیکن آپ کے قول کی صحت کو میں نہیں جانتا اور نہ مجھے یہ جائز ہے کہ میں اس طرح پر

Marfat.com

کوئی حکم دے سکوں پھر ام ایمن اور ایک غلام رسول اللہ نے فاطمہؓ کے دعویٰ کی گواہی دی تو ابوبکر صدیقؓ نے ان سے اور گواہ طلب کیا جس کی شہادت شرع میں قبول ہو سکے تو اور گواہ نہ ملا۔ تو انہوں نے فدک کے باب میں وہی حکم جاری رکھا جو رسول اللہؐ اس میں رکھا کرتے تھے اور انہیں لوگوں پر خرچ کرتے، جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کیا کرتے تھے اور جو کچھ بچتا اس کو سلاح وہتیار وغیرہ میں خرچ کرتے۔

اور ابراہیم بن عبداللہ یمنی شافعی کی کتاب الاکتفا سے وہی روایت زید بن علی کی نقل کی ہے جو ابن شبہ سے دوسری کتابوں میں نقل کی گئی ہے۔

اور ابن حزم اندلسی کی کتاب محلی سے یہ روایت نقل کی ہے۔ ومادی ان علی بن ابی طالب شهد لفاطمه عند ابی بکر الصدیق ومعه ام ایمن فقال ابوبکر لو شهد معك رجل او امراة اخری لقضیت لها بذلك۔ اور ریاض النضرہ سے محب طبری کی یہ روایت نقل کی ہے۔ وعن عبد اللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم عن ابیه قال جاءت فاطمة الی ابی بکر فقالت اعطنی فدك فان رسول اللہ وهبها لی قال صدقت یا بنت رسول اللہ ولکنی رایت رسول اللہ یقسمها فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطیکم منها تونکم فما تصنعین بها الخ اور اس کے بعد اسی کتاب سے زید بن علیؓ کا وہ قول نقل کیا ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا۔ اور طبقات کبریٰ سے بھی ایک روایت نقل کی ہے اور وہ یہ ہے۔ اخبرنا محمد بن عمر ثنا هشام بن سعد عن زید بن اسلم عن ابیه قالت (فاطمه) جاءتنی ام ایمن فاخبرتنی انه اعطانی فدکا کہ حضرت فاطمہؓ نے ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ ام ایمن میرے پاس آئیں اور انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فدک عطا کیا ہے۔

ان کتابوں کے سوا المغنہ البیضا اور بحر الجواہر اور ناسخ التواریخ اور کفایۃ الموحدین میں کوئی اور روایت منقول نہیں ہے جس کو ہم بیان کریں حالانکہ ان کتابوں میں فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔

الحاصل جو روایتیں اور اقوال ہم نے اوپر بیان کئے اور جن کے سوا ہم نے کوئی اور

قول اس دعویٰ کے ثبوت میں نہیں پایا اگرچہ تجزیہ کی جائیں تو وہ تین قسم کی معلوم ہوتی ہیں۔ ایک وہ جن میں راویوں کے نام جیسا کہ روایت اور خبر کا قاعدہ ہے منقول ہیں، دوسرے وہ کہ جن میں تاریخی واقعات کے طور پر جیسا کہ مورخین کا قاعدہ ہے بلا سند اس دعویٰ کا ذکر ہے تیسرے وہ کہ ضمناً کسی اعتراض کے جواب میں یا کسی بیان کے ذیل میں اس دعویٰ کا ذکر کیا گیا ہے۔ مگر جیسا کہ ہم چوتھے مقدمہ میں اس کتاب کے بیان کر چکے ہیں۔ ایسے معاملات کی شہادت میں وہی روایت پیش کی جا سکتی ہے جو بقاعدۂ احادیث اور اخبار کے بیان کی گئی ہو اور جس کی صحت بعد تنقیح اور رعایت ان اصول کے جو اخبار کی صحت کے لئے فریقین میں قرار دیئے گئے ہیں پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہو۔ مگر وہ اقوال اور قصے جو بغیر سند کسی روایت کے تاریخ کی کتابوں یا دوسری تصنیفات میں لکھے گئے ہوں جن کا نہ ماخذ معلوم ہو نہ جس کی سند بیان کی گئی ہو اس قابل نہیں ہونے کہ ایسے مباحث میں ان پر کچھ بھی توجہ کی جائے گو وہ کتابیں کیسے ہی مشہور اور نامور شخص کی تصنیفات سے ہوں۔ اس لئے کہ جو واقعہ تیرہ سو برس پہلے گذرا ہو اس کی صحت قیاس سے تو ہو نہیں سکتی نہ کسی کا مجرد قول اس پر یقین کرنے کے لئے کافی ہے۔ وہ تو از قسم اخبار ہے اور خبر میں جھوٹ اور سچ دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے سچ ثابت کرنے کے لئے ضرور ہے کہ اس کے بیان کرنے والوں کا سلسلہ وار بیان کرے اور وہ سلسلہ اس حد تک پہنچ جائے جس پر وہ سلسلہ ختم ہوتا ہے اور جس سے رویت یا سماعت اپنی بیان کی ہو اور پھر یہ بھی شرط ہے کہ اور راوی بھی ایسے ہوں جن پر بھروسہ ہو اور جن کی سچائی اور دیانت داری پر اطمینان۔ اگر ایسا سلسلہ موجود بھی ہو مگر راوی ایسے ہوں کہ جن کے حالات سے کچھ اچھی طرح آگاہی نہ ہو یا ایسے ہوں کہ جو مسائل مذہبی میں مختلف تھے اور جن پر یہ شبہ ہو کہ اپنے مذہب کی حمایت میں انہوں نے کوئی روایت پیش کر دی ہو گی یا ایسے راوی ہوں جن کی طبیعت شکی اور وہمی تھی یا حافظہ کے ضعیف یا مجہول تو ان کی روایتیں پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔ اور اگر ان میں کوئی راوی ایسا ہو جو جھوٹا یا حدیثوں کا بنانے والا بیان کیا گیا ہو تو اس کی روایت تو جھوٹی ہی سمجھی جائے گی۔ اور جس خبر میں روایت کا سلسلہ متصل نہ ہو بلکہ منقطع ہو تو وہ روایت شہادت سے خارج کرنے کے لائق ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں

Marfat.com

کہ مشہور اور نامور علمائے امامیہ نے جو روایتیں اور اقوال دعوی ہبہ کے ثبوت میں پیش کئے ہیں اور جن سے اپنی تصنیفات کا حجم بڑھایا ہے اس میں ایک روایت بھی قسم اوّل کی نہیں ہے۔ اور اس لئے ایک بھی ان میں سے ایسے بڑے دعویٰ کی شہادت میں نہ پیش کرنے کے لائق ہے اور نہ سماعت اور قبول کے قابل۔

اب ہم ان روایتوں اور اقوال سے جو اوپر بیان کئے گئے بحث کرتے ہیں

ان روایات اور اقوال میں سے وہ روایتیں جن میں کچھ بھی راویوں کے نام بیان کئے گئے ہیں اور جن کو ہم نے قسم اول میں داخل کیا ہے چھ ہیں۔

ایک[1] وہ روایت ہے جو شافی میں بیان کی گئی ہے اور جس کو ابراہیم بن محمد ثقفی نے ابراہیم بن میمون سے اور انہوں نے عیسٰی بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا سے اور انہوں نے اپنے پر دادا سے نقل کی ہے جس میں یہ بیان ہے کہ حضرت فاطمہ رض نے ہبہ کا دعویٰ کیا اور ابوبکر صدیق نے انہیں سند بھی لکھ دی، مگر عمر فاروق نے اسے چاک کر دیا۔

دوسری[2]۔ جو شافی میں عمر بن عبدالعزیز کے رد فدک کے متعلق بیان کی ہے جس کو محمد بن زکریا غلابی نے اپنے شیوخ سے اور انہوں نے ابوالمقدام ہشام بن زیاد سے روایت کیا ہے۔

تیسری[3]۔ وہ روایت ہے جو طرائف میں واقدی اور بشر بن غیاث اور بشر بن ولید سے بیان کی گئی ہے۔ جس میں خلیفہ مامون کے مجلس قائم کرنے اور فدک آل فاطمہ پہ رد کرنے کا بیان ہے۔

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸ اس کتاب کا ۱۲ امنہ [2] دیکھو صفحہ ۱۰۸، ۱۰۹ ۱۲ امنہ

[3] دیکھو صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷ - ۱۲ امنہ

Marfat.com

چوتھی[1]۔ وہ روایت جو جواہر العقدین سید سمہودی اور صواعق محرقہ کے باب دوم اور کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفےٰ اور کتاب خلاصۃ الوفا اور کتاب ریاض النضرہ محب طبری اور شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید سے بیان کی گئی ہے اور جس کو حافظ ابن شبہ نے روایت کیا ہے۔ اور جس میں زید بن علی سے فدک کے متعلق سوال کرنے اور ان کے جواب کا ذکر ہے۔

پانچویں[2]۔ روایت ریاض النضرہ کی ہے جو عبد اللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اور جس کو صاحب تشئید المطاعن نے نقل کیا ہے جس میں یہ بیان ہے کہ حضرت سیدہ نے ابوبکر صدیق رض سے کہا کہ پیغمبر خدا نے ان کو فدک عطا کیا تھا۔

چھٹی[3]۔ وہ روایت ہے جو تشئید المطاعن میں طبقات کبری سے نقل کی ہے اور جس کو محمد بن عمر نے ہشام بن سعد سے اور انہوں نے زید بن اسلم سے اور انہوں نے اپنے باپ سے بیان کی ہے۔ اور جس میں یہ بیان ہے کہ جناب سیدہ مع امیر المومنین رض کے ابوبکر رض کے پاس آئیں اور اول اپنے میراث کا اور آخر میں ہبہ کا دعویٰ کیا اور فرمایا کہ ام ایمن نے مجھ سے کہا تھا کہ رسول خدا نے فدک مجھے عطا فرمایا ہے۔

یہ چھ روایتیں ہیں جو بعد حذف تکرار اور نقل در نقل کے شیعوں کی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں اور جن میں مسلسل یا منقطع سلسلہ راویوں کا بیان کیا گیا ہے۔ اب ہم ہر ایک روایت کی حقیقت کہ وہ کہاں تک اعتبار کے لائق ہے بیان کرتے اور اس بات کو دکھاتے ہیں کہ ان میں سے ایک روایت بھی ایسی نہیں ہے جو ذرا بھی توجہ کے لائق ہو یا جس کے جھوٹ ہونے میں کچھ بھی شبہ ہو۔

پہلی روایت کی نسبت اول تو یہی معلوم نہیں کہ شافی میں کس کتاب سے نقل کیا ہے اور یہ روایت سنیوں کی ہے یا شیعوں کی۔ لیکن اگر فرض کیا جائے کہ یہ سنیوں کی کسی کتاب سے لی گئی ہے تب بھی بلحاظ راویوں کے اعتبار کے لائق نہیں ہے۔ بلکہ شیعوں کی روایت ہے۔ اس لئے کہ ابراہیم بن محمد ثقفی مجہولین سے ہیں اور ان کی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۱۸ ؟ ۱۲ منہ [2] دیکھو صفحہ ۱۲۷ اس کتاب کا ۱۲ منہ [3] دیکھو صفحہ ؟ ۱۲۷ ۱۲ منہ

Marfat.com

میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے۔ ابراھیم بن محمد الثقفی قال ابن ابی حاتم هو مجهول وقال البخاری لم یصح حدیثه۔

اور انہوں نے ابراہیم بن میمون سے روایت کی ہے۔ اور ابراہیم بن میمون کا حال ہم ذکر ہبۂ فدک اور شان نزول آیہ وآت ذاالقربی حقہ میں جہاں کنز العمال کی روایت سے جو عماد الاسلام میں ہے بحث کی ہے لکھ چکے ہیں کہ وہ اجلائے شیعہ سے ہیں اور منتہی المقال فی اسماء الرجال میں جو معتبر کتاب شیعوں کی ہے ان کی نسبت لکھا ہے کہ وہ امام جعفر صادقؑ کے معتمد علیہ تھے اور سب متفق ہیں کہ وہ قابل اعتماد ہیں۔

اور ابراہیم بن میمون نے عیسےٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے عیسےٰ بن عبداللہ کی نسبت میزان الاعتدال میں ہے۔ قال الدارقطنی متروك الحدیث وقال ابن حبان یروی عن آبائه اشیاء موضوعة کہ دارقطنی کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ اپنے باپ دادا سے احادیث موضوع روایت کرتا ہے۔ پس کیا اس میں شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ روایت شیعوں کی نہیں ہے یا کوئی بھی اسے روایت سنیوں کی کہہ سکتا ہے۔ جس کے راوی باقرار علمائے امامیہ اجلائے شیعہ سے ہوں اور جن کی نسبت ان کی اسماء الرجال کی کتاب میں لکھا ہے۔ و هو معتمد علیه وفاقا للجمیع۔

دوسری روایت جو شافی میں منقول ہے اس کے اول راوی محمد بن زکریا غلابی ہیں اور یہ ضعیف اور حدیث کے وضع کرنے والوں میں سے ہیں جیسا کہ میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے۔ وهو ضعیف وقال الدارقطنی یضع الحدیث۔

اور انہوں نے ابوالمقدام ہشام بن زیاد سے روایت کی ہے۔ جن کی نسبت میزان الاعتدال میں لکھا ہے هشام بن زیاد ابوالمقدام البصری ضعفه احمد وغیره قال النسائی متروك وقال ابن حبان یروی الموضوعات عن الثقات وقال ابوداؤد کان غیر ثقة وقال البخاری یتکلمون فیه۔ کہ امام احمد وغیرہ نے ان کو ضعیفوں میں لکھا ہے اور نسائی نے کہا کہ یہ متروک الحدیث ہیں۔ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ موضوع حدیثیں

Marfat.com

ثقات کے نام سے روایت کرتے ہیں اور ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ ثقہ نہیں ہیں۔ اور بخاری نے کہا کہ لوگ ان کی نسبت کلام کرتے ہیں۔ انتہٰی۔ جب ایسے ضعیف اور متروک الحدیث بلکہ حدیث بنا کے ثقات کی طرف منسوب کرنے والے راوی ہوں، تو اس حدیث کے جھوٹ اور غیر صحیح ہونے کی بالفرض اگر کوئی تصریح نہ کرے تاہم اس کی صحت کیونکر مانی جا سکتی ہے اور ان کی خبر کس طرح شہادت میں پیش ہو سکتی ہے۔ اور اگر یہ روایت ثابت بھی ہوتی اور صحیح بھی تب بھی اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوتا کہ حضرت فاطمہؑ نے ہبہ فدک کا دعویٰ کیا تھا۔ البتہ یہ ضمناً نکلتا ہے کہ جو کچھ شیخینؓ نے کیا وہ ٹھیک نہ تھا۔ اور اسی وجہ سے صاحب شافی نے اس روایت کو کچھ بہت قوی دلیلوں میں سے ثبوت میں دعویٰ ہبہ فدک کے خیال نہیں کیا۔ اس لئے کہ قاضی عبد الجبار نے مغنی میں لکھا تھا کہ عمر[1] بن عبد العزیز کا فعل یعنی فدک آل فاطمہؑ پہ رد کرنا ہبۂ فدک کے دعوی کو ثابت نہیں کرتا یعنی ہبہ کے طور پہ رد کیا ہو بلکہ انہوں نے وہی عمل کیا جو عمر بن خطابؓ نے کیا تھا کہ حضرت امیر المومنینؓ کے ہاتھ میں دے دیا تھا تاکہ وہ اس کے غلے کو اسی موقع پہ صرف کریں جہاں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم صرف فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایسا ہی ایک مدت تک جناب امیر المومنینؓ نے کیا پھر حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے اخیر سال میں واپس لے لیا۔ اسی طرح سے عمر بن عبد العزیز نے بھی کیا اور اگر ثابت بھی ہو کر عمر بن عبد العزیز نے خلاف سلف کے کیا تو اُن کا فعل قابل سند نہ ہوگا۔ اس کے جواب میں جناب علم الہدیٰ شافی میں لکھتے ہیں کہ اوّل[2] تو ہم عمر بن عبد العزیز

---

[1] اصل عبارت یہ ہے فاما فعل عمر بن عبد العزیز فلم تثبت انہ ردہ علی سبیل النحل بل عمل فی ذلک ما فعلہ عمر بن الخطاب بان اقرہ فی ید امیر المومنین لیصرف غلاتہا فی الموضع الذی کان یجعلہا رسول اللہؐ فیہ فقام بذلک مدۃ ثم ردہا الی عمر فی آخر سنیہ وکذلک فعل عمر بن عبد العزیز ولو ثبت انہ فعل بخلاف ما فعلہ السلف لکان ہو المحجوج بقولہم وفعلہم واحد ما یقوی ما ذکرناہ ان الامر لما انتہی الی المومنین ترک فدک علی ما کانت ولم یجعلہا میراثا لفاطمۃ ۱۲ شافی صفحہ ۲۳۴ [2] فاما انکارہ ان یکون عمر بن عبد العزیز رد فدکا علی وجہ النحل ثم ادعاؤہ انہ فعل فی ذلک بمثل ما فعلہ عمر بن الخطاب من اقرارہا فی ید امیر المومنین لیصرف غلاتہا فی جہاتہا فاول ما فیہ انا لا نحتج علیہ بفعل عمر بن عبد العزیز علی وجہ وقع لانہ فعلہ لیس بحجۃ ولو اردنا الاحتجاج بہذا الجنس من الحجج لذکرنا فعل المامون فانہ رد فدک بعد ان جلس مجلساً مشہوراً حکم فیہ بین خصمین نصبہما احدہما باقی صفحہ نمبر ۳۰۸

کے فعل پر کسی طرح سے بھی حجت نہیں کرتے، کیونکہ ان کا فعل کچھ حجت نہیں ہے۔ اور اگر ہم اس قسم کی باتوں سے احتجاج کریں اور اس طرح کی حجتیں اور دلیلیں لاویں تو ہم ماموں کے فعل کو بھی پیش کر سکتے ہیں۔ کیونکہ خلیفہ ماموں نے بھی ایک مجلس قائم کر کے اور مباحثہ کرا کے فدک کو واپس کیا تھا۔ سوائے اس کے صاحب مغنی عمر بن عبدالعزیز کے اسس فعل کا انکار کرتے ہیں جو کہ اہل نقل میں بلا اختلاف معروف و مشہور ہے فقط۔ اور اس پر انہوں نے روایت محمد بن زکریا غلابی کی پیش کی ہے۔ جس سے ہم بحث کر رہے ہیں۔

اسی قصے کو عمر بن عبدالعزیز کے ابوہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل اور یاقوت حموی کی معجم البلدان اور ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغت سے طعن الرماح اور تشئید المطاعن میں بھی نقل کیا ہے اور ان تمام روایتوں کا ماحصل بھی صرف یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے فدک آل فاطمہ کو رد کر دیا اس سے کہیں یہ نہیں ثابت ہوتا کہ فدک کے ہبہ کا دعویٰ حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابوبکر صدیق رض کے سامنے کیا تھا۔ اس لئے یہ جتنی روایتیں پیش کی گئی ہیں وہ کچھ بھی مفید مطلب کے نہیں ہیں بلکہ برخلاف اس کے جیسا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے مشکوٰۃ سے بروایت ابوداؤد لکھا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز کا آل مروان کو جمع کر کے یہ کہنا ثابت ہوتا ہے۔ کہ جس امر سے رسول اللہ ص نے فاطمہؑ کو منع کیا تھا میں کب اس کا مستحق ہو سکتا ہوں اس لئے میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں اس کو اسی حال پہ لوٹاتا ہوں جس حال پہ کہ وہ رسول اللہ ص اور ابوبکر وعمر رض کے زمانے میں تھا۔ چنانچہ اصل روایت متعلق اس کے تحفہ میں منقول ہے۔ من شاء فلیرجع الیہ۔

تیسری روایت جو طرائف میں واقدی اور بشر بن غیاث اور بشر بن الولید سے نقل کی گئی ہے اور جس میں خلیفہ ماموں کے مجلس قائم کرنے اور فدک کے مقدمہ میں بحث کرنے اور آخر کار ایک رسالہ لکھ کر موسم حج میں شائع کرنے کا ذکر ہے وہ بھی سراپا جھوٹی اور شیعوں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۰۔ رفاطمۃ والآخر لابی بکر ورد ہا بعد قیام الحجۃ ووضوح الامر و مع ذلک انہ انکر من فعل عمر بن عبدالعزیز ما ہو معروف مشہور بلا خلاف بین اہل النقل فیہ وقد روی محمد بن زکریا الغلابی عن شیوخہ عن ابی المقدام ہشام بن زیاد۔ ۱۲۔ (شافی صفحہ ۲۳۶)

Marfat.com

کی بنائی ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اس کے راوی واقدی اور بشر بن غیاث ہیں جن میں سے ہر ایک کا حال ہم اوپر آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ کی بحث میں لکھ چکے ہیں کہ واقدی کذابین اور واضعین حدیث میں سے ہیں۔ اور بشر بن غیاث زنادقہ میں سے۔ اور اسی روایت کو عماد الاسلام میں مولانا دلدار علی صاحب نے طرائف سے نقل کیا ہے اور مجتہد سید محمد صاحب نے طعن الرماح میں اس کا ترجمہ لکھا ہے، اور ان دونوں مجتہدوں سے افسوس ہے کہ ایسے کاذبین اور واضعین حدیث اور زندیقین کی روایتیں پیش کر کے اپنے دعوی کو ثابت کرنا چاہتے ہیں اور ان کی روایتوں کو اہل سنت کے اخبار صحاح میں سے بیان کرتے ہیں۔ اور اس کا سبب صرف یہ ہے کہ کوئی روایت صحیح تو دعوی ہبہ کے متعلق ہے نہیں اس لئے اس قسم کی جھوٹی اور بنائی ہوئی باتوں کو جو جھوٹوں اور حدیث کے بنانے والوں کو زندیقوں نے اسلام میں رخنہ ڈالنے کے لئے مشہور کر رکھی ہیں طرح طرح سے پیش کرتے ہیں۔ کبھی کچھ سند کا حوالہ دے کر کبھی کسی کتاب کا نام لے کر کبھی کسی تاریخ سے نقل فرما کر۔ مگر ان کا جھوٹ کسی طرح چھپ نہیں سکتا اور جس رنگ میں وہ اسے دکھائیں اصلی جلوہ نظر آجاتا ہے۔ ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش — کہ من آں جلوۂ قدمی شناسم!!

چوتھی روایت وہ ہے جو جواہر العقدین سید سمہودی وغیرہ سے نقل کی گئی ہے۔ اور جس کو حافظ عمر بن شبہ نے نمیر بن حسان سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت پوری عماد الاسلام سے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔ اس میں دو راویوں کے نام لکھے ہیں، ایک عمر بن شبہ دوسرے نمیر بن حسان۔ باقی راویوں کے مذکور نہیں ہیں۔ دیگر راویوں کے نام یا سید سمہودی نے چھوڑ دیئے ہوں، یا حضرات مجتہدین نے نقل کرنے میں تخفیف فرمائی ہو۔ مگر پتہ چلانے سے معلوم ہوا کہ اس روایت کا اصلی ماخذ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید کی ہے۔ اور ابن ابی الحدید نے اسے ابوبکر احمد بن عبد العزیز جوہری کی کتاب سقیفہ و فدک سے نقل کیا ہے اور وہ اصلی روایت یہ ہے کہ ابن ابی الحدید فرماتے ہیں۔ قال ابوبکر اخبرنا ابو زید قال ثنا محمد بن عبد اللہ بن الزبیر قال ثنا فضیل بن مرزوق قال ثنا البختری (غالباً نمبر ہوگا)

بن حسان قال قلت لزید بن علی وانا ارید ان اھجن امر ابی بکر ان ابا بکر انتزع فدک من فاطمۃ فقال ان ابا بکر الخ باقی عبارت وہ ہے جو عماد الاسلام میں نقل کی گئی ہے اور جس کے آخر الفاظ جو انہوں نے چھوڑ دیئے تھے اُسے ہم نے اس کے بعد نقل کر دیئے ہیں۔ اس روایت میں آتنی باتیں غور طلب ہیں۔ اول تو ابن ابی الحدید اس کے ناقل ہیں اور وہ خود معتزلی اور شیعی ہیں گو شیعوں نے ان کو علمائے اہل سنت سے بیان کیا ہے اور غرض اس سے یہ ہے کہ لوگوں کو دھوکا ہو اور انہیں علمائے اہل سنت سے سمجھ کر ان کی بیان کی ہوئی روایتوں سے لوگ شبہ میں پڑیں مگر معتزلی ہونا ان کا تو ایسا کھلا ہوا ہے۔ کہ اس سے کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا اور ان کے شیعہ ہونے یا کم سے کم شیعوں کے سے عقائد رکھنے پر ان کی کتاب شرح نہج البلاغت شاہد ہے۔ دوسرے اس روایت کو ابن ابی الحدید نے ابوبکر احمد بن عبد العزیز جوہری کی کتاب سقیفہ و فدک سے نقل کیا ہے۔ اور یہ کتاب کہ آیا ابوبکر جوہری کی ہے یا نہیں، یا کوئی کتاب اس نام کی ہے بھی یا نہیں، خود معرض بحث میں ہے اور سوائے ابن ابی الحدید کے کسی اور مشہور عالم نے نہ اس کا ذکر کیا ہے، نہ کسی مشہور کتاب میں اس سے کچھ لیا گیا ہے اس لئے ایسی گم نام کتاب کی روایت کب قابل اعتنا اور لائق توجہ ہے ہم کو اس روایت کے پیش کرنے پر نہایت تعجب آتا ہے، کیونکہ مولانا دلدار علی صاحب نے محجاج السالکین کی روایت پیش کرنے سے مولانا شاہ عبد العزیز صاحب مرحوم پر نہایت غصہ ظاہر فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ تاحال نام ایں کتاب بگوش کسی از شیعیان نرسیدہ و بکتاب مجہول کہ مصنف آں نیز مجہول ست احتجاج و استدلال نتوال نمود چہ مستبعد ست کہ نام کتاب را خودش بدروغ ساختہ باشد پس در مقابلہ آں اگر کسی بگوید کہ در اعوجاج الہالکین شخصے از مردم بخارا نوشتہ کہ ابوبکر اعتراف بکفر خود کردمی تواند گفت و بالفرض اگر کتابی مسمی باین اسم از

لہ اب تک اس کتاب کے نام سے کسی شیعہ کا کان واقف نہیں اور ایک مجہول کتاب سے جس کا مصنف بھی غیر معروف ہے کسی قسم کا استدلال نہیں کیا جا سکتا! ور عین ممکن ہے کہ جھوٹ موٹ ایک کتاب کا نام یہ گھڑ لیا ہو۔ اس دروغ ساختہ کے مقابلہ میں اگر کوئی کہے کہ اعوجاج الہالکین میں ایک بخاری نے لکھا کہ ابوبکر نے اپنے کافر ہونے کا خود اقرار کیا ہے، تو ایسا کہا جا سکتا ہے اور اگر بفرض محال محجاج السالکین نامی کوئی کتاب شیعوں کی ہو اور اس میں یہ روایت بھی موجود ہو تب بھی یہ کیسے یقین کیا جا سکتا ہے کہ اسے سنیوں کی کتاب سے نقل کیا گیا ہے اور اسکے تہرا نے نادیدہ یا دانستہ شیعوں پر فریب کا الزام نہ لگایا ہو۔

کتب شیعہ بودہ باشد و ایں روایت دراں مندرج پس از کجا معلوم شد کہ نقل از کتب اہل سنت نکردہ باشد و ایں ناصب و خواجہ او نہ دیدہ یا دیدہ و دانستہ عذر و فریب نابینا یا ماہیہ النادرین نمودہ باشند انتہی صفحہ ۵۲ صوارم ۔ اور سید محمد صاحب نے طعن الرماح میں خطبہ بنت ابی جہل کی روایت کی نسبت سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کے کلام کو نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں ۔ ھذا الخبر باطل موضوع غیر معروف ولا ثابت عند اہل النقل و انما ذکرہ الکرابیسی طاعنا بہ علی امیر المومنین ومعارضا بذکرہ لبعض شیعتہ من الاخبار فی اعدائہ وھیھات ان یشتبہ الحق بالباطل ۔ بعد ازاں کلامی کہ فرمودہ است[ا] محصل آں این ست کہ اگر امری دیگر دریں روایت نبودہ باشد پس ہمیں کہ راوی آں کرابیسی است ذاد محلن بعداوت اہل بیت و ناصبی شقی بودہ کافی ست در توہین و تکذیب آں صفحہ ۳۹ طعن الرماح ہم امید کرتے ہیں کہ حضرات شیعہ جو کچھ ان دو مجتہدوں نے فرمایا اسی کو ہماری طرف سے سمجھیں گے اور بہ تبدیل الفاظ ہمارے اس کہنے کو گوش دل سے سن کر اسے تسلیم کریں گے ۔ اور ایسی روایتوں کے جھوٹے ہونے میں شبہ نہ فرمائیں گے ۔ تیسرے ابوبکر جوہری نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے یہ روایت ابوزید سے لی ہے ۔ اور ابوزید کنیت ہے عمر بن شبہ کی جیسا کہ تقریب میں بیان کیا گیا ہے "عمر بن شبہ بن عبیدہ بن زید النمیری ابو زید" ، اور گو عمر بن شبہ معتبرین سے ہیں مگر اس کا کیا ثبوت ہے کہ حقیقت میں ابوبکر جوہری نے جو روایت ان سے بیان کی ہے اور ابوبکر جوہری کے نام سے جو کچھ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے وہ جعل سے خالی ہے تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں جہاں عمر بن شبہ بن عبیدہ سے روایت سننے والوں کا نام ہے وہاں ابوبکر جوہری کا نام ہم ان مشاہیر میں سے نہیں پاتے جنہوں نے عمر بن شبہ سے سنا تھا جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی لکھتے ہیں ۔ عمر بن شبہ بن عبیدۃ الحافظ العلامۃ الاخباری ابوزید النمیری البصری صاحب التصانیف عن یوسف بن عطیۃ الی قولہ وعنہ ابن ماجۃ

[ا] اس کے بعد جو کچھ کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر دوسری بات اس روایت میں نہ ہوتی تو یہی کہہ دینا کافی تھا کہ اس کا راوی ایک معمولی شخص ہے ۔ جو اہل بیت کی عداوت کا اعلان کرتا ہے ۔ اور ان کی تکذیب و توہین کرنے والا یہ شخص شقی اور بدبخت ہے ۔

Marfat.com

وابن صاعد والمحاملی ومحمد بن احمد الاثرم ومحمد بن مخلد وخلق ۔ فقط اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر جوہری نے گو حافظ عمر بن شبہ سے سنا ہو مگر وہ مشاہیر میں سے نہیں ہیں اور اسی لئے ابوبکر جوہری کا مستقل ترجمہ اور ان کا حال ہم نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا ۔ البتہ ابوالفرج اصفہانی مصنف کتاب الاغانی نے جوہری سے روایتیں کیں ہیں اور اس میں جوہری کی روایتیں عمر بن شبہ بلکہ صرف انہیں سے پائی جاتی ہیں مگر ان کو مشاہیر محدثین اور ائمہ میں سے کہنا سراسر غلط ہے ۔ اور ابوالفرج اصفہانی شیعہ تھا اور علمائے شیعہ نے باوجود زیدیہ ہونے کے اُسے علمائے شیعہ میں شمار کیا ہے جیسا کہ مرزا محمد باقر بن حاجی زین العابدین موسوی نے جن کو زبدۃ المجتہدین اور حجۃ الاسلام والمسلمین کہا گیا ہے اپنی کتاب روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات کے صفحہ ۴۷۸ مطبوع ایران ۱۳۰۷ھ ہجری میں اس طور پر لکھا ہے

ی بن الحسین ابوالفرج اصفہانی صاحب کتاب الاغانی ذکرہ مولینا العلامۃ الحلی فی خلاصتہ فی القسم الثانی فقال انہ شیعی زیدی واوردہ صاحب الامل ایضا فی عداد علماء الشیعۃ وکان عالما روی عن کثیر من العلماء ۔ وکان شیعیا خبیرا بالاغانی والآثار والاحادیث المشہورۃ والمغازی انتہی وکان اشتہار تشیعہ بین جماعۃ من اصحابنا من جہۃ مداناۃ مذہب الشیعۃ مع الزیدیۃ و مشارکتہما فی القول بان الامامۃ غیر خارجۃ عن الفاطمیۃ ۔ چوتھے ابوزید نے اسکو محمد بن عبداللہ بن الزبیر سے روایت کیا ہے اور یہ حضرت شیعہ تھے جیسا کہ میزان الاعتدال میں لکھا ہے ۔ محمد بن عبداللہ بن الزبیر قال العجلی کوفی ثقۃ یتشیع وقال ابوحاتم لہ اوھام اور انہوں نے فضیل بن مرزوق سے روایت کی ہے ۔ اور فضیل بن مرزوق کا حال ہم بحث آیہ وآت ذاالقربی حقہ میں مفصل لکھ چکے ہیں کہ وہ پکے شیعہ تھے ۔ اور انہوں نے نمیر بن حسان سے روایت کی ہے مگر اس میں غلطی معلوم ہوتی ہے خواہ وہ چھاپے کی ہو یا نقل کی ۔ اس لئے کہ عماد الاسلام اور طعن الرماح میں ان کا نام نمیر بن حسان لکھا ہے اور شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید میں البختری بن حسان ۔ مگر ہم کو ان دونوں ناموں میں سے کوئی نام تقریب اور تہذیب اور تذہیب اور میزان الاعتدال میں نہیں ملا ۔ بہرحال اگر اور تمام راوی ثقہ اور صدوق بھی ہوتے مگر جب کہ اس روایت میں فضیل بن مرزوق داخل ہیں تو یہ

Marfat.com

روایت بجز اس کے کہ یہ روایت شیعوں کی سمجھی جائے اور کچھ نہیں خیال کی جا سکتی۔ اگر سارے سلسلہ میں ایک راوی بھی جھوٹا اور متہم اور مخالف العقیدہ ہو تو ساری روایت باطل اور جھوٹی سمجھی جاتی ہے۔ اور علاوہ اس کے اخیر راوی اس کے خواہ نمیر بن حسان ہوں یا بختری بن حسان خود ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحب بڑے کٹے شیعہ اور دشمن صحابہ تھے اس لئے کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے زید بن علی سے پوچھا کہ میری خواہش یہ تھی کہ اس سے ابوبکرؓ کے فعل پر عیب لگاؤں۔ اور اس کی برائی کروں۔ اس لئے کہ اس نے اہجن کا لفظ استعمال کیا ہے اور تہجین کے معنی منتہی الارب میں ہیں۔ زشت وعیب ناک گردانیدن۔ اور قاموس میں ہے۔ الھجنۃ من الکلام ما یعیبہ والھجین اللئیم والتھجین التقبیح۔

پانچویں روایت جو تشئید المطاعن میں ریاض النضرہ سے نقل کی ہے۔ اس کے راوی عبداللہ بن ابوبکر بن عمرو بن حزم ہیں اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اس میں اس روایت کا نہ سر ہے نہ دم اس لئے کہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ عبداللہ بن ابی بکر سے کس نے یہ روایت کی ہے اور نہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عبداللہ بن ابی بکر کے باپ نے کس سے اس روایت کو سنا ہے جب تک کہ پوری روایت اور تمام راوی بیان نہ کئے جائیں اس قسم کی روایتوں پر اعتبار نہیں ہو سکتا۔

چھٹی وہ روایت ہے جو تشئید المطاعن میں طبقات کبری سے نقل کی ہے اس کے راوی محمد بن عمر ہیں اور انہوں نے ہشام بن سعد سے اور ہشام بن سعد نے زید بن اسلم سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ اس میں راوی اول محمد بن عمر ہیں اور یہ وہ ہیں جو واقدی کے نام سے مشہور ہیں اس لئے کہ یہی ہشام بن سعد ہیں اور ہشام بن سعد زید بن اسلم سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ اس میں راوی اول محمد بن عمر ہیں اور یہ وہ ہیں جو واقدی کے نام سے مشہور ہیں اس لئے کہ یہی ہشام بن سعد ہیں اور ہشام بن سعد زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔ اور واقدی کا حال اور ان کے تمام صفات ہم اوپر آیہ وآت ذا القربی

Marfat.com

خضر کی بحث میں مفصل لکھ چکے ہیں کہ وہ حدیثوں کے بنانے والوں میں سے ہیں۔ اور کسی بات میں ان کی کوئی روایت حدیث یا انساب یا کسی چیز میں بھی قابل اعتبار نہیں ہے اور ایسے متروک الحدیث ہیں کہ تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی نے ان کی نسبت لم استق ترجمتہ ھنا لاتفاقھم علی ترک حدیثہ کہہ کر ان کا ترجمہ نہیں لکھا۔ دوسرے راوی ہشام بن سعد ہیں اُن کی نسبت میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔ کان یحیی بن القطان لایحدث عنہ وقال النسائی ضعیف اور تقریب میں لکھا ہے لہ اوھام ورمی بالتشیع اور تہذیب میں ہے۔ قال ابوحاتم یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ۔

قسم اول کی روایتوں کا حال اب ہم بیان کر چکے اور ان کے راویوں کا غیر معتبر اور جھوٹا ہونا ثابت کر دیا۔ اور اس لئے ان روایتوں پر وہ مقولہ صادق آتا ہے جو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے فرمایا ہے کہ خبر غیر صحیح چوں گوز شتر ست۔ اب باقی رہیں اور اقسام کی روایتیں اُن کی نسبت اگرچہ ہم کو زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہم بہ تفصیل جو تھے مقدمہ میں اس کتاب کے بیان کر چکے ہیں کہ ایسے واقعات کے متعلق کسی کی رائے یا کسی کا قیاس یا کسی کا بیان اس واقعہ کی صحت اور تصدیق کے لئے کافی نہیں ہے گو اس کا بیان کرنے والا کسی فن کا امام ہو اور گو وہ بڑا مشہور عالم اور کسی خاص علم میں بڑا ماہر اور نامی ہو۔ ان واقعات کی تصدیق کے لئے روایت متصل السند اور صحیح السند ہونی چاہیئے۔ اگر ہزار عالم غلطی یا بے خبری یا ناواقفیت یا بے خیالی سے کسی واقعہ کا اس طور پر ذکر کریں کہ اس سے اس واقعہ کی تصدیق بظاہر پائی جاتی ہو تو واقعہ کی تصدیق کے لئے کچھ مفید نہیں ہے۔ بیش ازیں نیست کہ یہ خیال کیا جائے کہ اس عالم نے اس خبر کی تحقیق اور تنقیح نہیں کی اور بغیر غور اور تحقیق کے اسے لکھ دیا۔ خصوصاً متکلمین کہ جو اعتراضوں کے جواب دینے میں بہت کچھ رائے اور قیاس کو دخل دیتے ہیں اور جواب دینے کے خیال میں پڑ جاتے ہیں اور علی سبیل التسلیم والفرض جواب دینے لگتے ہیں جس سے مخالفین کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ وہ روایت صحیح ہے اور ایسے شبہ کو دھوکا دینے کیلئے پر زور تقریروں میں ظاہر کرتے ہیں۔ یہی حال ان اقوال کا ہے جو علمائے امامیہ نے اس باب میں نقل کئے ہیں۔ اور نہ ہونا مسلسل روایت کا اس کے عدم صحت کے ثبوت میں کافی ہے مگر ہم اپنی کتاب کے ناظرین کے

Marfat.com

اطمینان کے لئے ان اقوال سے بھی بحث کرتے ہیں تاکہ یہ ناقلین کی بے اعتباری یا ان کی عدم واقفیت یا ان کا فن حدیث سے ماہر نہ ہونا معلوم ہو جائے کہ یہی وجوہ ہیں جن سے اس قسم کی روایتیں کتابوں میں درج ہو گئیں اور علمائے امامیہ کو عوام کو مغالطے میں ڈالنے کا موقع ملا۔

اس قسم کی روایتیں شافی سے لے کر طعن الرماح کے زمانے تک جو کچھ بیان کی گئی ہیں وہ اوپر ہم نقل کر چکے۔ اب ہم ان کا مختصر حال لکھتے ہیں وہ روایتیں یہ ہیں۔

(۱) واقدی کی روایت جو علامۂ حلی نے کتاب کشف الحق میں نقل کی ہے اور جس کا یہ خلاصہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت فاطمہ رضؓ کے دعوے پر انہیں سند لکھ دینے کا ارادہ کیا، مگر حضرت عمر رضؓ مانع ہوئے۔

(۲) معجم البلدان کی روایت جس کو احقاق الحق میں بیان کیا ہے۔ اور جس میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اور مامون کے رد فدک کا حال ہے۔

(۳) روایت شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفا کی ہے جو احقاق الحق میں نقل کی گئی ہے، اور جس میں عمر بن عبدالعزیز کے رد فدک کا ذکر ہے۔

(۴) ابوبکر جوہری کی روایت شرح نہج البلاغت سے جس میں یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رضؓ نے ابوبکر صدیق رضؓ سے کہا کہ ام ایمن گواہی دیتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فدک عطا کر دیا تھا۔

(۵) صواعق محرقہ کی روایت متعلق دعویٰ ہبہ کے ہے۔ جس کو عماد الاسلام اور طعن الرماح اور تشئید المطاعن میں نقل کیا ہے۔

(۶) ملل و نحل شہرستانی اور مواقف اور شرح مواقف اور نہایۃ العقول اور تفسیر کبیر کی روایت ہے جس میں دعویٰ ہبہ کا بیان ہے۔

(۷) معارج النبوت در مقصد اقصی اور حبیب السیر اور روضۃ الصفا کی روایت ہے۔

اب ان روایتوں کا حال سنیئے کہ واقدی کی روایت محتاج بیان نہیں۔ واقدی کا حال اس تفصیل سے ہم لکھ چکے ہیں کہ ہر شخص اس کی روایت کو جھوٹی سمجھے گا اور اس روایت کے پیش کرنے والے پر تعجب کرے گا۔

Marfat.com

معجم البلدان کی روایت جس میں عمر بن عبد العزیز اور ماموں کے رد فدک کا ذکر ہے۔ اس کی پوری بحث ہم طرائف کی روایت میں کر چکے ہیں اور ماموں کے رد فدک کی حقیقت ہم نے تفصیل سے اس طرح پر بیان کر دی کہ اس کے غلط ہونے میں یقیناً کسی کو شبہ نہ رہے گا۔

شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفاء میں متعلق فدک صرف ایک روایت[1] ہے احوال عمر بن عبد العزیز میں حاصل اس کا یہ ہے کہ مغیرہ کا بیان ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے بنی مروان سے کہا کہ فدک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اس سے بنی ہاشم کے بچوں کی اور بیواؤں کی اعانت کرتے تھے۔ فاطمہ رضؓ نے فدک مانگا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیا۔ اُسی طرح ابوبکر و عمر کے زمانے میں رہا مروان نے اس کو جاگیر بنا لیا پس تم لوگ گواہ رہو کہ میں فدک کو اس طرح کرتا ہوں جیسا کہ زمانہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا انتہی ملخصاً۔

چونکہ تاریخ الخلفاء میں سوائے اس ایک روایت کے اور کوئی روایت متعلق فدک نہیں ہے اور یہ روایت صریح بتا رہی ہے کہ فاطمہ رضؓ نے فدک مانگا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیا اور فدک کی آمدنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس مصرف میں صرف فرماتے تھے شیخین رضؓ بھی اسی مصرف میں اُسے خرچ کرتے تھے جس سے ہبۂ فدک و دعویٰ ہبہ فدک بیخ و بن سے منہدم ہو گیا۔ لہذا ہبۂ فدک یا دعویٰ ہبۂ فدک پر تاریخ الخلفا سے سند پیش کرنے کی نسبت سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ یہ ارباب علم بلکہ اصحاب حیا کی شان سے بعید ہے۔ علاوہ اس کے تاریخ الخلفاء میں بیان حال یا غیر صحیح روایت نہ لکھنے کا التزام نہیں ہے لہذا بجز ناقد بصیر اہل حق کے دوسرا کوئی اس سے استدلال نہیں کر سکتا ہے۔

ابوبکر جوہری کی روایت جو شرح نہج البلاغت سے طعن الرماح میں نقل کی ہے، اس میں

---

[1] اصل الفاظ روایت یہ ہیں۔ وعن مغیرۃ قال جمع عمر حین استخلف بنی مروان فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت لہ فدک ینفق منہا ویعول منہا علی صغیرۃ بنی ہاشم ویزوج منہا ایمہم وان فاطمۃ سالتہ ان یجعلہا لہا فابی فکانت کذلک حیوۃ ابی بکر ثم عمر ثم قطعہا مروان، ثم صارت لعمر بن عبد العزیز فرایت امرا منعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ فلیس لی بحق وانی اشہدکم انی قد رددتہا علی ما کانت علی عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ۱۲ تاریخ الخلفاء صفحہ ۷۵ مطبوعہ مطبع محمدی لاہور سنہ ۱۳۰۴ ہجری۔

Marfat.com

جناب مجتہد صاحب نے راوی کا نام چھوڑ دیا ہے تاکہ دیکھنے والے کو کوئی موقع روایت کی اصلیت دریافت کرنے کا نہ ملے مگر اصل کتاب یعنی شرح نہج البلاغت پر رجوع کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کے راوی ہشام بن محمد کلبی ہیں اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے جیسا کہ شرح نہج البلاغت جلد دوم مطبوعہ ایران کے صفحہ ۲۹۵ میں اصل روایت یوں لکھی ہے۔ قال ابوبکر وروی هشام بن محمد عن ابیہ قال قالت فاطمہ لابی بکر ان ام ایمن تشهد الخ (باقی عبارت وہ ہے جو طعن الرماح سے اوپر ہم نقل کر چکے) اور ہشام بن محمد کلبی کے خطاب سے مشہور ہیں اور ان کے باپ بھی اسی لقب سے معروف۔ اور یہ باپ بیٹے نہایت کٹے شیعہ اور جھوٹے اور غیر مستند تھے۔ چنانچہ ان کے باپ کا حال جو ابو ہشام کلبی سے بھی مشہور ہیں بحث آیہ وآت ذاالقربی حقہ میں اوپر ہم لکھ چکے ہیں ان کی روایت کا پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ حضرت زرارہ اور احول اور مومن الطاق کی روایتوں کا پیش کرنا۔ اگر زرارہ احول کی روایتیں سنیوں پر حجت ہو سکتی ہوں تو ہشام بن محمد کلبی اور ابو ہشام محمد بن السائب کلبی یعنی ان باپ بیٹوں کی روایتیں بھی ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہیں۔

صواعق محرقہ کی ایک روایت تو وہ بیان کی گئی ہے جس میں زید بن علی سے سوال کرنے اور ان کے جواب دینے کا ذکر ہے اس کی حقیقت ہم اوپر بیان کر چکے۔ دوسرے ایک مقام پر انہوں نے ہبہ کے دعویٰ کا یہ جواب دیا ہے کہ نصاب شہادت نہیں تھا۔ اس میں صاحب صواعق محرقہ نے ہبہ کے دعوے کی روایت سے بحث نہیں کی صرف علی سبیل التسلیم والفرض اُس کا جواب دیا ہے۔ اور یہ عادت متکلمین کی ہے۔ اس میں انہوں نے یہ نہیں بیان کیا کہ یہ روایت صحیح ہے جس طرح پر کہ انہوں نے اس کی تکذیب بھی نہیں کی غایت مافی الباب یہ ہے کہ انہوں نے اس روایت کی اصلیت نہیں تحقیق کی اور اس طور پر جواب دیا ہے جس سے ضمناً اس دعویٰ کے پیش کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے اور یہ امر اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ وہ روایت فی نفسہ صحیح ہو۔ روایت کی تصحیح تو روایت کے بیان اور راویوں کی تنقیح پر منحصر ہے۔ اور ہم اوپر نہایت مدلل طور پر اصل روایت کی تکذیب ثابت کر چکے۔

ملل ونحل شہرستانی اور مواقف کے قولوں کو نقل کرنے سے سوائے کتاب کے حجم بڑھانے کے اور کچھ فائدہ نہیں۔ اس لئے کہ ملل ونحل میں شہرستانی نے کسی روایت کا بیان نہیں کیا صرف یہ دو لفظ لکھے ہیں کہ تیسرا اختلاف امر فدک میں ہے اور پیغمبر خدا صلعم کے ارث میں اور فاطمہؑ کے دعوے

کی نسبت کہ کبھی وراثتا کیا اور کبھی ملکیت کا پس یہ دو لفظ کہ نازعۃ وراثتا وتملیکا اخری کچھ اصل روایت کو ثابت نہیں کرتے۔ بلکہ غور کرنے سے تملیکا اخری کے الفاظ بھی مشتبہ معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر خلاف تھا تو توریث میں یعنی اس مسئلہ میں کہ آیا پیغمبر خدا صلعم کے متروکہ میں میراث جاری ہو سکتی ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ نہیں تھا کہ کوئی شخص اپنی ملکیت پر قابض رہ سکتا ہے یا نہیں اس لئے اس موقع پر الفاظ دعوے فاطمہؑ وراثۃ وتملکا آخری مہمل اور بے معنی ہیں۔ سوائے اس کے جو دلیل بیان کی ہے حتی دفعت عن ذلک بالروایۃ المشہورۃ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعوی کے نہ سنے جانے کی حدیث نحن معاشر الانبیاء ہے۔ اور یہ متعلق بمیراث ہے نہ متعلق بہبہ وتملیک۔ تملیکا اخری کے دعوی کے ثابت کرنے کیلئے یہ بھی لکھنا ضرور تھا کہ اس وجہ سے یہ دعوی نہ سنا گیا کہ شہادت پوری نہیں ہوئی۔ بہرحال ہر ایک غور کرنے والا سمجھ سکتا ہے کہ یہ الفاظ ہی مہمل اور بے معنی ہیں۔ علاوہ بریں ملل ونحل کے لکھنے والے شہرستانی ان بزرگوں میں سے ہیں جو خود عقائد میں متہم ہیں جیسا کہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے۔ بل یمیل الشہرستانی کثیرا الی اشیاء من امورھم بل یذکر احیانا اشیاء من کلام الاسماعیلیۃ منھم ویوجھہ ولھذا اتھمہ بعض الناس بانہ من الاسماعیلیہ وقد یقال ھو مع الشیعۃ بوجہ ومع اصحاب الاشعری بوجہ وبالجملۃ فالشہرستانی یظھر المیل الی الشیعہ ولا یحتج بہ الامن ھو جاھل وان ھذا الرجل یعنی الشہرستانی کان لہ بالشیعہ المام واتصال وانہ دخل فی اھواءھم بما ذکرہ فی ھذا الکتاب یعنی الملل والنحل۔ یعنی شہرستانی اکثر شیعوں کی باتوں کی طرف میل کیا کرتا ہے بلکہ کبھی شیعوں کے فرقہ اسمعیلیہ باطنیہ کا کلام ذکر کرتا ہے پھر اسی کی توجیہ بیان کرتا ہے اس سے بعض لوگوں نے اس کو اسمعیلیوں میں متہم کیا ہے اور کبھی لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ ایک طرح سے شیعوں کے ساتھ ہے اور ایک طرح سے اہل سنت کے ہم خیال ہے۔ غرضکہ شہرستانی کا میل شیعوں کی طرف ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس سے جاہل شخص ہی احتجاج کر سکتا ہے۔ اس شہرستانی کو شیعوں کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے اور ان کے خیالات فاسدہ میں سرشار۔

مواقف اور شرح مواقف کے قول جو نقل کئے گئے ہیں وہ خود اس قول کی تضعیف کرتے ہیں اس لئے کہ اس نے فان قیل کے لفظوں سے شروع کیا ہے۔ اور طالب علم تک اس بات کو

Marfat.com

جانتے ہیں کہ یہ لفظ قول ضعیف کے ذکر میں استعمال کیا جاتا ہے اور بالفرض والتقدیر اور علی سبیل التسلیم جواب دینے کے مقام میں، علاوہ بریں صاحب مواقف اور اس کے شارح بلاشبہ علمائے متکلمین اہل سنت سے ہیں مگر حدیث وخبر میں مجرد ان کا قول قابل سند نہیں ہے۔ غایۃ مافی الباب ان عالموں کا درجہ سنیوں میں ایسا سمجھ لینا چاہیے جیسا کہ خواجہ نصیر الدین طوسی کا شیعوں میں ہے صرف خواجہ نصیر الدین طوسی کی روایتوں اور حدیثوں کو کوئی عالم علمائے شیعہ سے مستند اور قابل استدلال نہیں مانے گا۔ جب تک کہ وہ حدیث نقل نہ کرے یا کسی حدیث صحیح پر ان کا قول مبنی نہ ہو۔ گو وہ کیسے ہی فلسفی اور معقولی اور متکلم تھے۔ اور شارح مواقف کا یہ کہنا کہ والصحیح ام ایمن اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ اس روایت کی تصدیق کرتے ہیں بلکہ اس بات پر دال ہے کہ صحیح یہ ہے۔ کہ اس جھوٹی روایت کے بنانے والے کا لفظ ام کلثوم نہیں ہے بلکہ اس ذات والاصفات کا لفظ بجائے ام کلثوم کے ام ایمن ہے نہ ام کلثوم اس لئے انہوں نے ام کلثوم کے بعد یہ کہا کہ والصحیح ام ایمن۔ اور اس سے ایک اور بات معلوم ہوتی ہے جس سے ہمارے قول کی تائید ہوتی ہے کہ صاحب مواقف کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ علمائے شیعہ نے ام ایمن کا نام لکھا ہے، یا ام کلثوم کا اور غلطی سے وہ ام کلثوم لکھ گئے اور چونکہ شارح مواقف اوّل شیعہ تھے اور بعد اس کے سنی ہوئے اس لئے ان کو ان روایات پر خوب اطلاع تھی، ان کو یہ غلطی بادی النظر میں معلوم ہوگئی اور اس کی اصلاح کردی۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے کل روایت کی صحت ثابت کی اور اگر وہ اپنے نزدیک اس روایت کو صحیح سمجھ کر بھی بیان کرتے اور تسلیم کیا جائے کہ انہوں نے اسی لئے بیان کیا ہے تو وہ ان کا خیال ہے اور اس کا جواب صاف ہے کہ وہ خیال ان کا غلط تھا اس لئے کہ یہ چیزیں قیاسی نہیں ہیں بلکہ خبر سے متعلق ہیں اور خبر کے لئے اس کی تصدیق ضرور ہے۔ واذلیس فلیس۔

امام رازی کی نہایۃ العقول اور تفسیر کبیر سے بھی روایت کی صحت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ اس میں بھی امام رازی نے جواب اعتراض کا دیا ہے اور تنقیح اصل دعوے کی نہیں کی اور نہ تصحیح اس بات کی کہ روایت جس میں ذکر ہبہ کا ہے شیعوں کی ہے یا سنیوں کی اور اس طرح کے جواب دینے سے کسی عالم کے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ روایت فی نفسہ صحیح اور ثابت ہو اور نہ ہی

Marfat.com

سبب ہے کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں بھی جس کا حوالہ طعن الرماح اور تشئید المطاعن میں دیا ہے بحث روایت سے نہیں کی اور اس کی تصحیح و تنقیح کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ معقولی اور فلسفی تھی اور ایسے مباحث میں معقولی متکلمین کسی طرح نفس مطلب پر رجوع کرتے اور اعتراض کو مانا ہوا تسلیم کر کے اس کا جواب دیتے ہیں وہ ان محدثین اور محققین میں سے نہیں ہیں جن کا قول اخبار اور احادیث میں سند ہو اور خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ ضمناً ان کے جواب دینے سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہو کہ وہ اس روایت کی تکذیب پر متوجہ نہیں ہوئے۔ اور ہم از روئے اصول مقررہ فریقین کے یہ بات اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اخبار و احادیث میں کسی کا قول معتبر نہیں ہے گو وہ کیسا ہی مشہور عالم اور مصنف اور محدث ہی کیوں نہ ہو، بلکہ اصل خبر اور نفس روایت دیکھنے کے لائق ہے اور جن راویوں سے وہ بیان کی گئی ہے ان کے حالات کی تنقیح لازم ہے۔ اگر راوی ثقہ معتبر ہوں اور ان پر کوئی الزام نہ لگایا گیا ہو وہ البتہ لائق لحاظ کے ہے۔ اور پھر اس میں یہ بھی دیکھنا ہے کہ وہ خبر احاد میں سے ہے یا مشہور اور دوسرے صحیح اخبار اور مستند روایتوں کے متناقض ہے کہ نہیں، اور یہ کلام محققین اور اہل فن کا ہے اس لئے چند عالموں کی کتابوں میں سے چند عبارتیں نقل کر دینے سے مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

اگر کوئی حضرات امامیہ سے سے یہ کہے کہ ایسے مشہور عالموں کی روایتوں کے نہ ماننے سے جو کہ ائمہ اہل سنت سمجھے جاتے ہیں باب مناظرہ ہی بند ہو جاتا ہے اور صرف یہ جواب کہ وہ حدیث میں ماہر اور نقاد نہ تھے یا باوجود محدث ہونے کے ان سے خطا ہو گئی یا انہوں نے غلط اور ضعیف روایت کو تسلیم کر لیا اسے چاہئے کہ اس کتاب کا چوتھا مقدمہ غور سے پڑھے کہ اس سے اس کو اس قسم کے خیالات کا کافی اور تسلی بخش جواب ملے گا۔

جو شہادت ہمارے یہاں کی کتابوں سے حضرات امامیہ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت فاطمہ زہرا نے فدک کے ہبہ کا دعویٰ کیا تھا پیش کی تھی اس کی حقیقت کہ وہ کہاں تک قابل ماننے کے ہے، یہ تفصیل ہم نے بیان کر دی۔ اب ہم اس بات کو دکھاتے ہیں کہ خود شیعوں کی روایتیں متعلق اس دعویٰ کے ایسی متناقض اور مختلف ہیں کہ ان کا باہمی تناقض اور اختلاف ان کے دعویٰ کو باطل کرتا ہے۔

Marfat.com

تناقض اور اختلاف جو شیعوں کی ان روایتوں میں ہے جس میں ہبہ فدک کے دعوی کا ذکر کیا گیا ہے!

تناقض ثابت کرنے کے لئے ضرور ہے کہ اول ہم شیعوں کی روایتیں جو متعلق دعوئی ہبہ فدک کے ہیں بیان کریں، پھر ان کا تناقض دکھائیں مفصلۂ ذیل روایتیں شیعوں نے اس کے متعلق بیان کی ہیں۔

(۱) احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران صفحہ ۵۲ ذیل عنوان احتجاج امیر المومنین علی ابی بکر و عمر لما منع فاطمۃ الزہراء فدک بالکتاب والسنۃ میں بسند حماد بن عثمان امام جعفر صادق سے روایت[1] کی ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ ہوئے اور تمام مہاجرین وانصار پر پوری طور سے انکی حکومت قائم ہوگئی تو انہوں نے فدک پر اپنا آدمی بھیجا اور اس نے حضرت فاطمہ کے وکیل کو نکال دیا تب حضرت فاطمہ ابوبکر کے پاس آئیں اور فرمایا کیوں تم مجھے میرے باپ کی میراث سے محروم کرتے ہو اور کیوں میرے وکیل کو فدک سے نکال دیا اس پر انہوں نے اُن سے گواہ مانگے! اور اسی روایت میں بعد بیان شہادت کے لکھا ہے کہ ابوبکر نے فاطمہ کو

---

[1] اصل عبارت یہ ہے عن حماد بن عثمان عن ابی عبداللہ قال لما بویع ابوبکر واستقام لہ الامر علی جمیع المہاجرین والانصار بعث الی فدک من اخرج وکیل فاطمۃ بنت رسول اللہ صلعم منہا فجاءت فاطمۃ الی ابی بکر ثم قالت لم تمنعنی میراثی من ابی رسول اللہ صلعم واخرجت وکیلی من فدک وقد جعلہا لی رسول اللہ صلعم بامر اللہ تعالی فقال ہاتی علی ذلک بشہود فجاءت بام ایمن فقالت لا اشہد یا ابابکر حتی احتج علیک بما قال رسول اللہ صلعم انشدک باللہ الست تعلم ان رسول اللہ صلعم قال ام ایمن امرأۃ من اہل الجنۃ فقال بلی قالت فاشہد ان اللہ عزوجل اوحی الی رسول اللہ صلعم فآت ذی القربی حقہ فجعل فدک لفاطمۃ بامر اللہ فجاء علی فشہد بمثل ذلک فکتب لہا کتابا فدفعہ الیہا فدخل عمر فقال ما ہذا الکتاب فقال ان فاطمۃ ادعت فی فدک وشہدت لہا ام ایمن وعلی فکتبتہ لہا فاخذ عمر الکتاب من فاطمۃ فتفل فیہ فمزقہ فخرجت فاطمۃ تبکی فلما کان بعد ذلک جاء علی الی ابی بکر وہو فی المسجد وحولہ المہاجرون والانصار فقال یا ابابکر لم منعت فاطمۃ میراثہا من رسول اللہ وقد ملکتہ فی حیوۃ رسول اللہ صلعم فقال ابوبکر ہذا فیئ للمسلمین فان اقامت شہودا ان رسول اللہ صلعم جعلہ لہا والا فلا حق لہا فیہ فقال امیر المومنین یا ابابکر تحکم فینا بخلاف حکم اللہ فی المسلمین قال لا قال فان کان فی ید المسلمین شیئ یملکونہ ثم ادعیت انا فیہ من تسأل البینۃ قال ایاک اسئل البینۃ قال فما بال فاطمۃ سألتہا البینۃ علی

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

سند لکھ دی اور عمر نے اسے چاک کر دیا اور فاطمہؑ روتی ہوئی چلی گئیں ۔ فلما کان بعد ذلک جاء علیؑ الی ابی بکر وھو فی المسجد وحولہ المھاجرون والانصار (اس کے بعد حضرت علیؑ ابوبکرؓ کے پاس آئے اور اُن کے پاس مسجد میں مہاجر و انصار جمع تھے ۔ اور علیؓ نے آکر کہا کہ کیوں تم فاطمہؓ کو پیغمبر خدا کی میراث سے منع کرتے ہو حالانکہ وہ آنحضرت کی زندگی میں اس کی مالک تھیں ۔ ابوبکر نے کہا یہ مال مسلمانوں کا ہے ، اگر وہ گواہ پیش کریں تو ان کو ملے گا ۔ ورنہ اُن کا کچھ حق نہیں اس پر امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اے ابوبکر کیا تم ہمارے حق میں خدا کے حکم کے خلاف فیصلہ کرو گے ، انہوں نے کہا نہیں تو آپ نے کہا کہ اگر کوئی چیز مسلمانوں کے قبضے میں ہو اور وہ اس کے مالک ہوں اور میں اُس پہ دعویٰ کروں تو تم کس سے گواہ مانگو گے انہوں نے کہا تم سے ۔ کہا یہ کیا سبب ہے کہ تم فاطمہؑ سے گواہ مانگتے ہو اس چیز کے متعلق جو ان کے قبضہ میں ہے ۔ اور جس کی وہ پیغمبر خدا کی زندگی میں اور اس کے بعد مالک تھیں ۔ اور مسلمانوں سے تم گواہ نہیں مانگتے کہ وہ اس کا دعویٰ کرتے ہیں یہ سن کر ابوبکر چپ ہو رہے تب عمر نے کہا کہ اے علی یہ باتیں جانے دو کہ ہم تمہاری حجتوں پر غالب نہیں آ سکتے ۔ اگر تم گواہ عادل پیش کرو گے تو خیر ، ورنہ یہ مال مسلمانوں کا ہے نہ تمہارا حق ہے نہ فاطمہؑ کا ۔ پھر آخر اسی قسم کی اور چند باتوں کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ یہ حالت دیکھ کر لوگ غصے میں آئے اور بعض نے اس بات کو بہت برا جانا اور کہا کہ واللہ علیؑ سچ کہتے ہیں اور علیؑ اپنے گھر چلے آئے اور فاطمہؑ مسجد نبوی میں تشریف لے گئیں اور اپنے آپ کو باپ کی قبر پہ گرا دیا اور یہ اشعار پڑھنے لگیں ۔ قد کان بعدک انباء ھنبثۃ الخ بعد اس کے اس روایت میں یہ بیان ہے کہ ابوبکر و عمر نے یہ حالت دیکھ کر اور آئندہ کا خوف کر کے ارادہ کیا کہ علی کو قتل کرا دیں ، اور اس کے لئے خالد کو تجویز کیا ۔ اس کا بیان ہم اپنے موقع پر کریں گے ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ ما فی یدیہا وقد ملکتہ فی حیوۃ رسول اللہ صلعم وبعدہ ولم تسئل المسلمین البینۃ علی ما ادعوہا شہودا کما سئلتنی علی ما ادعیت علیہم فسکت ابوبکر فقال عمر یا علی دعنا من کلامک فانا لا نقوی علی حجتک فان اتیت بشہود عدول والا فئی للمسلمین لا حق لک ولا لفاطمۃ فیہ قال فدمدم الناس وانکر بعضہم بعضا وقالوا صدق واللہ علی ورجع علی الی منزلہ قال ودخلت فاطمہ المسجد وطافت بقبر ابیہا وہی تقول ۔ قد کان بعدک انباء ھنبثۃ الخ ۱۲ احتجاج طبرسی ۔

Marfat.com

(۲) علل الشرائع والاحکام[1] تالیف شیخ ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی کی باب صد و پنجاہ و پنجم مطبوعہ ایران صفحہ ۸۶ میں ایک حدیث علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابن عمیر سے اور انہوں نے ایک اور راوی سے امام جعفر صادق ؑ کی یہ بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب ابوبکر نے فاطمہؑ کو فدک سے روکا اور ان کے وکیل کو نکال دیا۔ حضرت علیؑ مسجد میں آئے اور ابوبکر وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے گرد مہاجرین و انصار جمع تھے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم نے کیوں فاطمہؑ کو روکا اس چیز سے جو رسول اللہ نے اُن کو دیدی تھی اور ان کا وکیل اس پر برسوں سے قابض تھا۔ ابوبکر نے کہا کہ یہ مال مسلمانوں کے لئے فئے ہے۔ اگر وہ شاہد عادل لاویں تو خیر، ورنہ فاطمہؑ کا اس میں کچھ حق نہیں ہے۔ علیؑ نے فرمایا کہ کیا ہمارے لئے برخلاف اس کے جو اور مسلمانوں کے لئے تم حکم دیتے، حکم دوگے تو انہوں نے کہا کہ نہیں، تب آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی چیز مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اور میں دعویٰ کردوں تو تم کس سے گواہ مانگوگے۔ ابوبکر نے کہا تم سے۔ علیؑ نے کہا کہ جو چیز میرے ہاتھ میں ہو اور مسلمان اس پر دعویٰ کریں تو تم مجھ سے گواہ مانگوگے ابوبکر یہ سن کر چپ ہو رہے۔ عمر نے کہا کہ یہ مال مسلمانوں کا ہے اور ہم تمہارے جھگڑے کی باتیں نہیں سنتے۔ پھر اس پر اور باتیں ان کے آپس میں ہوئیں، جسے سن کر لوگ رونے لگے اور بصلاح عمر کے ابوبکر نے علی کے قتل کا ارادہ کیا جس کی تفصیل اس روایت میں ہے اور اس کو ہم اپنے موقع پر بیان کریں گے۔

---

[1] قال حدثنا علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عمن ذکرہ عن ابی عبداللہؑ قال لما منع ابوبکر فاطمہ فدکا واخرج وکیلہا جاء امیر المومنین الی المسجد وابوبکر جالس وحولہ المہاجرون والانصار فقال یا ابابکر لم منعت فاطمۃ ما جعلہ رسول اللہ لہا ووکیلہا فیہ منذ سنین فقال ابوبکر ہذا فیئ للمسلمین فان اتت بشہود عدول والا فلا حق لہا فیہ قال یا ابابکر تحکم فینا بخلاف ما تحکم فی المسلمین قال لا قال اخبرنی لو کان فی ید المسلمین شیئ فادعیت انا فیہ ممن کنت تسئلہ البینۃ قال ایاک کنت اسئل قال فاذا کان فی یدی شیئ فادعی فیہ المسلمون تسئلنی فیہ البینۃ قال فسکت ابوبکر فقال عمر ہذا فیئ للمسلمین ولسنا فی خصومتک فی شیئ قال فبکی الناس وتفرقوا ودمدموا ۱۲ علل الشرائع۔

(۳) روایت[1] ہے کہ حضرت فاطمہؑ ابوبکرؓ کے پاس گئیں اور ان سے فدک کا مطالبہ کیا اور بعد بہت سی بحثوں کے ابوبکر قائل ہوئے اور فدک کی سند فاطمہؑ کے لئے لکھ دی اور حضرت علیؑ اور ام ایمن کی اس پر گواہی ہوئی۔ حضرت فاطمہؑ اس سند کو لے کر باہر نکلیں عمر ان کو ملے اور پوچھا کہ آپ کہاں سے آتی ہیں۔ حضرت فاطمہؑ نے جواب دیا کہ ابوبکرؓ کے پاس سے اور سند لکھ دینے کا بھی ذکر کیا۔ عمرؓ نے کہا ذرا مجھے دکھائیے۔ آپ نے وہ کاغذ عمرؓ کو دیدیا، عمر نے اس پر تھوک دیا اور اس کو مٹا دیا۔ پھر علیؑ فاطمہؑ کو ملے اور پوچھا کہ اے بنت رسول اللہ کیوں تم غصے میں ہو فاطمہؑ نے بیان کیا جو کچھ عمرؓ نے کیا تھا۔ تب حضرت علیؑ نے فرمایا ما رکبوا منی ومن ابیک اعظم من ھذا۔ کہ ان لوگوں نے میرے حق میں اور تمہارے باپ کے حق میں اس سے بڑھ کر دوسری بات نہیں کی۔ الی آخر القصہ۔ بحار الانوار صفحہ ۹۶ از مصباح الانوار۔

(۴) بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران صفحہ ۱۰۱ میں کتاب الاختصاص سے بسند[2] عبداللہ بن سنان کے امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جب پیغمبر خدا نے وفات پائی اور ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا تب حضرت فاطمہؑ آئیں اور کہا کہ تم دعویٰ کرتے ہو کہ میرے باپ کے خلیفہ ہو، اور ان کے مقام پر بیٹھے ہو، تم نے باوجود اس بات کے جاننے کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے فدک دے گئے ہیں، میرے وکیل کو نکال دیا۔ حالانکہ اس کے میرے پاس گواہ موجود ہیں۔ ابوبکر نے کہا کہ پیغمبر خدا کا کوئی

---

[1] اصل عبارت یہ ہے عن ابی جعفرؑ قال دخلت فاطمہؑ بنت محمد صلعم علی ابی بکر فسالتہ فدکا قال النبی صلعم لا یورث فقالت قد قال اللہ تعالی وورث سلیمان داؤد فلما حاجتہ امران یکتب لہا وشہد علی بن ابی طالبؑ وام ایمن فخرجت فاطمہؑ فاستقبلہا عمر فقال من این جئت یا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت من عند ابی بکر من شان فدک قد کتب لی بہا فقال عمر ہاتی الکتاب فاعطتہ فبصق فیہ ومحاہ عجل اللہ جزاہ فاستقبلہا علیؑ فقال مالک یا بنت رسول اللہ صلعم غضبی فذکرت لہ ما صنع عمر فقال ما رکبوا منی ومن ابیک اعظم من ۱۲۔ بحار الانوار۔

[2] عن عبداللہ بن سنان عن ابی عبداللہ قال لما قبض رسول اللہ صلعم وجلس ابوبکر مجلسہ بعث الی وکیل فاطمہؑ فاخرجہ من فدک فاتتہ فاطمہؑ فقالت یا ابابکر ادعیت انک خلیفۃ ابی وجلست مجلسہ وانت بعثت الی وکیلی فاخرجتہ من فدک وقد تعلم ان رسول اللہ صلعم صدق بہا علی وان لی بذلک شہودا فقال ان النبی صلعم لا یورث فرجعت الی علیؑ فاخبرتہ ۱۲ بحار الانوار۔

Marfat.com

وارث نہیں ہوتا۔ یہ سن کر حضرت فاطمہؑ علیؑ کے پاس گئیں اور ان سے یہ سب حال کہا حضرت علیؑ نے اُن کو صلاح دی کہ تم پھر ابوبکرؓ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ پیغمبر کا کوئی وارث نہیں ہوتا حالانکہ سلیمان داؤد کے اور یحییٰ زکریا کے وارث ہوئے۔ فاطمہؑ نے کہا گو میں

لہ فقال ارجعی الیہ وقولی زعمت ان النبی لا یورث وورث سلیمان داود وورث یحیی زکریا وکیف لا ارث انا ابی فقال عمر انت معلمۃ قالت وان کنت معلمۃ فانما علمنی ابن عمی وبعلی فقال ابوبکر فان عائشۃ تشہد وعمر انہما سمعا رسول اللہ صلعم وہو یقول النبی لا یورث فقالت ہذا اول شہادۃ زور شہدا بہ فی الاسلام ثم قالت فان فدک انما ہی صدق بہا علی رسول اللہ صلعم ولی بذلک بنیۃ فقال لہا ہلمی بنبینک قال فجاءت بام ایمن وعلی فقال ابوبکر یا ام ایمن انک سمعت من رسول اللہ صلعم یقول فی فاطمۃ فقالت سمعتہ رسول اللہ صلعم یقول ان فاطمۃ سیدۃ نساء اہل الجنۃ ثم قالت ام ایمن فمن کانت سیدۃ النساء اہل الجنۃ تدعی مالیس لہا وانا امرأۃ من اہل الجنۃ ما کنت لاشہد بما لم اکن سمعت من رسول اللہ صلعم فقال عمر دعینا یا ام ایمن من ہذہ القصص بای شئ تشہدین فقالت کنت جالسۃ فی بیت فاطمۃؑ ورسول اللہ صلعم جالس حتی نزل علیہ جبرئیلؑ فقال یا محمد صلعم قم فان اللہ تبارک وتعالی امرنی ان اخط لک فدکا بجناحے فقام رسول اللہ صلعم مع جبرئیل فما لبث ان رجع فقالت فاطمۃؑ یا ابہ این ذہبت فقال خط جبرئیلؑ فدکا بجناحہ وحد لی حدودہا فقالت یا ابت انی اخاف العیلۃ والحاجۃ من بعدک فصدق بہا علی فقال ہی صدقۃ علیک فقبضتہا قالت نعم فقال رسول اللہ صلعم یا ام ایمن اشہدی ویا علی اشہد ثم خرجت وحملہا علی اتان علیہ کساء لہ خمل فدار بہا اربعین صباحا فی بیوت المہاجرین والانصار والحسن والحسینؑ معہا وہی تقول یا معشر المہاجرین والانصار انصروا اللہ وابنۃ نبیکم وقد بایعتم رسول اللہ صلعم یوم بایعتموہ ان تمنعوہ وذریتہ مما تمنعون منہ انفسکم وذراریکم ففوا لرسول صلعم ببیعتکم قال فما اعانہا احد ولا اجابہا ولا نصرہا قال فانتہت الی معاذ بن جبل فقالت یا معاذ بن جبل انی قد جئتک مستنصرۃ وقد بایعت رسول اللہ صلعم علی ان تنصرہ وذریتہ وتمنعہ مما تمنع نفسک وذریتک وان ابابکر قد غصبنی علی فدک واخرج وکیلی منہا قال فمعی غیری قالت لا ما اجابنی احد قال فاین ابلغ من نصرک قال فخرجت من عندنا ودخل ابنہ فقال ما جاء ابنۃ محمد الیک قال جاءت تطلب نصرتی علی ابی بکر فانہ اخذ منہا فدکا قال فما اجبتہا بہ قال قلت وما یبلغ من نصرتی انا وحدی قال فابیت ان تنصرہا قال نعم قال فای شئ قالت لک قال قالت لی واللہ لا نازعنک الفصیح من راسی حتی ارد علی رسول اللہ صلعم قال فقال انا واللہ لا نازعنک الفصیح من راسی حتی ارد علی رسول اللہ صلعم اذ لم تجب ابنۃ محمد صلعم قال وخرجت فاطمۃؑ وہی تقول واللہ لا اکلمک کلمۃ حتی اجتمع انا وانت عند رسول اللہ صلعم ثم انصرفت فقال علیؑ لہا ائتی ابابکر وحدہ فانہ ارق من الآخر وقولی ادعیت مجلس ابی وانک خلیفۃ وجلست مجلسہ ولو کانت فدک لم استوہبہا

باقی اگلے صفحہ پر

سکھلائی گئی ہوں مگر کس نے مجھے سکھایا ہے، میرے ابن عم علی نے ۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ عائشہ اور عمرؓ دونوں گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے پیغمبر خدا سے سنا ہے کہ النبی لا یورث فاطمہؑ نے کہا کہ یہ پہلی جھوٹی شہادت ہے جو اسلام میں دی گئی ۔تب حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ فدک پیغمبر خدا نے مجھے عطا فرمایا ہے اور میں اس پر گواہ بھی رکھتی ہوں تو ابوبکرؓ نے کہا کہ اچھا گواہی پیش کرو تو وہ ام ایمن اور علیؑ کو لائیں ابوبکرؓ نے کہا کہ اے ام ایمن کیا تم نے پیغمبر خداؐ سے سنا ہے جو فاطمہؑ کہتی ہیں انہوں نے کہا ہاں میں نے سُنا ہے اور کیا تم نے نہیں سُنا کہ پیغمبر خداؐ سے سنا ہے کہ فاطمہؑ سیدہ زنان جنت ہیں تو کیا جو سیدہ نسائے جنت ہو وہ اس چیز کا دعویٰ کرے گی جو اس کی نہ ہو اور میں ایک عورت اہل جنت سے ہوں ،کیا میں وہ گواہی دوں گی جو میں نے پیغمبرؐ سے نہ سنا ہو عمرؓ نے کہا کہ یہ باتیں چھوڑ دو اور کہو کہ کیا تم گواہی دیتی ہو توام ایمن نے کہا میں حضرت فاطمہؑ کے گھر میں بیٹھی ہوئی تھی اور آنحضرت بھی وہاں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں جبریل آئے اور کہا ،اے محمدؐ اُٹھو، تاکہ بموجب حکم خدا کے میں فدک کی حدبندی اپنے پروں سے کردوں ۔آپ اُٹھے اور جبریل آپ کے ہمراہ ہوئے کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ آپ واپس تشریف لائے ۔فاطمہؑ نے پوچھا کہ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے ۔آپ نے فرمایا جبریل نے فدک کے حدود بنائے اور اس پر خط کھینچ دیا ۔تب حضرت فاطمہؑ نے فرمایا یا ابت انی اخاف العیلۃ والحاجۃ من من بعدک فصدق بہا علی فقال ھی صدقۃ علیک فقبضتھا کہ اے میرے باپ میں افلاس اور محتاجی سے آپ کے بعد ڈرتی ہوں ۔یہ فدک مجھے دیدیجئے ۔آپؐ نے فرمایا اچھا یہ تمہارے لئے عطیہ ہے اور فاطمہؑ نے اس پر قبضہ کر لیا ۔پھر آنحضرتؐ نے ام ایمن اور علیؑ سے کہا کہ تم اس پر گواہ رہو۔ اسی روایت میں پھر یہ ذکر ہے کہ حضرت علیؑ فاطمہؑ کو سوار کرا کے چالیس دن رات ... ین وانصار کے گھر پھرے اور کسی نے ہمدردی نہ کی اور پھر معاذ بن جبل کے پاس آئیں اور ان سے مدد چاہی ،انہوں نے بھی انکار کیا اور کہا کہ میں تنہا ہوں ،پس فاطمہؑ ان سے خفا ہو کر چلی آئیں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔منک لوجب ردہا علی فلما اتتہ وقالت لہ ذلک قال صدقت قال فدعا بکتب فکتبہ لہا برد فدک فخرجت والکتاب معہا فلقیہا عمر فقال یا بنت محمد صلعم ماہذا الکتاب الذی معک فقالت کتاب کتب لی ابوبکر برد فدک فقال ہلمیہ الی فابت ان تدفعہ الیہ فرفسہا برجلہ وکانت حاملۃ بابن اسمہ المحسن فاسقطت المحسن من بطنہا ثم لطمہا فکانی انظر الی قرط کان فی اذنہا حین نقضہا ثم اخذ الکتاب فخرقہ فمضت ومکثت خمسۃ وسبعین یوما مریضۃ مما ضربہا عمر ثم قبضت ۱۲ بحار الانوار۔

الی آخر القصہ۔

(۵) ملا باقر مجلسی نے کتاب بحار الانوار میں ایک روایت بحوالہ کشکول علامہ کے مفضل[۵] بن عمر سے نقل کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میرے آقا امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا کہ جب ابوبکر رض خلیفہ ہوئے تو عمر رض نے کہا کہ آدمی دنیا کے دل دادہ ہیں اس لئے علی ؑ اور اہلبیت سے خمس اور فئے اور فدک کو روک دو کیونکہ اُن کے یار یہ امر جان جائیں گے تو علی ؑ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا لینے کی غرض سے ہماری طرف رجوع کریں گے۔ ابوبکر نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب ابوبکر رض نے یہ منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہ ؐ پر قرض ہو یا کوئی وعدہ ہو تو وہ میرے پاس آئے کہ میں اس کو ادا کروں گا۔ اور جابر اور جریر بجلی کا وعدہ پورا بھی کیا۔ تو علی ؑ نے فاطمہ ؑ سے کہا کہ ابوبکر کے پاس جا کر فدک کا ذکر کرو۔ فاطمہ ؑ نے اُن سے فدک اور فئے اور خمس کا ذکر کیا۔ ابوبکر رض نے کہا کہ گواہ لاؤ۔ فاطمہ ؑ نے کہا کہ فدک کو تو خداوند تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ اس کو مجھے اور میری اولاد کو دیدو۔ یعنی یہ آیت وآت ذا القربیٰ حقہ۔ میں اور میری اولاد رسول اللہ ؐ کی سب سے زیادہ اقرب تھے تو آپ نے مجھے اور میری اولاد کو فدک عطا کر دیا تھا۔ جبرئیل نے پھر اس کے بعد مسکین اور ابن سبیل کو بھی پڑھا تو آپ نے پوچھا

---

[۵] روی العلامۃ فی کشکولہ المنسوب الیہ عن المفضل بن عمر قال قال مولای جعفر الصادق ؑ لما ولی ابوبکر بن ابی قحافۃ قال لہ عمر ان الناس عبید ہذہ الدنیا لا یریدون غیرہا فامنع عن علی واہل بیتہ الخمس والفئ وفدکا فان شیعتہ اذا علموا ذلک ترکوا علیا علیہ السلام واقبلوا الیک رغبۃ فی الدنیا وایثارا ومحاماۃ علیہا ففعل ابوبکر ذلک وصرف عنہم جمیع ذلک فلما قام ابوبکر بن ابی قحافۃ منادیہ من کان لہ عند رسول اللہ صلعم دین او عدۃ فلیاتنی حتی اقضیہ وانجز لجابر بن عبد اللہ البجلی قال علی ؑ لفاطمۃ صیری الی ابی بکر رض واذکر یہ فدکا فصارت فاطمۃ الیہ وذکرت لہ فدکا مع الخمس والفئ فقال ہاتی بینتہ یا بنت رسول اللہ صلعم فقالت اما فدک فان اللہ عزوجل انزل علیہ نبیہ قرآنا یامرہ بان یؤتینی وولدی حقی قال اللہ تعالیٰ وآت ذا القربیٰ حقہ فکنت انا وولدی اقرب الخلائق الی رسول اللہ صلعم فنحلنی وولدی فدکا فلما تلی علیہ جبرئیل المسکین وابن السبیل قال رسول اللہ صلعم ما حق المسکین وابن السبیل فانزل اللہ تعالیٰ واعلموا انما غنمتم من شئ الخ فقسم الخمس علی خمسۃ اقسام فقال ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم فما للہ فہو لرسولہ وما لرسول اللہ فہو لذی القربیٰ ونحن ذوالقربیٰ قال اللہ تعالیٰ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ فنظر ابوبکر بن ابی قحافۃ الی عمر بن الخطاب قال ما تقول فقال عمر ومن الیتامیٰ والمساکین وابناء السبیل فقالت فاطمۃ الیتامیٰ الذین یاتمون باللہ وبرسولہ ۱۲ بحار الانوار صفحہ ۲۰۱۔

کہ مسکین اور ابن سبیل کا کیا حق ہے تو اللہ تعالیٰ نے آیہ - وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ نازل کی پھر خمس کے پانچ حصہ لئے اور یہ فرمایا مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی الخ جو اللہ کے لئے ہے وہ اس کے رسول کا ہے اور جو رسول کے لئے ہے وہ ہم قرابت والوں کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ابوبکرؓ نے عمر کی طرف دیکھا اور کہا کہ تم کیا کہتے ہو۔ عمرؓ نے پوچھا کہ یتیم اور مسکین اور ابن سبیل کون لوگ ہیں۔ فاطمہؑ نے کہا کہ یتیم وہ ہیں جو اللہ اور رسول اور ذالقربی سے یتیم ہوں۔ اور مسکین وہ ہیں جو ان کے ساتھ دنیا اور آخرت میں رہے ہوں۔ اور ابن سبیل وہ ہے جو ان کا طریق چلتا ہو عمر نے کہا تو خمس اور فئے سب تمہارا اور تمہارے احباب اور شیعوں کا ہوا۔ فاطمہؑ نے کہا کہ فدک تو اللہ نے میرے اور میرے بچوں کے لئے کر دیا ہے اس میں احباب اور شیعوں کا کچھ حق نہیں اور خمس کو ہم میں اور ہمارے احباب میں تقسیم کیا ہے۔ عمر نے کہا کہ اور تمام مہاجرین و انصار و تابعین باحسان کے لئے کیا ہوگا۔ فاطمہؑ نے کہا کہ اگر وہ ہمارے احباب میں سے ہیں تو ان کے لئے وہ صدقات ہیں جن کی خدا نے تقسیم کی ہے یعنی اس آیت میں اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِی الرِّقَابِ عمر نے کہا کہ فدک تو تمہارا خاص ہوا اور فئے تمہارا اور تمہارے احباب کا ہوا ایں نہیں سمجھتا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے راضی ہو جائیں گے

ل وبذی القربیٰ والمساکین الذین اسکنوا معہم فی الدنیا والآخرۃ وابن السبیل الذی یسلک مسلکہم قال عمر فاذا الخمس والفئ کلہ لکم ولموالیکم ولاشیاعکم فقالت فاطمہ اما فدک فاوجبہا اللہ لی ولولدی دون موالینا وشیعتنا واما الخمس فقسمہ اللہ لنا ولموالینا واشیاعنا کما یقرأ فی کتاب اللہ قال عمر فما لسائر المہاجرین والانصار والتابعین باحسان قالت فاطمۃؑ ان کانوا موالینا و من اشیاعنا فلہم الصدقات التی قسمہا اللہ واوجبہا فی کتابہ فقال عزوجل انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب الی آخر القصۃ قال عمر فدک لک خاصۃ والفئ لکم ولاولیائکم ما احسب اصحاب محمد یرضون بہذا قالت فاطمۃؑ فان اللہ عزوجل رضی بذلک ورسولہ رضی بہ قسم علی الموالات والمتابعۃ لا علی المعاداۃ والمخالفۃ ومن عادانا فقد عادی اللہ ومن خالفنا فقد خالف اللہ ومن خالف اللہ فقد استوجب من اللہ العذاب الالیم والعقاب الشدید فی الدنیا والآخرۃ فقال عمر ہاتی بینۃ یا بنت محمد صلعم علی ما تدعین فقالت فاطمۃ قد صدقتم جابر بن عبداللہ وجریر بن عبداللہ ولم تسالوہما البینۃ وبینتی فی کتاب اللہ

فاطمہؓ نے کہا کہ اللہ و رسول تو اس پر راضی ہو چکے اور محبت اور متابعت ہی پر اس کی تقسیم کی ہے نہ عداوت اور مخالف پر۔ جو ہم سے عداوت کرتا ہے وہ خدا سے عداوت کرتا ہے اور جو ہمارا مخالف ہے وہ خدا کا مخالف ہے اور جو خدا کا مخالف ہے تو وہ خدا کی طرف سے عذاب الیم کا دنیا اور آخرت میں مستحق ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ تم جس کا دعویٰ کرتی ہو اس کے گواہ لاؤ۔ فاطمہؓ نے کہا کہ تم نے جابر اور جریر کی تصدیق کی اور ان سے گواہ نہ طلب کئے۔ اور میرا گواہ کتاب اللہ ہے عمر نے کہا کہ جابر اور جریر نے تو تھوڑی سی شے کا ذکر کیا تھا اور تم تو بہت بڑا دعویٰ پیش کرتی ہو جس سے مہاجرین و انصار مرتد ہو جائیں گے۔ فاطمہؓ نے کہا کہ جو مہاجرین رسول اللہ اور آپ کے اہلبیت کے ساتھ ہیں تو انہوں نے تو ان کے دین کی طرف ہجرت کی ہے۔ اور انصار وہ ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور ذوالقربیٰ کے ساتھ احسان کریں۔ تو ہجرت بھی ہمارے لئے ہوئی اور نصرت بھی اور اتباع باحسان

فقال عمر ان جابرا و جریرا ذکرا امرا ہینا و انت تدعین امرا عظیما یقع بہ الردۃ من المہاجرین والانصار فقالتؑ ان المہاجرین برسول اللہ و اہلبیت رسول اللہ ہاجروا الی دینہ والانصار بالایمان باللہ و رسولہ و بذی القربی احسانا فلا ہجرۃ الا الینا ولا نصرۃ الا لنا ولا اتباع باحسان الا بنا و من ارتد عنا فالی الجاہلیۃ فقال لہا عمر دعینا من اباطیلک واحضرینا من یشہد لک بما تقولین فبعثت الی علی والحسن والحسین وام ایمن واسماء بنت عمیس وکانت تحت ابی بکر بن ابی قحافہ فاقبلوا الی ابی بکر وشہدوا لہا بجمیع ما قالت وادعتہ فقال اما علی فزوجہا واما الحسن والحسین ابناہا واما ام ایمن فمولاتہا واما اسماء بنت عمیس فقد کانت تحت جعفر بن ابی طالب فہی تشہد لبنی ہاشم وقد کانت تخدم فاطمۃ وکل ہؤلاء یجرون الی انفسہم فقال علیؑ اما فاطمۃ فبضعۃ من رسول اللہ صلعم ومن اذاہا فقد اذی رسول اللہ صلعم ومن کذبہا فقد کذب رسول اللہ واما الحسن والحسین فابنا رسول اللہ صلعم وسیدا شباب اہل الجنۃ من کذبہا فقد کذب رسول اللہ اذ کان اہل الجنۃ صادقین واما انا فقد قال رسول اللہ صلعم انت منی وانا منک وانت اخی فی الدنیا والآخرۃ والراد علیک ہو الراد علی من اطاعک فقد اطاعنی ومن عصاک فقد عصانی واما ام ایمن فقد شہد لہا رسول اللہ صلعم بالجنۃ و دعا لاسماء بنت عمیس وذریتہا فقال عمر انتم کما وصفتم بہ انفسکم ولکن شہادۃ الجار الی نفسہ لا تقبل فقال علی اذا کنا نحن کما تعرفون ولا تنکرون وشہادتنا لانفسنا لا تقبل وشہادۃ رسول اللہ لا تقبل فانا للہ وانا الیہ راجعون اذا ادعینا لانفسنا تسألنا البینۃ فما من معین یعین وقد وثبتم علی سلطان اللہ وسلطان رسولہ فاخرجتموہ من بیتہ الی بیت غیرہ من غیر بینۃ ولا حجۃ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ثم قال لفاطمۃ انصرفی حتی یحکم اللہ بیننا وہو خیر الحاکمین ۱۲۔ بحار الانوار صفحہ ۱۰۲

Marfat.com

بھی بے ہمارے نہیں ہو سکتا۔ اور جو ہم سے مرتد ہو جائے تو وہ جاہلیت میں جا ملے۔ عمر نے کہا کہ یہ فضول باتیں چھوڑ دو اور گواہ لاؤ۔ فاطمہؑ نے علیؓ و حسنین و ام ایمنؓ و اسماؓ کو بلوا بھیجا۔ ان سب نے آپ کے دعوی کی پوری پوری گواہی دی۔ عمرؓ نے کہا کہ علیؓ تو فاطمہؑ کے زوج ہیں اور حسنین بیٹے ہیں اور ام ایمن ان کی محب ہیں اور اسماء پہلے جعفر بن ابی طالب کی بیوی تھی تو وہ تو بنی ہاشم ہی کی گواہی دے گی اور اب فاطمہؑ کی خدمت کرتی ہے اور یہ سب اپنا نفع چاہتے ہیں۔ علیؓ نے کہا کہ فاطمہؑ تو ایک جزو رسول اللہؐ ہیں جو ان کو ایذا دے گا وہ رسول اللہؐ کو ایذا دیتا ہے اور جو ان کی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہؐ کی تکذیب کرتا ہے۔ اور حسنینؑ رسول اللہؐ کے نواسے ہیں اور جوانان جنت کے سردار ہیں جو ان کی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہؐ کی تکذیب کرتا ہے کیونکہ اہل جنت صادق ہوتے ہیں اور میری شان میں رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے۔ اور تو میرا دنیا اور آخرت میں بھائی ہے۔ جو تجھ پر رد کرتا ہے وہ مجھ پر رد کرتا ہے اور جو تیری اطاعت کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے۔ اور جو تیری نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے۔ اور ام ایمن کے بارہ میں رسول اللہ صلعم نے جنت کی گواہی دی ہے اور اسماء اور اس کی اولاد کے لئے آپ نے دعا دی ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ جو تعریف تم کرتے ہو تم ویسے ہی ہو لیکن جار کی شہادت مقبول نہیں ہوتی۔ علی نے کہا کہ جب ہم ایسے ہیں جیسا تم جانتے ہو اور انکار نہیں کرتے اور پھر ہماری شہادت ہمارے لئے مقبول نہیں اور نہ رسول اللہ صلعم کی شہادت مقبول ہے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ہم نے اپنے لئے دعوی کیا تو تم ہم سے گواہ مانگتے ہو۔ اور ہمارا کوئی معین نہیں کہ وہ گواہی دے۔ اور تم لوگوں نے اللہ کے سلطان پر جست کی اور اس کو اس کے گھر سے غیر کے گھر کی طرف بے گواہ وحجت کے نکالا۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔ پھر فاطمہؑ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کرے گا۔ وَھُوَ خَیْرُ الْحَاکِمِیْنَ۔ بحار الانوار صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲۔

(۶) احتجاج طبرسی اور دوسری کتابوں میں شیعوں کی ایک خطبہ لکھا ہے جو خطبہ فاطمہ زہراؑ کے نام سے مشہور ہے اور جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کو جب خبر ہوئی۔ کہ ابوبکر نے فدک سے محروم کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ مسجد نبوی میں ابوبکر کے پاس آئیں اور بہت بڑا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد کیا جس میں ان کے ظلموں کی شکایت کی اور آیات قرآنی

Marfat.com

اور دیگر حجتوں سے ابوبکر کو ملامت کی اور اپنے حق ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ سعی کا اُٹھا نہ رکھا۔ اس خطبہ کو جو بحکم بہت بڑا ہے۔ ہم آئندہ موقع پہ بیان کریں گے۔ مگر اس میں کچھ ذکر ہبہ فدک کا یا اپنے قبضہ کا اس پر نہیں فرمایا جو کچھ فرمایا وہ میراث کے متعلق ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ اس تقریر میں آپ نے فرمایا انتم الان تزعمون ان لا ارث لنا انحکم الجاھلیۃ تبغون یا ابن ابی قحافۃ فی کتاب اللّٰہ ترث اباک ولا ارث ابی لقد جئت شیئا فریا۔ افعلی عمد ترکتم کتاب اللّٰہ ونبذ تموہ وراء ظھورکم اذ یقول وورث سلیمان داؤد الخ کہ تم گمان کرتے ہو کہ ہم کو میراث نہیں مل سکتی کیا جاہلیت کا حکم چلانے ہو۔ اے ابوبکر کیا خدا کی کتاب میں یہ ہے کہ تم اپنے باپ کے وارث ہو اور مجھے میرے باپ کی میراث نہ ملے کیا جان بوجھ کر تم نے خدا کی کتاب کو چھوڑ دیا اور اُسے پس پشت پھینک دیا۔ خدا تو صاف فرماتا ہے کہ سلیمانؑ وارث ہوئے اپنے باپ داؤد کے، اور زکریا نے خدا سے دعا کی کہ الہی مجھے اولاد دے جو میری اور اولاد یعقوبؑ کی وارث ہو، باوجود اس کے تم سمجھتے ہو کہ نہ میرا کچھ حق ہے نہ مجھے باپ کی میراث مل سکتی ہے خیر خدا تم سے سمجھے اور قیامت کے دن تم کو معلوم ہو جائے گا۔

(۷) بحار الانوار کے صفحہ ۱۰۴ میں یہ لکھا ہے کہ روایت کی گئی ہے[۱] کہ فاطمہؑ ابوبکر کے پاس آئیں اور پوچھا کہ تمہارا کون وارث ہوگا۔ انہوں نے کہا میری اہل اور اولاد۔ آپ نے فرمایا کہ پھر میں کیوں اپنے باپ کی وارث نہ ہوں۔ تب انہوں نے جواب دیا کہ پیغمبرؐ کا کوئی وارث نہیں ہوتا لیکن میں اُسے اسی کام میں صرف کروں گا جس میں پیغمبرؐ خدا خرچ کرتے تھے اور انہیں کو دوں گا، جن کو پیغمبرؐ خدا دیا کرتے تھے تب آپ نے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی میں جب تک زندہ رہوں گی، ایک بات بھی تم سے نہ کروں گی اور پھر جب تک زندہ رہیں انہوں نے ابوبکرؓ سے بات چیت نہ کی۔

---

[۱] وروی ان فاطمۃؑ جاءت الی ابی بکر بعد وفاۃ رسول اللّٰہ صلعم فقالت یا ابا بکر من یرثک اذا مت قال اہلی وولدی قالت فما لی لا ارث رسول اللّٰہ صلعم ان النبی لا یورث ولکن انفق علی من کان ینفق علیہ رسول اللّٰہ صلعم واعطی ما کان یعطیہ قالت واللّٰہ لا اکلمک بکلمۃ ما حییت فما کلمتہ حتی ماتت ۱۲ بحار الانوار صفحہ ۱۰۴۔

(۸) بحار الانوار میں لکھا ہے کہ یہ بھی[1] کہا گیا ہے کہ فاطمہؑ ابوبکر کے پاس آئیں اور میراث کا مطالبہ کیا۔ ابوبکر نے کہا کہ پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ تو آپ علیؑ کے پاس واپس تشریف لائیں۔ علیؑ نے کہا کہ پھر لوٹ کر جاؤ اور کہو کہ پھر سلیمان داؤد کے کیوں وارث ہوئے، زکریا نے کیوں کہا کہ خدایا مجھے ایک ولی دے کہ جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔ مگر انہوں نے نہ سُنا۔

(۹) بحار الانوار میں جابر بن عبداللہ[2] انصاری نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ علیؑ نے فاطمہؓ سے کہا کہ جاؤ اور اپنے باپ کی میراث کا مطالبہ کرو، اس پر حضرت فاطمہؑ ابوبکر کے پاس آئیں اور کہا کہ میرے باپ کی میراث مجھے دو۔ انہوں نے جواب دیا کہ پیغمبرؐ کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ تب آپ نے فرمایا کہ کیا سلیمانؑ داؤد کے وارث نہیں ہوئے۔ اس پر ابوبکر خفا ہوئے اور کہا کہ پیغمبرؐ کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ تب فاطمہؑ نے کہا، کیا زکریا نے یہ نہیں کہا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ اس پر بھی انہوں نے یہی جواب دیا کہ النبی لایورث پھر فاطمہؑ نے کہا کہ کیا خدا نے نہیں کہا ہے کہ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ اس پر بھی انہوں نے یہی کہا کہ النبی لایورث۔

---

[1] وقیل جاءت فاطمہؑ الی ابی بکر فقالت اعطنی میراثی من رسول اللہ صلعم قال ان الانبیاء لا تورث ما تذکرہ فھو صدقۃ فرجعت الی علیؑ فقال ارجعی فقولی ما شان سلیمانؑ ورث داؤد وقال زکریا فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب فابوا وابے ۱۲ بحار الانوار صفحہ ۱۰۴۔

[2] وعن جابر بن عبداللہ الانصاری عن ابی جعفرؑ ان ابابکر قال لفاطمۃ النبی لایورث قالت قد ورث سلیمان داؤد وقال زکریا فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب فنحن اقرب الی النبیؐ من زکریا الی یعقوب وعن ابی جعفرؑ قال قال علی علیہ السلام لفاطمۃ انطلقی فاطلبی میراثک من ابیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاءت الی ابی بکر فقالت اعطنی میراثی من ابی رسول اللہ صلعم قال النبی لایورث فقالت الم یرث سلیمان داؤد فغضب وقال النبی لایورث فقالت الم یقل زکریا فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب فقال النبی لایورث فقالت الم یقل یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فقال النبیؐ لایورث ۱۲ بحار الانوار صفحہ ۱۰۴۔

(۱۰) بحار الانوار میں لکھا ہے کہ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ بعد پیغمبر کی وفات کے فاطمہؑ فدک مانگنے کے لئے آئیں۔ ابو بکر نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم سوائے سچ کے کچھ نہ کہو گی لیکن گواہ لاؤ اس پر وہ علیؑ کو لے گئیں اور انہوں نے گواہی دی پھر ام ایمن کو لے گئیں، انہوں نے بھی شہادت دی، اس پہ ابو بکرؓ نے کہا کہ ایک مرد یا عورت اور لاؤ تو میں فدک کی سند لکھ دوں۔

(۱۱) احتجاج طبرسی میں لکھا ہے کہ جب حضرت علیؑ کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابو بکر نے فاطمہؑ کو فدک سے محروم کر دیا تب آپ نے ان کو یہ خط لکھا۔ شَقُّوا مُتَلاطِمَاتِ اَمْوَاجِ الْفِتَنِ بِحَيَازِيْمِ سُفُنِ النَّجَاةِ وَحَطُّوا تِيْجَانَ اَهْلِ الْفَخْرِ بِجَمْعِ اَهْلِ الْغَدْرِ وَاسْتَضَاءُوا بِنُوْرِ الْاَنْوَارِ وَاقْتَسَمُوْا مَوَارِيْثَ الطَّاهِرَاتِ الْاَبْرَارِ وَاحْتَقَبُوْا ثِقْلَ الْاَوْزَارِ بِغَصْبِهِمْ نِحْلَةَ النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ فَكَاَنِّيْ بِكُمْ تَتَرَدَّدُوْنَ فِي الْعَمٰى كَمَا يَتَرَدَّدُ الْبَعِيْرُ فِي الطَّاحُوْنَةِ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ اُذِنَ لِيْ بِمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ لَحَصَدْتُ رُءُوْسَكُمْ عَنْ اَجْسَادِكُمْ كَحَبِّ الْحَصِيْدِ بِقَوَاضِبَ مِنْ حَدِيْدٍ وَلَفَلَقْتُ مِنْ جَمَاجِمِ شُجْعَانِكُمْ مَا اُقْرِحُ بِهٖ اٰمَاقَكُمْ وَاُوْحِشُ بِهٖ مَحَالَّكُمْ فَاِنِّيْ مُنْذُ عَرَفْتُمُوْنِيْ مُرْدِي الْعَسَاكِرِ وَمُفْنِي الْجَحَافِلِ وَمُبِيْدُ خَضْرَائِكُمْ وَمُخْمِدُ ضَوْضَائِكُمْ وَجَزَّارُ الدَّوَّارِيْنَ اِذْ اَنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ مُعْتَكِفُوْنَ وَاِنِّيْ لَصَاحِبُكُمْ بِالْاَمْسِ لَعَمْرُ اَبِيْ لَنْ تُحِبُّوْا اَنْ تَكُوْنَ فِيْنَا الْخِلَافَةُ وَالنُّبُوَّةُ وَاَنْتُمْ تَذْكُرُوْنَ اَحْقَادَ بَدْرٍ وَثَارَاتِ اُحُدٍ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ قُلْتُ مَا سَبَقَ مِنَ اللّٰهِ فِيْكُمْ لَتَدَاخَلَتْ اَضْلَاعُكُمْ فِيْ اَجْوَافِكُمْ كَتَدَاخُلِ اَسْنَانِ دَوَّارَةِ الرَّحٰى فَاِنْ نَطَقْتُ تَقُوْلُوْنَ حَسَدَ وَاِنْ سَكَتُّ فَيُقَالُ جَزِعَ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ مِنَ الْمَوْتِ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ اَنَا السَّاعَةَ يُقَالُ لِيْ هٰذَا وَاَنَا الْمَوْتُ الْمُمِيْتُ خَوَّاضُ الْمَنِيَّاتِ جَوْفَ لَيْلٍ خَامِدٍ حَامِلُ السَّيْفَيْنِ الثَّقِيْلَيْنِ وَالرُّمْحَيْنِ

---

[۱] وعن ابی سعید الخدری قال لما قبض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جاءت فاطمہ علیہا السلام تطلب فدکا فقال ابوبکر انی لاعلم ان شاء اللہ انک لن تقولی الا حقا ولکن ہاتی بنتیک فجاءت بعلی تشہد ثم جاءت بام ایمن فشہدت فقال امرأۃ اخرے او رجلا فکتبت لک بہا ۱۲ ۱۲ بحار الانوار صفحہ ۱۰۴۔

الطُّوِیْدَیْنِ وَمُکَسِّرُ الرَّایَاتِ فِیْ غَطَامِطِ الْغَمَرَاتِ وَمُفَرِّجُ الْکُرُبَاتِ عَنْ وَجْہِ خَیْرِ الْبَرِیَّاتِ اِیْھُنُوْا فَوَاللّٰہِ لَابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اٰنَسُ بِالْمَوْتِ مِنَ الطِّفْلِ اِلٰی مَحَالِبِ اُمِّہٖ ھَبَلَتْکُمُ الْھَوَابِلُ لَوْ بُحْتُ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فِیْکُمْ کِتَابِہٖ لَاضْطَرَبْتُمْ اِضْطِرَابَ الْاَرْشِیَۃِ فِی الطُّوَی الْبَعِیْدَۃِ وَاَخْرَجْتُمْ مِنْ بُیُوْتِکُمْ ھَارِبِیْنَ وَ عَلٰی وُجُوْھِکُمْ ھَائِمِیْنَ وَلٰکِنِّیْ اُھَوِّنُ وَجْدِیْ حَتّٰی اَلْقٰی رَبِّیْ بِیَدٍ جَذَّاءَ صَفْرَاءَ مِنْ لَذَّاتِکُمْ خِلْوًا مِنْ طَحْنَاتِکُمْ فَمَا مَثَلُ دُنْیَاکُمْ عِنْدِیْ اِلَّا کَمَثَلِ غَیْمٍ عَلَا فَاسْتَعْلٰی ثُمَّ اسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی ثُمَّ تَمَزَّقَ فَانْجَلٰی رُوَیْدًا فَعَنْ قَلِیْلٍ یَنْجَلِیْ بِکُمُ الْقَسْطَلُ فَتَجِدُوْنَ ثَمَرَ فِعْلِکُمْ مُرًّا اَمْ تَحْصُدُوْنَ غَرْسَ اَیْدِیْکُمْ ذُعَافًا مُمَزَّقًا وَسَمًّا قَاتِلًا وَکَفٰی بِاللّٰہِ حَکِیْمًا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ خَصِیْمًا وَبِالْقِیَامَۃِ مُرْتَقِعًا وَلَا اَبْعَدَ اللّٰہُ فِیْھَا سِوَاکُمْ وَلَا اَتْعَسَ فِیْھَا غَیْرَکُمْ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ یعنی پہلے تو تم فتنوں سے بچے اور فخر و غرور کو چھوڑ دیا اور نور نبوت کی روشنی میں آئے۔ لیکن بالآخر تم نے اہل بیت پاک کی میراث لوٹ لی اور رسول اللہ کا عطیہ چھین کر بار گناہ پر لیا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم گمراہی میں اس طرح ٹکراتے پھرتے ہو جس طرح اونٹ چکی میں پھرتا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھ کو اجازت ہوتی تو میں تلوار سے تمہارے سر اس طرح اڑا دیتا جس طرح کھیتی کاٹ کر ڈھیر کر دیتے ہیں۔ اور تمہارے بہادروں کو اس قدر قتل کرتا کہ تمہاری آنکھیں پھوٹ جاتیں اور تمہارے گھر وحشت ناک ہو جاتے۔ تم ابتدا سے مجھ کو جانتے ہو کہ میں نے فوجیں غارت کر دی ہیں لشکروں کو تباہ کر دیا ہے تمہاری سرسبز زمینیں تباہ کر دی ہیں تمہارے ہنگاموں کو دبا دیا ہے، تمہارے بہادروں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ اس وقت تم اپنے گھروں میں دبکے بیٹھے تھے۔ کل تم نے مجھ کو اپنا سردار مان لیا تھا۔ لیکن قسم ہے کہ تم نے دل سے کبھی نہیں چاہا کہ ہمارے گھر میں خلافت اور نبوت دونوں رہنے پائیں (کیونکہ تم کو بدر کے کینے اور احد کے خون بہا کبھی نہیں بھولے۔ بخدا اگر میں خدا کے فیصلے کو جو تمہارے متعلق وہ کر چکا ہے ظاہر کر دوں تو تمہاری ہڈیاں پسلیاں اس طرح آپس میں ٹکرا جائیں جس طرح چکی کے دونوں پاٹوں کے دندانے مل جاتے ہیں۔ میں کچھ کہتا ہوں تو تم کہتے ہو کہ حسد سے کہتا ہوں

اور چپ رہتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ ابو طالب کا بیٹا موت سے ڈر گیا۔ افسوس افسوس میں خود موت ہوں اور میری نسبت یہ کہا جاتا ہے میں مرگ گشتہ ہوں۔ میں اندھیری راتوں میں معرکوں میں گھس جانے والا ہوں میں تیغ و سنان کا حامل ہوں۔ میں لڑائی کے ہنگامے میں نیزوں کو ٹکرا کر توڑ دیتا ہوں۔ میں نے رسول اللہؐ کے سامنے سے مشکلیں ہٹا دی ہیں۔ ذرا ٹھہرو۔ خدا کی قسم ابو طالب کا بیٹا موت سے اس قدر مانوس ہے جتنا بچہ ماں کی چھاتی سے۔ تم پر موت آئے خدا نے جو کچھ تمہاری شان میں کہا ہے اگر میں ظاہر کر دوں تو تم رسی کی طرح بل کھاؤ اور گھر چھوڑ کر بھاگو ادھر ادھر ٹکراتے پھرو۔ لیکن میں اپنے جوش کو دباتا ہوں اس وقت تک کہ اپنے خدا سے اس حال میں ملوں کہ میرے ہاتھ دنیا کی لذتوں سے (جس کو تم محبوب رکھتے ہو) خالی ہوں۔ کیونکہ تمہاری دنیا میرے نزدیک گویا ایک ابر ہے جو بلند ہوا پھر دلدار ہو کر ہر طرف چھا گیا پھر پھٹ کر نکل گیا۔ ذرا ٹھہر جاؤ تھوڑی دیر میں غبار صاف ہو جائے گا اور تم اپنے کئے کا پھل پاؤ گے جو تلخ ہوگا۔ یا اپنے ہاتھوں کی بوئی ہوئی کھیتی کاٹو گے جو سم قاتل ہوگی۔ اور کافی ہے اللہ کا حاکم ہونا اور رسول اللہ کا مدعی ہونا اور میدان قیامت کا عدالت گاہ ہونا خدا اس دن کسی کو تمہارے سوا اپنی رحمت سے دور نہ رکھے۔ اور تمہارے سوا کسی کو ہلاک نہ کرے اور جو ہدایت کے پیچھے چلے اس پر سلام ہو۔ انتہی۔

(۱۲) بحر الجواہر مصنفہ سید محمد باقر بن سید محمد مطبوعہ ایران صفحہ ۳۲۳ میں جابر جعفی سے یہ روایت[ل]

ل اصل عبارت یہ ہے۔ از جابر جعفی مروی ست کہ ابوبکر صدقات دہات مدینہ و فدک را کہ غصب نمودہ بود و سائر امور و نواحی مدینہ را در عہدہ اشجع بن مراحم ثقفی نمودہ بود و او مردی بود دلیر و با علی دشمن بعلت آنکہ برادر او در جنگ ہوازن بدست آنحضرت کشتہ شدہ بود و چوں بیروں آمد اول محلے راکہ دست تعدی بر او کشود مزرعہ بود از اہل بیت مسمی بانقیا اہل مزرعہ رسولی نزد آنحضرت فرستادند و کیفیت را اعلام نمودند۔ آنحضرت عمامہ سیاہی بر سر بست و دو شمشیر بر میان بست و بر اسپ صحاب سوار شد و اسپ دیگر را بیدک کشید و حسنین و عمار و فضل بن عباس و عبداللہ جعفر و عبداللہ بن عباس را ہمراہ برد و چوں بآں مزرعہ رسید در مسجد فضا فرود آمد و امام حسین را بطلب اشجع فرستاد و چوں نزد او رفت فرمود اجب امیر المومنین آں ملعون گفت کیست امیر المومنین فرمود علی گفت بلکہ ابوبکر ست کہ در در مدینہ واگذاردہ او را۔ باز حضرت فرمود اجب علیا گفت من سلطانم و او رعیت و احتیاج بمن دارد او بیاید۔

باقی اگلے صفحہ پر

Marfat.com

ہے کہ ابوبکر نے اشجع بن مراحم کو جو کہ ایک شجاع آدمی تھا اور اس کا بھائی علیؑ کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا فدک اور مدینہ کی دیگر املاک پر اپنی طرف سے متولی کیا۔ اس نے اہل بیت کی املاک کو ضبط کر لیا۔ اور اُن کی رعایا پر ظلم شروع کیا۔ ان لوگوں نے حضرت علیؑ کو خبر دی اور اس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ حضرت امام حسین برگشت وکیفیت را عرض کرد فرمود بعمار تو برو واو را برفق ومدارا بیار پس عمار رفت وگفت مرحبا یا اخا ثقیف چہ چیز ترا بر آں داشتہ کہ با امیر المومنین بدسلوکی کنی وچیز یکہ در تصرف اوست بگیری بمال بیا وعذر خود بگو فحش بسیار بعمار واد وعمار ہم شدید الغضب بود دست بشمشیر برد کسی آمد نبزد آنحضرت کہ در باب عمار را کہ الحال اورا پارہ پارہ می کنند پس آنحضرت اہل بیتی کہ ہمراہ آوردہ بودند فرستاد وفرمود مترسید واو را کشاں کشاں نبزد من آرید پس ایشاں آمدند واو را کشاں کشاں آوردند آنحضرت فرمود وا گذارید او را وتعجیل مکنید کہ بہ تیز مغری حجت خدا تمام نشود بعد ازاں فرمود وائے بدتو بچہ معتمک اموال اہل بیت را حلال دانستہ چہ حجت ترا بجرأت انداختہ برایں کہ کردہ آں ملعون گفت تو نیز بچہ حجت قتل مردم را بر خود حلال کردہ۔ ومن رضا صاحب خود را دوست تر وارم از موافقت با تو حضرت فرمود بلے تقصیرے بر خود سراغ ندارم مگر کشتن برادرت وآں بگفتہ رسول خدا بود چیزی بنود کہ تلافی خواہد خدا انرا ہلاک کند وصورت را تبیح گرداند۔ اشجع گفت بلکہ خدا ترا ہلاک کند وعمرت را قطع نماید کہ پیوستہ با خلفا حسدی ورزی وآں ترا بہلاکت می کشاند وبرادر خود آخر نخواہی رسید پس فضل بغضب درآمد وشمشیر خود را براد حوالہ نمود وسر او ربا دست راست او انداخت پس اصحاب او کہ سی نفر بودند وہمہ از شجاعان بر فضل ہجوم آوردند وامیر المومنین دست بذو الفقار بردہ چوں برق ذو الفقار وبرق چشم آنحضرت دیدند زہرۂ ایشاں آب شد دیراق خود را ریختند وگفتند الطاعۃ فرمود دامی بر شما سرایں صاحب کوچک خود را ببرید نزد آں صاحب بزرگ خود کہ مثل شما کسی نیستید کہ کشتن شما خواہی نخواہی داشتہ باشد پس رفتند بمدینہ وسر رفیق خود را پیش ابوبکر انداختند پس او مردم را طلبید وترغیب نمود کہ بروند بہ سر آنحضرت وخون اشجع را بخواہند مردم سکوت کردند گفت شما چرا گنگ شدہ اید یا پر وخوف گردیدہ اید حجاج بن صخر گفت بسم اللہ تو پیشوائے مائی پیش برو تا ما از عقب تو بیائیم واگر بیائے مجموع فشون را ذبح کند ونحر نماید مثل نحر کردن شتران دیگرے گفت می خواہی کہ باستراحت درخانہ بنشینی وما را بفرستی نزد جرار اعظم کہ مردم را بشمشیر خود می رباید بخدا ملاقات عزرائیل بر ما آسان تر است از ملاقات او پس ابوبکر نفرین کرد ایشاں را وبعمر شوری نمود او گفت خالد را بفرست پس خالد را گفت تو سیف اللہ ہستی جمعیت خوبی بردار وبر دعلی کہ تیر زندہ ما را کشتہ ومی خواہد کہ تفرقہ درمیان امت بیندازد او لا اورا بطریق خوش ستمال نمودہ تا بیاید بخانۂ خود بنشیند کہ ما از تقصیر او گذشتیم واو لا او را با سیری بیار پس

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

ظلم وستم کا استغاثہ کیا۔ یہ سنتے ہی حضرت علیؓ بعجلت سوار ہوئے اور عمامہ سیاہ سر پہ رکھا اور دو تلواریں باندھیں اور امام حسنین اور عمار اور فضل اور عبداللہ پسران حضرت عباس اور عبداللہ جعفر کو ہمراہ لیا اور اس گاؤں کے پاس جو مسجد تھی وہاں ٹھہرے۔ اور امام حسینؑ کو بھیجا کہ ابوبکر کے متولی کو بلا لاؤ۔ آپ گئے اور اس سے کہا کہ امیر المومنین تجھے بلاتے ہیں۔ اس نے کہا کہ کون امیر المومنین آپ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ خالد با پانصد سوار از شجاعان مکمل و مسلح روانہ شد فضل بن عباس چو دگرد و لشکر را دید عرض کرد یا امیر المومنین لشکر آمد حضرت فرمود تشویش مکن و آسان بگیر اینہا را کہ اگر ہمہ بزرگان قریش قبائل ہوازن جمع شوند وحشتے از برائے من حاصل نشود آنگاہ برخاست و جلو اسپ را گرفتہ خوابید بر پشت خود بر روئے زمین بقصد اہانت و بے التفاتی و برخاست تا آواز سم اسپان بلند شد و ایشان رسیدند آنگاہ برخاست چوں خالد را دید فرمود یا ابا سلیمان چہ چیز ترا آوردہ است بایں سمت گفت کسی مرا فرستادہ کہ تو بہتر از من میدانی در خود حال بگو گفت الحمد للہ خود عالمی و محتاج تعلیم نیستی گفت ایں چہ عملی است کہ از تو صادر شدہ وایں چہ عداوتی ست کہ از تو ظاہر گردید اگر تو ایں مرد یعنی ابوبکر را خوش نداری او با تو چنیں نیست ترا دوست می دارد و ولایت او رنگین نباشد بر خواطر تو کہ بعد از اسلام و ہجرت و بگر نزاعی باقی نماندہ بگذار مردم را حال خود می خواہند گمراہ نشوند یا رستگار تو عبث باعث تفرقہ میان امت مشو آتش خاموش شدہ را مفروز کہ اگر چنیں کردی عاقبت خوشی نخواہد داشت آنحضرت فرمود تہدید می کنی مرا نحو و دو پسر ابو قحافہ مگر نمی دانی کہ از سخنان تو و اد باشال من تہدیدی واقع نمی شود و اگذار ایں لاف و گزاف را و مطلبی کہ داری بگو گفت بمن گفتہ اند کہ اگر برگشتی ازیں طریق در پیش ما عزیز و مکرم خواہی بود و اگر برنگشتی ترا با اسیری برم نزد او حضرت فرمود ای کنیز زادہ تو می توانی حق و باطل را از یک دیگر فرق کنی وی توانی مثل منی را اسیر وار ببری اے پسر مرتد از اسلام وائے بر تو مرا ہم گمان مالک بن نویرہ کردہ کہ رفتی و او را کشتی و زن او را متصرف شدی اے خالد بایں عقل سبک و دای خالی از شہر م آمدہ با من معارضہ کنی بخدا قسم اگر شمشیر خود را بکشم بر تو و آنہا نیکہ ہمراہ تو اند سیری کنم از گوشت بدن شما ہر چہ در صحرا از کفتار و گرگ باشد وائے بر تو من آں نیستم کہ تو در حقیقت مرا توانید کشت و من قاتل خود را می شناسم و از خدا آرزو می کنم صبح و شام کہ مرگ مرا ازیں زحمت روزگار نجات دہد و اگر بخواہم حالا در زیر دیوار ہمیں مسجد ترا خواہم کشت خالد بغضب در آمد و گفت تہدید وعید تو مثل غریدن شیری ماند و در سوراخ خود خزیدن و گریختن مثل روباہ چہ بسیار بزبان تعدی می کنی و فعلت مطابق قولت نیست حضرت گفت ہر گاہ عقیدہ تو ایں ست پس باید تا بفعل ہم برسی و شمشیر ذوالفقار را از غلاف کشیدہ بر دو حوالہ نمود خالد ہمیں کہ برق چشم آنحضرت و برق ذوالفقار را مشاہدہ نمود مرگ معاینہ

(باقی بر صفحہ آئندہ)

نے فرمایا علی بن ابی طالبؓ۔ اُسے جواب دیا کہ امیر المومنین تو ابوبکرؓ ہیں جو خلیفہ ہیں اس پر امام حسینؓ نے فرمایا اچھا علی بن ابی طالبؓ بلاتے ہیں ان کے پاس چلو۔ اس پر اشجع نے کہا کہ میں سلطان ہوں اور علیؓ عوام میں سے ہیں اور ان کو مجھ سے کام ہے تو خود ان کو میرے پاس آنا چاہئیے اس پر امام حسینؓ نے جواب دیا کہ افسوس ہو تجھ پر کیا میرے والد جیسا عوام میں سے ہو اور تو سلطان۔ اس نے کہا ہاں

باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ دید گفت یا ابا الحسن برائے این نیامدہ بودم پس آنحضرت پشت ذوالفقار را برو آورد داز اسپ بہ غلطید و قاعدہ آنحضرت بنود کہ شمشیر را فرود آوردی دوبارہ برگرداند مبادا کہ او درابترس و جبن عمل نمودند اصحاب خالد از بیم آنحضرت ہول غریبی و ترس عجیبے بہم رسانیدند پس آنحضرت بایشان خطاب نمود کہ چرا حمایت سید و بزرگ خود را نمی کنید و اللہ اگر من سردار شما بودم حال سرہائے شمارا می کندم و بر من آسان تر بود از انکہ دانہ گندم را از خوشہ بچینند دراین رشادت مال خدا و رسول و مسلمانان را می بلعید پس مثنی بن الصباح کہ عاقل کاملی بود از اصحاب خالد گفت واللہ ما بعداوت و دشمنی نیامدہ ایم یا آں بنود کہ ترا نشناسیم بلکہ کوچک و بزرگ ما می دانیم کہ توئی تیر خدا در زمین و شمشیر انتقام او بر معاندین لیکن ما ماموریم و بجبر ما را فرستادہ اند و ماموریم معذور ست خدا تلف کند او راکہ ما را فرستاد پس آنحضرت شرم کرد از سخن آں مرد و رد را از ایشاں گردانید و با خالد شوخی و مزاح می نمود بعلت صدمہ و المیکہ باو رسیدہ از ضرب پشت شمشیر او ہیچ جواب نمی داد آنگاہ فرمود وائے بر تو اے خالد چہ بسیار مطیع و فرماں بردار گناہگاران و عہد شکنان گردیدہ مگر نقل روز غدیر کفایت نکرد تراالحق آنکسی کہ دانہ را شگافتہ اگر آنچہ سنجیاں تو و پسر ابو قحافہ و پسر خطاب رسیدہ چیزے را اظہار می گردید از شما شمہ ازاں بظہور می رسید اول کسیکہ باین شمشیر کشتہ می شد تو وایشاں می بود بید و آنچہ مقدر الٰہی بود بعمل می آمد و بمشیت آں بدبخت ترا فاسد می کند و توہم دانستہ چشم از حق می پوشی و حال آمدہ کہ با این کثافت مرا اسیر وار ببری بعد از انچہ بچشم خود دیدی و تجربہا کردی چناں می دانی کہ آنچہ رفیقت در وقتیکہ ترا می فرستاد بتو گفت و باہم شوری و صلاح گردید بر من مخفی و پوشیدہ است و چناں گفتند و تو می گفتی کہ این ہماں ابوالحسن ست کہ عمرو بن عبدود را کشت و مرحب را بدو نیم کرد و در خیبر را۔ اور جواب بتو گفت تو ہمیں نقلہائے گذشتہ اورا می کنی آنہا از برکت دعائے پیغمبر بود و حال پیغمبر از دنیا رفتہ و آنہا را نمی تواند کرد پس بترس اے خالد از خدا و رفیق خیانت کاران مباش خالد گفت یا ابا الحسن واللہ می دانم کہ چہ می گوئی و طائفہ و عرب و عامہ مردم از تو رد گرداں نشدہ اند مگر بحمیت دین آباء اجداد خود از قدیم و از عداوت اینکہ سرہائے ایشاں را انداختہ بودی و میل با بوبکر بہم نرسانیدند مگر بعلت اطمینان از پاس و سطوت او و نرمی طبیعت او و زیادہ بر حق ایشاں با ایشاں دادن ۱۲ بحر الجواہر صفحہ ۳۲۳۔

Marfat.com

بے شک تمہارے باپ نے ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی مگر بجبر و اکراہ ۔ اور ہم نے اس کی بیعت خوشی سے کی ہے ۔ یہ سن کر امام حسین واپس آئے اور حضرت علیؓ کو اس کی خبر دی ، تب آپ عمار کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ تم اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم مثل خانہ کعبہ کے ہیں کہ اس کے پاس لوگ آتے ہیں نہ یہ کہ وہ لوگوں کے پاس جائے ۔ عمار اشجع کے پاس گئے اور اس سے سخت گفتگو کی ۔ یہاں تک کہ نوبت اس کی پہنچی کہ عمار نے اپنا ہاتھ تلوار کی طرف بڑھایا ۔ اس کی خبر حضرت علیؓ کو پہنچی ، آپ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اشجع کو جا کر پکڑ لاؤ ۔ اس پر آپ کے اہل بیت جو آپ کے ہمراہ تھے گئے اور اشجع سے کہا کہ آج تو علیؓ کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے اور اُسے پکڑ لائے ۔ اُسے دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ کیا سبب ہے کہ تو نے اہل بیت کا مال لے لیا اور اس پر اپنا قبضہ کیا ۔ اس نے جواب دیا کہ کیا سبب ہے کہ تو نے آدمیوں کا خون بہایا ۔ اور میں ابوبکر صدیقؓ کے فرمان و مرضی کو تمہاری موافقت اور اتباع سے بہتر جانتا ہوں ، آپ نے فرمایا کہ میں کوئی اپنا گناہ نہیں سمجھتا سوا اس کے کہ میں نے تیرے بھائی کو مارا ہے اور وہ باعث انتقام نہیں ہو سکتا ، خدا تجھے ذلیل کرے ۔ اس نے بھی ایسا ہی سخت جواب علیؓ کو دیا اور کہا کہ خلفا سے حسد میں تم ہلاک ہو گے ۔ اس پر فضل کو غصہ آیا اور اس کا سر اڑا دیا ، اس پر اشجع کے ہمراہیوں نے فضل پر حملہ کیا ۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؓ نے ذوالفقار میان سے نکالی ، جب کہ اشجع کے ہمراہیوں نے علیؓ کی چمکتی ہوئی آنکھیں اور ذوالفقار کی چمک دیکھی تو اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور کہا کہ ہم اطاعت کرتے ہیں ۔ علیؓ نے ان سے کہا کہ اس اپنے چھوٹے صاحب کا سر اپنے بڑے صاحب کے پاس لے جاؤ ، چنانچہ اس کے ہمراہی اشجع کا سر لے گئے اور اس کو ابوبکرؓ کے سامنے ڈال دیا ۔ یہ حالت دیکھ کر تمام مہاجرین و انصار جمع ہوئے اس وقت ابوبکرؓ نے کہا کہ تمہارے بھائی ثقفی نے خدا اور اس کے رسول کے خلیفہ کی اطاعت کی اور میں نے اُسے صدقات مدینہ پر متولی کیا ۔ اور اب علیؓ نے اُسے اس بُری طرح سے مارا اور مثلہ کیا اب چاہیئے کہ تم میں سے جو شجاع ہیں وہ جائیں اور اس کا تدارک کریں ۔ سب اسے سن کر سکتہ میں رہ گئے اور نقش بدیوار ہو گئے ۔ ابوبکر نے کہا کہ کیا تم لوگ زبان نہیں رکھتے اور کچھ بولتے نہیں ۔ اس پر ایک اعرابی نے کہا کہ اگر تم چلتے ہو تو ہم بھی چلتے ہیں ۔ اور دوسرے نے کہا کہ ملک الموت کا دیکھنا بہتر ہے علیؓ کے دیکھنے سے ۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ تم علیؓ سے ڈرتے ہو اور مجھے ایسا جواب دیتے ہو ۔ اس پر عمر متوجہ ہوئے اور کہا کہ یہ کام سوائے

Marfat.com

خالد کے کسی سے نہیں ہو سکتا تب ابو بکر نے خالد سے کہا کہ یا ابا سلیمان تم سیف اللہ ہو اور خدا کی تلوار۔ تم ایک فوج لے کر جاؤ کہ علیؓ نے ہمارے رفقا میں سے ایک ایسے شخص کو جو شجاعت میں بے نظیر ہے قتل کیا ہے۔ علیؓ کو لے آؤ اور کہو کہ اگر تم چلتے ہو تو تمہاری خطا معاف ہو گی اور اگر وہ لڑائی پہ آمادہ ہوں تو اُن کو زندہ پکڑ کرلے آؤ۔ یہ سن کر خالد پانچ سو مردان کارزار لے کر روانہ ہوئے فضل نے ان کو آتا دیکھ کر علیؓ کو خبر کی۔ آپ نے فرمایا کہ تمام صنادید قریش اور سواران ہوازن جمع ہوں تب بھی میں ان سے نہیں ڈرتا خالد وہاں پہنچے اور علیؓ سے پوچھا کہ یہ کیا سخت حرکت تھی جو تم نے کی اور کیوں بجھی ہوئی آگ کو مشتعل کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجھے اپنی شجاعت اور ابو بکرؓ سے ڈراتے ہو اور مجھے مالک نویرہ جانتے ہو کہ جس کو تم نے مارا اور اسی کی بی بی کو اپنے نکاح میں لائے۔ میں اپنے قاتل کو خود جانتا ہوں اور شہادت کی امید رکھتا ہوں اور اگر میں چاہوں تو تمہیں ابھی اس مسجد کے صحن میں مار کر گرا دوں۔ اس پر خالد غصہ میں آئے اور آپ نے ذوالفقار نکالی۔ جب خالد نے آپ کی آنکھ اور ذوالفقار کی چمک دیکھی تو گڑگڑانے لگے۔ حضرت نے تلوار کا قبضہ خالد کی پشت پر مارا کہ وہ زمین پر گر گئے۔ یہ حالت دیکھ کر ابن صباح نے کہ ایک مرد عاقل تھا کہا کہ بخدا اے علیؓ ہم کچھ براہ عداوت نہیں آئے تم شیر خدا اور شمشیر غضب الٰہی ہو ہم سب آپ کے خادم ہیں اس پر حضرت امیرالمومنین نرم پڑے اور خالد سے مزاح کرنے لگے خالد درد کمر سے بے خود تھے آپ نے فرمایا اے خالد تعجب ہے کہ غدیر خم کا معاملہ تمہاری یاد سے جاتا رہا اور بہت جلد تم نے ناکثین اور خائنین کی بیعت کرلی اور اب چاہتے ہو کہ مجھے قید کر کے جاؤ۔ کیا تم حالت عمر بن عبدود اور مرحب اور جنگ خیبر کی بھول گئے۔ اس پر خالد نے کہا کہ جو آپ فرماتے ہیں وہ میں جانتا ہوں لیکن عرب نے آپ کو آپ کی تلوار کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔ اور ہم نے ابو بکر کی بیعت صرف ان کی نرمی اور زائد از استحقاق مال ملنے کی امید پہ کی ہے۔

ان روایتوں میں جو تناقض اور اختلاف ہے وہ ایسا صریح اور صاف ہے کہ اس میں تاویل کی کچھ گنجائش نہیں ہے اور یہ ناممکن ہے کہ کل روایات متناقضہ کی صحت تسلیم کی جائے اور تسلیم صحت کے بعد دعویٰ ہبہ کا زبان پہ لایا جائے ہم ان اختلافات میں سے بعض ضروری اور ظاہری اختلاف اب بیان کرتے ہیں۔

Marfat.com

پہلی روایت جو احتجاج طبرسی سے ہم نے نقل کی ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ کا وکیل فدک سے نکال دیا گیا تو وہ خود ابو بکر صدیقؓ کے پاس آئیں اور ان سے سوال کیا کہ کیوں میرے باپ کی میراث سے مجھے محروم کرتے ہو۔ اور دوسری روایت میں جو علل الشرائع سے ہم نے لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابو بکرؓ نے فاطمہؓ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا تو حضرت علیؓ مسجد میں آئے اور ابو بکر صدیقؓ سے پوچھا کہ کیوں تم نے فاطمہؓ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا علل الشرائع کی روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد نکالے جانے وکیل فدک کے حضرت علیؓ ابو بکرؓ کے پاس آئے اور احتجاج طبرسی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ ان کے پاس آئیں۔ شاید حضرت امامیہ اس کا یہ جواب دیں کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ آئے اور دوسری مرتبہ خود حضرت فاطمہؓ آئیں مگر چھٹی روایت سے جو احتجاج طبرسی سے ہم نے نقل کی ہے جس میں حضرت فاطمہؓ کے مشہور خطبہ کا ذکر ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ ابو بکرؓ کے پاس سے لوٹیں اور گھر پہنچیں تو وہاں حضرت علیؓ بیٹھے ہوئے ان کا انتظار کر رہے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے پہنچتے ہی ان پر غصہ کرنا شروع کیا اور نہایت درد انگیز اور غضب آمیز الفاظ میں فرمایا کہ[1] مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائنان یا خائفان در خانہ گریختہ و بعد ازانکہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی و مغلوب این نامردان گردیدہ پسر ابو قحافہ معیشت فرزندانم را می گیرد و تو از جائی خود حرکت نمی کنی وغیرہ وغیرہ) اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ نے گھر میں سے قدم بھی باہر نہ نکالا تھا۔ اور اس معاملہ میں ابو بکرؓ کے پاس جانا اور ان سے مطالبہ کرنا اور ان کو ملامت کرنا بیک طرف فاطمہؓ کی کچھ بھی مدد نہ کی تھی۔ اگر حضرت علیؓ تشریف لے گئے ہوتے اور مہاجرین و انصار کے سامنے ابو بکر صدیقؓ سے مطالبہ کیا ہوتا اور فدک سے وکیل نکال دینے پر انہیں قائل معقول کیا ہوتا تو حضرت فاطمہؓ باوجود عصمت و طہارت کے اپنے خاوند سے اور خاوند بھی کیسے جو سید الاولیا سند الاصفیا قاتل الکفرہ دافع الفجرہ تھے کیوں ایسے درشت اور سخت کلمے فرماتیں اور ان کے

---

[1] پیٹ میں کے بچہ کی طرح تم پردہ نشین ہو گئے ہو۔ اور مایوس ڈرپوکوں کی مانند گھر میں بھاگ آئے ہو۔ باوجودیکہ دنیا کے بہادروں کو تم خاک پر سلا چکے ہو اور اب نامردوں کے پیچھے بیٹھ گئے ہو۔ ابو قحافہ کا فرزند میرے بچوں کی معیشت روکے ہوئے ہے اور تم اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوتے وغیرہ وغیرہ۔

گھر میں چھپ رہنے اور باہر نہ نکلنے پر ملامت کرتیں۔

چوتھی روایت جو بحوالہ کتاب الاختصاص بحار الانوار سے ہم نے نقل کی ہے اس میں ایک ایسی بات بھی ہے جو دونوں روایات مذکورۂ بالا کی تردید کرتی ہے وہ یہ ہے کہ جب ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؑ کے دعویٰ کی نسبت یہ کہا کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا تو اسے سن کر حضرت فاطمہؑ علیؑ کے پاس گئیں اور ان سے یہ سب حال کہا حضرت علیؓ نے ان کو صلاح دی کہ تم پھر ابوبکرؓ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا، حالانکہ سلیمانؑ داؤد کے اور یحییٰؑ زکریاؑ کے وارث ہوئے، پھر میں کیوں اپنے باپ کی وارث نہ ہوں۔ عمرؓ نے کہا کہ یہ سکھلائی ہوئی بات ہے اس پر آپ نے جواب دیا کہ گو میں سکھلائی گئی ہوں مگر کس نے مجھے سکھلایا ہے میرے ابن عم علیؑ نے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی مرتضیٰؓ خود اس معاملے میں ابوبکرؓ سے مطالبہ اور مقابلہ کرنے کے لئے تشریف نہیں لے گئے اور نہ حضرت فاطمہؑ کے خیال میں یہ حجت آئی تھی کہ سلیمان داؤدؑ کے اور یحییٰ زکریا کے وارث ہوئے اور نہ اپنی طرف سے یہ دلیل انہوں نے پیش کی بلکہ حضرت علیؑ کے فرمانے اور بتلانے اور سکھلانے سے حضرت فاطمہؑ دوبارہ دعویٰ کرنے کے لئے ابوبکر صدیق کے پاس تشریف لے گئی تھیں۔ اگر حضرت علیؑ خود تشریف لے گئے ہوتے یا حضرت فاطمہؑ نے اپنی طرف سے یہ حجت پیش کی ہوتی جیسا کہ آپ کے اس مشہور خطبہ سے پایا جاتا ہے جس کو ہم نے چوتھی روایت میں احتجاج طبرسی سے نقل کیا ہے تو حضرت فاطمہؑ کے بھیجنے اور اس حجت کے سکھانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا اس اختلاف کے بعد بھی حضرت علی کا جانا ابوبکر صدیق رضؓ کے پاس اور ان کا اس باب میں بحث کرنا کوئی مان سکتا ہے۔

گیارھویں روایت جو ہم نے احتجاج طبرسی سے نقل کی ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابوبکرؓ نے فاطمہؑ کو فدک سے محروم کر دیا تو آپ بہت غصہ میں آئے اور ایک بہت سخت خط ابوبکرؓ کو لکھا جس کے آغاز ان الفاظ سے ہے۔ شقوا متلاطمات امواج الفتن اور جس میں کوئی دقیقہ اپنی مردانگی اور شجاعت کے اظہار اور مہاجرین و انصار کی گمراہی و ضلال کا باقی نہیں رکھا اور اس عذاب سے جو ان کے لئے خدا نے مقرر کیا ہے بیان کرنے سے بھی تامل نہیں فرمایا۔ اگر درحقیقت حضرت علیؑ بذات خود ابوبکرؓ کے پاس تشریف لے

Marfat.com

گئے ہوتے اور جو کہنا تھا وہ اُن سے کہہ آئے ہوتے تو پھر اس خط لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہاں شاید یہ کہا جائے کہ آپ نے اول بالمشافہ گفتگو کی پھر یہ خط لکھا تاکہ ریکارڈ یعنی دفتر میں ایک تحریری سند صحابہ کے ملامت کی موجود رہے۔ یا اول یہ خط لکھا ہو اور بعد اس کے جا کر بالمشافہ گفتگو فرمائی ہو۔ مگر پہلی بات تو اس روایت سے ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ اس روایت میں یہ لکھا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابو بکرؓ نے فاطمہؓ کو فدک سے محروم کر دیا تب آپ نے یہ خط لکھا۔ اور دوسری بات کہ اس خط کے لکھنے کے بعد تشریف لے گئے ہوں۔ حضرت فاطمہؓ کے اس غصّہ سے جو آپ کے گھر میں بیٹھ رہنے اور مدد نہ کرنے پر فرمایا۔ صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ اس لئے کہ جب حضرت علیؓ ایسا سخت خط لکھ چکے تھے اور غاصبین فدک کو ظالم اور مفسد ٹھیرا چکے تھے، اور جو سزا خدا نے ان کے لئے رکھی ہے، اُسے بھی ایک طرح سے بیان کر دیا تھا اور اگر وصیت پیغمبر مانع نہ ہوتی تو ان کے سر اُڑا دینے کی بھی دھمکی دیدی تھی تو کیونکر ممکن تھا کہ حضرت فاطمہؓ آپ کی مدد نہ کرنے اور مثل جنین کے خانہ نشین ہو جانے پر غصّہ فرمائیں اور ایسے کلمات سخت سے آپ کو خطاب کریں۔

پھر چوتھی روایت کے دیکھنے سے ایک اور تناقض اور تخالف پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس روایت میں یہ لکھا ہے کہ علیؓ کے فرمانے سے حضرت فاطمہ آیہ وِرث سلیمان داؤد سے حجت کرنے کے لئے ابو بکرؓ کے پاس آئیں اور اس پر بھی جب ابو بکرؓ نے شہادت طلب کی تو فاطمہؓ ام ایمن اور علیؓ کو لے گئیں اور گو علی کی شہادت کا کہ کیا انہوں نے دی کچھ ذکر نہیں ہے مگر ام ایمن کی شہادت رد کی گئی۔ اور عمرؓ نے ام ایمن سے یہ کہا کہ تم ایک عورت ہو اور ایک عورت کی گواہی کافی نہیں اور علیؓ اپنا فائدہ چاہتے ہیں اس پر فاطمہؓ کھڑی ہو گئیں اور خفا ہو کر ابو بکرؓ و عمرؓ کو بد دعا دینے لگیں اور چلی گئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ ابو بکرؓ کے سامنے شہادت دینے کے لئے آئے تھے۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس کا سبب نہیں معلوم ہوتا کہ اسی وقت جو نہایت موقع اور وقت بحث و گفتگو کا تھا علیؓ نے ابو بکرؓ سے جو کہنا تھا کیوں نہ کہا اور فاطمہؓ کو خفا دیکھ کر بھی کچھ ہاشمی جلال نہ دکھایا۔ اور گھر جا کر خط لکھا یا دوسرے وقت آ کر ابو بکر سے بحث کی۔ رہا تو بہرحال اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شہادت پیش کرتے وقت تک حضرت علیؓ نے زبان مبارک سے کچھ نہیں

Marfat.com

فرمایا تھا اور نہایت صبر و تحمل سے واقعات کے دیکھنے اور سکوت کرنے کو اختیار کیا تھا مگر اسی روایت میں پھر یہ ہے کہ حضرت علیؓ چالیس دن تک حضرت فاطمہؓ کو سوار کرائے مہاجرین و انصار کے گھر گھر لئے پھرے اور فاطمہؓ ایک ایک سے فریاد اور استغاثہ کرتی رہیں یہاں تک کہ معاذ بن جبلؓ سے دو بدو گفتگو ہوئی اور ان سے خفا ہو کر فاطمہؓ چلی آئیں۔ اس واقعہ کے بعد جس میں اس روایت کے موافق کم سے کم چالیس روز گذرے ہوں گے پھر حضرت علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ تم تنہا ابو بکرؓ ہی ہوتا تب بھی اس کا دینا میرے مانگنے پر تم پہ واجب ہے چنانچہ اس کے موافق فاطمہؓ آئیں اور یہی بات کہی اس پہ ابو بکرؓ نے کہا کہ آپ سچ فرماتی ہیں کاغذ منگا کر رد فدک کی سند لکھ دی اور جس کو راہ میں عمر نے چھین کر چاک کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی دفعہ حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ کی تعلیم سے ابو بکر کے پاس نہیں گئی تھیں بلکہ دو مرتبہ پہلے وارث سلیمان داؤد کی بحث پیش کرنے کے لئے دوسرے فدک کو بہ نرمی ابو بکر سے مانگنے کے لئے اور دوسری مرتبہ جہاں تک کہ ابو بکرؓ سے تعلق اس روایت کے موافق وہ کامیاب بھی ہوئیں۔ پس یہ روایت صاف اس بات پہ دلالت کرتی ہے کہ حضرت علیؓ نے کبھی خود ابو بکرؓ کے پاس جانے اور ان سے بحث کرنے یا ان کو ملامت فرمانے کا ارادہ نہیں کیا۔ بلکہ حضرت فاطمہؓ کو سکھا کر بھیج دینے ہی پہ کفایت فرمائی اور اگر شہادت کے لئے وہ فاطمہؓ کے ساتھ تشریف بھی لے گئے تو اس وقت کچھ ارشاد نہیں فرمایا اور سکوت ہی اختیار کیا۔

پھر اسی چوتھی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہادت کے رد ہونے کے بعد چالیس دن تک فاطمہؓ کو مہاجرین و انصار کے یہاں لئے لئے پھرے۔ اس زمانہ میں کوئی اور دوسری کارروائی آپ نے نہیں فرمائی۔ اور جب معاذ بن جبل سے گفتگو کر کے اور ان سے خفا ہو کر فاطمہؓ چلی آئیں تب پھر آپ نے انہیں ابو بکر کے پاس بھیجا اور وہاں فاطمہؓ کی یہ حالت ہوئی کہ عمر نے ابو بکر کی لکھی ہوئی سند چاک کر دی اور فاطمہؓ کے شکم متبارک پہ نعوذ باللہ منہ لات ماری جس سے محسن سقط ہو گئے اور اس کے بعد پچھتر دن تک فاطمہؓ بیمار رہیں اور بعد اس کے وفات فرمائیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ بعد معاذ بن جبل کی گفتگو کے اور فاطمہؓ کے دوبارہ تعلیم پا کر ابو بکرؓ کے پاس جانے کا کوئی موقع باقی نہ رہا تھا کہ فاطمہؓ کے وکیل کو فدک سے نکالے جانے کی خبر سن کر حضرت علی ابو بکر کے پاس جانے اور

Marfat.com

اُن سے سوال و جواب کرتے کیونکہ اس وقت تو حالت پہلے سے بدتر ہو گئی تھی اور ایک تازہ مصیبت پیش آگئی تھی جس کے سامنے فدک کا غصب کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتا یعنی حضرت فاطمہؓ پر عمرؓ کے ہاتھ سے وہ ظلم و ستم ہونا کہ جسے دیکھ کر کسی آدمی کی غیرت و حمیت گوارا نہیں کر سکتی کہ اُسے برداشت کرے اور ایسے دردناک اور نفرت انگیز اور ذلیل کن ظلم کو دیکھتا رہے اور اس کا بدلہ نہ لے یہ وقت وہ تھا کہ شیر خدا جوش میں آتے اور ذوالفقار علی نیام سے نکالتے اور بنت رسول پر جو ظلم و ستم ہوا تھا اس کا بدلہ عمر سے لیتے تعجب ہے کہ ایسے سخت واقعہ پر شیر خدا صبر فرماویں اور بنت رسول کی یہ ذلت اپنی آنکھ سے دیکھیں اور کوئی بات تک زبان سے نہ نکالیں۔ تو ان کے صبر و استقلال سے جس کا ثبوت شیعوں کے خیال کے موافق اس سے زیادہ نہ ہو گا کون امید اور خیال کر سکتا ہے کہ وہ ایک وکیل کے نکال دینے پر غصہ میں آتے اور سوال و جواب کرنے کے لئے مہاجرین و انصار کے مجمع میں جاتے اور ابوبکر سے مقابلہ کرتے یا ان کو ایسا سخت خط لکھتے اور ان کو ظالم اور غاصب بتاتے۔

اس روایت کو بارھویں روایت سے ملا کر دیکھنے سے غالباً ہر شخص کو ایک حیرت ہو گی اور سوائے اس کے کہ اماموں کے اسرار اور ان کے بھید ہم لوگوں کی سمجھ سے باہر ہیں کوئی بات زبان سے نہ نکل سکے گی نہ کوئی وجہ سمجھ میں آئے گی کہ کبھی تو شیر خدا ذراسی بات پر ایسے غضب ناک ہو جائیں کہ سر اُڑانے میں بھی دریغ نہ کریں اور کبھی ایسا سکوت اختیار کریں کہ بڑے سے بڑے صدمہ پر بھی جس کا بدلہ لینا شرعاً عقلاً جائز بلکہ واجب ہو زبان تک نہ ہلائیں۔ شاید مظہر العجائب و الغرائب کی شان یہی ہے کہ ایسی عجیب باتیں سرزد ہوں جو انسانی فہم سے باہر اور طاقت بشری سے خارج ہوں۔ اس چوتھی روایت میں یہ ذکر ہے کہ حضرت فاطمہؓ سے سندسے کہ عمر نے چاک کر دی اور طمانچہ لگائے اور لاتیں ماریں یہاں تک کہ حمل ساقط ہو گیا مگر حضرت علیؓ نے اُف تک نہ کی۔ اور بارھویں روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو اطلاع ہوئی کہ ابجع بن مزاحم نے جسے ابوبکر نے فدک کے انتظام کے لئے مقرر کیا تھا رعایا پر ظلم شروع کیا ہے تو آپ کو تاب نہ رہی اس خبر کے سنتے ہی عزیز و اقارب و خدام و ملازمین کو لے کر موقع پر پہنچے اور ابجع کو پکڑ بلوایا اور گھرکیاں سنائیں اور اسی پر کفایت نہ کی بلکہ اس کا سر اڑا دیا اور اس وقت آپ ایسے جوش میں تھے اور آپ کی آنکھیں ایسی چمکتی اور آپ کی ذوالفقار ایسی دمکتی تھی کہ سب تھر تھرانے لگے اور ابجع کے ہمراہی سب ہتھیار پھینک کر بھاگ گئے

اور پھر جب اشجع کے قتل کے بعد خالد ان کے پاس آئے تو آپ نے ان سے غصہ میں فرمایا کہ کیا تم مجھے بھی مالک بن نویرہ جانتے ہو اور اس پر جب خالد غصہ میں آئے تو آپ نے ذوالفقار نکالی جس کی چمک دیکھ کر وہ گڑگڑانے لگے اور آپ نے تلوار کے قبضہ کو خالد کی پشت پر مارا کہ وہ زمین پر گر گئے۔ اس روایت سے شان حیدری ثابت ہوتی ہے اور اسد اللہی کا جلوہ نظر آتا ہے اور زمین و آسمان سے آپ کی شجاعت و حمیت پر مرحبا اور تحسین کی آوازیں آتی ہیں اور لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار کا غلغلہ ہر شجر و حجر کی زبان سے سنائی پڑتا ہے۔ مگر یہ تمام حالت حیرت اور تعجب سے بدل جاتی ہے جب کہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ اسد اللہی نشان اس وقت کیوں نہ دکھائی گئی جب کہ عمر نے جو بقول شیعوں کے ایک نامرد اور ذلیل اور کم رتبہ آدمی تھے۔ بنت رسول کو صدمہ پہنچایا۔ ان کو طمانچہ لگائے ان کو لاتیں ماریں ان کا حمل گرا دیا۔ اس موقع پر کیوں ذوالفقار علی نیام میں رکھ لی گئی اور کیوں حیدری صولت اور غضنفری ہیبت پر صبر و شکیبائی غالب آ گئی۔ حالانکہ شرعاً وعقلاً یہ موقع نہ صبر کا تھا نہ تحمل کا۔ بلکہ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ کے موافق کم سے کم اس کا بدلا عمر کو دینا تھا تاکہ بنت رسول کی ذلت کا مزہ وہ چکھتے اور اس ظلم و ستم کی سزا خدا کے شیر کے ہاتھ سے پاتے۔ افسوس ہے کہ ان روایتوں سے حضرات شیعہ کا یہ مطلب تو حاصل نہ ہوا کہ جو الزام اپنے غلط خیال اور فساد عقیدت کے موافق صحابہ پر اور حضرات شیخین پر لگانا چاہتے تھے وہ ثابت ہو بلکہ ان جھوٹی اور وضعی روایتوں سے اہل بیت کرام اور خاندان نبوت پر ایسے جھوٹے داغ لگا دیئے گئے اور وہ باتیں جس سے ان کی شان ارفع و اعلیٰ تھی بلکہ جن کے خدام اور نام لیوا بھی اس سے مبرا اور منزہ تھے ان کی طرف منسوب کر دی گئیں۔ اور مخالفین اسلام کے لئے ایک ایسا مجموعہ تیار کر دیا گیا کہ جس کے دیکھنے سے نہ صرف ان کو تعجب اور حیرت ہو بلکہ نفس اسلام پر وہ شک اور ربانی اسلام اور اس کے خاندان کے چلن پر شبہ کرنے لگیں۔ افسوس ایسی محبت پر۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا۔

چوتھی روایت میں جو کتاب الاختصاص سے بیان کی گئی ہے یہ لکھا ہے کہ بعد اس کے کہ علی مرتضیٰ فاطمہؓ کو چالیس دن تک مہاجرین و انصار کے گھر گھر لے کر پھرے اور کسی نے مدد نہ کی معاذ بن جبل سے دو بدو فاطمہؓ سے گفتگو ہوئی وہ ان سے خفا ہو کر چلی آئیں تو علی مرتضیٰ نے فاطمہؓ سے کہا کہ

ابوبکر نرم دل ہیں ان سے جا کر فدک مانگو کہ وہ اپنا ہی سمجھ کر دیدیں چنانچہ وہ گئیں اور ان کے اس طرح پر مانگنے سے ابوبکر نے فدک کی سند لکھ دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر کچھ سوال وجواب نہ ہوا تھا بلکہ ہنسی خوشی سے صرف حضرت فاطمہؓ کے مانگنے پر ابوبکر نے انہیں سند لکھ دی تھی۔ لیکن تیسری روایت میں جو بحوالہ مصباح الانوار بحار الانوار سے نقل کی گئی ہے اس میں فدک کے سند لکھ دینے کا بیان دوسرا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابوبکر وَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ کی حجت پیش ہونے پر قائل ہوئے اور فاطمہؓ کے دلائل سُن کر مجبور تب فدک کی سند فاطمہؓ کو لکھ دی اور اس پر علیؓ اور ام ایمن کی گواہی بھی ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سند لکھنے کا سبب ابوبکر کا فاطمہؓ کی حجتوں سے قائل ہو جانا تھا۔ اور نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فاطمہؓ تنہا تشریف نہ لے گئی تھیں بلکہ علی اور ام ایمن بھی ان کے ساتھ تھے ورنہ ان کی گواہی اس سند پر جو ابوبکرؓ نے لکھی کیونکر ہوتی اور پھر اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راہ میں عمرؓ فاطمہؓ کو ملے اور ان سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آتی ہیں انہوں نے کہا ابوبکر کے پاس سے آتی ہوں اور انہوں نے مجھے سند بھی فدک کی لکھ دی ہے۔ عمر نے کہا اسے ذرا مجھے تو دکھایئے آپ نے دیدی۔ عمر نے اس پر تھوکا اور اُسے مٹا دیا۔ جب آگے بڑھیں تو علیؓ ملے تو انہوں نے فاطمہؓ سے پوچھا کہ آپ اس وقت اتنی خفا کیوں ہیں تب انہوں نے بیان کیا کہ عمرؓ نے ان کے ساتھ کیا کیا اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا مادکبوا منی ومن ابیک اعظم من ھذا لنس ضت کر ان لوگوں نے اس سے بڑھ کر میرے اور تمہارے باپ کے حق میں اور دوسری بات نہیں کی۔ اور پھر آپ بیمار ہو گئیں۔ اس میں ایک تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ سند لکھنے کے وقت تو علی اور ام ایمن موجود تھے پھر وہ فاطمہؓ کے ساتھ گھر تک کیوں نہیں آئے کیا وہ وہاں رہ گئے یا اور کہیں چلے گئے اور فاطمہؓ کو تنہا روانہ کر دیا۔ دوسری اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ عمر نے فاطمہؓ کو طمانچہ مارے اور لاتیں لگائیں اور محسن سقط ہو گئے۔ کیونکہ علی نے صرف ان کو غصہ میں پایا اور مارکبوا منی ومن ابیک اعظم من ھذا کہکر چپ ہو گئے۔ اس سے تکذیب اس ظلم وستم کی ہوتی ہے جو فاطمہؓ کی نسبت عمر کی طرف سے بیان کیا گیا ہے۔

چھٹی روایت جو احتجاج طبرسی سے ہم نے نقل کی وہ سب سے زیادہ اہم اور قابل غور ہے اور اس سے ہبہ فدک کے دعوی کی تکذیب ایسی ثابت ہوتی ہے کہ بغیر اس کے کہ خود اس

روایت کو جھوٹا کہا جائے اور یہ خطبہ وضعی قرار دیا جائے دوسرا جواب کوئی بن نہیں پڑتا اور اسی واسطے علمائے امامیہ کو اس میں بہت دقت پیش آئی ہے اور نہایت حیران و ششدر ہو کر اس کے متعلق ایسی باتیں بنائی ہیں کہ جن کو کوئی شخص مان نہیں سکتا۔ اس روایت کی تکذیب تو علمائے امامیہ کر نہیں سکتے۔ اس لئے کہ اول تو وہ نہایت صحیح روایتوں میں سے ہے۔ دوسرے اس روایت کی بنیاد پر بہت بڑی عمارت صحابہ کے ظلم و ستم کی کھڑی کی ہے وہ اس روایت کے غیر معتبر کہنے سے سب ڈھے جاتی ہے۔

خطبہ کی صحت اور عظمت جو شیعوں کے نزدیک ہے وہ اس سے ثابت ہوتی ہے کہ علمائے امامیہ نے اس کی صحت کی نسبت بہت بڑے دعوی کئے ہیں اور نہ صرف اپنی روایتوں سے اسے بیان کیا ہے بلکہ سنیوں کی کتابوں سے بھی اس کے ثابت ہونے کی بہت کوشش کی ہے۔ ملا باقر مجلسی اس کی نسبت فرماتے ہیں اعلم ان هذه الخطبة من الخطب المشهورة التی روتها الخاصة والعامة باسانید متظافرة۔ کہ اسے سمجھ لو یہ خطبہ مشہور ترین خطبوں میں سے ہے جس کو شیعہ اور سنی دونوں نے معتبر اسناد سے بیان کیا ہے اور کتاب لمعۃ البیضاء فی شرح خطبۃ الزہرا میں جو خاص اسی خطبہ کی شرح کے لئے لکھی گئی ہے اور ایران میں چھپی ہے اس کے صفحہ ۱۴۸ میں لکھا ہے والاحتجاج المشهور كالنور علی الطور المسطور فی کتاب مسطور فی رق منشور المعروف بخطبة تظلم الزهراء التی مقصودنا من هذا الکتاب شرحها و کل ماذکر الی هنا کان مقدمة بالنسبة الیها ونحن نشرع الان فی ایراد تلك الخطبة الشریفة المشتملة علی الایات البینات والبراهین الساطعات والحجج الواضحات و والدلائل القاطعات الی قوله وبالجملة لا اشكال ولا شبهة فی كون الخطبة من فاطمة الزهراء وان مشائخ ال ابی طالب كانوا يروونها عن ابائهم ويعلمونها ابنائهم ومشائخ الشیعة كانوا يتدارسونها بينهم وبين اولادهم بابديهم والسنتهم اور پھر اس کی فصاحت کی نسبت لکھتے ہیں۔ تلك الخطبة الغراء الساطعة عن سيدة النساء التی تحير من العجب منها والاعجاب بها احلام الفصحاء والبلغاء خلاصہ اس کا یہ ہے کہ منجملہ ان حجتوں کے جو حضرت فاطمہؓ نے ابو بکر سے کیں ایک وہ مشہور حجت ہے کہ گویا وہ طور کی روشنی

ہے اور لوح محفوظ میں لکھا ہے۔ یعنی وہ خطبہ جو تظلم زہرا کے نام سے مشہور ہے اور جس کی شرح ہم اس کتاب میں لکھنا چاہتے ہیں۔ اور وہ خطبہ مشتمل ہے کھلی نشانیوں اور روشن دلیلوں اور واضح حجتوں اور قطعی برہانوں پہ۔ اور جس کی صحت میں کچھ بھی شبہ نہیں ہے اور بزرگان آل ابی طالب ہمیشہ اُسے اپنے آباد اجداد سے روایت کرتے اور اپنی اولاد کو سکھلاتے چلے آئے ہیں اور مشائخ شیعہ کے درس میں وہ رہا ہے اور وہ ہمیشہ اسے اپنے ہاتھوں اور زبانوں میں رکھتے چلے آئے ہیں۔

جب کہ یہ خطبہ شیعوں کے نزدیک ایسا صحیح ہے اور کالنور علی الطور سمجھا جاتا ہے تو جو کچھ اس سے ثابت ہو کہ فاطمہؓ نے اس میں یہ بیان کیا اور فلاں چیز کا دعویٰ فرمایا اسی کو موافق شیعوں کے عقیدے کے صحیح سمجھنا اور جس کا اس میں ذکر نہ ہو اس کو غلط جاننا چاہیئے۔ اس لئے ہم اس کتاب کے ناظرین سے خصوصاً علمائے امامیہ سے اُمید کرتے ہیں کہ اس پر غور فرمائیں کہ سارے خطبہ میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا ہو کہ تم نے فدک مجھ سے چھین لیا۔ یا میرے باپ نے مجھے وہ ہبہ کیا تھا۔ یا وہ میرے قبضہ میں تھا نہ صراحتہً نہ اشارۃً ہبہ کا نام اس میں آیا ہے۔ جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے وہ صرف متعلق میراث کے ہے اور جو کچھ ظلم و ستم کا استغاثہ کیا ہے وہ اسی بات پر ہے کہ ترکہ نبوی نہیں دیا گیا۔ اور جو حجتیں اور دلیلیں اس میں حضرت سیدۃ النساء نے بیان کی ہیں مثل وَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ وغیرہ کے وہ سب متعلق میراث کے ہیں۔ اگر فدک درحقیقت پیغمبر خدا صلعم نے آپ کو ہبہ کیا ہوتا اور وہ آپ کے قبضہ میں ہوتا اور ابوبکر صدیقؓ نے آپ کا قبضہ اُٹھا کر اس پر اپنا قبضہ کر لیا ہوتا تو کیا ممکن تھا کہ اس میں اس کا کچھ بھی ذکر نہ کیا جاتا اور ایسی بڑی بات جو صراحتہً شرع اور عقل اور قانون اور عام برتاؤ کے خلاف تھی، یعنی کسی چیز کو کسی کے قبضہ سے لے لینا خلیفۂ وقت سے واقع ہوتی اس کا اظہار مہاجرین و انصار اور اصحاب نبوی کے سامنے نہ کیا جاتا۔

یہ خطبہ جو حضرت فاطمہؓ نے بیان فرمایا طول میں دو جزو سے کم نہیں ہے اور فصاحت اور بلاغت میں ہم پلہ قرآن سمجھا گیا ہے اور صحابہ کے ظلم و ستم کا گویا وہ پورا نقشہ ہے اور اس وقت یہ فرمایا گیا ہے جب کہ تمام مہاجرین و انصار اور صحاب نبوی ابوبکر کے پاس موجود تھے۔ اور ایسے

Marfat.com

درد انگیز لفظوں میں بیان کیا گیا کہ سننے والے رونے اور چیخنے لگے تھے تو کیا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایسے موقع اور محل پہ حضرت فاطمہؑ اُسی چیز کو بیان نہ فرمائیں جو سب سے زیادہ ضروری اور سب سے بڑھ کر ان کی مظلومیت اور خلیفہ وقت کے ظلم کو ثابت کرنے والی تھی۔

چونکہ یہ ایک بہت بڑی بات تھی کہ ایسے موقع پر اس خطبہ میں ہبہ کا ذکر نہ کیا گیا اس لئے علمائے امامیہ کی توجہ اس طرف مائل ہوئی اور انہوں نے بھی اس امر کو ضروری سمجھ کر اس کے جواب کی فکر کی اور بفحوائے الغریق یتشبث بکل حشیش جو کچھ اس کے جواب میں کہا وہ سراسر لغو اور بالکل بیہودہ ہے جسے کوئی بھی نہیں مان سکتا۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار میں اسی خطبہ کی شرح میں ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ اعلم انہ قد وردت الروایات المتظافرۃ کما ستعرف فی انہاء ادعت فدکا کانت نحلۃ لہا من رسول اللہؐ فلعل عدم تعرضہا ؑ فی ہذہ الخطبۃ لتسلک الدعوی لیاسہا عن قبولہم ایاہا اذ کانت الخطبۃ بعد ما رد ابوبکر شہادۃ امیر المومنین ومن شہد معہ وقد کانت المنافقون الحاضرون معتقدین بصدقہ فتمسک بحدیث المیراث لکونہ من ضروریات الدین۔ یعنی روایات مستندہ جیسا کہ تم کو عنقریب معلوم ہوگا اس باب میں وارد ہوئی ہیں کہ حضرت فاطمہؑ نے فدک کے ہبہ ہونے کا رسول اللہ صلعم کی طرف سے دعویٰ کیا تھا۔ پس آپ کا اس خطبہ میں دعویٰ ہبہ فدک سے تعرض نہ کرنا شاید اس خیال سے ہوگا کہ آپ اس دعوے کے قبول ہونے سے مایوس ہوگئی ہوں گی۔ اس لئے کہ یہ خطبہ بعد رد کرنے ابوبکر کی شہادت امیر المومنین کو مع اور شاہدوں کے ہوا تھا۔ اور جو منافق اس وقت موجود تھے۔ وہ ابوبکر کے صدق کے معتقد تھے۔ اس لئے حضرت فاطمہؑ نے حدیث میراث سے تمسک کیا کیونکہ یہ ضروریات دین سے ہے۔

یہ جواب جیسا کہ اس کے لفظوں سے ظاہر ہے ایسا ہے کہ خود جواب لکھنے والے اور ان کے ہم مذہب دل سے اُسے قبول نہ کرتے ہوں گے اور جو روایتیں ہم اوپر نقل کر چکے اکثر ان میں سے اس جواب کی غلطی ظاہر کرتے ہیں۔ اس جواب میں جو یہ لکھا ہے کہ یہ خطبہ حضرت سیدہ نے اس وقت بیان کیا جب کہ امیر المومنین اور دیگر گواہوں کی شہادت ابوبکر نے رد کر دی تھی یہ صحیح نہیں ہے

Marfat.com

اس لئے کہ اس خطبہ کی روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ بعد تردید شہادت کے یہ خطبہ بیان کیا گیا ہو۔ بلکہ جو روایت احتجاج طبرسی سے ہم نے بیان کی اس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں سماوی عبد اللہ لحسن باسنادہ عن آبائہ انہ لما اجمع ابو بکر علی منع فاطمہ فدک وبلغہا ذلک لاثت خمارہا الخ۔ کہ جب ابو بکرؓ نے ارادہ کر لیا کہ فدک سے فاطمہؑ کو محروم کریں اور یہ خبر حضرت فاطمہؑ کو پہنچی تو انہوں نے اوڑھنی اوڑھی اور چادر لپیٹی اور اپنے نوکروں اور قوم کی عورتوں کو ساتھ لے کر ابو بکر کے پاس آئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کا ابو بکرؓ کے پاس یہ تشریف لانا اول ہی مرتبہ تھا اور اس کا باعث صرف اس خبر کا پہنچنا تھا جو ان کو ابو بکرؓ کے ارادہ کی پہنچی کہ وہ فدک نہیں دینا چاہتے یا اس پر تصرف رکھنے سے مانع آتے ہیں۔ اور چونکہ اس روایت میں اس بات کی تصریح نہیں ہے کہ یہ خبر کیونکر پہنچی اس لئے ظاہر ہے کہ جواب میں جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ بعد تردید شہادت کے حضرت فاطمہؑ تشریف لے گئیں صرف قیاسی ہے مگر یہ قیاس صحیح نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ الفاظ بلغہا ذلک یعنی "جب یہ خبر فاطمہؑ کو پہنچی" اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس سے پیشتر حضرت فاطمہؑ کو کچھ خبر نہ تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ شہادت علی اور ام ایمن وغیرہ کی بغیر ان کی اطلاع کے بلکہ بغیر ان کی طلب کے نہیں ہوئی۔ جیسا کہ دوسری روایت میں جو ہم نے احتجاج طبرسی سے نقل کی ہے بیان کیا گیا ہے کہ بعد پیغمبر کی وفات کے فاطمہؑ فدک مانگنے کے لئے ابو بکر کے پاس آئیں انہوں نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم سوائے سچ کے کچھ نہ کہو گی لیکن گواہ لاؤ۔ اس پر وہ علیؑ کو لے گئیں اور پھر ام ایمن کو اور چوتھی روایت سے جو ہم نے کتاب الاختصاص سے بحوالہ بحار الانوار نقل کی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اول حضرت فاطمہؑ ابو بکر کے پاس آئیں اور میراث کا مطالبہ کیا اور جب ابو بکر نے یہ جواب دیا کہ پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا تو آپ علی کے پاس واپس تشریف لائیں۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ پھر لوٹ کر جاؤ اور کہو سلیمانؑ داؤد کے کیوں وارث ہوئے اور اسی کتاب الاختصاص کی روایت میں یہ بھی بیان ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ کو خبر ہوئی کہ ان کے وکیل کو فدک سے نکال دیا تب وہ ابو بکر کے پاس آئیں اور ان سے کہا کہ تم نے میرے وکیل کو نکال دیا حالانکہ اس پر میرے گواہ موجود ہیں۔ پس یہ سب روایتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہؑ کا جانا ایک

Marfat.com

مرتبہ بلکہ دو مرتبہ اس کے پہلے ہوا ہوگا۔ اور اس میں تو کچھ شبہ ہی نہیں کہ شہادت خود انہوں نے
پیش کی اور ان کے سامنے ابوبکرؓ نے اسے رد کیا اور اس پر وہ خفا ہوئیں۔ تو یہی وقت تھا کہ جو
کچھ حضرت فاطمہؓ کو فرمانا تھا فرماتیں اور جو کچھ ملامت کرنی تھیں وہ شیخین اور اصحاب پر کرتیں
اس واقعہ کی نسبت جو ان کے سامنے ہوا ہو، کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی خبر فاطمہؓ کو پہنچی اور
وہ ابوبکر کے پاس گئیں اور یہ خطبہ بیان فرمایا۔ یہ تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ شہادت بغیر
ان کی اطلاع کے یا ان کے پیچھے ہوئی ہوتی اور ان کی غیبت میں ابوبکرؓ نے اُسے رد کیا ہوتا۔ اور
پھر اس کی خبر کسی نے حضرت فاطمہؓ کو دی ہوتی اور اُسے سن کر انہیں جوش آیا ہوتا اور وہ ابوبکرؓ
کے پاس تشریف لے گئی ہوتیں اور یہ خطبہ بیان کیا ہوتا۔ واذ لیس فلیس۔

علاوہ اس کے تیسری روایت جو مصباح الانوار سے ہم نے بیان کی اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ حضرت فاطمہؓ ابوبکرؓ کے پاس گئیں اور ان سے فدک کا مطالبہ کیا اور بعد بہت سی حجتوں
کے ابوبکر نے قائل ہو کر فدک کی سند لکھ دی اور حضرت علی اور ام ایمن کی اس پر گواہی بھی
ہوئی۔ مگر جب حضرت فاطمہؓ باہر تشریف لائیں تو عمر نے لے کر چاک کر دیا۔ اس روایت
سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں تک معاملہ کا تعلق حضرت ابوبکرؓ سے تھا وہ حسب مرضی جناب سیدہ
کے طے ہو گیا تھا اور انہوں نے سند بھی لکھ کر آپ کے حوالہ کر دی تھی جو کچھ ظلم ہوا وہ عمرؓ کی
طرف سے ہوا۔ ایسی حالت میں قیاس مقتضی اس کا ہے کہ اگر حضرت فاطمہؓ کو شکایت ہوتی تو
وہ ابوبکرؓ کے پاس واپس تشریف لاتیں اور فرماتیں کہ تم نے میری حجتیں سن کر میرے دعوی کو
تسلیم کیا اور مجھے سند بھی لکھ دی مگر تمہارے رفیق نے اسے چاک کر دیا۔ غرض کہ جو کچھ شکایت
کرتیں وہ عمرؓ کی کرتیں اور اگر ابوبکرؓ نہ سنتے تو صحابہ سے شکایت کرتیں اور ان سے فرماتیں کہ دیکھو
جن کو تم نے خلیفہ کیا ہے اور جو مسلمانوں کے سردار بنے ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ ابھی مجھے سند
فدک کی لکھ دی اور ان کے رفیق نے اُسے پھاڑ ڈالا اور اب یہ اس کے ساتھ ہو گئے اور اس
کے کئے کو تسلیم کر لیا یہ کیسا ظلم ہے اور یہ کیسے خلیفہ ہیں۔ اگر ایسا فرماتیں تو ضرور اصحاب نبی
کو جوش آتا اور ابوبکرؓ پر اعتراض کرتے اور عمرؓ کو برا بھلا کہتے۔ اور اگر سب ایسا نہ کرتے تو کم سے
کم وہ لوگ جو رفقائے علیؓ میں سے تھے اور ظاہراً باطناً اہل بیت کے طرف دار ان کو موقع ملتا اور

فاطمہؑ کی تائید میں بہت کچھ کہتے اور ابوبکر و عمر پر ملامت کرتے ۔ یہ باتیں جو قرین قیاس ہیں وہ تو چھوڑ دی گئیں اور ہوا تو یہ ہوا کہ حضرت فاطمہؓ پھر ابوبکرؓ کے پاس گئیں اور ان سے حجت کی تو صرف میراث کی اور دلیل پیش کی تو صرف ترکہ کے متعلق ۔ ان واقعات میں سے کسی واقعہ کا ذکر نہ کیا ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا جانا ابوبکرؓ کے پاس بعد تردید شہادت یا بعد تحریر سند یا بعد کسی قسم کی اطلاع کے جو ان کو اول سے ملی ہو نہ تھا ۔ بلکہ پہلی ہی خبر جب اُن کو ملی تو وہ غصہ میں آئیں اور نہایت غیظ و غضب کی حالت میں مع خدام اور زنان بنی ہاشم کے تشریف لے گئیں اور صرف میراث کے نہ دینے پر فرمایا جو کچھ کہ فرمایا ۔

علاوہ اس کے پانچویں روایت جو مفضل ابن عمر نے امام جعفر صادق سے بیان کی ہے اور جسے ہم بحار الانوار سے نقل کر چکے ہیں ملا باقر مجلسی کے جواب کو بالکل باطل کرتی ہے ۔ اس لئے اس میں فاطمہؓ کا ابوبکر کے پاس جانا اپنی مرضی سے بیان نہیں کیا گیا بلکہ حضرت علیؓ کے فرمانے سے کیونکہ اس روایت میں لکھا ہے کہ جب ابوبکر نے یہ منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہ پر قرض ہو یا کوئی وعدہ تو وہ میرے پاس آئے کہ میں اس کو ادا کروں گا اور جابر اور جریر بجلی کا وعدہ پورا بھی کیا تو علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ ابوبکرؓ کے پاس جا کر فدک کا ذکر کرو فاطمہؓ نے ان سے فدک اور خمس اور فیئے کا ذکر کیا ابوبکرؓ نے کہا کہ گواہ لاؤ ۔ اس پر اول تو فاطمہؓ نے بہت کچھ دلیلیں پیش کیں اور قرآن کی آیتیں اپنے دعوی کی تصدیق میں بیان فرمائیں مگر جب عمرؓ نے کہا کہ یہ فضول باتیں چھوڑو اور گواہ لاؤ ۔ اس پر آپ نے علیؓ اور حسنینؓ اور ام ایمن اور اسما کو بلوا بھیجا اور ان سب نے آپ کے دعوی کی پوری پوری گواہی دی جب وہ شہادتیں رد کی گئیں تو اس وقت علیؓ نے فرمایا کہ فاطمہؓ ایک جزو رسول کی ہیں جو ان کو ایذا دے گا وہ رسول اللہ صلعم کو ایذا دیتا ہے اور جو ان کی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہ صلعم کی تکذیب کرتا ہے ۔ اس پر عمرؓ نے کہا کہ جو تم اپنی تعریف کرتے ہو تم ویسے ہی ہو لیکن ان لوگوں کی شہادت جس میں ان کا فائدہ ہو مقبول نہیں تو علیؓ نے کہا کہ جب ہم ایسے ہیں جیسا تم جانتے ہو اور انکار نہیں کرتے اور پھر ہماری شہادت ہمارے لئے مقبول نہیں تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ اور پھر اسی پر قناعت نہیں فرمائی بلکہ جناب امیر نے ان کو بُرا بھلا بھی کہا اور یہ فرمایا کہ تم لوگوں نے خدا اور اس کے رسول کی سلطنت پر بیعت کی اور اُسے اس

Marfat.com

کے گھر سے غیر کے گھر کی طرف بے گواہ و حجت کے نکال دیا۔ قریب ہے کہ ظالموں کو اپنے ظلم کا بدلہ معلوم ہو جائے اور یہ آیت پڑھی۔ وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ ۔ پھر فاطمہؓ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کرے گا۔ وَھُوَ خَیۡرُ الۡحٰکِمِیۡنَ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ واقعہ گذرا وہ جناب امیر اور حضرت سیدہؓ کے سامنے گذرا اور دونوں سے حجتیں ہوئیں اور دونوں نے قرآنی دلائل پیش کئے اور دونوں نے جو کچھ کہنا تھا کہا اور جب کہ ان کا دعویٰ نہ سنا گیا اور ان کی دلیلیں رد کر دی گئیں اور ان کی شہادتیں جھٹلائی گئیں تو خود جناب امیرؓ نے جناب سیدہؓ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کرے گا۔ وھو خیر الحاکمین۔ تو اس کے بعد کون سا موقع باقی رہا تھا کہ حضرت فاطمہؓ دوبارہ یا سہ بارہ تشریف لائیں اور میراث کے دعوی پہ دلائل پیش کرتی اور صحابہ کو برا بھلا کہتیں۔ اور کیونکہ یہ بات صحیح ہو سکتی ہے کہ جب ان کو خبر ہوئی کہ ابو بکرؓ نے فدک سے ان کو محروم کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ تب وہ تشریف لائیں اور خطبہ میں بیان کیا جو کچھ بیان کرنا تھا وہ روایت مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ جناب سیدہؓ کے مواجہہ میں حضرت علیؓ کر چکے تھے اور ابو بکرؓ و عمرؓ کو ظالم اور خدا اور رسول کی سلطنت کا غصب کرنے والا علی رؤس الاشہاد کہہ چکے تھے اس جلسہ میں کون سی بات تھی جو اٹھا رکھی گئی تھی جس کے لئے حضرت فاطمہؓ کو پھر تکلیف فرمانے اور ایسے طویل اور فصیح و بلیغ خطبہ کے بیان کرنے کی ضرورت باقی رہ گئی تھی۔

پانچویں روایت کتاب الاختصاص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تین مرتبہ حضرت فاطمہؓ ابو بکرؓ کے پاس گئیں۔ اول مرتبہ تو یہ خبر پاکر کہ ان کا وکیل فدک سے نکال دیا گیا۔ دوسری مرتبہ حضرت علیؓ کے فرمانے سے آیہ وَوَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ کی حجت پیش کرنے کے لئے اور تیسری مرتبہ پھر حضرت امیرؓ کے کہنے پر کہ جب ابو بکرؓ تنہا ہوں تب جاؤ کہ وہ دوسرے کی نسبت زیادہ نرم دل ہیں پس جو کچھ حضرت سیدہؓ کو فرمانا تھا وہ انہیں تین موقعوں میں سے کسی موقع پر فرمانا چاہیئے تھا۔ مگر پہلی مرتبہ تو اس خطبہ کا ارشاد فرمانا ثابت ہی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ ابو بکر کا یہ جواب کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا سن کر خود حضرت سیدہؓ کے خیال میں نہیں آیا کہ اس کا کیا جواب دیں بلکہ وہ سیدھی جناب امیرؓ کے پاس چلی آئیں اور ان سے سارا حال کہا اور انہوں نے فرمایا کہ تم جاؤ اور وَوَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ کی دلیل پیش کرو۔ تو یہ دلیل جس کا خطبہ میں ذکر ہے ابتدائی تقریر یہ

Marfat.com

میں بیان کیا جانا اس کا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ یہ دلیل حضرت فاطمہؓ کے خیال مبارک میں نہ آئی تھی بلکہ حضرت علیؓ نے سکھائی تھی اور ان کی تعلیم کے موافق آپ دوبارہ تشریف لے گئی تھیں۔ دوسری دفعہ بھی اس خطبہ کا بیان فرمانا بعید از قیاس ہے اس لئے کہ اس وقت اور اسی جلسہ میں بعد وَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاؤدَ کے پیش کرنے کے ابوبکرؓ نے شہادت مانگی۔ اور حضرت سیدہؓ نے علیؓ اور ام ایمن کو بلا کر شہادت دلائی۔ اور جو کچھ اس کے بعد ہوا وہ سب مقابلہ میں حضرت امیرؓ اور جناب سیدہؓ کے ہوا۔ اور اخیر میں حضرت فاطمہؓ عمرؓ کے اس کہنے پر کہ ایک عورت کی گواہی مقبول نہیں ہو سکتی اور شہاد شہادت سے اپنا نفع چاہتے ہیں غصہ میں آکر اٹھ کھڑی ہوئیں اور یہ کہہ کر اللھم انھما ظلما ابنۃ نبیک صلی اللہ علیہ والہ حقھا فاشدد وطأتک علیھما ثم خرجت کہ الٰہی ان دونوں نے تیرے نبی کی بیٹی پر ظلم کیا اور اس کا حق چھین لیا تو ان پر اپنا سخت عذاب نازل کر۔ اور پھر چلی گئیں۔ اگر خطبہ فرمانے کے لئے اس کے بعد تشریف لانا بیان کیا جائے تو وہ ہو نہیں سکتا، اس لئے کہ اسی روایت میں یہ لکھا ہے کہ اس کے بعد حضرت علیؓ چالیس روز تک مہاجرین و انصار کے گھر گھر فاطمہؓ کو لئے پھرے اور معاذ بن جبل سے گفتگو بھی ہوئی اور جب کسی نے مدد نہ کی، تب علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ تم ابوبکر کے پاس جاؤ جب کہ وہ تنہا ہوں، اور یہ گویا تیسرا موقع تھا جب کہ فاطمہؓ ابوبکرؓ کے پاس گئیں۔ اس میں اس فصیح و بلیغ خطبہ کے بیان کرنے کا کوئی محل ہی نہ تھا، اس لئے کہ اس موقع پر ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کی مرضی کے موافق سند لکھ دی تھی۔ اور اس کے بعد چوتھا موقع جانے اور اس فصیح خطبہ کے پڑھنے کا باقی ہی نہ رہا تھا۔ اس لئے کہ جناب سیدہؓ اس ضرب شدید کی وجہ سے کہ عمر نے ماری اور جس سے حمل ساقط ہو گیا ایسی بیمار ہو گئیں کہ اسی میں انتقال فرمایا۔

غرض کہ جو شخص ذرا بھی غور سے ان روایتوں کو دیکھے اور ایک کو دوسری سے ملائے اسے اس بات کے تصفیہ کرنے میں کچھ شبہ نہیں رہ سکتا کہ ہبہ کا دعویٰ چونکہ اسی خطبہ میں بیان نہیں کیا گیا اس لئے وہ دعویٰ جھوٹا ہے۔ اس لئے کہ حضرات امامیہ اس خطبہ کے جھوٹا ہونے کا اقرار نہ کریں گے۔ اور جب اس خطبہ کو جھوٹا نہ مانیں تو ہبہ کے دعوی کے غلط ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

ملا باقر مجلسی اس اشکال کے جواب میں کہ ہبہ کا ذکر اس خطبہ میں کیوں نہیں ہوا یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو منافق حاضر تھے وہ ابوبکر کے صدق کے معتقد تھے اس لئے فاطمہؑ نے حدیث میراث سے تمسک کیا کیونکہ یہ ضروریات دین سے تھا یہ جواب بھی حیرت انگیز ہے اس لئے کہ اگر حدیث میراث سے تمسک کرنا صرف اس لئے تھا کہ وہ ضروریات دین سے تھا اور سامعین پر اس کا اثر ہوتا تو ہبہ کا دعویٰ اس سے زیادہ اہم اور القبض دلیل الملک کی دلیل حدیث میراث سے کچھ کم ضروریات دین سے نہ تھی بلکہ میراث کے دعوی پر تو ابوبکر کو موقع بھی ملا کہ پیغمبر خدا صلعم کے قول کی سند پر میراث کے عام حکم سے ترکہ نبوی کو مستثنی کر دیا اور جو منافق حاضر تھے اور ابوبکر کے صدق کے معتقد انہوں نے اس روایت میں انہیں سچا جان کر ان کی کاروائی کو جائز قرار دیا لیکن اگر حضرت فاطمہؑ ہبہ کا دعوئی فرماتیں اور القبض دلیل الملک کے موافق اپنے قبضہ سے فدک کی ملکیت پر دلیل پیش کرتیں تو اس کا کوئی جواب ابوبکرؓ کے پاس نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا اور سامعین ان کے ظلم وستم کے قائل ہو جاتے۔ اور حضرت سیدہ کے دعوی کی تصدیق کرتے۔ اور سب چلا اُٹھتے اور پکارنے لگتے کہ القبض دلیل الملک ضروریات دین سے ہے۔ اور فاطمہؓ کا قبضہ اٹھا دینا اور ان کے وکیل کو نکال دینا صریح ظلم ہے۔ اور اگر وہ اپنے نفاق اور ابوبکر کے ساتھ شریک ہونے کی وجہ سے بظاہر ایسا نہ کرتے تو ابوبکر کے ظلم وستم کی حجت تو پوری ہو جاتی۔

وہ واقعہ جو بعد اس خطبہ کے ارشاد اور گھر میں واپس جانے کے واقع ہوا وہ ایسا عجیب اور حیرت انگیز ہے جس کا اثر نہ صرف فدک کے دعویٰ پر پڑتا ہے بلکہ اصل اصول شیعوں کے مذہب کا درہم برہم ہو جاتا ہے۔ یعنی جناب امیر اور حضرت فاطمہؑ کی عصمت کے دعوی پر بہت کچھ موثر ہوتا ہے۔ اور اسی سبب سے حضرات شیعہ اس میں ایسے حیران ہیں کہ نہ کچھ اس کا جواب بن سکتا ہے نہ کوئی بات اپنے اصول کے قائم رکھنے کے لئے ان کے خیال میں آتی ہے۔ اور وہ واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ یہ خطبہ ارشاد فرما کر مایوس ہوئیں تو ان پر ایسا رنج وغم طاری ہوا کہ وہ سیدھی اپنے باپ کی قبر پر تشریف لے گئیں اور وہاں جا کر بہت کچھ بین کیا اور درد انگیز اشعار پڑھے اور بہت روئیں۔ اور پھر وہاں سے گھر کو لوٹیں حضرت امیر المومنینؑ ان کے انتظار میں بیٹھے تھے آتے ہی آپ نے جناب امیر سے یہ خطاب کیا کہ جس طرح بچہ ماں کے پیٹ میں پوشیدہ ہوتا ہے اسی طرح تم پردہ نشین ہو گئے اور مثل ڈرے ہوئے تہمت زدوں کے گھر میں چھپ رہے ہو۔ اور بعد اس کے کہ زمانہ کے شجاعوں کو ہلاک کیا اور ان کے کثرت کی پروا نہ کی اور ان کی شوکت کو خاک

Marfat.com

میں ملایا اب ان نامردوں اور ذلیلوں سے مغلوب ہو گئے ہو۔ ابو قحافہ کا بیٹا ظلم و جبر سے میرے باپ کی بخشی ہوئی چیز اور میرے بیٹوں کی معاش مجھ سے چھینے لیتا ہے۔ اور باواز بلند مجھ سے جھگڑا کرتا ہے انصار میری مدد نہیں کرتے اور مہاجرین نے اپنے آپکو علیحدہ کر لیا ہے۔ اور تمام آدمیوں نے آنکھیں بند کر لی ہیں نہ اُن کا کوئی دفع کرنے والا ہے نہ میرا مددگار خشمناک میں باہر گئی اور غمناک واپس آئی تم نے اپنے آپ کو ذلیل کیا۔ بھیڑیئے پھاڑتے ہیں اور تم اپنی جگہ سے ہلتے نہیں۔ کاش اس ذلت و خواری سے پہلے میں مر گئی ہوتی۔ افسوس میرے حال پر جس پر مجھے بھروسہ تھا وہ دنیا سے چل بسا۔ اور میرا مددگار سست ہو گیا اس کا شکوہ اپنے باپ سے کرتی ہوں اور میری فریاد خدا سے ہے فقط۔

اس بیان سے آپ کے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر المومنینؑ نے کچھ بھی آپ کی مدد نہیں فرمائی اور اس تمام مصیبت کے وقت میں آپ گھر میں چھپے بیٹھے رہے جو کچھ کیا وہ حضرت سیدہؓ نے خود ہی کیا وہی دعویٰ کرنے کے لئے تشریف لے گئیں انہیں نے سوال و جواب کئے، انہیں نے جو کچھ سنانا تھا سنایا اور جو کچھ کہنا تھا کہا۔ اور جیسا کہ فرماتی ہیں خشمناک باہر گئی اور غمگین واپس آئی۔ اور جناب امیر نے اپنے آپ کو مثل جنین پردہ نشین کر لیا اور اپنے آپ کو ذلیل بنا لیا۔ بھیڑیوں نے پھاڑا اور شیر خدا اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اور حضرت علیؑ کے اس طرح پر علیحدہ رہنے سے جناب سیدہ کو وہ صدمہ پہنچا کہ جس پر فرمانے لگیں کہ کاش اس ذلت و خواری سے پہلے میں مر گئی ہوتی اور اس حالت پر اپنے باپ کو یاد کرنے لگیں اور اپنا رنج اس طور پر ظاہر کیا کہ جس پر مجھے بھروسہ تھا وہ دنیا سے چل بسا اور جناب امیر کی مدد نہ کرنے اور اس کارروائی میں کچھ حصہ نہ لینے پر یہ صدمہ ہوا کہ آخر ان سے نہ رہا گیا اور حضرت علیؓ کی نسبت یہ کلمہ زبان سے نکل ہی گیا کہ میرا مددگار سست ہو گیا میں اس کا شکوہ اپنے باپ سے کرتی ہوں۔

جناب سیدہ کی اس درد انگیز تقریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ روایتیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ جناب امیر فدک کے معاملہ میں ابو بکرؓ کے پاس گئے اور ان سے مباحثہ کیا اور فاطمہؓ کے وکیل کے نکال دینے پر ابو بکر صدیق کو بہت کچھ برا بھلا کہا اور نہایت قوی دلیلوں سے ان کا ظلم و ستم ثابت کیا وہ سب جھوٹی ہیں خصوصاً وہ روایتیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے مواجہہ میں جناب امیرؓ نے شیخینؓ سے مباحثہ کیا اور ملامت کی۔ اور جب انہوں نے کچھ نہ سنا تو یہ کہکر کہ خدا انہیں اس کا بدلہ دے گا اور آیہ سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ سنا کر رنج اور غصہ میں اٹھ کر چلے آئے جھوٹی

Marfat.com

اور بے بنیاد ہیں۔ اس لئے کہ اگر حضرت علی نے ایسا کیا ہوتا اور ابوبکر و عمر سے حجتیں کی ہوتیں تو کیوں حضرت فاطمہؓ اور ابوبکرؓ کی مجلس سے واپس آکر حضرت علیؓ پر اپنا رنج و غصہ ظاہر کرتیں اور باوجود عصمت و طہارت کے وہ کلمات ارشاد فرماتیں جن کا معمولی آدمیوں کی زبان سے نکلنا بھی متانت اور ادب اور صبر کے خلاف ہے۔ کیا حضرت علیؓ کی ان کوششوں کا جو انہوں نے فدک کے معاملہ میں کیں اور ان تقریروں کا اور ان لاجواب مباحثوں کا جو انہوں نے ابوبکر و عمر سے کئے اگر سچ مانے جائیں یہی نتیجہ ہونا کہ حضرت سیدہ گھر میں آکر ایسے وقت میں جب کہ کوئی سوائے علیؓ کے سننے والا نہ ہو ان سے یہ فرمائیں کہ ماننَد جنین در رحم پردہ نشین شدۂ و مثل خائبان درخانہ گریختہ و بعد ازاں کہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی مغلوب این نامردان گردیدۂ اینک پسر ابوقحافہ نظلم و جبر بخشیدۂ پدر مرا و معیشت فرزندانم را از من می گیرد و انصار مرا یاری نمی کنند و مہاجران خود را بہ پناہ کشیدہ اند۔ نہ وافعی دارم و نہ یاوری و نہ شافعی۔ خشمناک بیرون رفتم و غمناک برگشتم خود را ذلیل کردی۔ گرگان می درند و می برند و تو از جای خود حرکت نمی کنی کاش پیش ازیں مذلت و خواری مردہ بودم۔

اگرچہ درصورت اس کے کہ جناب امیر فدک کے معاملہ میں سوال و جواب کرنے کے لئے تشریف لے گئے ہوتے یہ خطاب اور یہ ارشاد حضرت سیدہؓ کا تعجب انگیز ہے اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا آپ نے غصہ اور رنج میں حضرت علی سے وہ فرمایا جو صحیح نہیں تھا یا جناب امیر کی کوششیں آپ کے نزدیک کافی نہ تھیں۔ مگر جناب امیر کا جواب اس سے بڑھ کر حیرت انگیز ہے۔ اس لئے کہ درصورت صحیح ہونے ان روایتوں کے جن میں حضرت علیؓ کے جانے کا ذکر ہے آپ کو اس طرح سے جناب سیدہ کو تسلی دینی تھی کہ تم اسوقت غصہ اور رنج میں واقعات کا خیال نہیں کرتیں اور میری کوشش کی کافی قدر نہیں کرتیں، میں نے کونسا دقیقہ اٹھا رکھا ہے اور

۱؎ پیٹ میں کے بچہ کی طرح تم پردہ نشین ہو گئے ہو۔ اور ما یوسوں کی مانند گھر میں بھاگ آئے ہو۔ حالانکہ تم نے زمانہ کے بہادروں کو بر سر خاک ہلاک کیا۔ اور اب ان نامردوں سے ڈر گئے ہو۔ ابوقحافہ کا چھوکرا ظلم و ستم کے ذریعہ میرے باپ کی بخشی ہوئی روزی میرے بچوں سے چھین رہا ہے۔ کوئی انصاری میری امداد نہیں کر رہا ہے۔ اور مہاجرین خود ہی پناہ مانگ رہے ہیں۔ اس وقت کوئی نہیں جو مدافعت کرے یا میری مدد و سفارش کرے۔ میں غصہ سے باہر گئی تھی اور وہاں سے مغموم پلٹی تم نے خود کو ذلیل کر لیا۔ ؟ بھیڑیے پھاڑ کھا ئیں اور تمہاری حالت یہ ہے کہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں کرتے۔ کاش اس ذلت و خواری اٹھانے سے پہلے ہی میں مرگئی ہوتی۔

Marfat.com

کونسی کوشش جو مجھے کرنی تھی وہ باقی ہے۔ تمہارے وکیل کے نکال دینے کی خبر سنتے ہی میں ابوبکرؓ و عمرؓ کے پاس گیا اور بین المہاجرین والانصار ان سے لڑا اور تمام حجتیں ان کے سامنے پیش کیں اور ہر طرح سے انہیں قائل کیا۔ اور پھر کیا یہ بات تم بھول گئیں کہ آپ کے سامنے شہادت دینے کے بعد میں نے اُن سے کیسی مدلل گفتگو کی اور جب انہوں نے نہ سنا تو میں نے برملا انہیں ظالم و گنہگار ٹھہرایا اور خدا کے عذاب سے بھی انہیں ڈرایا اور تمہیں اپنے ساتھ لے کر اپنے گھر چلا آیا۔ اس سے زیادہ میں اور کیا کر سکتا تھا مگر بجائے اسکے کہ ان واقعات کو یاد دلاتے فرمایا تو یہ فرمایا کہ صبر کرو تمہارا اور تمہاری روزی کا خدا ضامن ہے اور خداوند تعالےٰ نے آخرت میں جو تمہارے لئے مہیا کیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو ان بدبختوں نے تم سے چھین لیا۔

اب سنئے کہ اس کا جواب حضرات شیعہ کیا دیتے ہیں اور اس مشکل سے نکلنے میں کیسے کچھ ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار کتاب الفتن صفحہ ۱۲۳ میں فرماتے ہیں کہ اب ہم اس مشکل کو دفع کرتے ہیں جو غالباً لوگوں کے دلوں میں اس سوال و جواب کے سننے سے پیدا ہوتی ہو گی اور وہ یہ ہے کہ اعتراض فرمانا حضرت فاطمہؓ کا جناب امیر المومنینؑ پر کہ انہوں نے ان کی مدد نہ کی اور حضرت سیدہؓ کا جناب امیر کو خطاوار ٹھہرانا باوجود اس بات کے جاننے کے کہ وہ امام ہیں اور واجب الاتباع اور معصوم اور باوجود اس بات کے سمجھنے کے کہ انہوں نے کوئی کام نہیں کیا الا بحکم خدا اور مطابق وصیت رسول کے جو حضرت سیدہؑ کی

۱؎ اصل عبارت یہ ہے ولندفع الاشکال الذی فلما یخطر بالبال عند سماع ہذا الجواب و السوال وہوان اعتراض فاطمۃؓ علی امیر المومنینؑ فی ترک التعرض للخلافۃ وعدم نصرتہا وتخطئتہ فیہما مع علمہا بامامتہ و وجوب اتباعہ وعصمتہ وانہ لم یفعل شیئاً الا بامرہ تعالیٰ و وصیتہ الرسول صلی اللہ علیہ و آلہ مما ینافی عصمتہا وجلالتہا۔ فاقول یمکن ان یجاب عنہ بان ہذہ الکلمات صدرت منہا لبعض المصالح ولم تکن واقعا منکرۃ لما فعلہ بل کانت راضیۃ وانما کانت غرضہا ان یتبین للناس قبح اعمالہم وشناعۃ افعالہم۔ وان سکوتہ لیس لرضاہ بما اتوا بہ ومثل ہذا کثیرا ما یقع فی العادات والمحاورات کما ان ملکا یعاتب بعض خواصہ فی امر بعض الرعایا مع علمہ برائتہ من جنایتہم لیظہر لہم عظم جرمہم وانہ مما استوجب بہ اخص الناس بالملک منہ المعاتبۃ ونظیر ذلک ما فعلہ موسیٰ لما رجع الی قومہ غضبان اسفا من القائہ الالواح واخذہ براس اخیہ یجرہ الیہ ولم یکن غرضہ الانکار علی ہارون بل اراد بذلک ان یعرف القوم عظم جفاتہم وشدۃ جرمہم کما مر الکلام فیہ واما حملہ علی ان شدۃ الغضب والانف والغیظ حملتہا علی ذلک مع علمہا بحقیتہ ما ارتکبہ فلا ینفع فی دفع الفساد وینافی عصمتہا وجلالتہا التی عجزت عن ادراکہا احلام العباد ۱۲ بحار الانوار صفحہ ۱۲۳۔

Marfat.com

عصمت اور بزرگی کے خلاف ہے۔ یہ فرماکر ملا صاحب اس کا یہ جواب دیتے ہیں۔ فاقول یمکن ان یجاب عنہ کہ ممکن ہے کہ اس کا یوں جواب دیا جائے۔ جواب کے آغاز سے پہلے ہی جو الفاظ ملا صاحب نے بیان فرمائے وہ خود اس بات کو بتاتے ہیں کہ خود ملا صاحب اس جواب کو قابل تسلی و تشفی نہیں سمجھتے تھے۔ پھر اس جواب کی تشریح فرماتے ہیں۔ بان ھذہ الکلمات صدرت منہا لبعض المصالح الخ۔ یعنی یہ باتیں جو آپ نے بیان فرمائیں وہ صرف بعض مصلحتوں کی وجہ سے تھیں ورنہ حقیقت میں کچھ آپ جناب امیرؑ کے کاموں سے خفا نہ تھیں بلکہ راضی تھیں اور اس کہنے سے غرض آپ کی صرف یہ تھی کہ لوگوں کو صحابہ کے اعمال کی قباحت اور ان کے افعال کی شناعت معلوم ہو جائے اور جناب امیر کا سکوت اس لئے نہ تھا کہ آپ ان لوگوں کی باتوں کو پسند کرتے ہوں یا اس سے راضی ہوں! اور اس طرح کی باتیں مصلحتاً کہنا عادات اور محاورات میں درست ہیں جیسا کہ کوئی بادشاہ کسی اپنے بعض خواص پر کسی معاملہ میں جو رعیت سے سرزد ہوا ہو عتاب کرے گو وہ جانتا ہو کہ وہ خواص اس گناہ سے بری ہے مگر اس عتاب سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ گنہگار رعیت کے جرم کی عظمت لوگوں پر معلوم ہو جائے۔ اور مثال اس کی حضرت موسیٰ کا فعل ہے کہ جب وہ اپنی قوم کی طرف غصّہ میں لوٹے اور تختیاں پھینک دیں اور اپنے بھائی کی ڈاڑھی پکڑ کر اپنی طرف کھینچی اس سے کچھ غرض اُن کی ہارُون پر عتاب ظاہر کرنا نہیں تھا بلکہ لوگوں کو بتانا کہ وہ سمجھ جائیں کہ ان کی خطا کیسی عظیم ہے اور ان کا جرم کیسا شدید ہے۔ آپکا غصّہ اور رنج کی شدت میں جناب امیر سے اس قسم کی باتیں کرنا باوجودیکہ آپ جناب امیرؑ کی کارروائی کی حقیقت سے خوب واقف تھیں کچھ آپ کی عصمت اور عظمت کے خلاف نہیں ہے جس کے ادراک سے بندوں کے ذہن عاجز ہیں۔

اسی جواب کو حق الیقین میں ان لفظوں سے بیان کیا ہے،[1] مولف گوید کہ دریں مقام تحقیق بعضی از

---

[1] مولف کا بیان ہے کہ یہاں چند امور کی تحقیق ضروری ہے۔ اول یہ کہ ان شکوک و شبہات کا ارتفاع کیا جائے جن کی دلوں میں پیدائش ممکن ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ حضرت فاطمہؑ نے جناب علیؑ کی عصمت کی پردہ دری کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ کا ارشاد دراصل مبنی بر مصلحت تھا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ حضرت علیؑ نے اپنی رضامندی سے منصب خلافت ترک نہیں کیا اور باغ فدک کے غصب کرنے پر راضی نہ تھے جیسا کہ قرآن کریم میں اکثر معاملات رسولؐ خدا کی بابت ہیں جن کی غرض دوسرے لوگوں کو تہدید و تنبیہ ہے۔ اور اسی طرح حضرت موسیٰؑ کا واقعہ ہے کہ جب وہ اپنی قوم کے پاس لوٹے تو قوم کو ایک بچھڑے کو پوجتے دیکھا اور جو الواح انکے پاس تھیں وہ پھینک دیں اور ہارونؑ کے سر بال پکڑ کر انکو اپنی طرف گھسیٹا حالانکہ حضرت ہارون پیغمبر کی بابت خود انہیں علم تھا کہ اس میں ہارون کی کوئی غلطی نہیں ہے لیکن حضرت موسیٰ کا یہ کام صرف اسلئے تھا تاکہ قوم کو انکی بدعملی

(باقی اگلے صفحہ پر

Marfat.com

امور ضرورست۔ اول دفع شبہ چند کہ ممکن ست در خاطر ہا خطور کند۔ اگر کسی گوید کہ اعتراض فاطمہؓ بر حضرت ابیرؓ باوجود عصمت ہر دو چہ صورت دارد جواب گوئیم کہ این معارضہ محمول بر مصلحت ست از برائے آنکہ مردم بدانند کہ حضرت امیرؓ ترک خلافت برضائے خود نہ کردہ و بغصب فدک راضی نبودہ و در قرآن بسیاری از معاملات با حضرت رسول شدہ و غرض تہدید و تادیب دیگران ست و ازین قبیل ست انچہ از حضرت موسیٰ صادر شد در وقتیکہ بسوئے قوم برگشت و ایشان عبادت گوسالہ کردہ بودند از انداختن الواح و سر وریش ہارون را گرفتہ بہ پیش کشیدند با آنکہ می دانست کہ ہارون تقصیر ندارد تا آنکہ بر قوم ظاہر شود شناعت عمل ایشان۔ و مانند عتابی کہ حق تعالیٰ بہ حضرت عیسیٰ خواہد کرد کہ آیا تو گفتی بمردم کہ مرا و مادر مرا دو خدا بدانید با آنکہ می داند کہ او نگفتہ است و مثل این بسیار ست''۔

اور صاحب لمعۃ البیضا بھی قریب قریب اسی کی تاویل کرتے ہیں۔ کما یقول وما فعلت بالنبتالی علی تلک الجرأۃ والجسارۃ مع علمہا بانہ امام مفترض الطاعۃ ولا یلیق بمثلہ ھذہ المخاطبۃ من مثلہا الا لابداء شناعۃ ما فعلہ ابوبکر من تلک الفعلۃ الفظیعۃ علی الامۃ و اثبات کفر العمرین کما فعل موسیٰ باخیہ من الاخذ بلحیتہ والضراب علی راسہ حتی یعلوا لقوم شناعۃ عبادۃ العجل۔ صفحہ ۳۹۳۔

اور صاحب ناسخ التواریخ اس سوال وجواب کے متعلق یہ فرماتے ہیں مکشوف باد کہ اسرار اہل بیت[ا]

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کی برائیاں معلوم ہو جائیں۔ اور اللہ کا حضرت عیسیٰ کو عتاب کرتے ہوئے یہ کہنا کیا تم نے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو خدا کہا جائے حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے خود کو یا والدہ کو خدا نہیں کہلوایا اور اس قسم کی اکثر مثالیں ہیں۔

[ا] واضح ہو کہ اہل بیت کے اسرار ہم جیسے لوگوں کی سمجھ سے پوشیدہ ہیں۔ اور مقداد، ابوذر اور سلمان فارسیؓ نے بھی حد ادب سے باہر قدم نہیں رکھا، حالانکہ سلمان کو رسول اللہ نے اہلبیت کہا ہے۔ اور ان میں سے کسی نے اہل بیت کے برابر ہونے کی تمنا نہیں کی۔ میں نے کہیں دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ سلمانؓ فارسی نے حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر غصب خلافت اور آپ کے پیچھے رہ جانے پر کدورت کا اظہار کیا، جس پر حضرت علیؑ نے کہا اے سلمانؓ کیا تم اہلبیت کے اسرار سے واقفیت پیدا کرنا چاہتے ہو؟ اور واقعہ یہ ہے کہ اہلبیت کے سوائے کسی دوسرے کو اس بوجھ کے اٹھانے کی توفیق نہیں ہے۔ اور احادیث کے بموجب حضرت فاطمہؓ کی کیفیت یہ ہے کہ جو کچھ عالم میں ہوا یا آئندہ ہوگا وہ سب سے واقف تھیں انہیں رسول اللہ کی نگاہوں سے پردہ پوشی اور مصائب کا نزول خلافت کے بارے میں لوگوں کا اختلاف اور باغ فدک کے سوائے حضرت علیؑ سے کوئی بات نہ کہنی تھی ان کی بات عمل کی مانند تھی کہ فدک کے معاملہ میں کیا ہوگا۔ انہوں نے اکثر اوقات حسنینؑ کو بھوکا رکھ کر سائلوں اور فقیروں کے سوال پورے کئے (باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

مستور ست از مدرکات امثال ما مردم۔ بلکہ مقدادؓ و ابوذرؓ و سلمانؓ با منزلت بیرون ادب گام نزنند و در سعید اے خاطر تمنای این طلب نہ کنند۔ وقتی نمی دانم کجا دیدہ ام کہ سلمان در خدمت امیر المومنینؑ از غصب خلافت و تقاعد آنحضرت اظہار ضجرتی کرد علیؑ فرمود ہان اے سلمانؓ می خواہی از اسرار اہل بیت آگاہی بدست کنی بدیہی است کہ بیرون اہلبیت آفریدہ را توانائے حمل این بار گران نیست ہمانا فاطمہؓ کہ محدثہ بود و بحکم احادیث صحیحہ بعلم ما کان و مایکون عالم بود لاجرم از ان پیش کہ رسول خدا وداع جہاں گوید و حوادث ہائلہ نازل گردد از مخالف امت در امر خلافت و ضبط فدک و عوالی آگاہی داشت و بحکم عصمت کہ تشریف موہوبہ یزدانی ست جز بحکم خدا و رضائے علی مرتضیٰ سخنی نمی فرمود۔ سخن او سخن عمل عمران بود و کلمۂ او ودیعۂ خداوند رحمٰن۔ و مناعت محل او از ملکوت و ملک رفیع تر بود تا بعوالی و فدک چہ رسد و چہ بسار وقت حسنین را گرسنہ می خوابانید و بلغۂ یک شبۂ ایشاں را بہ سائلی می رسانید مملکت دنیا در چشم او با پر ذبابی بہ میزان نمی رفت فدک و عوالی چیست و حاصل عوالی کدام ست۔ اگر گوئی این خطاب و خطبہ چہ بود و این ہمہ فزع و شکوہ چہ واجب می نمود پس در حضرت امیر المومنین اظہار جسارت کردن و معذرت جستن با جلباب عصمت بینونت داشت۔ پاسخ این سخن را بدیں گونہ ساختگی کنیم کہ اسرار اہل بیت مستور ست بہ شرحی کہ مسطور افتاد الا آنکہ گوئیم بحکم مدرکات عقول ناقصہ خود آنحضرت ہمی خواست کہ ظالم را از عادل و حق را از باطل باز نمایند تا آنانکہ خمیر مایۂ فطرت ایشاں

ص۹۱ از ترشحات زلال ولایت بہرہ یافتہ از طریق ضلالت و غوایت باز شوند و بہ شاہراہ شریعت و ہدایت روند انتہی

ہم اگرچہ ان جوابات کی نسبت ضرورت کچھ بیان کرنے کی نہیں دیکھتے اسلئے کہ ہر ایک سمجھدار آدمی خود ان جوابات سے اس کی وقعت کا اندازہ کر سکے گا اور اسے یقین ہو جائے گا کہ بجز اس کے کہ یہ معاملات اسرار امامت سے سمجھے جائیں انسانی فہم سے خارج ہیں مگر مختصراً کچھ کہنا مناسب سمجھتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ دنیاوی مملکت ان کی نظر میں مکھی کے پَر کے برابر بھی نہ تھی۔ فدک اور اس کے ملحقات اور مالیہ وغیرہ ان کی نظروں میں وقیع نہ تھا۔ اور اگر کہو کہ یہ گفتگو وغیرہ اور گلہ شکوہ کیوں کیا اور حضرت علی سے ایسی جسارت اور انکی معذرت خواہی کیوں ہوئی تو اس بات کو اس طرح ختم کرتا ہوں کہ اہل بیت کے اسرار پس پردہ ہیں، جن میں سے بعض لکھے گئے ہیں ورنہ ہم تو یہی کہتے ہیں اور ہماری ناقص عقل میں یہی آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا ہی یہ تھا کہ ظالم کو منصف سے اور حق کو باطل سے اس طرح جدا کریں کہ لوگوں کی فطرت، زلال ولایت سے بہرہ ور ہو اور گمراہی و کجی سے نکل کر شاہراہ شریعت و ہدایت پر گامزن ہوں۔

بحار الانوار میں جو جواب ملا باقر مجلسی نے دیا ہے کہ مصلحتاً حضرت سیدہ نے حضرت امیر المومنین سے ایسی باتیں فرمائیں ۔ اور غرض آپ کی صرف یہ تھی کہ لوگوں کو صحابہ کے اعمال کی قباحت اور انکے افعال کی شناعت ظاہر ہو جائے ۔ غالباً ہر شخص اس جواب کو تعجب اور تاسف کی نظر سے دیکھے گا ۔ اور سمجھ لے گا کہ جب کچھ جواب نہ بنا تو بمجبوری بفحوائے الغریق یتشبث بکل حشیش یہ سمجھ کر کہ نہ کچھ تو کہنا ہی چاہیئے ملا صاحب نے جو دل میں آیا وہ لکھ دیا مگر اتنا خیال نہ فرمایا کہ یہ باتیں جو حضرت سیدہ نے جناب امیر سے فرمائیں وہ گھر میں کہی تھیں ۔ جہاں سوائے آپ کے یا گھر کے لوگوں کے کوئی غیر نہ تھا جن کو سنانا منظور ہو اور غیروں کے سنانے کے لئے کوئی موقع بھی باقی نہ تھا ۔ اس لئے کہ نہ جناب امیر نے کوئی دقیقہ ملامت اور الزام کا صحابہ پر اُٹھا رکھا تھا ۔ اور نہ بین المہاجرین والانصار ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کے ظلم وستم کی کوئی بات باقی رکھی تھی اور نہ جناب فاطمہ نے اپنے فصیح و بلیغ خطبہ میں ان کی نسبت جو کچھ کہنا تھا اس میں سے کچھ اٹھا رکھا تھا کافر اور مرتد اور جہنمی ہونا تک تو ان کا علی رُوس الاشہاد بیان فرما دیا تھا ۔ وہ کونسی بات باقی رہ گئی تھی جسے حضرت علی پر رکھ کر سناتیں ۔ ہاں ملا صاحب اگر یہ فرماتے تو ممکن تھا کہ آسمان کے فرشتے ہمدردی کرنے اور تسلی دینے کے لئے آپ کی دولت سرا میں آئے تھے ان کو صحابہ کا کفر و نفاق اور ان کے جور و تعدی سنانی منظور ہو گی ان کے سنانے کے لئے غالباً حضرت معصومہ نے حضرت امیر کو مخاطب کر کے یہ خطاب فرمایا ہو گا اور حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰؑ کی مثال جو ملا صاحب نے دی ہے وہ بھی اپنے دل کے خوش کرنے کے لئے بیان فرمائی ۔ ورنہ اس کو اس سے کیا نسبت اول تو یہ بات تسلیم نہیں کی گئی کہ حضرت ہارونؑ پر عتاب لوگوں کے دکھانے کے لئے کیا گیا تھا ۔ سوا اس کے جو کچھ حضرت موسیٰؑ نے کیا وہ علی رُوس الاشہاد تھا ۔ نہ اندر گھر میں بیٹھ کر اور تنہائی میں جہاں کو دیکھنے والا سوائے فرشتوں کے نہ ہو ۔ علاوہ بریں جناب امیر نے اس خطاب کو جو حضرت سیدہ نے کیا اپنے ہی نسبت خیال کیا تھا نہ جیسا کہ ملا صاحب سمجھتے ہیں اسی مصلحت پر مبنی خیال فرمایا تھا اس لئے کہ اس کے جواب میں جو آپ نے فرمایا اس کے الفاظ یہ ہیں ۔ فقال لھا امیر المؤمنین لاویل لک بل الویل لشانئک ثم نھنھی عن وجدک یا بنت الصفوۃ وبقیۃ النبوۃ فما ونیت عن دینی ولا اخطأت مقدوری فان کنت تریدین البلغۃ فرزقک مضمون وکفیلک مامون وما اعد لک افضل مما قطع عنک فاحتسبی اللہ فقالت حسبی اللہ وامسکت ۔ اس کا ترجمہ فارسی میں فاضل مجلسی حق الیقین میں اس طرح سے کرتے ہیں ۔

کہ جناب امیرؑ در جواب ارشاد فرمودند کہ صبر کن و آتش خود را فرونشان اے دختر برگزیدۂ عالمیان و اے باقی ماندۂ ذریت پیغمبر من سستی در امر دین خود نہ کردم و آنچہ از جانب خدا مامور بودم بعمل آوردم و آنچہ مقدور بود از طلب حق خود در ان تقصیر نہ کردم۔ و روزی ترا و اولاد ترا خدا ضامن ست) اس جواب سے کون شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس خطاب کو حضرت فاطمہؓ کے اپنی ذات پر محمول نہیں فرمایا تھا۔ اور ان کے غصہ کو اپنی نسبت نہیں خیال کیا تھا۔ ورنہ آپ کیوں یہ فرماتے کہ میں نے کچھ کوتاہی نہیں کی اور جہاں تک مجھ سے ہو سکتا تھا اس میں دریغ نہیں کیا۔ بلکہ اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً حضرت سیدہ کو ان کی غلطی پر آگاہ کرنا منظور تھا۔ اور یہ کہنا کہ آپ غلطی پر ہیں کیوں آپ مجھ پر خفا ہوتی ہیں اور کیوں مجھے ایسی سخت سست باتیں کہتی ہیں اور کیوں مجھے مثل جنین کے پردہ نشین ٹھہراتی ہیں میں نے آپکی مدد میں کوتاہی نہیں کی میں نے آپ کے دعویٰ کی تائید کی آپکے سامنے صحابہ سے جھگڑا کیا۔ اور جہاں تک ممکن تھا ان کو ملامت کی ان کا ظلم و ستم ثابت کیا۔ اور چونکہ یہ سب باتیں میں نے آپکے سامنے کیں پھر بھی آپ مجھ پر خفا ہوتی ہیں اور مجھے بزدل اور خائف ٹھہراتی ہیں یہ آپ کی شان سے بعید ہے۔ اور چونکہ یہ وہ باتیں ہیں جو شیعوں کی روایتوں میں بہ تفصیل منقول ہیں اس سے وہ حضرت سیدہؓ کی عصمت میں خلل پیدا کرتے اور بمقتضائے بشریت آپ کو بے جا غصہ کرنے والا اقرار دیتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ حضرات شیعہ مجبور ہیں اور بے بنیاد اور غلط بات کے ثابت کرنے میں رقص الجمل فرماتے ہیں۔ ہر موقع کے لئے انہوں نے ایک روایت بنائی۔ اور ہر اعتراض کے لئے حضرات نے اپنے نزدیک ایک جواب گڑھا اور جھوٹ کو سچ کرنا چاہا۔ کاش وہ ایک ہی روایت اور ایک بات پر قائم رہتے تو اتنی وقت پیش نہ آتی۔ اور ایسی فضیحت نہ ہوتی۔ مگر کثرت روایات اور اختلاف اقوال نے ہم کو جواب دینے کی محنت سے بچا لیا اور اس تناقص اور اختلاف نے جو ان کی روایتوں اور بیانوں میں ہے ان کے دعوے کو ایسا باطل کر دیا کہ نہ کسی عدالت میں ان کے دعویٰ کی ڈگری ہو سکتی ہے نہ غلط بیانی اور جھوٹی شہادت کے پیش کرنے سے الزام سے وہ بچ سکتے ہیں۔ تمت

اے حضرت فاطمہؓ کے کہنے پر حضرت علیؓ نے یہی جواب دیا کہ صبر کرو اور غصہ کی آگ فرو کرو۔ اے دو جہاں کے برگزیدہ نبی کی بیٹی، اور اے اولاد پیغمبر کو باقی رکھنے والی ماں سنو! میں نے مذہبی امور میں خود سستی نہیں کی، بلکہ خدا کے حکم کے موافق عمل پیرا ہوں اور میں نے حتی المقدور اپنے حق کی طلب میں کوئی کوتاہی نہیں کی تمہاری اور تمہاری اولاد کی معیشت و روزی کا اللہ ضامن و کفیل ہے۔ آیات بینات حصہ چہارم ختم ہوا۔

Marfat.com

تفسیر و تاریخ قرآن پر تین اہم کتابیں

قصص القرآن

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رح

قصص قرآنی اور انبیاء علیہم السلام کے سوانح حیات اور انکی دعوت حق کی مستند ترین تاریخ و تفسیر پر نہایت محققانہ اور مشہور کتاب عکسی طباعت سفید کاغذ مجلد معہ حسین پلاسٹک کور۔ قیمت ۷۶/۰۰

تاریخ ارض القرآن کامل ۲ جلد

از علامہ سید سلیمان ندوی

اپنے موضوع پر ایک محققانہ اور مستند کتاب جو عرصہ سے نایاب تھی اب تیار ہو گئی ہے۔ عکسی طباعت سفید کاغذ مجلد معہ حسین پلاسٹک کور۔

قیمت ۲۴/۰۰

تفسیر معارف القرآن

مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ

اردو میں اپنے طرز کی پہلی عام فہم تفسیر جو ریڈیو پاکستان سے بارہ سال تک نشر ہوتی رہی اور موجودہ زمانہ کی مستند تفسیر سمجھی گئی ہے جس کا مطالعہ آپ کو قرآن پاک کی عظمتوں سے آشنا کریگا یہ بے نظیر تفسیر آٹھ جلدوں میں مکمل چھپ چکی ہے آفسٹ کی عمدہ طباعت اور سفید کاغذ

جلد اوّل ۔	سورۂ فاتحہ و بقرہ	۳۶/۰۰
” دوم ۔	آل عمران و نساء	۳۶/۰۰
” سوم ۔	مائدہ تا انعام	۳۶/۰۰
” چہارم ۔	اعراف تا ہود	۳۶/۰۰
” پنجم ۔	یوسف تا کہف	۳۶/۰۰
” ششم ۔	مریم تا روم	۴۰/۰۰
” ہفتم ۔	لقمان تا حجرات	۴۰/۰۰
” ہشتم ۔	ق تا والناس	۴۰/۰۰
مکمل سیٹ	آٹھ جلد	۳۰۰/۰۰

دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ ۔ کراچی ۱

Marfat.com

چند مطبوعات دارالاشاعت

ارض القرآن عکسی گلیز۔ مجلد مؤرخ اسلام سید سلیمان ندوی رح
اپنے موضوع پر محققانہ کتاب جو عرصہ سے نایاب تھی اب تیار ہے۔ ۲۴/۰۰

المنجد عربی اُردو لغت اضافہ شدہ جدید عکسی ایڈیشن
ساٹھ ہزار جدید وقدیم عربی الفاظ کی مستند لغت سفید کاغذ مجلد اعلیٰ ۶۴/۰۰

المعجم عربی اُردو لغت جدید عکسی اعلیٰ ایڈیشن
پینتیس ہزار الفاظ کی اردو سے عربی جامع لغت سفید کاغذ مجلد ۲۲/۰۰

آیات بیّنات کامل چار حصے از محسن الملک سید محمد مہدی علی خاں
تردید شیعہ میں معرکۃ الآراء اور عظیم کتاب گلیز، سفید کاغذ ۳۳/۰۰

اسلام کا نظام مساجد عکسی گلیز مجلد از مولانا محمد ظفیر الدین پورہ نوڈیہاوی
اسلام کے نظام مساجد کے تمام گوشوں پر مکمل بحث ۱۲/۷۵

اسلام کا نظام عفت وعصمت عکسی گلیز مجلد مولانا ظفیر الدین پورہ نوڈیہاوی
عفت وعصمت اور ان کے لوازم کے ایک ایک گوشہ پر محققانہ کتاب۔ ۱۵/۷۵

اسلام کا نظام اراضی مجلد از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ۔ ہر قسم کی زمینوں کے
اور عشر وخراج کے احکام مذاہب اربعہ کی روشنی میں ۱۸/۰۰

اسلام کا نظام تقسیم دولت عکسی سفید از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ
سرمایہ داری، اشتراکیت اور اسلام کا جامع تقابل ۱/۵۰

آداب زندگی عکسی سفید از مولانا اشرف علی تھانوی رح۔ آداب المعاشرت، حقوق
اسلام۔ حقوق الوالدین، اغلاط العوام، چار کتب کا مجموعہ ۳/۳۰

دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱

Marfat.com

تاریخ مذہب شیعہ

حسب ایما و پسند فرمودہ مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی رح

اس کتاب میں مذہب شیعہ کی پوری تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اور مذہب شیعہ کے بانی مشہور منافق ابن سبا یہودی کے حالات پوری تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں کہ اس منافق نے کس طرح از راہ نفاق اسلام قبول کیا اور پھر مسلمانوں میں افتراق اور انتشار ڈالنے میں اور ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ کتاب متلاشیان حق کے لئے ایک عظیم تحفہ ہے۔ آفسٹ کی دیدہ زیب عکسی طباعت، سفید عمدہ کاغذ سائز ۳۰×۲۰/۱۶ کل صفحات ۲۵۶ قیمت مجلد ۶/۷۵

ہدایۃ الشیعہ

از حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح

جس میں مسئلہ خلافت کی تفصیلی بحث، تقیہ کا پس منظر کتاب اللہ میں صحابہ کا مقام۔ اور مشاجرات صحابہ کی بحثیں۔ باغ فدک اور وراثت انبیاء اور ایسے ہی دوسرے بے شمار موضوعات پر سیر حاصل تبصرہ اور شیعوں کی طرف سے کئے گئے دس سوالوں کے شافی اور مسکت جواب۔

عکسی طباعت سفید کاغذ سائز ۲۳×۱۸/۸ کل صفحات ۱۱۲ بکس بورڈ

مجلد قیمت ۶/۰۰

دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱

(کتبہ فیض رسول بن محمد نذیر منیر)

Marfat.com